پورش

شارلی ناول

رئیس احمد جعفری

یورش

ایک عظیم تاریخی ناول

رئیس احمد جعفری

JAF & CO.
Plot # 43/4 Q-2, Block-6,
PECHS, Near Jheel Park
Karachi

مقبول اکیڈمی
۱۹۹۔ سرکلر روڈ۔ چوک انارکلی لاہور

عظیم تاریخی ناول

شہاب الدین غوری۔ رئیس احمد جعفری
تغلق ”
یورش ”
القاہرہ محمد سعید
بغداد ”
مدینتہ الیہود ”
اطلس ”
اشبیلیہ ”
ہمالیوں ”
بحری عقاب ”
اکبر اعظم ”
پاکستان کا سٹالن گراڈ ”
الموت ”

(۱)

.... تلوار ہے مومن

ترکانِ آلِ عثمان کی حکومت مُراد کے ہاتھ میں ہے۔

یہ تُندرجرّی اور بہادر فرماں روا صحیح معنوں میں مردِ مومن ہے۔

ہو حلقۂ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزمِ حق و باطل ہو تو تلوار ہے مومن

دشمن اس کے نام سے کانپتے تھے۔ دوست اس پر جان دیتے تھے۔ خطا کاروں کا وہ سب سے بڑا دشمن تھا اور نیکو کاروں کے لئے اس کا دامنِ لطف و کرم دراز تھا قوم کے جانبازوں اور ملّت کے سرفروشوں کے لئے اس کے دیدہ و دل فرشِ راہ تھے۔ اسلام کے دشمنوں اور مسلمانوں کے حریفوں کے لئے اس کی شمشیر آبدار ہر وقت بے نیام رہتی تھی، عدل و مرحمت اس کا دستورِ حیات تھا۔ بے دستوں اور محکوموں کے لئے، مظلوموں اور زمانہ کے ستائے ہوئے لوگوں کے لئے اس کا دروازہ ہر وقت کھلا رہتا تھا، وہ پابندی سے مسجد میں نماز پڑھتا تھا، وہ رات کو بھیس بدل کر گشت کرتا تھا، اور رعایا کے حالات سے براہِ راست واقفیت حاصل کرتا تھا۔ وہ دشمنوں کی خبر رکھتا تھا،

جملہ حقوق محفوظ

طابع ـــــــ ملک مقبول احمد
مطبع ـــــــ شاہ اینڈ سنز پریس پرنٹرز، لاہور
قیمت ـــــــ [redacted] روپے

○

مقبول اکیڈمی، لاہور

648

اسے پل پل بھر کی خبر ملتی رہتی تھی کہ کس مقام پر کون دشمن کیا پروگرام بنا رہا ہے؟ اور قبل اس کے کہ پروگرام تکمیل تک پہنچے وہ برق و شرر کی طرح کوندتا اور لپک کر دشمن کے سر پر پہنچ جاتا اور پھر اس کی شمشیرِ خارا شگاف، آن کی آن میں سارا قصہ ختم کر دیتی۔

بے شک وہ ان لوگوں کا ان ملکوں اور قوموں کا، ان غیر مسلموں کا، دشمن اور عدوِ عدد تھا جو اسلام کے دشمن تھے، جو مسلمانوں کے خون کے پیاسے تھے، جو اسلام کے نام لیواؤں کو حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دینا چاہتے تھے۔ جن کے نزدیک ہر وہ شخص کشتنی اور گردن زدنی تھا جو محمدؐ کا کلمہ پڑھتا ہو، جو اسلام کا نام لیتا ہو ——— لیکن جو غیر مسلم اُس کی حکومت کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے تھے، انہیں وہ عافیت حاصل تھی جو اپنی مذہبی حکومت میں بھی نہیں حاصل تھی، ان کے ساتھ وہ برتاؤ کیا جاتا تھا۔ جو مسلمانوں کے لئے بھی باعثِ رشک تھا۔ ان کے گرجا اور کلیسا آزاد تھے، ان کے اسقف اور بشپ آزاد تھے، شادی بیاہ، نکاح، طلاق، وراثت کے معاملات، اسلام کا قاضی نہیں، خود ان کا پادری طے کرتا تھا، اور مراد کی حکومت ان فیصلوں کو تسلیم کر لیتی تھی، بے تامل نافذ کر دیتی تھی۔

آس پاس کے عیسائی ملکوں میں، عیسائی آپس میں لڑ رہے تھے، پروٹسٹنٹ اور کیتھولک ایک دوسرے کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے، ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے تھے۔ ایک دوسرے کا وجود برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں تھے۔ لیکن مراد کی حکومت میں عیسائیوں کا ہر فرقہ امن آسائش اور اطمینان کی زندگی بسر کر رہا تھا ان پر کوئی پابندی نہیں تھی۔ دونوں کی سرپرستی کی جا رہی تھی۔

یہودیوں کے نام سے عیسائی نفرت کرتے تھے، ان کی جان کے گاہک بنے ہوئے تھے، اپنی حدودِ مملکت میں ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی، ان کے ساتھ جانوروں سے بدتر سلوک کر رہے تھے، ننگِ انسانیت مظالم کے وہ شکار بنے ہوئے تھے لیکن مراد کی حکومت میں یہودی بھی چین کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ وہ تجارت کرتے تھے، روزی

کاتے تھے۔ عیش و نشاط کی دنیا میں کھوئے ہوئے تھے۔

مراد ہی کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ سردیا کے بادشاہ جارج نیکی و بچ سے سوال کیا گیا کہ اگر ہنگری اور دوسرے شہروں پر آپ کا قبضہ ہو جائے تو آپ کیا کریں۔

جارج نے بے تامل جواب دیا۔

" میں ان تمام عیسائیوں کو تہ تیغ کر دوں گا جو رومن کیتھولک فرقہ سے تعلق نہیں رکھتے یا پھر انہیں مجبور کر دوں کہ وہ اپنے عقائد میں تبدیلی کریں اور ہم سے متفق ہو جائیں۔"

پھر یہی سوال سلطان مراد سے کیا گیا۔

مراد نے جواب دیا۔

" میں، ہر مسجد کے ساتھ ایک گرجا بنواؤں گا اور لوگوں کو کلی اجازت ہوگی کہ خواہ مسجد میں آئیں یا گرجا میں جائیں اور عبادت کریں۔"

مراد کی یہی رواداری تھی جس نے، عیسائی عوام کے دل میں اس کی عظمت پیدا کر دی تھی، اور وہ ظالم و مستبد عیسائی فرمانرواؤں کے مقابلہ میں، ترکوں اور مسلمانوں کی حکومت پسند کرتے تھے۔

مراد کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ تھی کہ وہ عہد کی سختی سے پابندی کرتا تھا کبھی اور کسی حالت میں بھی عہد شکنی گوارا نہیں کر سکتا تھا، حد یہ ہے کہ اس کی عہد شکنی کے جواب میں بھی وہ حتی الامکان وفا، عہد کو ترجیح دیتا تھا۔ البتہ جب حالات بالکل قابو سے باہر ہو جائیں، پانی سر سے اونچا ہو جائے تو اس کی شمشیرِ بے نیام، میدان جنگ میں، ہر اختلاف کا فیصلہ آسانی سے کر دیتی تھی۔ اس نے کبھی کسی پر ظلم نہیں کیا، کبھی اپنی طرف سے عہد شکنی نہیں کی، کبھی صرف توسیعِ حکومت کے لئے جنگ نہیں کی کبھی دشمن کو کمزور دیکھ کر چڑھائی نہیں کی، کبھی حق کو چھوڑ کر باطل کا راستہ نہیں اختیار کیا۔ کبھی کسی غیر مسلم کو خواہ وہ

صورت اس کے غیر معمولی اوصاف کا صلہ تھی، اپنی عمر اور فوجی قوت کے دورِ شباب میں بھی اُس نے شاذ ہی کسی میدانِ جنگ میں قدم رکھا جب تک پہلے دشمنوں کی طرف سے اس کو جنگ کے لئے کافی طور پر برانگیختہ نہ کیا گیا۔ دشمن کے مطیع ہو جانے کے بعد فاتح سلطان اپنے ہتھیار کھول کر رکھ دیتا تھا اور صلح ناموں کی پابندی میں اس کا عہد ناقابل شکست اور مستحکم تھا۔ حملہ کی ابتدا عموماً اہل ہنگری کی طرف سے ہوا کرتی تھی، اسکندربک کے خلاف اس کا اشتعال خود اسکندربک کی بغاوت کی وجہ سے ہوا۔ اور کرمانیہ کے غدار امیر کو عثمانی سلطان نے دو بار زیر کیا اور دونوں مرتبہ معاف کر دیا۔ قبل اس کے کہ موریا پر چڑھائی کرے۔ تھیبیز موریا کا فرمانروا اچانک حملہ کر چکا تھا۔ جہاں تک سالونیکا کی فتح کا تعلق ہے۔ بایزید کا پوتا اہل وینس کی تازہ خریداری کو زیر بحث لا سکتا تھا اور قسطنطنیہ کے پہلے محاصرہ کے بعد سلطان کو پھر کبھی پلیولوگس کی عصبیت، غیر موجودگی یا اذیتوں کی بنا پر سلطنت بازنطین کے بجھتے ہوئے چراغ کو گل کر دینے کی ترغیب، نہیں ہوئی۔"[1]

یہ تھا مراد کا کردار — ایک مسلمان کا کردار ایک مسلمان فرمانروا کا کردار جو یورپ کے ظلمت کدہ میں مہرِ درخشاں کی طرح چمک رہا تھا، جس کی ضیا باری سے صرف ایشیائے کوچک ہی نہیں یورپ تک مستنیر ہو رہا تھا!

---

[1] گبن جلد ۴ ص ۴۶۰، ۴۶۱ (تاریخِ دولتِ عثمانیہ)

عیسائی ہو، یہودی ہو، یا کسی، قوم اور مذہب سے تعلق رکھتا ہو، اپنی مملکت میں ہدفِ ستم نہیں بننے دیا اس کا برتاؤ سب کے ساتھ یکساں تھا۔ اس کے دربارِ عدل میں مسلم اور غیر مسلم کی کوئی تفریق نہیں تھی۔ سب کے ساتھ کامل مساوات کا سلوک کیا جاتا تھا۔

وہ جب تک زندہ رہا اپنے اس اصول پر نہایت سختی سے عامل رہا، اگر وہ اصول شکن ہوتا، اگر وہ بدعہد ہوتا، اگر زیردستوں، محکوموں اور غیر مسلموں کو ہدفِ ستم بنانا اس کا شعار ہوتا تو بہت جلد اس کی حدودِ مملکت میں غیر مسلموں کا صفایا ہو جاتا۔ انہیں کہیں امان نہ ملتی، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، اور ایسا نہ کر کے اس نے تاریخ میں غیر فانی عظمت حاصل کر لی، اس نے اپنے مذہبِ حق کا نام اونچا کیا اور دنیا کو بتا دیا کہ اسلام کیا ہے؟

"سلطان مراد نے انچاس سال کی عمر پائی اور تیس سال چھ مہینے آٹھ روز حکومت کی وہ ایک عادل اور شجاع فرمانروا تھا، نہایت کشادہ دل، مستقل مزاج، عالم، رحمدل، پابندِ مذہب اور فیاض، وہ اہلِ علم اور ان تمام لوگوں سے جو کسی علم یا فن میں کمال رکھتے تھے۔ محبت کرتا اور ان کی حوصلہ افزائی کرتا۔ وہ ایک نیک شہنشاہ اور ایک جلیل القدر سپہ سالار تھا کسی شخص نے مراد سے زیادہ یا اس سے بڑی فتوحات نہیں حاصل کیں، اس کے عہدِ حکومت میں سپاہی ہمیشہ فتح یاب تھا، اور شہری خوش حال اور مامون جب وہ کسی ملک کو فتح کرتا تو سب سے پہلے وہاں مسجدیں اور کارواں سرائیں ہسپتال اور مدرسے تعمیر کراتا، ہر سال وہ ایک ہزار طلائی سکے سادات کی نذر کرتا اور ڈھائی ہزار مکہ معظمہ، مدینہ منورہ اور بیت المقدس کے لوگوں کے لئے بھیجتا۔"[1]

"مراد کے عدل و انصاف اور بردباری کی تصدیق اس کے طرزِ عمل، نیز خود عیسائیوں کی شہادت سے ہوتی ہے، جن کا خیال ہے کہ اس کے عہد کی خوش حالی اور اس کی پُرسکون

---

[1] گبن

تھے۔ اس طرح یہ عروج عیسائی فرمانرواؤں کے لئے بلائے جان بنا ہوا تھا، وہ ہر قیمت پر ترکوں کو دیارِ مغرب سے نکال دینا چاہتے تھے۔ وہ ترکوں کو یورپ کا باشندہ تسلیم کرنے پر تیار نہ تھے، نہ کہ فرمانروا، نہ کہ صاحبِ اختیار واقتدار شہنشاہ، یہی جذبہ تھا، جس نے انہیں ترکوں کے خلاف متحد کر دیا۔ انہوں نے آپس کے اختلاف فراموش کر دیئے، ایک متحدہ کمان بنا کر جنگ آزمائی کے لئے تیار ہو گئے!

"چنانچہ جب ۸۴۴ھ (۱۴۴۰ء) میں لاڈ سلاس شاہ پولینڈ، ہنگری کے تخت پر بیٹھا تو سلطنتِ عثمانیہ کے دشمنوں کی قوت بہت کچھ بڑھ گئی اور ایک متحدہ مقابلہ کا حوصلہ ان میں پیدا ہو گیا۔ اس حوصلہ کا محرک حقیقتاً ایک فوجی سردار ہونیاڈے نامی تھا، جو حال ہی میں مغربی یورپ سے واپس آیا تھا اور جس کی غیر معمولی شجاعت کا شہرہ تمام ملک میں پھیلا ہوا تھا۔ ہونیاڈے نے ہنگری پہنچ کر ترکوں کے مقابلہ کا بیڑا اٹھایا اور عرصہ دراز تک سلطنتِ عثمانیہ سے جنگ کرتا رہا۔

۸۴۶ھ (۱۴۴۲ء) میں مراد کو بلغراد کے حملہ میں کامیابی نہیں ہوئی۔ یہ دریائے ڈینوب کے کنارے پر سرویا کا ایک نہایت اہم شہر تھا، لیکن ۸۳۰ھ (۱۴۲۷ء) سے ہنگری کا مقبوضہ تھا۔ ہنگری میں داخل ہونے کے لئے اس شہر کی فتح ناگزیر تھی، مراد نے اسی خیال سے اس کا محاصرہ کیا تھا۔

اس زمانہ میں عثمانی جنرل مرید پاشا ٹرانسلوینیا میں ہرمان اشاٹ کا محاصرہ کئے ہوئے تھا، ہونیاڈے بھی قلعہ کی مدد کے لئے آگے بڑھا اور اپنی فوج کے ساتھ ترکوں کے عظیم الشان لشکر کو شکست دی، اس معرکہ میں بیس ہزار ترک مارے گئے، ہونیاڈے نے مرید شاہ اور اس کے لڑکے کو اپنے سامنے ٹکڑے ٹکڑے کرا دیا۔ اس کی لہو کی پیاس کسی طرح بجھتی ہی نہیں تھی۔ مقتولوں کی چیخ اور تڑپ میں اسے خاص لذت محسوس ہوئی

(۲)

ہونیاڈے سقاکِ اعظم

یہ ترکوں کے عروج کا زمانہ تھا!

ترک اپنے قدیم وطن ایشیاء کوچک سے نکل کر اب یورپ کے ساکن بھی بن چکے تھے، صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے دیارِ مغرب پر اپنی شجاعت، تہور، دلیری اور جانبازی کا سکہ بٹھا دیا تھا۔ ہنگری ان کا باج گزار تھا، بلقان کی ریاستیں ان کی ماتحت تھیں، قسطنطنیہ کا بازنطین فرمانروا ان کی دہشت سے لرزہ براندام تھا، فرانس کا شہنشاہ ان سے ربط وضبط قائم کرنے اور مصیبت کے وقت ان سے مدد مانگنے پر مجبور تھا۔ پولینڈ ان کی ترک تازیوں اور یلغاروں کی آماجگاہ بن چکا تھا، وہ جدھر رخ کرتے کامیابی ان کے جلو میں چلتی، وہ جہاں پہنچتے کامیاب اور بامراد واپس آتے۔ شکست، ناکامی ہزیمت، یہ الفاظ ان کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے تھے، سخت سے سخت روح فرسا حالات میں بھی ان کے پائے ثبات نہ لڑکھڑاتے، دشمن کے مور و ملخ سے لشکر کے سامنے وہ ڈٹ جاتے وہ وسائل کے محتاج نہ تھے، خود ہی وسائل پیدا کر لیا کرتے تھے۔

ان کے یہی خصوصیات و کمالات دشمن کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتے

میں منتقل نہ کی جا سکیں گی۔ اتحادی افواج بظاہر شاہ لارڈ سلاس کے زیرِ کمان تھیں لیکن ان کا سردار ہونیاڈے تھا، جو اس وقت مسیحی دنیا کا سب سے بڑا جنرل خیال کیا جاتا تھا۔

مراد اس وقت کرمانیہ کی بغاوت کے سلسلہ میں ایشیائے کوچک میں تھا۔ اس کی عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر عیسائی لشکر نے ۸۴۷ھ مطابق ۱۴۴۳ء میں دریائے ڈینوب کو عبور کیا اور نیش کے مقام پر عثمانی فوج کو شکست دی، اس کے بعد ہونیاڈے نے صوفیا پر قبضہ کر لیا اور پھر کوہِ بلقان کو عبور کر کے فلپوپولس پر حملہ کی تیاری شروع کی۔ کوہِ بلقان کے دامن میں ترکوں نے ایک مرتبہ اور مقابلہ کیا، لیکن اس مرتبہ بھی ان کو شکست ہوئی۔ عیسائیوں کے لئے میدان اب خالی تھا، مسلسل فتوحات سے ان کی ہمتیں بڑھ گئی تھیں۔ مراد ایشیائے کوچک میں تھا اور پیہم شکستوں نے ترکوں کو اب کچھ کمزور کر دیا تھا، اس ہم ہونیاڈے نے اس مقصد کے خلاف جسے پیشِ نظر رکھ کر عیسائی حکومتوں کا یہ اتحاد قائم کیا گیا تھا، واپسی کا عزم کیا اور اپنی کامیابیوں کی داد لینے کے لئے پوری فوج کے ساتھ بودا واپس چلا گیا۔

مراد نے ہونیاڈے کا تعاقب کرنے کے بجائے اتحادیوں سے صلح کر لینا زیادہ مناسب خیال کیا۔ کارڈنیل جولین صلح کا مخالف تھا لیکن طویل گفت و شنید کے بعد بالآخر ۲۶، ربیع الاوّل ۸۴۸ھ م ۱۲، جولائی ۱۴۴۴ء کو زجیڈین کے مقام پر ایک صلح نامہ مرتب ہوا جس کی رو سے سرویا سلطنتِ عثمانیہ سے آزاد کر لیا گیا اور ولاچیا ہنگری کو دے دیا گیا، اس کے علاوہ مراد نے ساٹھ ہزار دوکات عثمانی جنرل محمد چلپی کا زرِ فدیہ ادا کیا جو گذشتہ جنگ میں عیسائیوں کے ہاتھ گرفتار ہو گیا تھا۔ یہ صلح دس سال کے لئے کی گئی، اس پر پابند رہنے کے لئے لارڈ سلاس نے انجیلِ مقدس اور مراد نے قرآنِ کریم ہاتھ میں لے کر قسم کھائیں[1] کہ اس معاہدے پر شرافت اور دیانت سے عمل کریں گے۔

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ خلافت عثمانیہ

تھی۔ چنانچہ اس فتح کے بعد جب وہ اپنے ساتھیوں کو لے کر دسترخوان پر بیٹھا تو اسوقت ترک قیدیوں کو سامنے بلاکر سب کو نہایت بے دردی سے قتل کرادیا۔ ہر فتح کے بعد جو دعوت ہوتی تھی۔ اس میں مہمانوں کو یہ خونیں تماشہ بھی ضرور دکھایا جاتا تھا۔ یہ ہونیاڈے اور ترکوں کا پہلا مقابلہ تھا، مراد نے اس شکست کی خبر سن کر اسی ہزار کی دوسری فوج شہاب الدین پاشا کی سرکردگی میں روانہ کی، وازاگ کے مقام پر مقابلہ ہوا اور ہونیاڈے نے عثمانی لشکر کو پھر شکست دی۔

ہونیاڈے کی شاندار کامیابی اور ترکوں کی پے در پے شکستوں سے یورپ کی تمام حکومتوں میں امید کی ایک لہر دوڑ گئی اور یورپ سے ترکوں کو نکال دینے کے لئے ایک زبردست عیسائی اتحاد قائم کر لیا گیا۔ شاہ لارڈسلاس جو اس وقت ہنگری اور پولینڈ دونوں مملکتوں کا فرمانروا تھا، اس تحریک کا روح رواں تھا۔ اس اتحاد میں ہنگری، پولینڈ، ولاچیا اور بوسینا کی حکومتیں اپنی پوری قوت کے ساتھ شریک ہوئیں، سرویا بھی جو اسٹیفن کے عہد میں عثمانیوں کا نہایت وفادار حلیف تھا۔ اب اس کے جانشین جارج برینکو دیچ کی سرکردگی میں اتحادیوں کی صف میں شامل ہو گیا، فرانس اور جرمنی نے مبارزین کی ایک کثیر فوج بھیجی، ان کے علاوہ یورپ کے ہر ملک سے ایک بڑی تعداد سپاہیوں کی خود آکر شریک ہوئی۔ لیکن سب سے زیادہ جوش پوپ نے دکھایا، اس نے اپنے نمائندہ کارڈینل جولین سیزالینی کو ایک مسلح فوج کے ساتھ روانہ کیا اور یورپ کے ہر حصے سے اس جنگ کے لئے ایک کثیر رقم فراہم کر کے بھیجی۔ حقیقتہً یہ ایک صلیبی جنگ تھی جو عیسائیت کے مذہبی جوش نے اسلام کے خلاف چھیڑی تھی، جمہوریہ وینس اور جمہوریہ جنوا نے بھی اپنے بحری بیڑوں سے مدد کی اور چونکہ عثمانیوں کے پاس اس وقت تک کوئی بحری فوج نہ تھی۔ اس لئے خیال تھا کہ مراد کی خاص فوجیں ایشیار کوچک سے جہاں وہ امیر کرمانیہ سے جنگ میں مصروف تھیں یورپ

(۳)

عہد شکنی

لیکن انسان سوچتا کچھ ہے اور ہوتا کچھ ہے۔ اس کی خواہش کچھ اور ہوتی ہے اور حالات کا دھارا، واقعات کا رخ بدل دیتا ہے!

"بظاہر ایشیائے کوچک میں امن قائم ہوچکا تھا۔ اس صلح نامہ کی رو سے یورپ کی جنگ کا بظاہر خاتمہ ہوگیا اور مراد کو ایک گونہ اطمینان حاصل ہوا، عرصہ دراز کی مسلسل لڑائیوں نے اس کو اب امورِ سلطنت کی طرف سے دل برداشتہ کردیا تھا، اور وہ چاہتا تھا کہ بقیہ زندگی سکون کے ساتھ گذار دے۔ صلحنامہ زیجیڈین کی تکمیل کے بعد جب وہ ایشائے کوچک میں واپس گیا تو اسے اپنے لڑکے علاؤالدین کی وفات کی خبر معلوم ہوئی۔ یہ شہزادہ نہایت لائق اور بہادر تھا۔ مراد کو اس کی وفات کا بے حد رنج ہوا اور اس نے سلطنت سے مستقل طور پہ کنارہ کش ہونے کا فیصلہ کرلیا، چنانچہ اپنے دوسرے لڑکے محمد کو جس کی عمر صرف چودہ سال کی تھی تخت پر بٹھا کر ریاست ایدین میں چلا گیا۔

لیکن جس زندگی کی تلاش میں مراد نے تخت چھوڑ کر ایدین کی سکونت اختیار کی تھی، وہ حاصل نہ ہوسکی، جوں ہی یہ خبر مشہور ہوئی کہ مراد سلطنت سے کنارہ کش

اور کسی حالت میں بھی اس کی خلاف ورزی نہیں کریں گے۔

یہ صلح مراد کی کمزوری پر مبنی نہیں تھی، حالات، و مصالح کا تقاضہ یہی تھا یورپ کی فکر میں وہ ایشیائے کوچک کو ہاتھ سے نہیں دے سکتا تھا اور وہاں غدار دل، نمک حراموں اور خود غرضوں نے معرکۂ کارزار برپا کر رکھا تھا۔ مراد کی خواہش یہ بھی کہ یورپ میں صلح کر کے ایشیائے کوچک کے امن و امان کو درہم برہم ہونے سے روکے۔ وہ دو محاذوں پر اپنی قوت نہیں ضائع کرنا چاہتا تھا۔ وہ بیک، وقت دو دشمنوں سے لڑ کر اپنے آپ کو کمزور نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اس نے معاہدہ اس لئے کیا تھا کہ اس پر عمل کرے، اس کا خیال تھا کہ دشمن اس صلح کے بعد دشمن نہیں رہے گا، دوست بن جائے گا۔ وہ جتنا اپنی دیانت پر اعتماد کرتا تھا، اتنا ہی دشمن کی دیانت، اور شرافت پر بھی بھروسہ کرتا تھا۔

سکتے ہو اور نہ اسے پورا کر سکتے ہو، اس کی طرف سے میں تم کو دروغ حلفی سے بری الذمہ کرتا ہوں اور تمہاری فوج کو برکت دیتا ہوں۔ شہرت اور نجات کی راہ میں میرے پیچھے پیچھے چلو اور اگر اب بھی تمہیں کوئی پس و پیش ہے تو میں اس گناہ کا وبال اپنے سر لیتا ہوں۔"

ابتدا میں ہونیاڈے نے بھی معاہدہ زیجیڈین کی خلاف ورزی سے اختلاف کیا لیکن یہ وعدہ کیا گیا کہ بلغاریہ کو ترکوں سے فتح کرنے کے بعد اسے وہاں کا بادشاہ بنا دیا جائے گا، تو وہ راضی ہو گیا، البتہ اس نے یہ شرط پیش کی کہ معاہدہ شکنی کا اعلان یکم ستمبر تک ملتوی کر دیا جائے۔ یہ شرط اس وجہ سے نہ تھی کہ اسے اب بھی کچھ تامل باقی تھا، بلکہ اس خیال سے پیش کی گئی تھی کہ اس وقت تک اتحادی صلحنامہ سے پورا فائدہ اٹھائیں اور ان تمام قلعوں اور علاقوں پر قابض ہو جائیں، جنہیں ترک معاہدہ کے مطابق دیانت داری کے ساتھ خالی کر رہے تھے۔ شاہ سرویا کو اس کی سلطنت میں اضافہ کا لالچ دیا گیا اور وہ بھی معاہدہ شکن اتحادیوں کے ساتھ ہو گیا۔

جس طریقہ سے یہ غداری عمل میں لائی گئی، اس سے زیادہ معیوب بات یورپ کے سورماؤں اور ایک بڑے سپہ سالار کی شہرت کے لئے تصور میں بھی نہیں آ سکتی، لیکن جب کوئی قوم بدعہدی اپنا شعار بنالے، تو اسے کون روک سکتا ہے؟

عیسائیوں کا یہ معاہدہ خلوص پر نہیں فریب پر مبنی تھا، انہوں نے ترکوں کو دھوکہ دیا تھا۔ وہ جانتے تھے ترک جو عہد کر لیتے ہیں اس پر سختی سے عمل کرتے ہیں، اسی لئے انہوں نے پہلے معاہدہ کیا، اور پھر موقعہ پاتے ہی، ایک ہی مہینہ کے اندر اس کی دھجیاں فضائے آسمانی پر اڑا دیں!

لے لین پول

ہو گیا ہے اور اس کی جگہ نوعمر ناتجربہ کار محمد تخت نشین ہے۔ عیسائیوں کے دلوں میں ترکوں کو یورپ سے خارج کر دینے کا حوصلہ ایک بار پھر پیدا ہوا۔ صلح نامہ ریجیڈین کی تحریر کو ابھی ایک مہینہ بھی نہیں گزرا تھا کہ ہنگری کی مجلسِ قومی نے اس معاہدہ کی خلاف ورزی کا فیصلہ کر لیا، اس غداری کا اصل محرک کارڈینل جولین تھا جو پوپ کی تائید کے ساتھ معاہدہ شکنی پر زور دے رہا تھا۔ شہنشاہ قسطنطنیہ بھی اس تحریک میں پیش پیش تھا۔ حالات تمام تر عیسائیوں کے لئے امید افزا تھے۔ سلطنتِ عثمانیہ کی زمامِ حکومت ایک نوعمر لڑکے کے ہاتھ میں تھی۔ ایشیائے کوچک میں امیر کرمانیہ نے پھر بغاوت شروع کر دی تھی اور عثمانی فوجیں اس کو فرو کرنے میں مصروف تھیں۔ درۂ دانیال پر جنوا، وینس اور برگنڈی کے بحری بیڑوں کا قبضہ تھا۔ جن کی موجودگی میں ترکی افواج کا ایشیائے کوچک سے یورپ میں آنا محال تھا، پھر بھی لارڈ سلاس شاہِ ہنگری کو صلحنامہ کی خلاف ورزی کرنے میں تامل تھا، لیکن کارڈینل جولین نے اپنے مذہبی اثر سے کام لے کر اس کو مجبور کر دیا اور بادشاہ کے ضمیر کو اس فتویٰ سے مطمئن کر دیا کہ غیر عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کی پابندی نہیں کرنی چاہئے، ہنگری کی مجلس قومی کے بعض ارکان کی مخالفت بھی اس فتویٰ سے دبا دی گئی اور جولین نے مجلس میں اعلان کیا کہ اس فتویٰ میں خود پوپ کی تائید بھی شامل ہے، اس نے مجلس کو مخاطب کر کے کہا۔

"کیا تم اس موقع پر ان امیدوں کو توڑ دو گے جو لوگوں نے تمہارے ساتھ قائم کر رکھی ہیں اور اس خوش قسمتی سے فائدہ نہ اٹھاؤ گے جو تمہیں نصیب ہوئی ہے؟ تمہارا عہد و پیماں تمہارے خدا اور تمہارے مسیحی بھائیوں کے ساتھ ہے اور وہ سابق معاہدہ اس ناعاقبت اندیشانہ اور مخالفِ مذہب عہد کو ساقط کر دیتا ہے جو مسیح کے دشمنوں سے باندھا گیا ہو۔ دنیا میں اس کا نائب پاپائے روما ہے۔ جس کی اجازت کے بغیر نہ تم کوئی وعدہ کر

۱؎ کریسی جلد ا ص ۱۰۸ (تاریخ دولتِ عثمانیہ

قبضہ ہو گیا[1]

ترکوں نے اپنی ایمانداری کے باعث نقصانِ عظیم اٹھایا، عیسائیوں نے عہد شکنی کر کے بے انتہا فائدہ حاصل کر لیا۔

عیسائیوں نے بھیڑ بکری کی طرح ان ترکوں کو ذبح کرنا شروع کر دیا جن کی خطا صرف یہ تھی کہ معاہدے کے مطابق وہ ہتھیار کھول چکے تھے، اور جن مقامات پر انہوں نے بزورِ شمشیر قبضہ کر لیا تھا، ان کا تخلیہ شروع کر دیا تھا۔ وہ اب بھی قلیل مقدار میں رہ گئے تھے۔ ان کے پاس نہ اب رسد کی فراوانی تھی۔ نہ تیغ زن اور تیغ آزما سپاہیوں کی موج در موج فوج، ــــــ فوج واپس جا چکی تھی، اس لئے کہ اب لڑنا نہیں تھا، صلح کی حالت میں جنگی تیاریوں کا کیا کام؟

اگر عیسائی بدعہدی نہ کرتے، تو یہ بھی مقامات ان کے قبضہ میں آجاتے، اس لئے کہ مرادِ عہد شکنی کا خوگر نہیں تھا۔ اگر عیسائیوں کو عہد شکنی کرنی تھی تو وہ یہ بھی کر سکتے تھے۔ کہ ترک دستوں کے چلے جانے اور ان کے خالی کئے ہوئے قلعوں اور علاقوں پر قبضہ کرنے کے بعد اعلانِ جنگ کرتے اور یلغار کرتے ہوئے آگے بڑھتے، او مردِ میدان کی حیثیت سے دادِ شجاعت دیتے، لیکن انہیں یہ کام کب آتا تھا، وہ تو بے گناہوں اور ہاتھوں کے خون سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے۔

---

[1] تاریخ دولتِ عثمانیہ

(۴)

غدّاری

ترک بالکل مطمئن تھے اور پوری سچائی کے ساتھ معاہدوں کی شرطوں پر عمل کر رہے تھے، معاہدے کی رو سے جو مقامات خالی کرنا تھے، ان کا تخلیہ انہوں نے شروع کر دیا، ان کے وہم و گمان میں یہ بات بھی نہ تھی کہ انہیں فریب دیا گیا ہے۔ اس سے صلح اس لئے کی گئی ہے کہ دھوکے میں ان کی گردنیں کاٹی جائیں ان کی پیٹھ میں چھرا گھونپا جائے۔

چنانچہ جس وقت عیسائی دستے اپنے مقبوضہ قلعوں اور علاقوں سے نکل آئے اور اتحادیوں نے صلحنامہ سے پوری طرح فائدہ اٹھالیا، شاہ لارڈ سلاس، کارڈنیل، جولین اور ہونیاڈے یکم ستمبر کو بیس ہزار فوج کے ساتھ سلطنتِ عثمانیہ پر حملہ کرنے کی غرض سے روانہ ہوئے، ترک اس فریب سے بالکل بے خبر تھے، نتیجہ یہ ہوا کہ متعدد قلعے ان کے ہاتھوں سے نکل گئے، قلعوں کے ترکی دستے یا قتل کر دیئے گئے یا چٹانوں سے گرا کر ہلاک کر دیئے گئے، بحرِ اسود کے ساحل پر پہنچ کر حملہ آوروں نے جنوب کا رخ کیا اور کئی اہم مقامات کو فتح کرتے ہوئے وارنا پہنچے، اور اس مشہور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں بھی ترک اس اچانک حملہ کے لئے تیار نہ تھے، مجبوراً انہیں ہتھیار ڈال دینا پڑے، اور وارنا پر عیسائیوں کا

آخر پرانے جاں نثاروں اور نمک خوروں نے مراد سے گزارش کی کہ یہ وقت گوشۂ عزلت سے نکل کر میدانِ جنگ میں آنے کا ہے۔ ورنہ شہزادہ محمد کی نوعمری اور ناتجربکاری سے فائدہ اٹھا کر دشمن بڑھتے چلیں آئیں گے، چنانچہ مراد بہ عجلت تمام چالیس ہزار جنگ آزمودہ سپاہیوں کو لے کر اتحادیوں کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوا، درۂ دانیال پر عیسائی بیڑوں کا قبضہ تھا لیکن اس نے جنوا کے جہازوں کو فی سپاہی ایک دوکات کی شرح سے محصول ادا کرکے اپنی پوری فوج کو یورپ میں منتقل کر دیا، اتحادیوں کو مراد کی آمد کا گمان بھی نہ تھا۔ اچانک انہیں اس کے قریب پہنچنے کی اطلاع ملی، مراد نے وارنا سے چار میل کے فاصلہ پر اپنے خیمے نصب کر دیئے اور جنگ کی تیاری کرنے لگا۔

ہونیاڈے کو سابق کامیابیوں کی بنا پر اپنی فتح کا پورا یقین تھا، چنانچہ اس نے مجلس حربی کے بعض ارکین کا یہ مشورہ بھی قبول نہ کیا کہ لشکرگاہ کے گرد ناکہ بندی کرکے مراد کے حملہ کا انتظار کرنا چاہیئے، بلکہ خود ہی مراد پر حملہ کرنے کے لئے پوری فوج کے ساتھ چل کھڑا ہوا۔ ۲۶ رجب ۸۴۸ھ مطابق ۱۰ نومبر ۱۴۴۴ء کو دونوں فوجیں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوئیں، عیسائی فوج کے دائیں اور بائیں ہنگری اور ولاچیا کے بہترین دستے تھے، ہنگری کے دستوں کے ساتھ کارڈینل جولین کی سرکردگی میں صلیبی مجاہدوں کی ایک خاص جماعت بھی تھی۔ لارڈ سلاس شاہی دستے اور ہنگری اور پولینڈ کے نوجوان امرا کو لے کر قلب لشکر کو قوت پہنچا رہا تھا، ہونیاڈے پوری فوج کا سپہ سالار اعظم تھا، ترکوں کی طرف پہلی دو صفیں بے ضابطہ سوار اور پیدل فوجوں کی تھیں، داہنے بازوں کی کمان رومیلیا کے بیلربے کے ہاتھ میں اور بائیں بازو کی اناطولیہ کے بیلربے کے ہاتھ میں تھی۔ ان صفوں کے پیچھے خود سلطان مراد کے زیر کمان ینی چری اور شاہی سوار دستے تھے۔ ایک اونچے نیزہ کے سرے پر صلحنامۂ سجیڈین کی نقل فوجی نشان کی طرح ہوا میں لہرا رہی تھی۔ اور اس منتقم حقیقی کو پکار رہی تھی جو لوگوں کو نقض عہد کی سزا دیتا ہے لڑائی شروع ہونے کے قریب ہی تھی کہ ایک ایسا واقعہ پیش آیا۔ جس نے

(۵)

شیر کی گرج

جوان، ہونہار اور سعادت مند بیٹے کے غم نے مراد کو گوشہ نشیں بنادیا تھا۔ وہ یادِ خدا میں ایسا مصروف تھا کہ اپنے نوعمر بیٹے محمد کو اپنی تمام سلطنت سونپ دی تھی۔ وہ مطمئن تھا کہ یورپ میں صلح ہوچکی ہے ایشیائے کوچک میں امن قائم ہوچکا ہے، محمد بے غل و غش دادِ حکومت دے گا، اور وہ ایک دن صحیح معنوں میں بڑے باپ کا بڑا بیٹا بن جائے گا۔

اب تک مراد کو بالکل خبر نہ تھی کہ ابھی ایک مہینہ پہلے، یورپ کے معزز فرمانرواؤں پسہ سالاروں کے ساتھ جو معاہدہ کر آیا تھا وہ حرفِ غلط کی طرح مٹا دیا گیا، اس کے وفادار سپاہی موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور یہ سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے، ذمہ دار، شریف اور اپنے آپ کو یکتا زمانہ سمجھنے والے ملوک و سلاطین فرنگ اتنی شرمناک، غداری، بے وفائی اور بدعہدی کا ارتکاب بھی کر سکتے ہیں؟ لیکن جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ مگر ٹھوس اور برہنہ واقعات چھپائے چھپ نہیں سکتے، بہرحال ان واقعات کی دل گیر اور غم نصیب مراد کو خبر ہوئی، ان حادثات کی خبر سن کر وہ تلملا گیا، کانپ اٹھا، دفورِ غضب سے اس کا چہرہ تمتما اٹھا۔

ہلاکت کا اصل سبب تھا۔ جس گناہ کو اپنے سر لے کر اس نے ہنگری کی قومی مجلس کو عثمانی مقبوضات پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کیا تھا، اس کی نعش اس کے وبال کا ایک ایسا مرقع تھی جو مکافاتِ عمل کے قانون کو فاتح اور مفتوح دونوں کے سامنے مجسم شکل میں پیش کر رہا تھا۔[1]

باطل اپنے فریب اور چالاکی سے فائدہ اٹھا سکتا ہے، اسے کامیابی بھی ہو سکتی ہے اور فتح و کامرانی کا پرچم بھی لہرا سکتا ہے —— لیکن ہمیشہ کے لئے نہیں۔

ہمیشگی کی فتح اور کامرانی تو صرف حق کا حصّہ ہے، وہ ناکام ہو کر بھی کامیاب رہتا ہے اور یہی اس کی سب سے بڑی جیت ہے!

---

[1] تاریخِ دولتِ عثمانیہ

عیسائیوں کے دلوں میں بدشگونی کا خطرہ پیدا کر دیا۔ دفعتہً ہوا کا ایک تیز جھونکا آیا اور ان کے تمام علم سوا بادشاہ کے علم کے زمین پر گر گئے۔

ابتدا میں عیسائیوں کا حملہ کافی کامیاب رہا۔ ترکوں کی پہلی دو صفوں کے قدم اکھڑ گئے اور فوج میں اتنا انتشار پیدا ہوا کہ مراد کو اپنی شکست کا یقین ہونے لگا۔ زندگی میں پہلی اور آخری بار صبر و استقلال کا سررشتہ ایک لمحہ کے لئے اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا اور اس نے گھوڑا موڑ کر بھاگنے کا قصد کیا لیکن اناطولیہ کے بیلربے نے جو قریب ہی تھا۔ بڑھ کر لگام پکڑ لی اور عرض کی کہ ابھی مایوس ہونے کی کوئی وجہ نہیں، مراد کو بھی حوصلہ ہوا اور اس نے ینی چری کو ہمت دلانا شروع کی۔ دیکھتے دیکھتے جنگ کا نقشہ بدل گیا، ینی چری نے پے در پے اتنے سخت حملے کئے کہ عیسائی پسپا ہونے لگے۔ لارڈسلاس نہایت بہادری سے لڑ رہا تھا لیکن اس کا گھوڑا زخمی ہو کر گرا اور بعض ینی چری سپاہیوں نے اسے گھیر کر گرفتار کر لیا۔ لارڈسلاس نے خواہش ظاہر کی کہ اسے قید کر لیا جائے مگر ترکوں میں عیسائیوں کی معاہدہ شکنی سے اس درجہ برہمی پھیلی ہوئی تھی کہ انہوں نے اس کی خواہش پر مطلق توجہ نہ کی، ایک بڑے لسنے ینی چری خواجہ خیری نے فوراً اس کا سر کاٹ کر ایک بڑے نیزے پر رکھا اور اس کو بلند کر کے عیسائیوں کی طرف بڑھا۔ امرا ہنگری کے دل اس منظر کو دیکھتے ہی بیٹھ گئے اور وہ نہایت بدحواسی کے ساتھ میدان چھوڑ کر بھاگے ہونیاڈے نے تھوڑی دیر جم کر مقابلہ کیا اور اس بات کی کوشش کرتا رہا کہ کم سے کم لارڈسلاس کا سر ترکوں سے چھین کر اپنے قبضہ میں کرے، مگر اسے کامیابی نہ ہوئی اور آخر کار وہ بھی بقیۂ عیسائی دستوں کے ساتھ بمشکل جان لے کر بھاگا۔ لیکن اس سے قبل اتحادی فوجوں کا دو ثلث حصہ قتل ہو چکا تھا۔ شاہ لارڈسلاس کے علاوہ مقتولین میں دو مشہور بشپ اور بعض نہایت ممتاز فوجی افسر بھی تھے لیکن سب سے زیادہ عبرت انگیز نعش کارڈینل جولین کی تھی جو معاہدہ زیجیڈین کی شکست کا خاص محرک اور عیسائیوں کی

---

[1] تاریخ دولتِ عثمانی

بجز لاطینی کلیسا میں داخل کرنے کی دھمکی دی گئی تھی۔ سرویا کا مورخ ران کے نقل کرتا ہے کہ ایک بار جارج برنیکوویچ نے ہونیاڈے سے دریافت کیا کہ اسے کامیابی حاصل ہوئی تو مذہب کے متعلق اس کا رویہ کیا رہے گا۔ ہونیاڈے نے جواب دیا کہ سرویا کو رومن کیتھولک مذہب قبول کرنے پر مجبور کردوں گا۔ اس کے بعد برنیکوویچ نے یہی سوال مراد سے کیا، اس نے جواب دیا، میں ہر مسجد کے پاس ایک گرجا بنوا دوں گا اور لوگوں کو پوری آزادی ہوگی کہ وہ اپنے مذہب کے مطابق خواہ مسجد میں عبادت کریں۔ خواہ گرجا میں اسی طرح کلیسائے روما کی مذہبی تعدیوں نے بوسینا کی تسخیر میں بھی ترکوں کی مدد کی اور آٹھ روز کے اندر بوسینا کے ستر کے قریب قلعوں نے عثمانی فوجوں کے لئے اپنے پھاٹک کھول دیئے بوسینا کا شاہی خاندان مٹ گیا اور اس کے بہت سے ممتاز امراء اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔[1]

حقیقت یہ ہے کہ ترکوں کی رواداری، عالی حوصلگی اور سیرچشمی نے انہیں بام عروج تک پہنچا دیا، اگر وہ بھی اپنے حریف عیسائیوں کی طرح عہد شکن ہوتے، اور موقع پرستی سے کام لینے کے خوگر ہوتے، ظلم وستم، شقاوت اور سفاکی کے بل بوتے پر فتح مندیوں کے عادی ہوتے تو بلاشبہ ان کا بھی یہی حشر ہوتا جو ان کے دشمنوں کا ہوا۔

دارنا کے محاذ پر ترکوں کی کامیابی اور عیسائیوں کی ناکامی سے تاریخ کا ایک نیا باب شروع ہوتا ہے ــــ شاندار اور قابلِ فخر، جس نے کچھ ہی عرصہ بعد ترکی حکومت کو دنیا کی سب سے بڑی مملکت بنا دیا۔

---

[1] کریسی جلد ۱ ص ۹۴

(٦)

سرویا اور بوسینا کی فتح

مراد کی دفعتاً آمد، اور برق رفتار فتح نے واقعات کا نقشہ بدل دیا، اتنی سرعت کے ساتھ، اور اس درجہ غیر متوقع طور پر پانسہ پلٹا کر دشمن حواس باختہ ہو گیا، اس کے حوصلے ختم ہو گئے، ولولے سرد پڑ گئے، دنیا اس کی آنکھوں میں تیرہ و تار ہو گئی، دھوکے سے حاصل کی ہوئی فتح، ذلت بخش اور ناقابل فراموش شکست کا سبب بن گئی۔ جس نے تاریخ کے اوراق میں مستقل طور پر اپنی جگہ بنالی۔

ترکوں کی یہ کامیابی کوئی معمولی کامیابی نہ تھی۔ جنہوں نے اپنی کوتاہ اندیشی سے یہ سمجھ رکھا تھا کہ ترک ختم ہو گئے۔ ان کا وجود مٹ گیا، وہی اب اس بات پر ایمان لانے پر مجبور ہو گئے کہ ترک زندہ ہیں اور زندہ رہیں گے، انہیں کوئی نہیں مٹا سکتا۔ وہ دشمنوں کو شکست دیں گے، ان کی فتح مستقل اور دیرپا ہو گی، دشمن سرنگوں ہوں گے۔ سر تسلیم خم کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔

"جنگ وارنا کے بعد ہنگری پر ترکوں کا قبضہ تو فوراً نہ ہو سکا۔ لیکن سرویا اور بوسینا کی مملکتیں مکمل طور پر فتح کر لی گئیں، یہ دونوں جو یونانی کلیسا سے وابستہ تھیں، دولتِ عثمانیہ کے زیر تسلط آنا بھی چاہتی تھیں کیونکہ ہونیاڈے کی کامیابی کی صورت میں انہیں

ہونیاڈے کی متحدہ افواج کو بری طرح شکست دی، کسووا کی اس دوسری عظیم الشان جنگ کا نتیجہ یہ ہوا کہ سردیا کی آزادی سلب کرلی گئی اور وہ چند سال بعد سلطنتِ عثمانیہ میں شامل کرلیا گیا۔ مراد نے بوسینا سے سالانہ خراج قبول کرنے پر اکتفا کیا۔[1]

حالانکہ مراد اگر چاہتا تو اس بدنفسی کی عبرت انگیز اور لرزہ خیز سزا دینے کی طاقت رکھتا تھا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا۔ وہ خطاکاروں کو بار بار معاف کرتا تھا۔ دھوکا کھانے کے باوجود ان سے درگزر کرتا تھا، جرم ثابت ہوجانے کے بعد بھی اس کی شمشیرِ انتقام میان سے باہر نہیں نکلتی تھی، وہ خدا کے بندوں کا خون بہانے سے حتی الامکان گریز کرتا تھا۔ اسے غیر مسلموں کی جان بھی اتنی ہی عزیز تھی جتنی خود مسلمانوں کی،!

---

[1] تاریخ دولت عثمانیہ۔

ایک اور معرکہ

اسلام کے مقابلہ میں کفر کو ملتِ واحد فرمایا گیا ہے، یہ ایک بہت بڑی صداقت کی ترجمانی ہے، ترکوں نے جس حسن سلوک کا محکوموں کے ساتھ مظاہرہ کیا تھا، وہ بھی ان کے خبثِ نفس کو دور نہ کر سکا۔

ہ وارنا کی شکست کے بعد ہونیاڈے ترکوں سے انتقام لینے کی تیاریوں میں معروف رہا، اس کے دامنِ شہرت پر وارنا کی شکست کا داغ بہت ہی بدنما تھا، چنانچہ اس نے کچھ ہی عرصہ کے اندر اسّی ہزار کی ایک زبردست فوج پھر جمع کر لی اور دریائے ڈینوب کو عبور کر کے سرویا میں داخل ہوا، یہاں ہنگری، سرویا اور بوسینا کی فوجیں متحد ہو کر مراد کے مقابلہ کے لئے روانہ ہوئیں، سرویا اور بوسینا نے جنگِ وارنا کے بعد دولتِ عثمانیہ کی سیادت قبول کر لی تھی، مگر ہونیاڈے کی کوششوں سے یہ دونوں حکومتیں اپنے معاہدہ سے منحرف ہو گئیں اور مکمل آزادی کی خواہش انہیں مراد کے بالمقابل میدانِ جنگ میں پھر کھینچ لائی، یہ قوت آزمائی کسووا کے اسی میدان میں ہوئی، جہاں تقریباً ساٹھ سال پیشتر مراد اول نے سرویا کی طاقت ور سلطنت کو شکست دے کر اسے اپنا مطیع بنا لیا تھا، تین روز کی شدید جنگ کے بعد ۱۸ شعبان ۸۵۲ھ مطابق ۱۷ اکتوبر ۱۴۴۸ء کو

لے کر اس کی سلطنت کو تباہ و برباد کرنے کے لئے ٹوٹ پڑے تو وہ اپنے گوشۂ خلوت سے نکلا، اس نے اپنی تلوار بے نیام کی اور میدانِ جنگ میں پہنچ گیا اور اس کے نمودار ہوتے ہی کایا پلٹ گئی، وہی فوج جو شکست کھا رہی تھی، ظفریاب ہو گئی۔ وہی فوج جس نے فتح حاصل کر لی تھی، شکست نصیب بن گئی، جن ترکوں کے بارے میں یہ سمجھ لیا گیا تھا کہ اب اس دنیا میں صرف چند دن کے مہمان ہیں، وہ ایک مرتبہ پھر اسی شان سے بزمِ وجود میں صف آرا ہوئے کہ سب کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

لیکن اس دنیا میں جو آیا ہے اسے مرنا بھی ہے۔ ہمیشگی کی زندگی نہ اولیاء اور اصفیا کے حصہ میں آئی ہے، نہ ملوک و سلاطین کے حصہ میں، ہر وہ شخص جو پیدا ہوا ہے عروسِ مرگ سے ہمکنار ہونے پر مجبور ہے۔

بالآخر مراد بھی ایک دن ۔ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

۵ محرم ۸۵۵ھ (۱۴۵۱ء) کو مراد نے عالمِ فانی سے عالمِ باقی کی راہ لی ـــــ ہمیشہ رہے گا نام اللہ کا!

مرتے وقت مراد بوڑھا نہ تھا، ۴۹ سال کی عمر میں آدمی بوڑھا نہیں ہو جاتا۔ وہ ابھی جوان تھا اس کے حوصلے اور ولولے میں جرأت تھی۔ لیکن موت ـــــ لیکن موت نہ جوان کو دیکھتی ہے نہ نوجوان کو، نہ طفلِ خورد سال کو، نہ پیرِ زمین گیر کو، جب آتی ہے تو خالی ہاتھ نہیں جاتی، جسے لینے آتی ہے اسے لے کر جاتی ہے۔

ہاں آدمی مر جاتا ہے، لیکن اس کا نام زندہ رہتا ہے اس کے کارنامے زندہ رہتے ہیں، اس کی عظمت زندہ رہتی ہے، اس کی نیکیاں اور بھلائیاں زندہ رہتی ہیں،

مراد مر گیا،

لیکن کیا مراد کے ساتھ اس کے زوال اور غیر فانی کارنامے بھی مر گئے!

واقعات و حقائق کا جواب نفی میں ہے، بے شک وہ اس دنیا سے رخصت

موت

مراد کی بے نفسی اور للہیت کا سب سے بڑا ثبوت یہ تھا کہ وہ اپنے نوعمر بیٹے محمد کے حق میں تختِ سلطنت سے دستبردار ہو گیا تھا۔

لوگ، حکومت اور اقتدار کے لئے جنگ کرتے ہیں، بھائی، بھائی کا گلا کاٹتا ہے، باپ بیٹے کی جان لے لیتا ہے۔ بیٹا باپ کے خون کا پیاسا ہو جاتا ہے، رشتہ و پیوند کے تعلقات ختم ہو جاتے ہیں، صرف "اپنی" حکومت، اپنے اقتدار اور اپنی شان و شوکت کے لئے خدا کے نیک بندوں کا خون پانی کی طرح بہانے سے دریغ نہیں ہوتا۔

لیکن مراد نے ایک نئی مثال قائم کی،

شاندار، نئی اور ناقابلِ فراموش مثال،

اس نے وہ حکومت جو اپنا خون پانی ایک کر کے قائم کی تھی، جس کے استحکام کے لئے اس نے بار بار میدانِ جنگ کا رخ کیا تھا، جس کے قیام و ثبات کے لئے وہ کسی مشکل کو خاطر میں نہ لایا تھا، ـــــ اس حکومت سے اپنے بیٹے کے حق میں جو ابھی نوعمر اور ناتجربہ کار تھا، دستبردار ہو گیا۔

لیکن جب اس کی بے نفسی سے دشمنوں نے ناجائز فائدہ اٹھایا اور ٹڈی دل

سے نابود کرنے کے منصوبے تیار ہونے لگے، محمد کی ناتجربہ کاری کو نادر موقع جان کر
عیسائی اپنی پوری قوت سے آگے بڑھنے لگے۔

648

ہو گیا لیکن جو نقش اس نے قائم کیا تھا وہ نقش دوام بن گیا، تاریخ نے اسے اپنے اوراق میں ہمیشہ کے لئے محفوظ کر لیا۔ اس کے کارنامے امر ہو گئے۔

مراد کا صرف ایک ہی لڑکا زندہ تھا۔

محمّد ———

وہی محمد جس کے لئے وہ تختِ حکومت سے دستبردار ہوا تھا، لیکن جو اپنی نو عمری اور ناتجربہ کاری کے باعث اتنا بڑا بوجھ کوشش کے باوجود نہ اٹھا سکا تھا۔

لیکن اب یہ بوجھ اس کے دوشِ ناتواں پر آ گیا تھا، اس مرتبہ مراد زندہ نہیں تھا، کہ وہ کٹھن اور نازک موقعہ پر دستگیری اور مشکل کشائی کو آن موجود ہوتا، اب تو جو کچھ کرنا تھا، اس نوجوان اور ناتجربہ کار شخص کو خود ہی کرنا تھا!

تخت یا تختہ!

سربلندی کی زندگی، یا ذلت کی موت!

محمد کی عملی ناکامیوں نے اس خاندان کے پرانے نمک خواروں اور جاں نثاروں کو تشویش میں مبتلا کر دیا تھا!

اب کیا ہو گا؟

یہی سوال ہر شخص کی زبان پر تھا!

دوستوں کے مجمع میں بھی اور دشمنوں کی محفل میں بھی!

دوست پریشان تھے کہ اگر اس مرتبہ بھی محمد یہ بوجھ نہ اٹھا سکا تو کیا ہو گا؟ — کیا سلطنت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے مٹ نہ جائے گی؟ دشمن خوش تھے کہ بہت بڑا کانٹا راستہ سے ہٹ گیا، اب منزلِ مقصود کی طرف راہ رو ی آسان ہے، اس لڑکے کو ختم کر دینا کون سا مشکل ہے؟

ہر طرف سے ریشہ دوانیوں کے جال بچھائے جانے لگے، ترکوں کو صفحۂ ہستی

شہنشاہ قسطنطین کی مجلسِ مشاورت

قسطنطنیہ پر شاہ قسطنطین یازدہم کی حکومت تھی۔

یہ بڑا منچلا اور سرپھرا بادشاہ تھا، دلیر بھی، اور بہادر بھی، مرد میدان اور تلوار کا دھنی بھی، لیکن تدبر اور معاملہ فہمی سے محروم، کئی دفعہ قسطنطنیہ کے بادشاہ نے حماقتیں کیں، ترکوں کو چھیڑا۔ اپنی حکومت و طاقت کے بل پر انہیں مرعوب کرنے کی کوشش کی، مگر ہمیشہ منہ کی کھائی، انہیں حرکتوں سے متاثر ہو کر سلطان مراد نے ایک مرتبہ تہیہ کر لیا تھا، کہ ہر حالت میں قسطنطنیہ فتح کر کے رہے گا۔ اس نے چڑھائی بھی شروع کر دی تھی۔ لیکن ایشیائے کوچک میں بغاوت کی چنگاریاں سلگ اٹھیں، کرمانیہ میں بغاوت کے شعلے بھڑکنے لگے، جن لوگوں پر اس نے احسانات کی بارش کی تھی وہی دغا دے گئے، مجبوراً ارادہ فسخ کرنا پڑا اور قسطنطنیہ کو چھوڑ کر، ایشیائے کوچک کی راہ لینی پڑی، یہاں اس نے اپنی شمشیر سے بغاوت کے شعلوں کو بجھایا۔ اور قسطنطنیہ فتح کرنے کی حسرت لئے ہوئے اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔

مراد کے انتقال کے بعد مخالف قوموں نے پھر سر اٹھایا، جن لوگوں نے مراد کی زندگی میں اس کی گوشہ نشینی سے فائدہ اٹھانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں

نیا دور

وزیراعظم نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔
"کیا شہنشاہ عالم پناہ کو یقین ہے کہ اگر ہم نے جنگ شروع کی، تو کامیابی ہمارے حصہ میں آئے گی؟"
وزیرِ جنگ چہک کر بولا۔
"کیوں نہ آئے گی؟" ــــــ کیا کامیابی بہادروں اور سرفروشوں کے سوا کسی اور کے حصہ میں بھی آسکتی ہے؟"
شہنشاہ کا چہرہ دفورِ غضب سے تمتما اٹھا، اس نے وزیراعظم کو جھڑکتے ہوئے پوچھا۔
"کیا تم بزدل ہو گئے ہو؟ کیا تمہیں اپنی شکست کا اور دشمن کی فتح کا یقین ہے؟ کیا تمہارا یہ خیال ہے کہ دشمن ناقابلِ تسخیر ہے؟ ــــــ کیا دنیا میں کوئی طاقت ناقابلِ تسخیر بھی ہے؟"
وزیراعظم نے سنجیدگی اور متانت کے ساتھ عرض کیا۔
"نہیں میرا یہ خیال نہیں ہے۔ میرا بھی یہی خیال ہے کہ دنیا کی ہر طاقت قابلِ تسخیر ہے!"
اس طنز سے قسطنطین اور زیادہ بھڑک اٹھا۔
"شاید تمہارا یہ مطلب ہے کہ ہمیں شکست دی جاسکتی ہے؟"
وزیراعظم نے پہلی سی بے پرواہی کے ساتھ جواب دیا،
"میں نے تفصیلات پر تو غور نہیں کیا تھا۔ شہنشاہ نے ایک سوال کیا تھا، میں نے جواب عرض کر دیا، ــــــ باقی چونکہ اس خاندانِ شاہی کا پرانا نمک پروردہ ہوں، اس لئے یہ ضرور چاہتا ہوں کہ ہم کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں، جس سے بعد میں پچھتانا پڑے یا حالات اس قدم کو واپس لینے پر مجبور کر دیں۔"
وزیرِ جنگ اس سے زیادہ نہ سن سکا۔ وہ تڑپ کر بولا۔

کیا تھا۔ وہ بھلا اس کے انتقال کے بعد کب چین سے بیٹھ سکتے تھے۔ چنانچہ یورپ کے مقبوضہ اور مفتوحہ ممالک میں ایک مرتبہ پھر ہلچل پیدا ہوئی۔ سرکشی کے جذبات پھر ابھرے، بغاوت کی تیاریاں ایک مرتبہ پھر شروع کر دی گئیں۔

اس مرتبہ آغازِ کار کا سہرا، قسطنطین یازدہم شہنشاہ قسطنطنیہ کے سر بندھا۔ اس کے یورپ کے تاجداروں سے بڑے بڑے تعلقات تھے۔ پڑوسی ریاستیں بھی اس کا لوہا مانتی تھیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس کے ہاتھ میں ترکوں کو مرعوب کرنے کے لئے توپ کا دستہ بھی تھا اور اب کے اس نے فیصلہ کر لیا کہ اس سے پورا پورا فائدہ اٹھائے گا۔ مراد نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر لینا چاہا تھا۔ قسطنطین سارے ترکیہ پر قبضہ کرے گا۔

اس مقصد کے لئے شہنشاہ نے مجلسِ مشاورت منعقد کی، اس مجلس میں اس کی بیوی کیتھرائن۔ لڑکی صوفیا، وزیر اعظم، وزیر جنگ اور دوسرے سربرآوردہ درباری شریک تھے۔

قسطنطین نے آغاز کلام کرتے ہوئے کہا۔

"ترک ہمارے لئے ایک مستقل خطرہ ہیں۔ یہ ایک تلوار ہے جو ہمارے سر پر لٹک رہی ہے۔ جب تک یہ موجود ہیں اس وقت تک ہمیں چین نہیں مل سکتا، اس وقت تک ہم بے غل وغش حکومت نہیں کر سکتے۔"

حاضرین نے شہنشاہ کی اس رائے سے اتفاق کیا۔ وزیر جنگ نے مونچھوں کو بل دیتے ہوئے اور مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"تو کیا شہنشاہِ عالم پناہ کا فیصلہ یہ ہے کہ ہمیں ترکوں سے جنگ کی تیاریاں شروع کر دینی چاہئیں؟"

قسطنطین نے بغیر کسی تامل اور جھجک کے جواب دیا۔

"بے شک ـــــ آخری چارہ کار جنگ ہی ہے، قبل اس کے کہ ترک ہم پر چڑھائی کریں، ہم کیوں نہ ان کی قوت کچل دیں؟"

ہمارے ساتھ ہے تو ضرور ہم کامیاب ہوں گے۔ لیکن اگر وہ دھوکہ دے جائے جیسا کہ دنیا میں ہمیشہ سے ہوتا آتا ہے، پھر ہمیں اس کی پیش بندی بھی کر لینی چاہیئے۔

کیتھرائن کی اس تقریر سے قسطنطین کافی متاثر ہوا، وزیراعظم کے خلاف اس کے دل میں جو تند و تلخ جذبات پیدا ہو گئے تھے وہ کمزور پڑ گئے، اس نے لطف و کرم کی نگاہ سے اپنے وزیراعظم کی طرف دیکھا اور گویا ہوا۔

" ہمیں تم پر اعتماد ہے ـــــ اتنا ہی جتنا خود اپنی ذات پر، اپنی ملکہ کیتھرائن پر، اپنی لختِ جگر اور نورِ دیدہ صوفیا پر، ہم اسی لئے بیٹھے ہیں کہ مشورہ کریں اور مشورہ کے بعد کوئی قدم اٹھائیں۔ بتاؤ ہمارے اس فیصلہ میں تمہیں کیا قباحت یا خامی نظر آتی ہے؟"

وزیراعظم نے نپے تلے الفاظ میں کہا۔

" شہنشاہ والا مرتبت! میرا مقصد صرف یہ ہے کہ پہلے ہم اپنی تیاریاں مکمل کر لیں، پھر اقدام کریں۔ آپ نے صرف اقدام کا فیصلہ کیا ہے، لیکن اس اقدام کو کامیاب بنانے کے سلسلہ میں کوئی تیاری نہیں کی ہے۔"

وزیر جنگ نے پھر کر قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

" ٹھیک ہے، تیاری کے بغیر ہم ہرگز قدم نہیں اٹھائیں گے۔ لیکن میرے دوست تیاری میں دیر کتنی لگتی ہے۔ آج شہنشاہ ہمیں حکم دیں۔ کل ہی ہم تیاری شروع کر دیں گے اور بہت مختصر سے وقت میں تیاریاں مکمل کر لیں گے۔"

وزیراعظم نے اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

" درست ہے ـــــ لیکن میں ایک بات اور عرض کرنا چاہتا ہوں۔"

شہنشاہ نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ ارشاد کیا۔

" کہو ضرور کہو، ہم توجہ سے سن رہے ہیں۔"

وزیراعظم نے عرض کیا۔

" اگر دنیا میں فاتح اور کشور کشا، اسی طرح پھونک پھونک کر قدم رکھیں تو حکومت باقی رہ سکتی ہے۔ نہ جاہ و جلال، بادشاہ کا اقبال ذاتی نہیں ہوتا، وہ تو خدا کا سایہ ہوتا ہے، خدا اس کے ساتھ چلتا ہے، اس کا ہر قدم تائیدِ غیبی کا نتیجہ ہوتا ہے اگر ہمارے شہنشاہ نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ ترکوں کو ختم کر دیا جائے تو یہ فیصلہ شہنشاہ کا نہیں خدا کا ہے، جسے دنیا کی کوئی طاقت بدل نہیں سکتی، شہنشاہ صرف ہمارے بادشاہ ہی نہیں وہ یونانی کلیسا کے سب سے بڑے سرپرست بھی ہیں، کلیسا نے روم بھی ان کی عظمت کا اعتراف کرتا ہے، ان کی رعایا صرف وفاداری نہیں ہے، معتقد بھی ہے اور جناب وزیر اعظم صاحب وفاداری متزلزل ہو سکتی ہے لیکن ـــــ لیکن عقیدت کبھی اور کسی حالت میں متزلزل نہیں ہوتی۔ وہ پہاڑ سے زیادہ مضبوط ہوتی ہے، اس کی جگہ دل کی گہرائی میں ہوتی ہے، اسے کون نکال سکتا ہے؟ اسے کون کھرچ سکتا ہے؟

وزیر جنگ کی ان باتوں سے شہنشاہ کا حوصلہ اور بڑھ گیا، اس نے خوش ہو کر کہا۔

" ایک جنگ جُو اور اقبال مند قوم کے وزیر جنگ کو ایسا ہی ہونا چاہیئے، تمہارے ان خیالات کی ہم قدر کرتے ہیں، ہمارے دل میں تمہاری وقعت پہلے سے کئی گناہ زیادہ بڑھ گئی ہے۔"

ملکہ کیتھرائن اب تک خاموش بیٹھی تھی۔ اب اس نے زبان کھولی۔

" وزیر جنگ نے جو کچھ کہا وہ یقیناً خوش آئند ہے اور اس بات کی دلیل ہے کہ وہ تخت کے لئے اس قربانی کے لئے تیار ہیں۔ لیکن وزیر اعظم کی وفاداری، جاں نثاری اور فداکاری بھی بے شک شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ ہمیں جو کچھ کرنا ہے، وہ ضرور کریں گے، لیکن کیا حرج ہے کہ قدم اٹھانے سے پہلے تمام پہلوؤں پر غور کر لیں، تصویر کا روشن رُخ بھی ضرور دیکھیں، پھر کوئی فیصلہ کریں، پھر کوئی قدم اٹھائیں، اگر اقبال مندی

شہنشاہ کو غصّہ آ گیا ۔

" کیوں کرنا پڑے گا؟ کیا ہم کمزور ہیں ؟ "

وزیرِاعظم نے اسی اطمینان سے کہا۔

" ہم کمزور نہیں ہیں، لیکن ہمیں زیادہ سے زیادہ مضبوط ہونا چاہیئے ۔ ہمیں اپنی قوت میں زیادہ سے زیادہ استحکام پیدا کرنا چاہیئے۔ اگر یورپ ہمارے ساتھ ہو جائے تو ساری دنیائے عیسائیت پر اس کا خوشگوار اثر پڑے گا۔ ساری دنیائے عیسائیت ہماری امداد کو اٹھ کھڑی ہو گی، رموزِ سلطنت کا تقاضا یہ ہے کہ اس وقت ہم اپنے تمام اندرونی اختلافات ختم کر دیں اور ایک صف بن کر دشمن کا مقابلہ کریں، اختلافات کے لئے ساری عمر پڑی ہے۔ دشمن کو شکست دے کر، اگر مناسب ہوا تو ہم کلیسائے روم سے اپنے تعلقات پھر منقطع کر سکتے ہیں۔

شہنشاہ نے سر جھکا لیا وہ سوچنے لگا، ملکہ کیتھرائن نے پھر مداخلت کی

" ہمیں وزیرِاعظم کی تجویز سے پورا پورا اتفاق ہے۔"

شہنشاہ نے سر اٹھایا اور فرمایا۔

" واقعی بڑی مدبرانہ تجویز ہے، ـــــ ایسا ضرور ہوگا ـــــ بس اب اور تو کچھ نہیں کہنا چاہتے؟"

وزیرِاعظم نے دست بستہ عرض کیا۔

" ایک گذارش اور ہے میری ! "

شہنشاہ نے آمادگی اور مستعدی سے کہا۔

" ضرور کہو، کہہ ڈالو اسے بھی !"

" وزیرِاعظم نے کہا،

" ہمیں ترکوں سے جنگ کا جواز بھی پیدا کر لینا چاہیئے۔ یوں ہی خواہ مخواہ اُٹھ کر میدانِ جنگ میں نہ پہنچ جانا چاہیئے ۔"

" ہمیں تین باتیں اور کرنی چاہئیں، ایک تو یہ کہ ملوکِ فرنگ سے رابطہ پیدا کریں اور انہیں اپنی امداد پر آمادہ کریں۔"

کیتھرائن بول پڑی۔

" بڑی معقول تجویز ہے۔"

قسطنطین نے پھر کہا۔

" اور اس کے علاوہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

وزیراعظم نے عرض کیا۔

" میری خواہش ہے کہ ترکوں کے مقبوضہ اور مفتوحہ علاقوں میں ہمیں بے اطمینانی پیدا کرنی چاہیئے، انہیں لالچ دینا چاہیئے۔ انہیں عہد شکنی پر آمادہ کر کے اپنے ساتھ ملا لینا چاہیئے، تاکہ ترکوں کی قوت ایک سے زیادہ مورچوں پر بٹ جائے۔"

ملکہ کیتھرائن نے بہت زیادہ خوش ہو کر کہا۔

" کتنی اچھی تجویز ہے۔"

قسطنطین نے بھی اس تجویز کو پسند کیا،

تمہاری رائے بہت مناسب ہے، ہم ان قراردادوں پر عمل کریں گے ـــــ اور ہاں وہ تیسری بات کیا ہے جو تم عرض کرنا چاہتے تھے؟

وزیراعظم نے عرض کیا،

" وہ تیسری بات یہ ہے کہ ہمیں کلیسائے روم کے اختلافات اگر مستقل طور پر نہیں تو عارضی طور پر ختم کر دینے چاہئیں۔"

شہنشاہ کی تیوری پر بل پڑ گئے۔

" یہ تم نے کیا کہا؟ ایسا کس طرح ہو سکتا ہے؟"

وزیراعظم نے استقلال اور متانت سے جواب دیا۔

" شہنشاہ عالم پناہ یہ کرنا پڑے گا۔"

"پھر ہم اودرخاں کو آگے بڑھادیں گے، اور پھر ہم ایک جائز وارث تاج و تخت کی مدد اور دستگیری کرتے ہوئے حدودِ ترکیہ میں فاتح اور کشورکشا بن کر داخل ہوجائیں گے، پھر اگر ہم اودرخاں کو تخت پر بٹھا بھی دیں تو ہمارا کچھ حرج نہ ہوگا۔ وہ کٹھ پتلی کی طرح ہمارے اشاروں پر ناچے گا، پھر ہم سے سرتابی کی جرأت نہیں کرے گا۔"

اس تجویز پر وزیرِ جنگ بھی پھڑک اٹھا۔

"واقعی نہایت لاجواب تجویز ہے۔"

ملکہ کیتھرائن خوشی سے بے قابو ہوتی ہوئی بولی۔

"اتنی عمدہ تجویز —— اس سے اچھی کوئی تجویز ہو ہی نہیں سکتی۔"

شہنشاہ نے بھی اس پر صاد کردیا۔

"وزیرِ اعظم تمہاری یہ تمام تجویزیں ہمیں منظور ہیں!"

پھر مجلس برخاست کرتے ہوئے شہنشاہ نے فرمایا۔

"کل پھر ہم اسی جگہ جمع ہوں گے اور ان تجاویز کو بروئے کار لانے کے وسائل پر غور کریں گے!"

قسطنطین نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔
" لیکن جواز کس طرح پیدا کیا جائے؟"
وزیرِ اعظم نے بتایا،
" وہ تو بہت آسان ہے، سلطان سلیم کا ایک لڑکا اور خاں ہمارے پاس خود حکومت ترکیہ کی استدعا پر نظر بند ہے۔ جس کے مصارف وہ برداشت کرتی رہتی ہے۔"
شہنشاہ نے بے تابی سے پوچھا۔
" تو اس سے کیا ہوگا؟ مصارف تو ادا ہو رہے ہیں؟"
وزیرِ اعظم نے مسکراتے ہوئے بتایا۔
" جہاں پناہ! وہ ہمارے پاس ترپ کا پتہ ہے، ہمیں سلطان محمد سے مطالبہ کر چاہیئے کہ شہزادہ کے مصارف کی رقم میں دس گنا اضافہ کر دے ورنہ ہم اور خاں کو نہ روک سکیں گے، وہ تخت کا مدعی بن کر میدان میں آئے گا، اور ہم اسے نظر سے آزاد کر دیں گے۔
شہنشاہ کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا۔
" ہوں، ____ تو یہ تجویز ہے تمہاری؟"
وزیرِ اعظم نے عرض کیا۔
" اس تجویز کا نتیجہ یا تو یہ ہوگا کہ سلطان مصارف میں منہ مانگا اضافہ کر دے گا، اور ہم سے ہمیشہ کے لئے سہم جائے گا، پھر ہم اور بھی بہت سے ناجائز مطالبے اس سے منوائیں گے، اس طرح بغیر جنگ کے فتوحات حاصل کریں گے۔"
ملکہ کیتھرائن نے سوال کیا۔
" اور اگر محمد نے یہ بات نہ مانی؟"
وزیرِ اعظم نے کہا۔

ہوتی جو شاہی خاندان سے تعلق رکھتی تھی اور صوفیہ کی طرح وہ بھی نہایت نیک اور شریف تھی، اس وقت بھی دونوں اپنے اپنے گھوڑے پر سوار ساحل سمندر کے کنارے کنارے چلی جا رہی تھیں، جولیا نے کہا۔

" سنا ہے اب ترکوں کی شامت آنے والی ہے۔ ہمارے شہنشاہ نے فیصلہ کر لیا ہے کہ"

صوفیہ قطع کلام کرتی ہوئی گویا ہوئی۔

ہاں جولیا میں اس مجلس میں موجود تھی، جس میں یہ فیصلہ ہوا ہے۔ واقعی ابا جان نے یہ فیصلہ کر لیا ہے اور جو فیصلہ وہ کر لیں۔ پھر وہ آسمانی فیصلہ بن جایا کرتا ہے، پھر اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی "

جولیا مسکراتی ہوئی گویا ہوئی۔

" یہ تو ہونا ہی چاہیئے، ورنہ پھر شہنشاہوں اور عام آدمیوں میں کیا فرق ہوا؟"

صوفیہ نے زیر لب تبسم کے ساتھ کہا۔

" ہاں یہ تو ٹھیک ہے لیکن میں سوچتی ہوں، آخر خون ریزی سے بادشاہوں کو کیا لطف آتا ہے؟

جولیا اٹھلاتی ہوئی بولی۔

" واہ یہی تو اصل لطف ہے کیونکہ حدود مملکت میں توسیع نہیں ہو سکتی۔ رعایا میں اضافہ نہیں ہو سکتا، دشمن زیر نہیں ہو سکتا۔ بدخواہ مرعوب نہیں ہو سکتے۔ امن و امان قائم نہیں ہو سکتا، دولت و ثروت جمع نہیں ہو سکتی —— بغیر اس کے کچھ بھی تو نہیں ہو سکتا۔"

صوفیہ توجہ سے جولیا کی باتیں سنتی رہی، پھر بولی۔

" گویا خدا کے بے گناہ بندوں کا خون بہانا اور اپنی سر بلندی و کامیابی کے لئے انہیں کتے بلی کی طرح قتل کرنا جائز ہے۔"

جولیا مسکراتی ہوئی بولی۔

صوفیہ

وہ شہزادی تھی، شہنشاہ قسطنطین کی لختِ جگر، نورِ نظر، ملکہ کیتھرائن کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کا سرور، رعایائے سلطنت کی نظر میں عزت اور عظمت کی حامل، اس میں خوبیاں ہی خوبیاں ہیں، کمی اور کوتاہی ڈھونڈے سے بھی نہیں ملتی تھی، اس کا حسن ملیح، اس کا جمال، سحر طراز، اس کی گفتار دل رُبا، اس کے انداز و اطوار دل نشیں، اس کی ادائیں قاتل، اس کا تبسم، روح پرور، اس کی چشم سیہ، شراب کا چھلکتا ہوا جام، سر سے پاؤں تک حسن ہی حسن تھی، یہ پھول کی طرح نازک، چاند کی طرح روشن، فرشتے کی طرح معصوم، وہ دشمنوں کو معاف کر دیتی تھی۔ دوستوں کی قدر کرتی تھی۔ اس کا دل رحم و کرم کا گنجینہ تھا، وہ کسی کا دل نہیں دکھاتی تھی، سب سے لطفِ بے حساب کا برتاؤ کرتی تھی، غلاموں اور باندیوں تک سے اس کا سلوک شفقت اور مرحمت کا تھا، نوکروں اور خادموں سے بھی وہ جھک کر ملتی، نہ کسی طرح کی رعونت، نہ نخوت، پندار، غرور تکبر یہ چیزیں تو اسے چھو بھی نہیں گئی تھیں۔ سب سے خندہ جبینی اور خوش کلامی سے پیش آتی۔

گذشتہ روز، قسطنطین اور اس کے وزراء کے مابین جو بات چیت ہوئی اس کی اور ملکہ کیتھرائن کی موجودگی میں ہوئی تھی، وہ اب تک اسے یاد تھی، شام کو وہ اکثر اپنے اسپ سبک خرام پر سیر کے لئے نکلتی، اس موقعہ پر اس کی ایک سہیلی جولیا ضرور

" واہ بہن تم نے تو بڑی اچھی تقریر کر ڈالی، اگر کہیں کل والی مجلسِ مشاورت میں تم بھی ہوتیں تو شاید شہنشاہ تمہیں کو وزیرِ جنگ بنا دیتے "

جولیا جیسے کانپ سی گئی۔

" ایسا نہ کہو صوفیہ ـــــ مانتی ہوں، جنگ ضروری اور ناگزیر چیز ہے۔ لیکن خود میری ذات کا جہاں تک تعلق ہے، اس نام سے مجھے لرزہ آتا ہے "

صوفیہ غور سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔

" یہ کیا کہہ رہی ہے؟ ـــــ ابھی تو ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سپہ سالار میدانِ جنگ میں ولولہ انگیز اور زندگی آفرین تقریر کر رہا ہے، ابھی یوں معلوم ہونے لگا جیسے ایک بزدل عورت بول رہی ہے۔ اس انقلاب کا راز میری سمجھ میں نہیں آیا۔

جولیا ہنسنے لگی، اس نے کہا۔

" بس راز یہی ہے کہ میں سپہ سالار نہیں، کمزور دل رکھنے والی ایک عورت ہوں "

صوفیہ نے سوال کیا۔

" پھر ابھی اس قدر بڑھ بڑھ کر باتیں کیوں بنا رہی تھیں "

جولیا مسکراتی ہوئی بولی۔

" باتیں کرنے میں کیا جاتا ہے؟ ہلدی لگے نہ پھٹکری رنگ آئے چوکھا ـــــ اور اصل بات یہ ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے بعض جنگیں دیکھی ہیں۔ کئی مرتبہ مجھے اپنے مرحوم باپ کے ساتھ جنگ کے میدان میں شریک ہونے کا موقع ملا ہے۔ میں نے جو اس وقت، لرزہ خیز اور دیوانہ بنا دینے والے ہنگامے دیکھے ہیں، انہوں نے میرا خون منجمد کر دیا تھا، انہوں نے زندگی کی حرارت سرد کر دی تھی ـــــ خدا ایسے ہولناک ہنگامے پھر نہ دکھائے "

صوفیہ نے دیکھا تو جولیا کے چہرے پر دہشت کے آثار نظر آ رہے تھے۔ اس نے محبت بھرے لہجہ میں کہا۔

"ہاں، ہاں جائز ہے ــــــ تمہاری طرح بادشاہوں کے دل بھی اگر نازک ہو
تو کام چل چکا، حکومت بن چکی!"

صوفیہ نے بے دلی سے جواب دیا۔

"ایسا کیوں نہیں ہوتا جو دو بادشاہ لڑنا چاہیں وہ دونوں ہی آپس میں لڑ لیا کریں اور سپاہیوں کا خون بہانے کے بجائے اپنی باہمی اور ذاتی جنگ کا فیصلہ تسلیم کر لیا کریں۔ جو ہار جائے، اس کا ملک بھی شکست تسلیم کرے، جو جیت جائے، وہ فاتح تسلیم کر لیا جائے۔"

جولیا ہنسنے لگی،

"کتنی بھولی باتیں کرتی ہو تم بھی صوفیہ اس طرح تو کبھی فیصلہ نہ ہو سکے گا۔"

پھر خود ہی کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

"یہ دنیا تنازع للبقا کے اصول پر قائم ہے، زندگی کی اس کش مکش میں وہی کامیاب رہتا ہے جو زندہ رہنے کا حق رکھتا ہے۔ پھول بھی زندہ رہنے چاہتے ہیں لیکن تم میں یہ طاقت ہے کہ انہیں توڑ لو، وہ ٹوٹ جاتے ہیں اور تمہارے گلے کا ہار بن جاتے ہیں۔ زندہ وہ پھندہ بھی رہنا چاہتا ہے جس کا تم بار ہا شکار کر چکی ہو اور ہمیشہ کرتی ہو گی، زندگی کی حسرت ان پرندوں اور جانوروں میں بھی ہے جو ہر روز تمہارے مطبخ میں پکتے ہیں اور جن کا گوشت تم شوق سے کھاتی ہو۔ زندہ رہنے کا ولولہ اس گھوڑے میں بھی ہے جس پر تم سوار ہو، لیکن تمہاری مرضی کے آگے بے بس ہے، جنگل کا بادشاہ ــــ شیر ــــ بھی زندگی کے ولولے سے معمور ہے۔ اس کی گرج سے سارا جنگل بید لرزاں کی طرح کانپنے لگتا ہے، لیکن ہمارے تیر، ہماری بندوق، ہماری توپ کے سامنے ٹھہر سکا ہے کبھی؟ ــــ میری بہن زندگی اسی کا حق ہے، جو اسے جیت سکے، جس کی زندگی رحم و کرم پر منحصر ہو، وہ کبھی زندہ نہیں رہ سکتا۔ نہ اسے زندہ رہنے کا حق ہے۔

شاید جولیا کی تقریر ابھی اور جاری رہتی لیکن صوفیہ نے اسے زیادہ موقع

"جولیا تم تو ناحق اس قدر پریشان ہوگئیں۔"

وہ مدہم آواز میں بولی،

"ہاں کچھ پچھلی باتیں یاد آگئی تھیں!"

باتیں کرتے کرتے یہ دونوں کافی دور نکل آئی تھیں اور اب رات ہو چلی تھی، اتنے میں تاریکی کے باعث کسی چیز سے گھوڑا بھڑکا اور صوفیہ دیکھتی ہی رہ گئی مگر وہ ہوا سے باتیں کرنے لگا۔ جولیا نے بے بسی کے ساتھ یہ منظر دیکھا اور فریاد و فغاں کرنے لگی۔

---

(۳)

جمال محمود

جولیا کی وہ آہ و فغاں اس تاریک اور سنسان مقام پر سننے والا کون تھا؟ لیکن وہ بے تحاشا مدد کے لئے چیخے جا رہی تھی۔ صوفیہ کا گھوڑا بے قابو ہو کر سرپٹ بھاگا جا رہا تھا، وہ سخت پریشان تھی لیکن بے بس،

اتنے میں اس کے کانوں میں کسی اور گھوڑے کی آواز سنائی دی، اس نے مڑ کر دیکھا تو ایک شکیل نوجوان ایک سمندِ باد پا پر اس کی طرف آ رہا تھا، اس نے جولیا سے پوچھا۔

کیا بات ہے ــــ آخر ہوا کیا؟

جولیا نے سامنے کی طرف اشارہ کیا،

"وہ ــــ وہ ــــ شہزادی صوفیہ کا گھوڑا بے قابو ہو کر بُری طرح بھاگ رہا ہے، خدا خیر کرے، شہنشاہ اور ملکہ معظمہ تو اس کے لئے جان دے دیں گے، ہائے اب کیا ہو گا؟"

اس نوجوان نے کوئی جواب نہیں دیا، اپنے گھوڑے کو ایڑھی لگائی، اور اسی طرف بادِ صبا کی طرح رواں دواں ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں اس نے صوفیہ کو جا لیا۔ اور

اپنے گھوڑے کو قریب سے جا کر اس کے گھوڑے کی لگام اس مضبوطی سے پکڑی کہ وہ آگے نہ بڑھ سکا، صوفیہ دہشت کے باعث اس وقت نیم جان ہو رہی تھی جیسے

گھوڑا رکا، بے سدھ ہو کر لگام اس نے چھوڑ دیا، پاؤں رکاب میں الجھے ہوئے تھے لگام چھوڑتے ہی زمین پر نیم بے ہوشی کے عالم میں گرنے لگی، سوار بجلی کی سی تیزی سے اپنے گھوڑے سے کود پڑا، اور قبل اس کے کہ صوفیہ گرے، اس نے سنبھال لیا اور آہستگی سے زمین پر لٹا دیا، جولیا بھی پہنچ گئی۔ اس نے جو یہ منظر دیکھا تو بدحواس ہو کر اپنے گھوڑے سے کود پڑی، جھونک کھا کر وہ بھی گرنے ہی والی تھی کہ سوار نے اسے بھی سنبھال لیا، وہ سنبھل گئی اور بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا۔

" شہزادی — "

سوار نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شہزادی بالکل بخیریت ہیں اگر میں دو منٹ تاخیر سے پہنچتا تو واقعی معاملہ ہاتھ سے باہر ہو جاتا، مگر خیر ہوئی، گھوڑا ابھی قابو میں آگیا اور وہ بھی بچ گئیں۔"

جولیا، صوفیہ کے پاس پہنچی اور اس پر گر پڑی، اس نے سراپا اضطراب بن کر پوچھا۔

" کیا حال ہے صوفیہ؟"

صوفیہ اٹھ کر بیٹھ گئی،

" خداوند مسیح کا شکر ہے، اچھی ہوں ——— ورنہ آج اس کم بخت گھوڑے نے جان لینے میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی تھی۔

پھر اس نے پپڑی پڑے ہوئے ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے۔

" پانی ——— بہت پیاس لگی ہے۔"

یہ سنتے ہی سوار نے اپنی چھاگل شہزادی کے سامنے پیش کر دی شہزادی نے نظر بھر کر سوار کو دیکھا اور غٹاغٹ کر کے پی گئی، کچھ دیر اسی طرح بیٹھی رہی، پھر

کھڑی ہوئی۔

"جولیا! اب چلو، بہت دیر ہو گئی ہے۔"

پھر وہ اس سوار کی طرف آئی۔

"میں آپ کی نہایت مشکور ہوں۔"

جولیا نے کہا۔

"آپ نے قابلِ انعام کام کیا ہے، یقیناً شہنشاہ آپ کا دامن زر و جواہر سے بھر دیں گے!"

سوار نے بے پروائی اور استغنا کے ساتھ کہا۔

"شکریہ ـــــ لیکن اگر میں نے کوئی خدمت کی ہے تو انسانیت کے جذبہ سے مجبور ہو کر، انعام کے لالچ میں نہیں کی، جو خدمت زر و جواہر کے لالچ میں ہوتی ہے، وہ کاروبار ہے۔"

شہزادی صوفیہ نے التفات اور توجہ کی نظروں سے اسے دیکھا اور کہا۔

"تم بہت شریف آدمی ہو، تمہارا نام کیا ہے؟"

سوار نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔

"میرا نام جمال محمود ہے!"

شہزادی چونک پڑی۔

"جمال محمود ـــــ کیا تم مسلمان ہو؟"

جمال محمود نے بڑے فخر کے ساتھ عرض کیا۔

"الحمد للہ!"

جولیا نے سوال کیا۔

"لیکن ایک مسلمان کا اس ملک میں کیا کام؟ ـــــ تم یہاں کیا کرتے ہو؟"

جمال محمود نے جواب دیا۔

"میں یہاں اپنے سلطان معظم، محمد کی طرف سے شہزادہ اوورخاں کا باڈی گارڈ ہو کر ابھی چند روز ہوئے آیا ہوں۔"

صوفیہ کو جیسے کچھ یاد آگیا،

"شہزادہ اوورخاں ــــ ہاں ہم سمجھ گئے، جو یہاں ایک عرصہ سے نظر بندی ہیں۔" جولیانے کہا۔

اور جو تمہارے سلطان کے لئے ایک مستقل دردِ سر بنے ہوئے ہیں

ہمارے سلطانوں کی زندگی بھی کن کن مصیبتوں میں گذر رہی ہے!"

جمال محمود کو یہ باتیں پسند نہ آئیں، اس کا چہرہ فورِ غضب سے سرخ ہوگیا، خیریت یہ ہوئی کہ تاریکی تھی، اور اس کا رنگ سرخ دیکھا نہیں جا سکتا تھا، اس نے کہا۔

"شہزادی صاحبہ آپ غلط فہمی میں مبتلا ہیں، ہمارے سلطان معظم کسی دردِ سر کے قائل نہیں ہیں، نہ اُن کے لئے کوئی دردِ سر بننے کی جرأت کر سکتا ہے۔ یہ ان کے حلم، شرافت اور انسانیت کا ثبوت ہے کہ وہ شہزادہ اوورخاں کو زندہ رہنے کے حق سے محروم نہیں کرتے اور ان کے لئے مصارف دریادلی کے ساتھ ادا کر رہے ہیں!"

جولیانے جمال کو چھیڑتے ہوئے پوچھا،

"عجیب آدمی معلوم ہوتے ہو ــــ تم اوورخاں کے وفادار ہو، یا سلطان محمد کے؟"

جمال محمود نے جواب دیا۔

"وفاداری منقسم نہیں ہو سکتی۔ میں صرف اپنے سلطان ذی شان کا وفادار ہوں، کسی اور کا نہیں!"

جولیانے پھر ایک چُبھتا ہوا سوال کیا،

"تو تم یہاں کیا کرنے آئے ہو ——— کیا جاسوسی کرنے؟"
جمال محمود نے حقارت کے ساتھ کہا۔
"میں یہاں سلطان کی طرف سے شہزادہ اوررخاں کا باڈی گارڈ بن کر آیا ہوں۔ یہ شروع سے دستور چلا آرہا ہے کہ ہماری حکومت شہزادہ کی خدمت کے لئے باڈی گارڈ بھیجا کرتی ہے۔"
جولیا نے پھر ایک سوال کر ڈالا،
"کیا تم اپنے سلطان کے لئے شہزادہ کی جان لے سکتے ہو؟ ——— فرض کرو اوررخاں اور تمہارے سلطان میں جنگ چھڑ جائے تو تم کس کا ساتھ دو گے سلطان کا یا اوررخاں کا؟"
بے تامل جمال محمود نے کہا،
"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے؟"
صوفیہ بیچ میں بول پڑی،
"ہم سمجھ گئے، تم ہر حالت میں اپنے سلطان کا ساتھ دو گے!"
جمال نے جواب میں کہا،
"بے شک شہزادی صاحبہ میرا یہی مطلب تھا!"
صوفیہ نے کہا،
"تمہاری وفاداری کی ہم قدر کرتے ہیں، ایک شریف اور بہادر آدمی کو وہی کہنا چاہیئے، جو تم نے کہا۔"
پھر وہ گھوڑے کی لگام ہاتھ میں لیتے ہوئے بولی،
"ایک مرتبہ ہم پھر تمہارا شکریہ ادا کرتے ہیں۔ تمہاری یہ بہادری اور شرافت جس کا مشاہدہ ہم نے خود کیا ہے، ہمیشہ یاد رہے گی۔"
یہ کہہ کر صوفیہ پھر اپنے گھوڑے پر جو اب رام ہو چکا تھا۔ سوار ہو گئی۔ جولیا بھی اپنے

گھوڑے پر بیٹھ گئی، جمال نے ادب سے سلام کیا اور جدھر سے آیا تھا اسی طرف روانہ ہو گیا۔

جمال کے جانے کے بعد صوفیہ نے کہا۔

"کتنا جیالا، اور باہمت شخص ہے یہ بھی!"

جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی۔

"جی ہاں، بہت زیادہ!"

صوفیہ نے فکرمندی میں کہا۔

بار بار سوچتی ہوں کہ اگر فرشتہ رحمت کی طرح عین وقت پہ یہ شخص مدد کو نہ پہنچ گیا ہوتا، تو میری کیا حالت ہوتی؟ میں کہاں ہوتی؟

جولیا نے لرزتے ہوئے کہا۔

"یہی سوچ سوچ کر میرا دم نکلا جا رہا ہے۔"

صوفیہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

"بزدل کہیں کی!"

جولیا نے یہ الزام قبول کر لیا؛

"ہاں ـــــ محبت میں آدمی بزدل ہی بن جاتا ہے، یہ واقعہ خود مجھ پہ گزرتا، تو شاید میری یہ حالت نہ ہوتی، لیکن تمہیں خطرہ میں دیکھ کر ہوش و حواس قابو میں رکھنا میری ہمت سے باہر تھا!"

صوفیہ نے اپنا گھوڑا بالکل جولیا کے گھوڑے سے ملا لیا اور ساتھ ساتھ چلتی ہوئی بولی۔

"جانتی ہوں، تم کتنی محبت کرتی ہو مجھ سے ـــــ لیکن کیا میں کچھ کم محبت کرتی ہوں تم سے؟"

جولیا نے اعتماد کے لہجہ میں کہا۔

"بہت زیادہ — لیکن اتنی نہیں، جتنی میں کرتی ہوں۔"

صوفیہ نے کہا،

"اچھا کسی روز اس کا امتحان بھی ہو جائے گا!"

جولیا نے شریر نظروں سے اسے دیکھا اور بولی

"نہیں میں تمہیں امتحان میں ڈالنا نہیں چاہتی، مجھے تمہارا دعویٰ تسلیم ہے!"

اتنے میں محل سرا کا پھاٹک آگیا اور دونوں شہزادیاں اپنے قصرِ فلک رفعت میں داخل ہو گئیں۔

صوفیہ نے اسے حیرت سے دیکھا پھر پوچھا۔

" تم ہنس پڑیں یہ کون سا موقع ہنسی کا تھا!"

جولیا ہنستی ہوئی بولی۔

" بعض باتیں اتنی غلط مشہور ہو جاتی ہیں کہ ان کی کچھ بھی اصلیت نہیں ہوتی۔ اسی طرح مسلمان بدنام زیادہ ہیں، لیکن حقیقت اور واقعہ کا جہاں تک تعلق ہے وہ ایسے نہیں ہیں"

صوفیہ کو اور زیادہ حیرت ہوئی، اس نے پوچھا۔

" یہ کیا کہہ رہی ہو تم! —— کیا تمہیں مسلمانوں سے سابقہ پڑا ہے؟"

جولیا نے مسکراتے ہوئے کہا۔

" اور کیا نہیں بھی؟

شہنشاہ لارڈ سلاس کے ساتھ جنگ میں میرے والد شریک تھے لارڈ سلاس ہنگری اور پولینڈ کا بادشاہ تھا اس کے ساتھ بہت بڑی فوج تھی، ہونیاڈے اس کا سپہ سالار تھا، یہ جنگ صلح پر ختم ہوئی، مراد گوشہ نشین ہو گیا اور یہ محمد جس کے بارے میں شہنشاہ لڑنے کا فیصلہ کر چکے ہیں، تخت پر بیٹھا، پھر لارڈ سلاس کو پوپ کے پادری نے ورغلایا اور معاہدہ شکنی کر کے بے خبری میں ہمارا لشکر گراں ان ترکوں پر ٹوٹ پڑا، جو نہایت ایمانداری سے ان مقامات کا تخلیہ کر رہے تھے۔ جن پر دوران جنگ میں وہ قابض ہو چکے تھے، اس حالت میں انہیں بھیڑ بکری کی طرح قتل کیا گیا اور بہت سے لوگ گرفتار کر کے لے آئے۔"

" واقعی؟ —— یہ تو عجیب بات سننے میں آ رہی ہے؟

" اور ہاں صوفیہ، میں نے تو یہ بات خود اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے اور اب تک جب کبھی خیال آتا ہے لرز جاتی ہوں!"

" لیکن عہد شکنی تو بادشاہوں اور شریفوں کا شیوہ نہیں!"

" مذہب کی خاطر عہد شکنی، جھوٹ، دغا، فریب سب کچھ جائز ہے، مقدس

(۴)

خداوندِ مسیح سے دعا

رات کو بڑی دیر تک جولیا اور صوفیہ میں باتیں ہوتی رہیں ـــــ زیادہ تر مسلمانوں کے متعلق،

جولیا کہنے لگی،

"سچ صوفیہ یہ مسلمان سخت جان ہوتے ہیں، بلکہ میں تو کہوں گی ڈھیٹ، جان چلی جائے مگر ان کے منہ سے کوئی ہاں نہیں کہلوا سکتا!"

صوفیہ بولی،

ہوگا، مجھے مسلمانوں سے کوئی دلچسپی نہیں ہے، میں نے ان کے مظالم اور سفاکیوں، ناانصافیوں اور شقاوتوں کے اتنے اور ایسے واقعات سنے ہیں کہ اب اس نام سے بھی چڑھ ہونے لگی ہے۔

جولیا چھیڑتے ہوئے بولی۔

"لیکن جس نے آج تمہاری جان بچائی ہے، وہ بھی تو مسلمان ہے"

صوفیہ کچھ تامل کے بعد گویا ہوئی۔

ہاں ـــ مگر مجھے اس کا افسوس ہے، کاش ایک مسلمان کا احسان مجھے نہ اٹھانا پڑتا، ـــــ بو سے خون آتی ہے اس قوم کے انسانوں سے۔" جولیا ہنسنے لگی،

تجویز سب کو پسند آئی کہ خواتین بھی شریک ہوں!"

"یہ منظر دیکھنے کے لئے!"

"ہاں، ـــــ چنانچہ ہم سب، لارڈ سلاس کی بیوی، بہن، لڑکی ہیں!" میری والدہ ہونیاڈے کی محبوبہ مارگریٹ، اور دوسرے بڑے بڑے افسروں کی بیویاں، بیٹیاں، بہنیں، بہودیں!"

"اور آگے ـــــ؟"

"رات کا وقت تھا، دعوت کا اہتمام تھا، میزوں پر طرح طرح کے لذیذ اور اشتہار آور کھانے چنے ہوئے تھے، شراب کے جام کھنک رہے تھے، رقص و نغمہ کی محفل گرم تھی، کہ یکایک، ـــــ صوفیہ دل پہ ہاتھ رکھ کر سنو، ـــــ یکایک ہونیاڈے نے حکم دیا کہ قیدی حاضر کئے جائیں!"

"اس موقعہ پر قیدیوں کے حاضر کرنے کی کیا ضرورت پیش آگئی؟"

"واہ اس سے اچھا اور بہتر موقعہ کون سا ہو سکتا تھا؟ ـــــ ہاں سب لوگ حاضر ہو گئے، بہت سے ترک افسر ـــــ سپاہیوں کو نہیں طلب کیا گیا تھا ـــــ ان میں ایک قلعہ کا محافظ فرید پاشا بھی تھا اور اس کا نوجوان اور خوبصورت لڑکا بھی!"

"وہ لڑکا یاد ہے تمہیں اب تک؟"

"ہاں صوفیہ! میں اسے کبھی نہیں بھول سکوں گی، وہ ابھی نوجوان تھا، لیکن اس کے چہرے پر اس غضب کا وقار تھا کہ کیا کہوں؟"

"تو کیا محبت کرنے لگی تھیں تم اس کا؟"

"اس وقت میں محبت کے لفظ سے نا آشنا تھی، کم از کم اس کا مفہوم نہیں سمجھتی تھی، ورنہ ضرور چاہنے لگتی! ـــــ ہاں خوب یاد آیا، اس کی صورت تمہارے جمال محمود سے بہت ملتی جلتی تھی!"

"اوہو تو اسی لئے جمال کی شان میں قصیدے پڑھے جا رہے ہیں ـــــ خیر آگے چلو!"

کارڈینل نے یہی فتویٰ دیا تھا، ورنہ لارڈ سلاس تو تامل کر رہا تھا!"

"خوب ـــــ یہ بھی اچھی رہی، بھلا کلیسا مذہب کے لئے عہد شکنی جھوٹ دغا اور فریب کی اجازت دے سکتا ہے؟"

"(ہنستے ہوئے) اچھا تو آپ ہمارے پادریوں سے زیادہ عالم ہیں؟ ان کا فتویٰ کچھ نہیں، اور آپ کی رائے سب کچھ ہو گئی ـــــ ایسی کفر کی باتیں نہ کرو، کسی نے سن لیا تو دھر لی جاؤ گی، پھر شہنشاہ بھی نہیں بچا سکیں گے تمہیں!"

"(نخوت کے ساتھ) میں کسی سے نہیں ڈرتی ـــــ اچھا تو پھر کیا ہوا؟"

"پھر یہ ہوا کہ اچانک ہم نے معاہدہ توڑا، اور بہت سے ترکوں کو مار ڈالا، اور بہت سوں کو گرفتار کر لیا، اور پھر انہیں بھی قتل کر دیا!"

"بے انتہا استعجاب کے ساتھ) اسیرانِ جنگ کو بھی قتل کر دیا؟"

"اور ہاں تو کیا ہوا؟ ـــــ کوئی وہ ہمارے بھائی بند لگتے تھے!"

"لیکن انہیں قتل کرنے کی ضرورت کیا تھی؟"

"اس لئے کہ وہ دشمن قوم کے فرد تھے!"

"انہیں غلام بھی تو بنایا جا سکتا تھا ـــــ!"

"لیکن مقتولوں کے رقصِ بسمل میں جو لطف ہے وہ غلام بنانے میں کہاں!"

"میرے تو رونگٹے کھڑے ہوتے جا رہے ہیں!"

"(وہ سن کر) میں تو یہ ہوش رُبا منظر اپنی آنکھوں سے دیکھ چکی ہوں!"

"کتنا پتھر دل ہے تمہارا؟"

"یہ بات نہیں، ـــــ بے ہوش تو ہو گئی تھی میں بھی!"

"بے ہوش ہو گئی تھیں؟"

"ہاں صوفیہ ـــــ ہوا یہ کہ اس خوشی میں ایک جشن ترتیب دیا گیا چونکہ اب دشمن کا اندیشہ نہیں تھا، اس لئے بے غل و غش بڑی دھوم دھام سے تقریب فتح منائی گئی، دشمنوں کے قتل کرنے اور گرفتار کرنے کی تقریب ـــــ اس موقع پر ہونیاڈے کی

سے کہا، تو اپنا کام کر، فوراً ایک تلوار فضا میں چمکی اور اس نوجوان کی لاش تڑپنے لگی، ہونیاڈے نے ایک قہقہہ لگایا، پھر بوڑھے فرید پاشا سے پوچھا، کہیں اور بھی ایسا دلچسپ تماشہ دیکھا تھا تم نے؟ دیکھو! ہم نے تمہاری تفریح کا کتنا اچھا انتظام کیا ہے؟"

بوڑھے فرید پاشا نے جواب دیا،

"مسلمان اس طرح کا تماشا دیکھنے کے عادی ہیں!" —— ہونیاڈے نے تلوار اٹھائی اور فرید پاشا کی گردن لڑھکتی ہوئی دور تک چلی گئی۔ اس کی سفید داڑھی خون سے سرخ ہو گئی، اس کے منہ سے ایک لفظ "الحمد للہ" نکلا، اور وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا!"

"کیا ہمارے تقدس مآب کارڈینل صاحب بھی چپ چاپ یہ تماشا دیکھتے رہے؟"

"انہیں کے اشارہ پر تو یہ سب کچھ ہوا تھا —— لیکن انہیں سزا بھی مل گئی، انہیں کو نہیں ہونیاڈے کو بھی!"

"وہ کس طرح؟"

"وہ اس طرح کہ جیسے ہی سلطان مراد کو یہ خبر پہنچی، وہ آندھی کی طرح اس فتح مند لشکر کے سر پر آپہنچ گیا۔ ساری فتح شکست سے بدل گئی، کارڈینل صاحب مارے گئے۔ ہونیاڈے زخمی ہو کر اس طرح بھاگا کہ پھر اس کا پتہ نہ چلا۔ لارڈ سلاس کی جان پر بن گئی!"

"بہت اچھا ہوا۔ اب جا کے میری طبیعت ذرا خوش ہوئی!"

"خاموش پگلی —— عیسائیوں کی شکست پر خوشی ہوتی ہے!"

"ایسے لوگ عیسائی ہو سکتے ہیں؟ یہ میں نہیں مان سکتی!"

"مقدس پوپ کا نمائندہ اعظم بھی عیسائی نہ تھا۔

"ہرگز نہیں ——"

"اچھا بھائی نہ ہو گا، تم سے جھگڑا کون کرے!"

"تم نے یہ تو بتایا نہیں، کہ ترک سپاہیوں کا کیا حشر ہوا؟ آخر تو مار ڈالے

" عین اس وقت جب شراب کا دور چل رہا تھا، اور لذیذ کھانے کھائے جا رہے تھے، ہونیاڈے نے حکم دیا "بزن!" یہ حکم سنتے ہی ہمارے بہادر سپاہیوں کی تلواریں میان سے باہر نکل آئیں اور سارے افسر ہلاک کر دیئے گئے!"

(کانپ کر) سارے؟ بے خطا؟ بے قصور؟"

" ہاں صوفیہ، کسی کو بھی نہیں چھوڑ سکتا!"

" فریدپاشا بھی؟"

" ہاں وہ بھی!"

" اور اس کا وہ خوبصورت اور باوقار لڑکا بھی؟"

" ہاں وہ بھی، ـــــ جب ہونیاڈے نے حکم صادر کیا کہ فریدپاشا کا لڑکا قتل کر دیا جائے تو فریدپاشا نے التجا کی کہ پہلے اسے قتل کیا جائے پھر اس کے لڑکے کو۔

" بے چارہ فریدپاشا!"

" لیکن ہونیاڈے نے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا۔ پہلے تمہارا لڑکا پھر تم!"

" ہائے غضب! آدمی جب درندہ بن جاتا ہے تو درندوں سے بھی بڑھ جاتا ہے" فریدپاشا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ دفعتہً اس کے لڑکے کی صاف اور شیریں لیکن عزم و استقلال سے بھرپور آواز فضا میں گونجی، وہ کہہ رہا تھا "ابا جان آپ مسلمان ہیں کیا اپنے بیٹے کو اسلام کی راہ میں قربان نہیں کر سکتے؟ کیا حضرت ابراہیم نے اپنے لختِ جگر اسماعیلؑ کو راہِ خدا میں قربان کرنے کے لئے چھری نہیں سنبھالی تھی، آپ کو تو صرف یہ منظر دیکھنا ہے۔ چھری نہیں چلانی ہے میرے حلقوم پر ـــ ہاں یاد کیجئے، کیا امام عالی مقام حسین علیہ السلام نے اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے بچے ننھے بچوں تک کو ـــ جامِ شہادت نوش کرتے نہیں دیکھا تھا؟"

" بس چولیا، خداوند مسیح کے لئے بس، میرا دل پھٹا جا رہا ہے!"

" یہ سنتے ہی فریدپاشا کے آنسو تھم گئے، اس کے چہرے پر رونق آگئی، اس نے کہا، بیٹے تو نے میری آنکھیں کھول دیں۔ جزاک اللہ! پھر اس نے ہونیاڈے سے

"اور ہمارے شہنشاہ پھر ایک جنگ کی تیاریاں کر رہے ہیں!"

"یہ بہت ہی بُرا ہے صوفیہ! کاش ایسا نہ ہوتا!"

"لیکن ہم تم بے بس ہیں کیا کر سکتے ہیں —— رموزِ سلطنتِ خویش خسرواں دانند، نہ ہم سے کوئی رائے لے گا، نہ ہماری کوئی بات سنے گا۔ ویسے میرا بس چلتا تو یہ جنگ ہرگز نہ ہونے دیتی، اب تک مسلمانوں سے میں ایک طرح کی نفرت سی محسوس کرتی تھی۔ کسی نہ کسی درجہ میں وہ نفرت اب تک قائم ہے، لیکن یہ واقعات سن کر اُن سے ہمدردی ہو گئی ہے!"

"ہونا ہی چاہیئے!"

"اس جنگ کا نتیجہ پھر یہ نکلے گا کہ مسلمان قتل ہوں گے، ان کا خون پانی کی طرح بہایا جائے گا!"

"ضرور یہ سب کچھ ہو گا!"

"اس لئے کہ میرے والد بھی کچھ کم نہیں ہیں!"

"لیکن اگر ایسا ہوا تو کیا تم اپنے محسن کو بھی نہیں بچا سکو گی —— ؟"

"(چونک کر) تمہارا اشارہ جمال محمود کی طرف ہے؟"

"ہاں صوفیہ!"

"(ایک عزم کے ساتھ) میں ایسا نہیں ہونے دوں گی، ہر قیمت پر میں اسے بچا لوں گی۔ وہ اس طرح قتل نہیں کیا جا سکے گا؟"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟ تم کیا کر لو گی؟"

"میں اپنی گردن بھی کٹا دوں گی!"

"یہ جذباتی باتیں ہیں —— تمہاری گردن کوئی نہیں کاٹے گا، اور وہ بیچارہ فریدہ، باشاہ کے لڑکے کی طرح قتل ہو جائے گا!"

خدا کے لئے ایسی باتیں نہ کرو جولیا! —— ذرا مجھے سوچنے دو، ذرا میرے حواس بجا ہونے دو!"

گئے، مگر ——"

"مگر یہ کہ انہیں بھی ہونیاڈے کے حکم سے قتل کر دیا گیا، پھر ایک میدان میں ان کی اور ان کے افسروں کی لاشیں اور کٹی ہوئی گردنیں بکھیر دی گئیں، ان پر میزاور کرسیاں بچھا دی گئیں اور پھر اطمینان سے شراب کا دور چلنے لگا۔[1]"

صوفیہ نے حیرت سے پوچھا۔

"جولیا کیا تم سچ کہہ رہی ہو یہ؟"

"خداوند مسیح کی قسم ایک ایک لفظ سچ ہے، یہی آخری منظر دیکھ کر تو میں بے ہوش ہو گئی تھی، کئی دن تک بحرانی کیفیت طاری رہی مجھ پہ، اماں تو میری زندگی سے مایوس ہو گئی تھیں، بہت دنوں میں اور بڑی مشکل سے اچھی ہوئی، اسی جنگ میں میرے والد بھی کام آ گئے تھے، اس قوم کے لئے میرے دل میں نفرت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا تھا جس کے افراد نے میرے باپ کی جان لی تھی، لیکن جب میں نے اس قوم کے مظلوم قتل کو یاد کیا، تو نفرت ختم ہو گئی، میں نے اپنے باپ کے قاتلوں کو معاف کر دیا!—— آج وہ بہت دنوں کے بعد افریدپاشا کے مقتول لڑکے سے ملتا ہوا جمال محمود نظر آیا، تو یہ سارے واقعات اس طرح تازہ ہو گئے، جیسے ابھی واقع ہوئے، ابھی، یہیں، بالکل میری آنکھوں کے سامنے۔"

"واقعی تمہاری حالت بڑی قابلِ رحم ہے، یہ تو میں نے سنا تھا کہ تمہارے والد کسی جنگ میں ہلاک ہوئے ہیں، مگر اس کا تو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ ان کی ہلاکت کا پس منظر یہ ہے!"

"جب ہی سے مجھے جنگ سے نفرت ہو گئی ہے، میں خون ریزی کے نام سے کانپنے لگی ہوں، کسی لڑائی کا ذکر ہوتا ہے تو میں بیدِ لرزاں کی طرح کانپنے لگتی ہوں!"

---

[1] خود مسیحی مورخین نے ان شقاوتوں کا اعتراف کیا ہے اور انہیں "شرمناک" قرار دیا ہے۔

والی جنگ کے نتائج کی، اگر واقعہ یہی ہے کہ شہنشاہ متحدہ طور پر یلغار کر کے ترکوں کا قلع قمع کرنے کا فیصلہ کر چکے ہیں تو کامیابی انہیں کے حصہ میں آئے گی۔ یہ مجھے یقین ہے۔ لیکن ان کا دامن بے گناہوں کے خون سے لالہ زار ہو جائے گا۔"

"آؤ ہم تم دونوں مل کر خداوند مسیح سے دعا کریں کہ ایسا نہ ہو!"

اور پھر دونوں نے دوزانوں ہو کر خداوند مسیح سے آہ وزاری کے ساتھ دعا شروع کر دی۔"

دعا ختم کرنے کے بعد بڑی حسرت سے صوفیہ نے کہا۔

"کاش ہماری دعا قبول ہو۔"

جولیا نے اس کے گلے میں باہیں ڈال کر کہا،

"ہماری دُعا ضرور قبول ہو گی، نیک کام کے لئے جو دعا مانگی جائے۔ خدا اسے ہرگز رد نہیں کرتے۔"

صوفیہ کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں۔

" ہمارا مذہب تو یہ تعلیم دیتا ہے کہ اگر کوئی تیرے گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا گال بھی سامنے کر دے، مگر

جولیا نے لقمہ دیا۔

" مگر عمل یہ ہے کہ جو تیری جان کا دشمن نہ ہو تو اس کی گردن کاٹ لے، جس سے دوستی کا عہد کرے۔ اس کے خون کا پیاسا ہو جا جنہیں تو امان دے، ان کا قتل عام شروع کر دے، جو تجھ سے لڑنا نہ چاہتے ہوں، انہیں بھی موقع پاتے ہی موت کے گھاٹ اتار دے، جو تیرے ملک اور حکومت پر حرص و طمع کی نگاہ نہ ڈالتے ہوں، تو خود ان کے ملک اور دولت پر حرص اور طمع کی نگاہ ڈال اور قبضہ کرے، جنہوں نے تیرا کچھ نہ بگاڑا ہو، انہیں بھی چین سے نہ بیٹھنے دے ـــــ کیا ہمارا اسی پر عمل نہیں ہے؟"

" ضرور ہے ـــــ! کون انکار کر سکتا ہے۔ اس تلخ لیکن برہنہ حقیقت سے!"

"مجھے اندیشہ ہے کہ اگر ہمارے شہنشاہ نے جنگ چھیڑی تو یہ پچھلی تمام جنگوں سے زیادہ خون ریز اور ہولناک ہو گی!"

" ہو سکتا ہے!"

" ہو نہیں سکتا بلکہ، اب تو ایسا ہی نظر آ رہا ہے، ضرور ایسا ہی ہو گا!"

" یہ رائے تم نے کیوں قائم کر لی ہے!"

" اس لئے کہ شہنشاہ بڑے وسیع پیمانہ پر تیاریاں کر رہے ہیں، انہوں نے یہ بھی کر لیا ہے کہ کلیسائے یونان اور کلیسائے روم کے اختلافات ختم کر دیں اور جب تک یہ جنگ ختم نہ ہو جائے، اتحاد اور تعاون سے کام کریں، ـــــ"

" اور اس کے بعد، پھر اختلافات شروع کر دیں!"

" (مسکراتے ہوئے) ہاں جولیا یہی فیصلہ ہوا ہے!"

" گویا نیت ابھی سے صاف نہیں ہے!"

" معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے!"

" خیر مجھے کلیساؤں کے باہمی اختلافات کی اتنی پروا نہیں ہے۔ جتنی اس ہونے

(۱)

سُلطان محمدؒ

ادھر یہ مُراد کا جگر گوشہ، ترکیہ کا جواں سال و جواں بخت فرمانروا شاہ قسطنطین کی مکاریوں، سازشوں اور فریب کاریوں سے بے خبر، اپنے ملک کی تعمیر، اور اپنے حدودِ مملکت کی توسیع میں لگا ہوا تھا،

دشمنوں نے اب بھی اسے وہی چند سال پہلے والا نوعمر، ناتجربہ کار اور کمزور فرمانروا سمجھ رکھا تھا، جو اپنے بہادر باپ کی موجودگی میں بارِ سلطنت اٹھانے سے قاصر رہا تھا، حالانکہ اب حالات بدل چکے تھے۔ محمدؒ بدل چکا تھا، اب صرف وہی جوان نہ تھا اس کا ولولہ جوان تھا۔ اس کی ہمت جوان تھی، اس کا عزم بلند جوان تھا، اس کا جذبۂ کشورکشائی جوان تھا، پہلے وہ شکست کھا سکتا تھا، ناکام ہو سکتا تھا۔ ہزیمت برداشت کر سکتا تھا، لیکن اب وہ ایک چٹان تھا، جس سے سمندر کی لہریں ٹکراتی ہیں اور سر پھوڑ کر واپس چلی جاتی ہیں، وہ اب ایک کوہِ گراں تھا۔ جس پر بڑے بڑے طوفان بھی اثر انداز نہیں ہو سکتے، اب وہ خود ایک طوفان تھا۔ ایک بہت بڑا طوفان، دریاؤں کے دل جس سے دہل جائیں وہ طوفان،

قسطنطین کیا سوچ رہا تھا، اس پر غور کرنے کی محمدؒ کو ضرورت نہیں تھی، اس کے پاس خود اپنا پروگرام تھا، اور اس پر عمل کرنا اور کامیاب بنانا اس کی زندگی کا بہترین اور واحد شغل تھا۔ اس خاندان میں کسی کو بھی وہ فتوحات حاصل نہیں ہو سکیں، جو قدرت

دَورِ کشور کُشائی

جب وہ کسی حملہ کا عزم کرلیتا تو اسے پوری تیاری اور انتہائی شدت کے ساتھ انجام تک پہنچاتا، اسی وجہ سے اس کی مہمیں تھوڑے عرصہ میں سر ہوجاتی تھیں۔

محمد کی عظمت فتوحات کے وسیع دائرہ میں محدود نہ تھی۔ اس کی خداداد قابلیت کے جوہر رزم و بزم دونوں جگہ یکساں طور پر نمایاں تھے، بہترین اساتذہ کے زیر نگرانی اس نے حیرت انگیز سرعت کے ساتھ علوم و فنون کی تحصیل کی تھی۔ اپنی مادری زبان کے علاوہ عربی، فارسی، عبرانی، لاطینی اور یونانی زبانوں پر بھی قدرت رکھتا تھا، دنیا کی تاریخ اور جغرافیہ سے اسے پوری واقفیت تھی، وہ ایک بلند پایہ شاعر اور شعر و سخن کا بہت بڑا سرپرست بھی تھا۔ اس کے دربار سے تیس عثمانی شعراء کو وظیفے ملتے تھے اور وہ ہر سال گرانقدر تحائف خواجہ جہاں (ہندوستان) اور مولانا جامی ایران کی خدمت میں بھی بھیجا کرتا تھا[1] اس کی محفلیں علماء اور اہلِ کمال سے معمور رہا کرتی تھیں، اس نے قسطنطنیہ اور سلطنت کے دوسرے شہروں میں نہایت کثرت سے مسجدیں، ہسپتال، مکاتب اور مدارس قائم کئے اور ان کے اخراجات کے لئے بڑی بڑی جائیدادیں وقف کیں، اس کی علم دوستی کا اثر اس کے اعلیٰ عہدہ داروں پر بھی پڑتا تھا، چنانچہ محمود پاشا نے جو شاعر بھی تھا، کئی مدرسے قائم کئے مشرق و مغرب کے ناموروں کے کارنامے اس کے مطالعہ میں رہا کرتے تھے۔ وہ سکندر، اغسطس، قسطنطین اور تھیوڈوسیس کے سوانح حیات اور کارنامے بڑے انہماک سے پڑھا کرتا تھا۔ اسی کے حکم سے یونانی سوانح نگار پلوٹارک کی مشہور و معروف تالیف جو مشاہیر یونان و روما کے تذکروں میں مشتمل ہے، ترکی زبان میں ترجمہ کی گئی[2]

---

[1] زکی "از لین پول" صـ ۱۰۲

[2] گبن جلد ۴ صـ ۴۵۰ فٹ نوٹ

نے محمد کے مقسوم میں لکھ دی تھیں، شکست اور ناکامی کے الفاظ اپنی لغت سے اُس
نے خارج کر دیئے تھے۔ اس کا نام ہی فتح و کامرانی کی ضمانت تھا۔ وہ تخت حکو
پر بیٹھ کر اعلانِ جنگ نہیں کرتا تھا، میدانِ رزم میں پہنچ کر دشمن کو للکارتا تھا،
فوج کی کمان خود کرتا تھا، یلغار کرتا آگے بڑھتا تھا، دشمن کی یورش کی دلیری اور بہادر
سے مقابلہ کرتا تھا اور مظفر و منصور واپس آتا تھا۔ مستقبل نے اس کے لئے ایک خطا
تجویز کر لیا تھا ــــ "محمد فاتح"! اور یہ خطاب اس کے نام کا بہت جلد جزو بن
تھا، وہ وقت عنقریب آنے والا تھا، جب "فاتح" کا لفظ سلطان محمد کا اسم نفس
جانے والا تھا، وقت کے دوسرے ملوک و سلاطین عیش و عشرت میں زندگی بسر کر
تھے، خود ترک بادشاہ بھی اپنی حرم سرا کی زندگی میں عیش و تنعم کا کوئی دقیقہ فرو گذاشت
نہیں کرتے تھے، لیکن محمد ان سب سے الگ تھا، اسے بس ایک ہی دُھن تھی ــ سلط
عثمانیہ دنیا کی سب سے بڑی حکومت بن جائے، وہ صرف ایشیا کی ایک حکومت نہ
یورپ پر بھی اس کا پرچم لہرانے لگا۔ صرف ایشیا ہی کے ملوک و سلاطین اس کے نام
لرزہ براندام نہ ہوں، یورپ کے شیر دل اور بانکے فرزند بھی اس کا نام سن کر ادب
سر جھکانے پر مجبور ہو جائیں۔ اس نے زندگی کے ہر گوشہ میں اپنی انفرادیت کا
دیا تھا، ایک سپہ سالار کی حیثیت سے وہ مراد ثانی پر بھی فوقیت لے گیا تھا۔ فوجی ذ
میں اس کا کوئی ہم پلّہ نہ تھا حالانکہ احمد کدک پاشا، محمد پاشا اور بعض دوسرے عثما
سپہ سالاروں کا شمار اس وقت دنیا کے بہترین جرنلوں میں ہوتا تھا۔ وہ اپنے اراد
بالکل راز میں رکھتا اور اس کے کسی کمانڈر کو بھی پہلے سے معلوم نہ ہوتا کہ حملہ کس سمت ہو
والا ہے۔ ایک بار جب افواج کسی مہم کے لئے جمع ہونے لگیں اور اس کے خاص افس
میں سے ایک نے محمد سے پوچھا کہ دراصل کون سا شہر یا ملک پیش نظر ہے تو اس
سختی سے جواب دیا" اگر میری ڈاڑھی کے ایک بال کو بھی اس کی اطلاع ہو جا
میں اُسے توڑ کر آگ میں ڈال دوں گا" وہ جنگ کی کامیابی کے لئے راز داری
سرعت عمل کو ضروری شرطیں خیال کرتا تھا اور اس نے ہمیشہ اسی اصول کی پابند

محمد پر سنگدلی اور معاہدہ شکنی کے الزامات بھی لگائے جاتے ہیں، لیکن دیکھنا یہ ہے کہ جن معاصرین سے محمد کا سابقہ تھا ان کا طرزِ عمل اس باب میں کیا تھا؟

" محمد کے مظالم اور غداریوں پر ایک بلند معیار کے لحاظ سے رائے تاذ کرنا قرینِ انصاف نہیں ہے۔ اس کے دشمن یعنی ان ملکوں کے فرمانروا جن پر اس نے چڑھائی کی اور جنہیں اس نے فتح کیا۔ ان باتوں میں اکثر اس سے کم نہ تھے، اسکندر بگ جس کو البانیہ کی وطن پرستانہ مدافعت، کے صلہ میں اپنے ملک کے اندر ایک ولی کی شہرت اور تاریخ میں ایک بلند مقام حاصل ہوا۔ جب کبھی اسے موقع ملتا جدو بہ سفاک اور انتقام جو ثابت ہوتا، وہ جنگ کے قیدیوں کو عادۃً قتل کر دیتا تھا اس معاملہ میں موریا کے دونوں حکمران بھی پیچھے نہ تھے، ولاچیا کا فرمانروا جس کا نام ولا تھا، تاریخ کے شدید ترین ظالم اور خونخوار بدمعاشوں میں تھا، وہ " امپیلر[1] " یعنی جسم میں مینخیں ٹھوک کر ہلاک کرنے والا مشہور تھا، اسے ان قیدیوں اور دوسرے مظلوموں کی جنہیں وہ اس ظالمانہ طریقہ سے قتل کراتا، مرتے وقت کی اذیت اور تڑپ دیکھنے میں خاص لطف آتا تھا، وہ اس غرض سے اس کی ضیافتوں کی رونق کے لئے مخصوص رکھے جاتے، ایک بار جب کسی مہمان نے اس بات پر تعجب ظاہر کیا وہ ایسی موت سے مرنے والوں کے جسم کی بو کس طرح برداشت کرتا ہے، تو اس نے اس مہمان کو فوراً سولی پر چڑھا دیا، اور حکم دیا کہ سولی کا کھمبا دوسروں سے زیادہ بلند رکھا جائے تاکہ جس بو کی مہمان نے شکایت کی ہے اس کی تکلیف اسے نہ پہنچے[2] "۔

محمد ثانی ایک مطلق العنان فرمانروا کی طرح حکومت کرنا چاہتا تھا اور کسی وزیر کی مداخلت کو برداشت نہ کرتا، عثمان سے لے کر مراد ثانی تک تمام سلاطین اپنے وزیروں اور سپہ سالاروں سے مشورے لیا کرتے تھے اور انہیں شریک دسترخوان

---

[1] IMPALER

[2] ایورسلے صد ۹۵

بھی کرتے تھے۔ لیکن محمدؐ نے اس دستور کو اٹھا دیا۔ وہ صرف احکام نافذ کرتا اور کسی کو محرمِ راز نہ بناتا، کھانا بھی وہ تنہا کھایا کرتا تھا[1]

اور درحقیقت یہی اس کی کامیابی کا راز تھا!

اگر اپنے اصولوں میں وہ اتنا سخت نہ ہوتا، تو ہرگز ایسے شاندار اور ناقابلِ فراموش کارنامے انجام نہ دے سکتا، پھر دنیا اسے محمد فاتح کے نام سے نہ جانتی، وہ سلطان محمد ثانی کے نام سے کچھ عرصہ تک یاد رکھا جاتا۔

---

[1] گبن جلد ۴ صفحہ ۵۰۲ (تاریخ دولت عثمانیہ)

کچھ دور آگے جاکر ہونیاڈے نے پھر اپنی بھاگتی ہوئی فوج کو روکا اور طرح طرح کے لالچ دے کر اس کا حوصلہ بلند کرنے کی کوشش کی، لیکن کسی جنگ کی کامیابی و ناکامی کا انحصار مسلح افواج پر اتنا نہیں ہوتا، جتنا اس ملک کے عوام پر ہوتا ہے اور سربیا کے عوام کی یہ کیفیت تھی کہ وہ کلیسائے روم کے ظلم و جبر سے اس درجہ تنگ آچکے تھے کہ علی الاعلان، کیتھولک عیسائیوں پر مسلمانوں کو ترجیح دیتے تھے[1] اور عثمانی قبضہ و تسلط کو عیسائی ہنگری کے اقتدار سے بدرجہا بہتر خیال کرتے تھے۔

یہ رنگ دیکھ کر جارج نے ہونیاڈے کے اکسانے اور بھڑکانے کے باوجود عافیت اسی میں سمجھی کہ صلح کر لی جائے اور باجگزار بن کر زندگی کے باقی دن راحت و اطمینان سے بسر کر دے، چنانچہ نہایت عاجزی اور فروتنی کے ساتھ اس نے تیس ہزار دوکات سالانہ خراج پر صلح کی، سلطان جھکے ہوئے سر کو ٹھوکر لگانے کا قائل نہیں تھا۔ چنانچہ اس نے یہ پیشکش منظور کر لی اور جارج کو باجگزار بنا کر وہاں سے اپنی فوجیں ہٹالیں۔

---

[1] تاریخ خلافت عثمانیہ

برق رفتار فتوحات

یونان دولتِ عثمانیہ کا باجگزار تھا، لیکن مراد کی وفات کے بعد اس میں جو نئی اُمنگ پیدا ہوئی، اور اس نے خراج دینے سے انکار کر دیا، سلطان محمد سرجرم معاف کر سکتا تھا، لیکن کسی قیمت پر بھی ـــــ سرکشی اور بغاوت کو معاف نہیں کر سکتا تھا۔ وہ اپنی فوج لے کر یونان کی طرف بڑھا، لیکن وہاں کا فرمانروا، طامس ـــــ جو قسطنطین کا بھائی تھا ـــــ زیادہ معاملہ فہم اور دانشمند ثابت ہوا، اس نے فوراً ہی اپنے قصور کا اعتراف کر لیا اور بارہ ہزار دوکات خراج دینا منظور کر لیا۔[1]

اس کارِ اہم سے فارغ ہو کر سلطان نے سرویا کا رُخ کیا، جہاں جارج برنکووچ حکمران تھا جسے بھگوڑا ہونیاڈے بار بار ورغلایا کرتا تھا، ہونیاڈے کی باتوں میں آکر وہ بھی سرکشی اور جنگ پر تیار ہو گیا، لیکن محمد کے لشکر نے توپوں سے ایسی گولہ باری کی کہ سمندریا جو جارج کی قیام گاہ تھا، عثمانی توپوں کی زد کھا کر کھنڈر بن گیا اور جارج کو راہِ فرار اختیار کرنا پڑی، ہونیاڈے راہِ فرار میں اس سے بھی دو قدم آگے تھا۔

---

[1] تاریخ خلافت عثمانیہ

(۳)

چند اور فتوحات

ملکی اور سیاسی نقطۂ نظر سے بلغراد پر ترکی کا قبضہ ضروری اور ناگز
چنانچہ محمد سرویا کے راستے سے بلغراد کی طرف بڑھا، اس کے ساتھ ڈیڑھ لاکھ کا لشکر تھ
تین سو سے زیادہ توپیں تھیں، بلغراد پر اس وقت ہنگری کا قبضہ تھا۔ لہذا بلغراد فتح کر
لینے کا مطلب یہ تھا کہ پھر ترکی فوجیں نہایت آسانی سے آسٹریا تک پہنچ جائیں
کسی طرح کی روک ٹوک اور مزاحمت نہ ہو سکتی۔ محمد نے نہایت سرعت سے بلغراد
کا محاصرہ کر لیا، شمالی سمت میں دریائے ڈینوب پر عثمانی بیڑا پہلے ہی قابض ہو چکا تھا

بلغراد کے محاصرے نے سارے یورپ میں تہلکا مچا دیا، یورپ نے صلیبی جنگ
کا اعلان کر دیا اور اپنے نمائندۂ خاص، جان کیپسٹران (JHON CAPISTRAN
کو ساٹھ ہزار پُرجوش مسیحی مجاہدوں کے ساتھ ہنگری کی مدد کے لئے روانہ کیا کہ اس بلا
کی پشت پناہی سے بلغراد ترکوں کی زد سے بچایا جا سکے۔ ہونیاڈے بھی، جو سمندر پار
سے لوٹ کر یہاں پہنچ چکا تھا۔ اس نے سارا زور ترکوں کو شکست دینے پر لگا دیا
سلطان کے حکم سے آٹھ روز تک مسلسل گولہ باری ہوتی رہی، پھر اس نے عام حملہ کا حکم
دیا اور ترک شہر کے ایک حصہ میں انتہائی خونریزی کے بعد داخل ہونے میں کامیاب
ہو گئے، ہونیاڈے اس جنگ میں اتنا شدید زخمی ہوا کہ پھر بستر سے نہ اُٹھ سکا، اور

صرف بیس دن کے عرصہ میں اس دنیا سے ناکام و مراد اُٹھ گیا، دو ماہ کے بعد جان کیسٹرِان کا بھی انتقال اسی غم میں ہو گیا۔

اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد سلطان نے پھر سرویا کی طرف توجہ کی کیونکہ جارج کا انتقال ہو چکا تھا اور سارے ملک میں خانہ جنگی کی آگ بھڑک رہی تھی، جارج کی بیوہ نے کلیسائے روما کی طرف مدد کے لیئے دستِ طلب دراز کیا، لیکن اہلِ سرویا کسی قیمت پر بھی کلیسائے روما کی بالادستی قبول کرنے پر تیار نہ تھے کیونکہ وہ اس کے بے پناہ مظالم اور ناقابلِ برداشت مذہبی سختیوں سے تنگ آچکے تھے، چنانچہ سرویا کے امراء اور اعیان نے از خود سلطان سے استدعا کی کہ وہ سرویا کو اس مصیبت سے نجات دلائے، محمد نے یہ استدعا قبول کر لی اور سرویا کو اپنے ظلِ عاطفت میں لے لیا۔[1]

---

[1] "بلقان" از ملر صہ ۲۹۳ (تاریخ دولتِ عثمانیہ)

عقائد و خیالات پر بغیر کسی مداخلت کے عمل کر سکتے ہیں۔[۱]

ادھر یہ بے چینی تھی، ادھر شاہ بوسینا نے خراج دینے کا سلسلہ بھی بند کر دیا تھا۔ سلطان محمد نے محمود پاشا کی سرکردگی میں ایک فوج خراج وصول کرنے اور اگر سرکشی کا مظاہرہ ہو تو سرکوبی کے لئے روانہ کی، یہ فوج پیش قدمی کرتی ہوئی سیل رواں کی طرف بڑھ رہی تھی، بوسینا کے باشندوں کو موقع مل گیا، انہوں نے قلعوں اور شہروں کے پھاٹک کھول دیئے اور جوش وخروش کے ساتھ ترک فوج کا استقبال کرنے لگے، یہ رنگ دیکھ کر شاہ بوسینا کے لئے بھی اس کے سوا کوئی چارہ کار نہ رہ گیا کہ جاں بخشی کے وعدے پر ہتھیار ڈال دے، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا، ترکی فوجیں شان وشوکت کے ساتھ بوسینا میں داخل ہوئیں، بہت سے امراء و شرفا اور اعیانِ شہر لاطینی اور یونانی کلیسا کی آویزش اور جوربے جا سے اتنے بددل ہو گئے تھے کہ انہوں نے بغیر کسی جبر و کراہ کے اسلام قبول کر لیا۔

یہاں سے فارغ ہونے کے بعد یونانی مجمع الجزائر کی طرف توجہ کرنا پڑی بہت سے جزیرے وینس اور جینوا کے زیر حکومت تھے، اور یہ صورتِ حال حد درجہ تشویش انگیز اور خطرناک تھی، غیر ممالک کے مقبوضات کا اس قدر قرب، خطرہ سے خالی نہ تھا، ان تمام جزائر پر سلطان محمد کی فوجوں نے بڑی آسانی سے بغیر کسی خاص مزاحمت کے قبضہ کر لیا۔ جزیرہ یوبیا (EUBOEA) پر جمہوریہ وینس کا قبضہ تھا، عثمانی فوجوں نے اس جزیرہ پر بھی قبضہ کر لیا،

ان فتوحات نے جہاں سلطان محمد کو سارے یورپ کے لئے دہشت خیز بنا دیا وہاں عثمانی سلطنت کی اس توسیع نے ترک قوم کا حوصلہ بہت ہی بلند کر دیا۔

---

[۱] "جزیرہ نمائے بلقان اور شرق اردن" از شیویل، مطبوعہ لندن صفحہ ۳۰۲

(۴)

بوسینا اور یونان پر ترکوں کا قبضہ

حقیقت یہ ہے کہ کلیسائے روما کی تعدیوں نے بہتوں کو اس سے نالاں کر رکھا تھا، لاطینی اور یونانی کلیسا کے درمیان کش مکش جاری تھی۔ یہ کش مکش عناد، مخالفت سر پھٹول اور خونریزی تک وسعت اختیار کر لیتی تھی، بعض لوگوں نے تو عاجز آ کر دونوں سے قطع تعلق کر لیا تھا۔ اور اپنا ایک نیا فرقہ بنا لیا، جو نہ لاطینی کلیسا کے تابع تھا نہ رومی کلیسا کے، لیکن اب بھی ان لوگوں کی جان نہیں چھٹی، اب تک تو یہ ہوتا آرہا تھا کہ جو لوگ لاطینی کلیسا کے پیرو تھے، ان پر یونانی کلیسا تشدد کرتا تھا اور جو لوگ یونانی کلیسا کے حلقہ بگوش تھے، ان پر لاطینی کلیسا کی جانب سے ظلم کا مظاہرہ ہوتا تھا، لیکن ان بیچاروں پر لاطینی اور یونانی کلیسا مل کر یلغار کرتے تھے، زمین سخت تھی، آسمان دور تھا، نہ یہاں پناہ ملتی نہ وہاں،

آخر بوسینا کے لوگوں نے بھی وہی کیا جو سرویا کے باشندوں نے کیا تھا، انہوں نے سوچا کلیسا کے مظالم انہیں زندہ نہ رہنے دیں گے، وہ صرف اسلام ہی کی ذات ہے، جس کے زیر سایہ رہ کر وہ پنپ سکتے، سکون و اطمینان کی زندگی بسر کر سکتے ہیں

سلطان عالم ہمیں ضرور خان کریمیا کی مدد کرنی چاہیئے، ایک تو اس لئے کہ وہ اس کا مستحق ہے۔ دوسرے یہ اس لئے کہ خود ہمارے مفاد کا تقاضا بھی یہی ہے چونکہ سلطان بغیر کسی وجہ کے کسی پر حملہ کرنے کے خوگر نہیں ہیں، اس لئے غلام اب تک دل کی بات زبان تک نہیں لا سکا تھا۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر خان کریمیا مدد کا طالب نہ ہوتا تو بھی ہمیں کریمیا پر تسلط اور اقتدار قائم کر لینا چاہیئے تھا۔

سلطان نے سوالیہ نظروں سے اپنے سپہ سالار اعلیٰ اور صدر اعظم کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ اپنا مدعا ذرا وضاحت کے ساتھ بیان کرو!"

احمد کدک پاشا نے سر ادب سے جھکا کر عرض کیا۔

"بات یہ ہے کہ حکومت جنوا سے ہماری حکومت کے تعلقات حد درجہ کشیدہ ہو چکے ہیں اور کریمیا کا سب سے بڑا، مضبوط اور مستحکم شہر کافہ، جنوا کے قبضہ میں ہے، جو ہمارے لئے قطعاً ناقابل برداشت ہے۔"

سلطان نے سوال کیا، "اور بھی کوئی سبب؟"

احمد کدک پاشا نے کہا،

"دوسرا سبب یہ ہے کہ کریمیا کا محل وقوع، سلاطین ترک کے لئے غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے، عثمانی مقبوضات کے تحفظ کے لئے ضروری ہے کہ کریمیا ہمارے قبضہ میں ہو!"

سلطان نے کچھ سوچتے ہوئے فرمایا۔

"ٹھیک ہے ——— یہ سب مقاصد بھی اگر حاصل ہو جائیں تو بہتر ہے، لیکن سب سے مقدم کام، مظلوم خان کریمیا کی دستگیری ہے۔ اس کی التجا ٹھکرائی نہیں جا سکتی، نہ ایسے نازک موقع پر اسے تنہا چھوڑا جا سکتا ہے!"

احمد کدک پاشا کو دل کی مراد مل گئی، اس نے جوش مسرت بے قابو ہو کر کہا۔

کریمیا کی فتح

فتوحات اور کشور کشائی کا جو سلسلہ جاری تھا، ترک قوم کی سربلندی اور اقتدار میں روز بروز اضافہ ہو رہا تھا، مالِ غنیمت کی کثرت نے ساری قوم کی اقتصادی حالت پر نہایت خوشگوار اثر ڈالا تھا، خزانہ معمور، رعایا شاد، غریب تونگر بن گئے اور اس قوم کا سردار، ایک ان تھک مزدور کی طرح اپنی دھن میں لگا ہوا تھا، ہر کامیابی اس کے سمندِ عزم پر مہمیز کا کام دیتی تھی، ان فتوحات سے فارغ ہو کر ابھی اطمینان سے بیٹھے بھی نہ پایا تھا کہ کریمیا کے خان نے اس سے امداد کی التجا کی۔ خان کے بھائیوں نے بغاوت کر کے سلطنت پر قبضہ کر لیا، مظلوموں کی مدد کرنا، حقدار کو اس کا حق دلوانا، ظالم کا ہاتھ پکڑ لینا سلطان محمد کا شعار تھا، یہ درخواست وہ رد نہ کر سکا۔ اس نے اپنے مشہور سپہ سالار اور وزیرِ اعظم، احمد کدک پاشا کو طلب کیا اور خان کریمیا کا خط اس کے سامنے ڈال دیا۔ احمد کدک پاشا نے وہ خط پڑھا اور ادب سے پھر سلطان کے سامنے رکھ دیا۔ سلطان نے پوچھا

تمہاری کیا رائے ہے احمد ——— کیا کریمیا کا خان ہماری امداد کا مستحق نہیں ہے؟

احمد کدک پاشا نے دست بستہ عرض کیا،

"بجافرمایا سلطانِ عالم پناہ نے !"[۱]

اور اس کے چند ہی روز بعد احمد کدک پاشا نے ایک جنگی بیڑا اور چالیس ہزار فوج
لے کر کافہ کی طرف پیش قدمی کر دی۔

کافہ بہت بڑا صنعتی، تجارتی اور کاروباری شہر تھا، تجارت کا مرکز، صنعت و
حرفت کا گڑھ، مضبوط اور مستحکم بھی اتنا کہ اسے "چھوٹا قسطنطنیہ" (قسطنطنیہ کوچک)
کہتے تھے۔

جمہوریہ وینس کی فوجیں اس شہر کی حفاظت کے لئے ہر وقت مجتمع رہتی تھیں۔ تو
کافہ والوں کی بھی ایک بڑی فوجی جمعیت موجود تھی، مقابلہ ہوا اور زبردست ہوا، چار
روز تک گھمسان کی لڑائی ہوتی رہی، طرفین کے ہزاروں آدمی کام آئے، لیکن احمد کدک
پاشا یہاں ہارنے کے لئے نہیں آیا تھا۔ آخر پانچویں روز دشمن کی مدافعت اور مزاحمت
پڑ گئی۔ جمہوریہ وینس کی بقیۃ السیف فوجیں نہایت ابتری اور پریشانی کے عالم میں
زخمیوں کو درد و کرب سے کراہتا اور مقتولوں کی لاشوں کو یونہی چھوڑ کر بھاگ گئیں، ترک
سپاہیوں نے تعاقب کیا، اس حالت میں بھی دشمن کے کافی آدمی کھیت رہے۔ کافہ
لوگوں نے شہر کے دروازے فاتح فوجوں کے لئے، جذبۂ اطاعت کے ساتھ کھول دیئے
سلطانی فوجیں کامیاب و کامران داخلِ شہر ہوئیں، بے اندازہ مالِ غنیمت ہاتھ آیا
امراد، جو شجاعت اور بسالت میں ایک خاص مقام رکھتے تھے، سلطان کی خاصہ کی
یعنی "ینی چری فوج" میں داخل کر لئے گئے، جنہوں نے ترک قوم کے لئے اور ترک
کی طرف سے بعد میں بڑے دقیع کارنامے انجام دیئے۔[۱]

کافہ فتح کر لینے کے بعد باغی کریمیا پر قبضہ کر لینا کوئی مشکل کام نہ تھا، جا بجا
احمد کدک پاشا کی فوجیں بغیر کسی خاص مزاحمت کے پیش قدمی کرتی رہیں، فتح و کامرانی
ان کے جلو میں چل رہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کریمیا اس کا انتظار کر رہا ہے۔
سلطان کے حسب الحکم احمد کدک پاشا نے سب سے پہلے یہ کام کیا، کہ خان کریمیا کو
پنجۂ ستم سے رہائی دی، ظالموں اور ستمگروں، غداروں اور نمک حراموں، ہو...

---

[۱] تاریخ دولتِ عثمانیہ

اور خود غرضوں کو قرار واقعی سزا دی، جس سے دھاک بیٹھ گئی، اس کے بعد اس نے خان کریمیا کو اس کا تخت سونپ دیا، کیونکہ سلطان نے سخت تاکید کی تھی کہ یہ کام سب سے پہلے کیا جائے۔

خان کی تخت نشینی کی رسم دھوم دھام سے منائی گئی، سلطان کے لطف و کرم کے اس مظاہرے سے خان کریمیا اس درجہ متاثر ہوا کہ وہ تو اس پر تیار ہو گیا کہ عثمانی حکومت پورے طور پر اس علاقہ کی مالک بن جائے۔

چنانچہ اسی مقصد کے لئے وہ سلطان کی خدمت میں حاضر ہوا، لیکن سلطان نے اسے پسند نہ کیا، اس نے کہا،

"تمہاری سلطنت تمہیں مبارک!"

خان نے عرض کیا،

"مجھے اندیشہ ہے کہ موقع پا کر جاہ طلب اور خود غرض لوگ پھر سازش کریں گے۔"

سلطان نے تلوار کے قبضہ پہ ہاتھ رکھ کر کہا۔

"ہم سمجھ لیں گے؟"

اس کے بعد خان کریمیا نے معاہدۂ الحاق کر لیا، وہ حکمران رہا اور ترکی حکومت اس کی نگہبان بنی رہی، یہ معاہدہ تین سو سال تک قائم رہا، کریمیا کے خان دولت عثمانیہ کے زیرِ سیادت زندگی بسر کرتے رہے![1]

---

[1] تاریخ دولت عثمانیہ

مسلمان ہوں یا غیر مسلم ان درندگیوں اور سفاکیوں کو دیکھ کر لوگوں نے اس کا لقب ہی "شیطان"[1] مقرر کر دیا تھا، یہ اتنا شقی تھا کہ لوگوں کو قتل کرنے کی نت نئی ترکیبیں ایجاد کیا کرتا تھا، لیکن جس تماشا سے بہت زیادہ محظوظ ہوتا تھا۔ وہ یہ تھا کہ جن لوگوں کی جان لینا چاہتا ان کے جسم میں میخیں ٹھکوا کر قتل کراتا اور سفاکی کا یہ مظاہرہ کسی ایک آدمی کے ساتھ نہ ہوتا، بلکہ کئی کئی سو آدمیوں کو ایک صف میں کھڑا کر دیتا، پھر ان کے بدن میں میخیں ٹھکواتا اور بے بسی، اذیت اور آہ و فغاں کے شور میں ان کی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کا تماشا دیکھتا، ہنستا، قہقہے لگاتا اور لطف اٹھاتا تھا[2] اسی لئے اس کا نام "میخ زن" پڑ گیا۔

ولاد کی خوں آشامی اور نخوت پسندی نے اسے اس بات پر اکسایا کہ ولاچیا کے لئے سلطنتِ عثمانیہ کی بالادستی قبول کرنا ذلت بخش ہے۔ چنانچہ اس ذلت کا جُوا اس نے اتار پھینکا، یعنی بغاوت کا اعلان کر دیا۔

اور صرف بغاوت پر ہی اکتفا نہیں کیا، جو ترک تاجر ولاچیا میں مقیم اور کاروبار میں مصروف تھے، اعلانِ بغاوت کے ساتھ ہی وہ ہدفِ ستم بنائے جانے لگے، میخیں ٹھونک کر انہیں ہلاک کیا جانے لگا، ان کے مال و دولت پر قبضہ کر لیا گیا۔ اُن کے مکانات چھین لئے گئے، ان کے املاک ضبط کر لئے گئے، حد یہ ہے کہ اُن کے ناموس اور آبرو تک پر ڈاکے پڑنے لگے، وہ فریاد کرتے تھے، چیختے تھے، لیکن ان کی آوازیں ولاچیا میں سننے والا کوئی نہ تھا اور ولاچیا کے باہر یہ آواز پہنچ نہیں سکتی تھی۔

بوڑھا سلیمان، ایک ترک تاجر عرصۂ دراز سے اپنے کاروبار میں مصروف تھا،

---

[1] PIKKUL (تاریخِ دولتِ عثمانیہ

[2] شیویل! "جزیرہ نمائے بلقان اور شرق ادنیٰ"،

[3] VLAD THE IMPALAR

ولاچیا[1]

بے شک ترک، یورپ میں گھس آئے تھے، ان کی ہیبت اور طنطنہ کا ڈنکہ بج رہا تھا، یورپ کے ملوک وسلاطین ان کا نام سن کر دہشت زدہ ہو جاتے تھے لیکن اس فکر سے ایک لمحہ کے لئے بھی غافل نہ ہوتے کہ جس طرح ہو سکے، یورپ کو ترکوں سے خالی کرالیں۔ اس مقصد کے حصول کے لئے نہایت بے باکی سے پیمان شکنی کرتے تھے جھوٹ بولتے تھے، دغا دیتے تھے، عثمانی فوجوں کو دیکھ کر سرِ اطاعت خم کر دیتے تھے اور ان کے جاتے ہی پھر بغاوت اور سرکشی کا سلسلہ شروع کر دیتے تھے جنگ گریز یا میں یہ ماہر تھے، جب بھی کوئی موقع ملتا تھا، یہ اپنی سعی ضرور کر گذرتے تھے۔

جنگ کوسووا (۱۳۸۹ء) کے بعد ولاچیا نے دولتِ عثمانیہ کی سیادت قبول کر لی تھی اور دونوں حکومتوں کے مابین کسی طرح کا تنازعہ باقی نہیں رہ گیا تھا۔

سلطان محمد کے زمانہ میں اس ریاست کا فرمانروا ولاڈ چہارم تھا۔ حد درجہ ظالم، ستمگر، سفاک اور بربر صفت انسان تھا۔ طرح طرح کی اذیتیں دے کر لوگوں کو قتل کرانے میں اسے لذت ملتی تھی، ایسے تماشے یہ اکثر نہایت دلچسپی اور نشاط و سرور کے عالم میں دیکھا کرتا تھا۔ اس کا دستِ عقوبت، کسی کو نہ چھوڑتا تھا۔ خواہ وہ

---

[1] شیویل "جزیرہ نمائے بلقان اور شرادنی"

سردار نے ادب سے سر جھکایا، اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا، اور سب تلواریں لے کر ان تین بے گناہوں کی طرف بڑھے، ولادنے روکا،

"ارے یہ کیا کرتے ہو؟ ـــــ انہیں تلوار سے قتل مت کرو، اس طرح انہیں تکلیف ہوگی، انہیں زیادہ سے زیادہ آرام دہ طریقہ سے قتل کرو۔ کیا تم ہمارا مطلب سمجھ گئے؟"

سردار نے ادب سے سر جھکا کر عرض کیا،

"سمجھ گیا حضور والا" ـــــ اور پھر اس نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا، ذرا دیر میں یہ لوگ آہنی میخیں لے کر نمودار ہوئے اور چشم زدن میں ان کے سروں میں میخیں ٹھونک دی گئیں، ان کے تڑپنے پھڑکنے، ایڑیاں رگڑنے کا تماشا ولاد، ہنس ہنس کر دیکھتا رہا، جب ان کی جان نکل گئی تو ولاد بڑھا۔ ایک ٹھوکر سلیمان اور اس کے بیٹوں کے سر پر لگائی اور حکم دیا۔

"نہایت اطمینان کے ساتھ انہیں ان کے گھر پہنچا آؤ!"

سلمٰی مصلے پر بیٹھی اپنے خدا سے بوڑھے باپ اور نوجوان بھائیوں کی سلامتی کی دعا مانگ رہی تھی، کہ دروازے پر دستک کی آواز سنی، یہ آواز سنتے ہی اس کا قلب نازک زور زور سے دھڑکنے لگا، وہ بھاگی بھاگی دروازے پر گئی، ابھی دروازہ کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ چند سپاہی سلیمان اور اس کے بیٹوں کی لاشیں لے کر اندر داخل ہوئے۔ جو ایک بڑی سی چادر میں لپٹی ہوئی تھیں۔

سلمٰی نے اس گٹھڑی کو دیکھا، پہلے سپاہیوں پر ایک نظر ڈالی، اس کے بعد ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

"یہ کیا ہے؟"

سپاہیوں نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا اور وہ گٹھڑی زمین پر پٹک دی اور جاتے جاتے کہا۔

دو نوجوان بیٹے احمد اور توفیق اس کے دست و بازو تھے، کاروبار دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہا تھا، سلیمان کی ایک پری چہرہ لڑکی سلمیٰ تھی، حسنِ صورت میں بے نظیر حسنِ سیرت میں لاجواب، اور انتخاب،

ولادسکے اعلانِ بغاوت کے بعد یہ خاندان بھی دوسرے ترک خاندانوں کی طرح آماجگاہ ظلم و ستم بن گیا، ایک دن ولاد کی پولیس کے چند آدمی پہنچے اور انہوں نے سلیمان کے کاروبار پر قبضہ کر لیا، سلیمان شہر میں عزت و احترام کی نظر سے دیکھا جاتا تھا، دوسرے دن وہ اپنے بیٹوں احمد اور توفیق کے ساتھ فرمانروائے ولاچیا ولاد کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا،

" میں ایک پُرامن شہری ہوں، میں نے کبھی یہاں کی سیاست میں حصہ نہیں لیا، کسی شورش، بدامنی اور بغاوت میں شریک نہیں ہوا، پھر آخر کس جرم میں میری جائیداد اور املاک پر قبضہ کر لیا گیا؟"

ولاد نے ایک قہقہہ لگایا اور بولا،

" تم اتنے بھولے ہو، یہ ہمیں نہیں معلوم تھا ——— تمہیں تعجب ہے کہ تمہاری جائیداد اور املاک پر قبضہ کیوں کر لیا گیا؟ ——— کیا تم ترک نہیں ہو؟ کیا ایک ترک کو بھی ہم سے یہ سوال کرنے کا حق ہے؟ کیا سلطان محمد کی قوم کا کوئی فرد بھی اتنی جرأت رکھتا ہے کہ ہم سے دوبدو اس طرح کا سوال کر سکے" سلیمان نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ ولاد نے تالی بجائی، فوراً مختلف گوشوں سے ایک درجن کے قریب غلام ننگی تلواریں ہاتھ میں لئے برآمد ہوئے اور اس کو اور اس کے بیٹوں کو گھیر کر کھڑے ہو گئے، ولاد نے زہر خند کرتے ہوئے ان کے سردار سے کہا،

" یہ سلیمان ہے، ایک ترک، یہ اب تک نہیں سمجھ سکا کہ اس کی دولت اور جائیداد و املاک پر ہماری پولیس نے قبضہ کیوں کیا ہے؟ ——— کیا تم اسے سمجھا دو گے؟"

" اس میں تمہاری دولت بند ہے!"
سپاہی ہنستے قہقہے لگاتے چلے گئے، سلمیٰ کچھ دیر چپ چاپ کھڑی رہی، پھر ڈرتے ڈرتے گٹھڑی کھولی ـــــ پھر اس کے منہ سے آہ کا لفظ نکلا اور وہ بیہوش ہو کر گر پڑی۔

---

(۷)

میں انتقام لوں گا

جمعہ کا دن ہے، نماز سے فارغ ہو کر، سلطان ایک اسپ خوش خرام پر سوار، قصر سلطانی کی طرف جا رہا ہے، دونوں طرف خلقت اپنے محبوب سلطان کا دیدار کرنے کے لیے، صف بستہ کھڑی تھی کہ یکایک مجمع کو چیرتی ہوئی سفید رنگ کی چادر میں ملبوس ایک عورت تیزی سے باہر نکلی اور اس نے سلطان کے اسپ خوش خرام کی لگام پکڑ لی۔

رعایا کے کسی فرد نے سلطان کے ساتھ ایسی بے ادبی کی ہو، یہ بالکل پہلا اور نہایت عجیب حیرت انگیز واقعہ تھا، ینی چری باڈی گارڈ آگے بڑھے کہ اس گستاخ عورت کو سلطان کے سامنے سے ہٹا دیں اور گرفتار کر لیں، مگر سلطان کی رعب دار آواز فضا میں گونجی،

"خبردار ——"

پھر وہ اس عورت سے مخاطب ہوا اور نہایت نرم لہجہ میں سوال کیا۔

"تم ہم سے کچھ کہنا چاہتی ہو خاتون؟"

اس عورت نے اسی طرح لگام پکڑے پکڑے کہا،

"ہاں —— سلطان والاشان، صرف آپ سے نہیں ہر ترک سے ہر مسلمان سے، یہاں تک مظلوموں کی فریاد نہیں پہنچتی، ان کی آہ و زاری کی دردناک آوازیں

وہ اپنے بیٹوں کو لے کر فریاد کناں، ولاد کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس سے پوچھا۔ یہ سب کس جرم میں ہوا ہے؟ کیا خطا ہے ان کی؟ ولاد ہنسنے لگا، اس کے کہا کہ کیا یہ سوال ایک ترک بھی کرنے کا حق رکھتا ہے؟ کیا یہ جرأت ایک مسلمان کی بھی ہو سکتی ہے؟ پھر اس نے جلادوں کو بلایا اور انہوں نے آہنی میخیں ان مسلمانوں، ان ترکوں کے سروں پر ٹھونک دیں اور یہ خدائے واحد کے بندے ایڑیاں رگڑ رگڑ کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے، ولاد کے سپاہی ایک گٹھڑی میں باندھ کر ان کی لاشیں لائے اور گھر کے فرش پر پٹک گئے، اس طرح جیسے کوئی لکڑی کا بوجھ سر سے اتار پھینکتا ہے۔

سلطان (قبضۂ شمشیر پہ ہاتھ ڈال کر) "یہ ہو رہا ہے وہاں؟"

سلمیٰ: "جی ہاں سلطان عالی شان، یہی ہو رہا ہے ___ میں ان کی تجہیز و تکفین بھی نہ کر سکی، اس کی اجازت بھی نہ تھی، شام تک ان مظلوموں کی لاشوں کے سامنے بیٹھی آیات قرآنی تلاوت کرتی رہی، پھر رات کی تاریکی میں نکل کھڑی ہوئی، گرتی پڑتی ٹھوکریں کھاتی، دکھ سہتی، مصیبتیں جھیلتی یہاں تک پہنچ گئی۔"

اور یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

خود سلطان کی آنکھیں بھی اشک آلود ہو گئیں، سلطان نے گلوگرفتہ آواز میں کہا۔

"ولاد سے انتقام لیا جائے گا، اس کی حکومت کی اینٹ سے اینٹ بجا دی جائے گی، مسلمان کا خون رائیگاں نہیں جا سکتا، جب تک ایک ترک، ایک مسلمان بھی زندہ ہے وہ اپنے اس فریضہ سے غافل نہ ہوگا۔"

پھر اس نے اپنے حاجب خاص فرید پاشا کی طرف دیکھا اور گویا ہوا۔

اسے قصرِ شاہی میں پہنچا دو، اس کی راحت و آسائش کا خیال رکھو، اسے کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے۔"

پھر وہ سلمیٰ سے مخاطب ہوا۔

"سلیمان اب واپس نہیں آ سکتا۔ احمد اور توفیق بھی عالمِ بقا سے عالم فانی کی طرف واپس نہیں آئیں گے، باپ اور بھائی کا غم، بہت بڑا غم ہے۔ لیکن جب تک ہم زندہ

نہیں پہنچتیں، ان کے درد و الم کی داستانیں سننے کا موقعہ یہاں کی بزم آرائیوں میں آپ کو نہیں ملتا۔ میں آئی ہوں اگر آپ سن سکیں تو سناؤں اور نہ سنیں تو پھر اس بارگاہ میں آپ کی اور ترک قوم کی شکایت لے کر پہنچوں جو حاکم الحاکمین ہے۔ جس کی بارگاہ سے کوئی مایوس نہیں آتا، جو مظلوموں کی سنتا اور ظالموں کو سزا دیتا ہے۔

سلطان غور سے یہ باتیں سنتا رہا، پھر اس نے نہایت نرم لہجہ میں کہا،

"ہم سب اس حاکم الحاکمین کے بندے اور فرمانبردار ہیں ——— لیکن بتاؤ تو سہی تمہیں کیا شکایت ہے؟ کیا تکلیف ہے؟ جو کچھ ہمارے امکان میں ہوگا، ہم اس سے دریغ نہیں کریں گے!"

"وہ عورت بعد آہِ سرد کے اور باچشم گریاں گویا ہوئی"

"سلطان ذی شان میں ایک مسلمان خاندان سے تعلق رکھتی ہوں، میرا نام سلمیٰ ہے میرے باپ کا نام سلیمان تھا، میرے دو نوجوان بھائی تھے، احمد اور توفیق، ہنس مکھ، زندہ دل، سعادت مند، مذہب پر جان دینے والے، باپ کی خدمت کرنے والے"

سلطان نے بے تاب ہوکر سوال کیا،

"لیکن اُن لوگوں پر کیا گذری؟ یہ بھی تو کہو؟"

سلمیٰ نے ایک آہِ سرد کے ساتھ کہا۔

"وہ سب قتل کر دیئے گئے"

"سلطان! کیوں؟ کس جرم میں؟ کس نے قتل کیا انہیں؟"

سلمیٰ ——— ! وہ اس لئے قتل کر دیئے گئے کہ وہ ترک تھے، ان کا جرم یہ تھا کہ مسلمان تھے، ان کا قاتل ولاچیا کا بادشاہ دلاد ہے۔

سلطان - دلاد ———

سلمیٰ - ہاں دلاد ——— اس کے سپاہی ہمارے گھر میں گھس آئے۔ انہوں نے سب کچھ چھین لیا، مال، اسباب، دولت، سامان، کوئی چیز باقی نہ چھوڑی۔ والد کا شمار شہر کے معززین میں ہوتا تھا، ان کا خیال تھا یہ دراز دستی حکام کی زیر پرستی کا نتیجہ ہے

سلطان کا فیصلہ

دفورِ غضب سے سلطان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، تمام حاضرین دہشت زدہ اور سراسیمہ نظر آ رہے تھے، دربار پر سناٹا چھایا ہوا تھا، یکایک سلطانی آواز فضا میں گونجی، وہ صدرِ اعظم اور سپہ سالار سے پوچھ رہا تھا،

"کیا سلمیٰ کی داستانِ درد تم نے بھی سنی؟"

صدرِ اعظم: سن لی سلطانِ عالی شان!

سلطان: ہماری یہ حکومت کس کام کی، اگر ہم مسلمانوں کی حفاظت نہ کر سکیں، ہمارا یہ جاہ و جلال کیا وقعت رکھتا ہے اگر باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی نہ کر سکیں؟ دلاد نے جس درندگی اور سفاکی، قساوت، بہیمیت اور بربریت کا مظاہرہ کیا ہے، کیا اس کے بعد بھی، اعلانِ جنگ کے سوا کوئی ایسی بات ہے۔ جس پر غور کیا جا سکتا ہے؟

صدرِ اعظم۔ ہرگز نہیں سلطانِ عالی شان!

سلطان۔ کیا تم اعلانِ جنگ کے لئے تیار ہو!

صدرِ اعظم۔ صرف سلطان کے اشارہ کی دیر ہے۔

سلطان۔ ہم اجازت دیتے ہیں، ہم حکم دیتے ہیں، جاؤ اپنی فوجِ گراں لے کر آگے بڑھو، ولاچیا میں داخل ہو جاؤ۔ اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دو، دلاد کو گرفتار کر لو اور اسے عبرت انگیز سزا دو، جو اس کے حامی، مددگار اور میدانِ جنگ کے

ہیں تمہیں یہ نہ محسوس ہونے دیں گے کہ سلیمان اس دنیا میں نہیں ہے، جاؤ بیٹی اپنے گھر میں جاؤ اور اطمینان رکھو کہ تمہاری فریاد ہم نے سن لی، سلیمان اور اس کے بیٹوں کا انتقام ہم لیں گے اور ضرور لیں گے!"

وزیر پاشا، سلمیٰ کو احترام و عزت کے ساتھ لے کر قصرِ شاہی کی طرف روانہ ہو گیا۔ سلطان کا چہرہ دفورِ غضب سے تمتما رہا تھا، اس نے گھوڑے کی باگ موڑی اور زبان سے ایک لفظ کہے بغیر سیدھا قصرِ سلطانی میں پہنچا اور وزرا دیر بعد دربار میں بیٹھ گیا اور حکم کیا۔

"وزرائے سلطنت، امرائے دولت اور حکام فوج جلد از جلد حاضر ہوں — ابھی اسی وقت!"

ہے، رحمت الہٰی ان پر سایہ فگن رہتی ہے۔ نصرتِ پروردگار ان کی پشت پناہ ہے۔"

سلطان۔ "تو تمہیں ہمارے اس فیصلہ سے اتفاق ہے؟"

سلطان۔ صدرِ اعظم۔ "یقیناً سلطان کا یہ فیصلہ تائیدِ الہٰی اور تائیدِ غیبی کا کرشمہ ہے، سلطان کے تشریف لے جانے سے فوج کا حوصلہ اور زیادہ بلند ہو جائے گا، سلطان کے ورود کی خبر سن کر دشمن بن لڑے بھاگ کھڑا ہو گا اور اگر اس نے میدانِ جنگ میں آنے کی جرأت کی تو منہ کی کھائے گا۔"

سلطان! "ہمارے اس فیصلہ کا اعلان، ساری فوج میں فوراً اور جلد از جلد کر دو۔"

صدرِ اعظم، غلام ابھی یہ خوشخبری سب کو پہنچائے دیتا ہے،

سلطان، قسطنطنیہ سے پے بہ پے ہمیں تشویشناک خبریں مل رہی ہیں، شاہِ قسطنطین کی سرکشی ناقابلِ برداشت حد تک پہنچ چکی ہے، اس نے ان تمام احسانات کو نظر انداز کر دیا ہے، جو والد مرحوم کے زمانہ سے اس پر ہوتے چلے آئے ہیں۔

صدرِ اعظم، ولی نعمت نے بجا فرمایا، غلام کو بھی اس طرح کی اطلاعات برابر مل رہی ہیں، بلکہ غلام تو عرض کرنے والا تھا کہ جلد از جلد قسطنطین کی گوشمالی کی طرف توجہ کی جائے،

سلطان! "ہاں ہمارا ارادہ بھی یہی ہے، لیکن ولاد کی سرکوبی قسطنطین کی سرکوبی سے زیادہ ضروری ہے۔ ولاچیا کی فتح قسطنطنیہ کی فتح سے زیادہ اہم ہے، قسطنطین ہمارا دشمن ہے، لیکن ولاد، ملتِ اسلامیہ کا دشمن ہے، قسطنطنیہ ہمارے خلاف سازشوں، فریب کاریوں کا مرکز بنا ہوا ہے، لیکن ولاچیا مسلمانوں کے خلاف ایک قلعہ کا کام دے رہا ہے، جب تک ہم ولاچیا کو نہ فتح کر لیں اور ولاد کو قرار واقعی سزا نہ دے لیں ہمیں چین نہیں آ سکے گا۔

رفیق ہوں، ان کے ساتھ بھی کسی طرح کی رعایت نہ کرو۔ ولاچیا کے مسلمانوں کو بتا دو کہ وہ یکہ و تنہا نہیں ہیں۔ بے سہارا اور بے یار و مددگار نہیں، پوری ترک قوم ان کے ساتھ ہے، دولت عثمانیہ کے تمام وسائل و ذرائع ان کے لئے وقف ہیں،

صدر اعظم۔ ایسا ہی ہوگا سلطان عالی شان،

سلطان۔ بس تو اب جاؤ اور تیاریاں شروع کر دو۔ ہم تمہیں صرف ۴۸ گھنٹہ کی مہلت دیتے ہیں، اس مدت میں فوجوں کو یہاں سے کوچ کر دینا چاہیئے۔

صدر اعظم: سلطان عالی شان کے ارشاد گرامی کی فوری تعمیل کی جائے گی!"

سلطان۔ "یہ فوج جو ولاچیا کو فتح کرنے اور ولاد کی سرکوبی کرنے جا رہی ہے اس کا سالار کون ہوگا؟"

صدر اعظم "جسے سلطان عالی شان مقرر فرما دیں۔"

سلطان۔ "ہم تمہاری رائے معلوم کرنا چاہتے ہیں؟"

صدر اعظم۔ غلام خود بھی، فخر و مسرت کے ساتھ اس ذمہ داری کو انجام دینے پر تیار ہے۔

سلطان۔ نہیں،

صدر اعظم۔ پھر سلطان عالی۔

سلطان: "یہ سعادت ہم کسی اور کو نہیں دینا چاہتے، ہم چاہتے ہیں، یہ سعادت ہمارے حصہ میں آئے۔"

صدر اعظم۔ کیا سلطان والا شان بنفس نفیس فوج کی کمان کرتے ہوئے میدان جنگ کا رُخ کریں گے؟"

سلطان: تو کیا ہوا؟ ـــــ کیا اس سے پہلے ہم نے اپنی افواج کی کمان نہیں کی ہے؟"

صدر اعظم۔ سلطان کی ضربت شمشیر کا ایک دنیا لوہا مانتی ہے۔ سلطان والا نے آج تک شکست اور ہزیمت کا منہ نہیں دیکھا۔ فتح و کامرانی ان کے جلو میں

جان بخشی

اور یہ ولاد، اس سے قبل بھی کئی مرتبہ، اطاعت اور سرکشی کے مظاہرے کر چکا تھا، جب اپنے آپ کو کمزور اور بے بس پاتا سر اطاعت خم کر دیتا۔ جب ترک فوجیں اس کے پیمانِ اطاعت پر بھروسہ کر کے واپس چلی جاتیں، پھر سرکشی پر آمادہ ہو جاتا اور بغاوت کی تیاریاں شروع کر دیتا، ہنگری کی طرف سے اسے بیش از بیش امداد ملتی رہتی تھی، لیکن اس وقت تک جب تک ترک دور رہتے تھے۔ جہاں قریب آئے ہنگری نے بھی دستِ اعانت کھینچ لیا۔

اس واقعہ سے کچھ عرصہ پہلے ایک مرتبہ اور ولاد نے اسی طرح کی شرارت کی تھی، سلطان نے ایک فوجِ گراں اس کی سرکوبی کے لئے بھیجی، وہ جانتا تھا، اس فوج کا سامنا کرنا آسان نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً صلح کا سفید جھنڈا لہرا دیا اور نہایت عاجزی اور فروتنی کے ساتھ وہ تمام شرائط تسلیم کر لئے جو جو عثمانی فوج کی طرف سے پیش کئے گئے، آخری شرط یہ تھی کہ ولاد دس ہزار دوکات سالانہ ادا کیا کرے گا۔ اس شرط پر اس نے اتنی سعادت مندی سے عمل کیا کہ سال رواں کا خراج فوراً ادا کر دیا۔ خراج ادا کرنے کے بعد اس نے استدعا کی کہ ۱۳۹۳ء میں جو معاہدہ سلطان بایزید یلدرم اور فرمانروائے ولاچیا کے مابین ہوا تھا۔ اس کی تجدید کر دی جائے، سالار عساکر نے فوراً قاصد بھیج کر سلطان سے کیا اور سلطان نے ازراہِ کرم منظوری عطا

صدرِ اعظم۔ بجا اور درست ارشاد ہوا۔

سلطان۔ ہاں اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد ضرور قسطنطنیہ کی باری آئے گی، بہت ممکن ہے فتح قسطنطنیہ کا وہ دیرینہ خواب جس کی حسرت لے کر مرحوم اس دنیا سے رخصت ہوئے، اس کی تعبیر ہمارے ہاتھوں انجام پائے۔

صدرِ اعظم۔ انشاء اللہ، انشاء اللہ

سے نپٹ لیا جائے پھر ولاد کی طرف توجہ کی جائے۔

لیکن بے سان دگمان سلمیٰ کا واقعہ پیش آگیا، اس کی درد بھری فریاد نے سلطان پر رقت طاری کردی، اس نے فیصلہ کرلیا تھا کہ کچھ ہی کیوں نہ ہوجائے ہر حالت میں پہلے ولاد سے نپٹ لیا جائے، غیرت قومی اور احساسِ ملی کا تقاضا یہی ہے۔

چنانچہ فوج کا ایک معقول حصہ دار السلطنت میں ہنگامی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے چھوڑا اور خود ڈیڑھ لاکھ فوج لے کر جو ہر طرح کے اسلحہ جنگ سے آراستہ تھی، بڑے کروفر کے ساتھ اس ظالم کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوا۔ ولاچیا کے شہر یکے بعد دیگرے فتح ہوتے گئے، یہاں تک کہ پایۂ تخت بخارسٹ پر بھی عثمانیوں کا قبضہ ہو گیا، لیکن ولاد ہاتھ نہ آیا۔ اس نے بھاگ کر شاہ ہنگری کے ہاں پناہ لی۔ محمد جب بخارسٹ پہنچا تو اس نے وہاں ان قیدیوں کی لاشیں دیکھیں، جن کو ولاد بلغاریا سے پکڑ لایا تھا، ان لاشوں کی تعداد بیس ہزار تھی۔ ان میں بچے اور عورتیں بھی تھیں، ان کشتگانِ ستم کا جرم صرف، یہ تھا کہ یہ سلطنتِ عثمانیہ کی رعایا تھے۔[1]

یہ ہولناک اور دہشت انگیز منظر دیکھ کر سلطان لرز گیا، اس نے حکم دیا کہ بخارسٹ کو کھنڈر بنا دیا جائے، یہاں کا سارا مال و زر لوٹ لیا جائے اور ہر جوان اور تندرست شخص جو سامنے آئے بے تامل قتل کر دیا جائے، تاکہ بلغاریہ کے مظلوموں اور ترک تاجروں کی ہلاکت کا انتقام لیا جا سکے۔

سلطان کا یہ حکم جنگل کی آگ کی طرح پھیل گیا۔ ہر شخص کو موت سامنے نظر آرہی تھی، بچے، جوان، بوڑھے، مرد، عورت سب پر نزاع کا عالم طاری تھا، سب کو یقین تھا کہ اب فرار کی کوئی صورت ہے نہ زندہ رہنے کی۔

آخر بھگوڑے ولاد کا بھائی رادول رومال سے ہاتھ باندھ کر سلطان کے سامنے پہنچا اور قدموں پر گر پڑا، سلطان نے اپنے پاؤں ہٹا لیے اور سوال کیا۔

"تو کون ہے؟"

امرائے شہر نے جو دست بستہ اور نیم جان سلطان کے سامنے کھڑے تھے۔

---

[1] تاریخ خلافت عثمانیہ

دنانی، معاہدہ کی تکمیل کے بعد عثمانی فوجوں نے ولاچیا خالی کر دیا اور واپس چلی
عثمانی فوجوں کی روانگی کے فوراً بعد ولادنے حسب عادت معاہدہ شکنی
شروع کر دیں۔ شاہ ہنگری سے ساز باز کر کے ولاچیا اور ہنگری کے مابین معاہدہ
باہمی کرنے میں کامیاب ہوگیا، اور اس معاہدہ کے بعد پھر اپنی روش پر اتر آیا
کو اس کی اطلاع ملی تو اس نے اپنے چند نمائندے افہام و تفہیم کے لئے ولاد
بھیجے، ان نمائندگانِ شاہی کا ولاد نے خیر مقدم اس طرح کیا کہ انہیں بغیر جواب
کر دیا اور پھر فوراً ہی بلغاریہ کے سلطانی مقبوضات پر تاخت و تاراج کا نہ ختم ہونے
والا سلسلہ شروع کر دیا، یہی نہیں بلکہ بلغاریہ کے ۲۵ ہزار باشندوں کو پکڑ کر ولاچیا
آیا اور انہیں غلاموں کی طرح مختلف کاموں پر لگا دیا۔

ان واقعات کی اطلاع جب سلطان کو ہوئی، تو اسے سخت غصہ آیا، لیکن
بھی ضبط و تحمل سے کام لیا اور اتمامِ حجت کے طور پر ایک مرتبہ پھر ولاد کو پیغام
کہ معاہدہ شکنی آئین شرافت سے بعید ہے یا تو معاہدے پر دیانت داری سے
کرو، ورنہ باقاعدہ اعلانِ جنگ کر دو۔

اس مصالحانہ اقدام سے ولاد نے یہ نتیجہ نکالا کہ سلطان اس سے مقابلہ کی
نہیں رکھتا، چنانچہ اس نے نہایت بیدردی سے سلطان کے پیامبروں کو آہنی میخوں کا
مشق بنا دیا، اور ہلاک کر دیا۔

سلطان کو یہ اطلاع ملی تو وہ خون کے گھونٹ پی کر رہ گیا، اس کا ارادہ ہوا
فوراً، ولاچیا کی طرف کوچ کر دے اور ایسے سفاک اور بدعہد شخص کو صفحہ ہستی سے
دے، تاکہ آئے دن کا خدشہ ختم ہو، لیکن قسطنطنیہ سے ایسی تشویش انگیز اطلاعات
پے بہ پے آ رہی تھیں کہ مصلحت اور تدبیر کا تقاضا یہ ہے کہ چھوٹے دشمن کے مقابلہ
میں بڑے دشمن پر توجہ کی جائے، ولاد سے ہر وقت سمجھا جا سکتا تھا، لیکن اگر
اپنے عساکر قاہرہ کو بے خبری کے عالم میں جنگ کا بازار گرم کرنے پہنچ گیا
کچھ بنائے نہ بن سکے گی، چنانچہ غور و فکر کے بعد سلطان اس نتیجہ پر پہنچا کہ پہلے

عرض کیا،

" سلطان عالی شان یہ ولاد کا بھائی ہے۔"

سلطان نے زہر خند کرتے ہوئے فرمایا،"

" ولاد کا بھائی ــــــ اس کا نام ــــــ؟"

امرائے شہر کے ترجمان نے مؤدب ہو کر عرض کیا،

" رادول!"

سلطان نے آنکھوں میں قہر و غضب کی بجلیاں گراتے ہوئے پوچھا،

" کیوں رادول، تمہارا بھائی زیادہ خون آشام اور سفاک ہے، یا تم؟ ر
تم اس لئے آئے ہو کہ اپنے بھائی کے قصوروں کی سزا لو؟"

رادول نے عرض کیا،

" سلطان عالی شان، میں اپنی جان کی پروا نہیں کرتا، اسی وقت اور یہیں خو
اپنے ہاتھ سے اپنی جان لینے اور گردن کاٹنے کے لئے تیار ہوں،
لیکن ــــــ"

سلطان (قہر و غضب کے عالم میں) لیکن، ــــــ لیکن کیا؟

رادول۔ لیکن میں اس شہر کے بے گناہوں کی طرف سے عفو و رحم کی التجا
حاضر ہوا ہوں، بے شک ولاد سفاک تھا، ظالم تھا، خون آشام تھا، ننگ ا
حرکات کا مرتکب ہوتا رہتا تھا۔ لیکن اس کے جرم میں یہ اہالیان شہر شریک نہ

سلطان (لایقین نہ کرتے ہوئے) تم ہمارے سامنے جھوٹ بولنے کی
کرتے ہو؟"

رادول۔ جب موت آدمی کے سامنے موجود ہو تو وہ جھوٹ نہیں بول
میں عرض کر چکا ہوں کہ مجھے زندہ رہنے کی ہوس نہیں ہے۔ میں تو صرف ان
کو موت سے بچانا چاہتا ہوں، یہ ہرگز ولاد کے شریک جرم نہیں تھے، ولاد
طرح بلغاریہ کے بے گناہوں پر ظلم کے پہاڑ توڑے، جس طرح ترک تاجروں کو

بنایا، اسی طرح بالکل اسی طرح، اپنی ہم مذہب رعایا کے ساتھ بھی کبھی انصاف نہ کیا کبھی رحم وکرم کا برتاؤ نہ کیا۔ کبھی ظلم وستم سے محفوظ نہ رکھا۔ اوروں کا کیا ذکر میں اس کا بھائی ہوں، ایک باپ اور ماں کی اولاد، لیکن میں نہیں جانتا بھائی کی محبت کسے کہتے ہیں۔

سلطان۔ "کیا تم پر بھی وہ مظالم ڈھاتا رہا؟"

رادول۔ جہاں پناہ بیشک وہ مجھ پر بھی بے حساب ظلم ڈھاتا رہا؟

سلطان۔ کیوں؟ کس لئے؟

رادول۔ محض اس لئے کہ میں اس کی غلط کاریوں پر اس کو ٹوکتا رہتا تھا۔ ظلم اور سفاکی سے باز رکھنے کی کوشش کرتا تھا، عہد شکنی کا جب کبھی وہ ارادہ کرتا، میں اسے راہِ راست پر چلنے کی دعوت دیتا تھا،

سلطان۔ مگر ——

رادول۔ مگر اس نے میری بات کبھی نہ مانی، رفتہ رفتہ وہ مجھے اپنا دشمن سمجھنے لگا، اس کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ میں اسے قتل کر کے اس کی جگہ بادشاہ بننا چاہتا ہوں اس جذبہ نے اتنی ترقی کی، کہ اس نے مجھے جیل میں ڈال دیا اور طرح طرح کی عقوبتیں اور اذیتیں جن کا تصور بھی آدمی کو لرزہ براندام کر دینے کے لئے کافی ہے۔

سلطان۔ (بے یقینی کے لہجہ میں) "کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

رادول۔ سلطان عالم پناہ غلام بالکل سچ کہہ رہا ہے" مجھے قتل کرنے کے بعد آپ نجارسٹ کے اہل شہر سے حلف دے کر پوچھ لیں کہ میں سچا تھا، یا نہیں؟ آپ ان سے دریافت کریں گے کہ ولاد نے میرے قتل کا حکم صادر کر دیا تھا یا نہیں؟"

سلطان۔ (حیرت سے) قتل کا؟ تمہارے قتل کا؟

رادول۔ آقائے ولی نعمت، جی ہاں، میرے قتل کا —— اگر آپ کی فوجیں شہر پر قابض نہ ہو گئی ہوتیں، اگر ولاد ہنگری کی طرف بھاگ گیا نہ ہوتا تو آج میں قتل ہو چکا ہوتا،

سلطان (مسکرا کر) کیا تمہارے قتل کی تاریخ آج ہی کی تھی؟

کی عمارتیں کھنڈر نہیں بنیں گی۔ لیکن اس بندہ کم ترین پر رحم فرمائیے۔ جلاد کو حکم دیں کہ اس کا رشتۂ جسم وجان منقطع کر دے،

سلطان رادول کی ان باتوں سے بہت متاثر ہوا، بازو پکڑ کر اسے اٹھا لیا، اور شفقت و مرحمت کے لہجہ میں کہا۔

"کیا تم یہ نہیں چاہتے کہ ولاد کے مظالم کی تلافی کر دو!"

رادول نے کہا، کاش میں ایسا کر سکتا،

سلطان نے اعتماد اور نصیحت کے لہجہ میں کہا۔

"تم ایسا کر سکتے ہو، ہم تمہیں ولاد کی جگہ تخت نشین کرتے ہیں، اس طرح عدل و انصاف سے حکومت کرو کہ لوگ ولاد کو بھول جائیں اور تمہیں ہمیشہ یاد رکھیں!"

رادول۔ جہاں پناہ،

سلطان۔ تمہاری باتوں سے ہم متاثر ہوئے،

رادول۔ تو یہ بھی ارشاد ہو کہ دلاچیا کے مظلوم، بے بس اور بے سہارا باشندوں کی قسمت کا فیصلہ کیا ہوا ــــــ ؟"

سلطان، ہم نے انہیں بخش دیا، معاف کر دیا؟

رادول۔ (بے خودی کے عالم میں قدموں میں گر کر) اب میں قتل ہونے کو تیار ہوں، اب میں خوشی سے جان دوں گا، اب میری کوئی حسرت کوئی آرزو نہیں ہے۔"

سلطان! "نہیں تم بھی قتل نہیں کئے جاؤ گے۔"

رادول۔ جہاں پناہ یہ میرے لئے خوشخبری نہیں،

سلطان۔ (حیرت سے) کیا کہتے ہو؟ کیا تم قتل ہو جانا چاہتے ہو؟"

رادول۔ غلام کی آخری حسرت اور آرزو یہی ہے۔"

سلطان: لیکن کیوں؟ ــــــ زندگی سے بیزار کیوں ہو؟ زندگی سے بیزار ولاد کو ہونا چاہیئے تھا نہ کہ تمہیں؟"

رادول: سلطان عالم پناہ میں نے وہ جگر فگار مناظر دیکھے ہیں کہ اب زندگی سے نفرت ہو گئی ہے۔ میں نے ہزاروں کی تعداد میں کٹے ہوئے سر دیکھے ہیں۔ میں نے بوڑھوں، بچوں، جوانوں، مردوں اور عورتوں کی بے گور و کفن لاشیں دیکھی ہیں میں نے بیواؤں کی دل ہلا دینے والی فریادیں سنی ہیں۔ میں نے ننھے ننھے بچوں کو بھیک مانگتے اور مار کھاتے دیکھا ہے۔ میں نے بیماروں، کمزوروں اور ضعیف لوگوں کو دن کی کڑی دھوپ میں، رات کی کپکپا دینے والی سردی میں مزدوروں کی طرح کام کرتے اور ذرا بھی غفلت یا چوک ہو جائے تو کوڑے کھاتے دیکھا ہے۔ اب زندہ رہ کر کیا کروں گا؟ آپ کا یہ بہت بڑا احسان دلاچیا پر ہے کہ آپ نے اور اس کے باشندوں کو معاف کر دیا، اب وہ قتل نہیں ہوں گے، اب بخارست

غریب الوطنی کے عالم میں تکلیف اور ذلت کی چند روزہ زندگی بسر کرنے کے بعد ولاد نا کام و نامراد اس دنیا سے رختِ سفر باندھنے پر مجبور ہو گیا،

ولاچیا پر ترکوں کی بالادستی کا سب سے بڑا فائدہ یہ ہوا کہ ایک عرصہ کے لئے ہنگری کے خطرہ سے بھی نجات مل گئی، وہ سہم گیا اور دبک کر بیٹھ گیا، دل میں جو کچھ بھی ہو، لیکن عملاً وہ تائب ہی نظر آرہا تھا۔

اس طرح "خدا شرے برانگیزد کہ خیر ما دراں باشد" والی بات بالکل صحیح ثابت ہوئی، ولاچیا کی مہم سر کئے بغیر اگر سلطان نے قسطنطنیہ کی طرف توجہ کی ہوتی تو شاید یہ بغلی گھونسے، اس کے لئے بلائے جان بن جاتے، لیکن اب ہر طرف سے مطمئن ہو کر، پوری یکسوئی کے ساتھ وہ شاہِ قسطنطین کی دراندازیوں سازشوں اور فریب کاریوں کا منہ توڑ جواب دے سکتا تھا، اب اسے بالکل اندیشہ نہ تھا کہ قسطنطنیہ کی مہم کے دوران میں کوئی دوسرا فتنہ سر اٹھا سکتا اور اس کے لئے نئی زحمتوں اور پریشانیوں کا سبب بن سکتا ہے۔

سلطان محمد ثانی مظفر و منصور اور غانم و فاتح، اپنے پایۂ تخت میں پہنچا۔ رعایا نے پرتپاک استقبال کیا، دوست شاد، دشمن ناشاد ہوئے، یہاں آنے کے بعد سب سے پہلا کام اس نے یہ کیا کہ حرم سرائے سلطانی میں پہنچا، سلمیٰ کو بلایا شفقت سے اس کے سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔

"بیٹی میں نے تیرا انتقام لے لیا!"

سلمیٰ نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا،

"اہل ولاچیا کی جان بخشی کر کے؟"

"رادول کو تخت نشین کر کے؟"

سلطان نے ہنستے ہوئے کہا،

"بیٹی انتقام صرف تلوار ہی سے نہیں لیا جاتا، لطف و کرم سے بھی لیا جاتا ہے اور یہ انتقام تلوار کے انتقام سے زیادہ کارگر ہوتا ہے ——— ہاں میں نے اہل ولاچیا

سلطان کا دربار

ولاچیا کی مہم سے فارغ ہو کر سلطان باہزاراں جاہ وجلال اپنے مستقر پر واپس آیا، خلقت اشتیاقِ دید سے بے تاب ہو کر اپنے شاہ ذی جاہ کے دیدار کے لئے منتظر کھڑی تھی،

یہ بہت بڑی فتح تھی،

بہت بڑی کامیابی تھی،

ولاچیا پر ترکوں کی بالادستی قائم ہونے کے معنی یہ تھے کہ ان مظالم کا خاتمہ ہو گیا جو وہاں کا سرپھرا تاجدار ولاچیا اور عثمانی مقبوضات کے دوسرے مقامات پر ڈھایا کرتا تھا!

ولاچیا پر ترکوں کی بالادستی قائم ہونے کا ایک مطلب یہ بھی تھا کہ آس پاس کی ان ریاستوں پر عثمانی جاہ وجلال کی ایک مرتبہ پھر دھاک بیٹھ گئی، جو دیارِ فرنگ کے تاجداروں کی آلہ کار بنی ہوئی تھیں اور وقتاً فوقتاً شورش اور ہنگامہ آرائی کا موجب بن کر امن وامان درہم برہم کیا کرتی تھیں۔

ولاچیا پر ترکوں کی بالادستی قائم ہو جانے کا ایک فائدہ یہ بھی ہوا کہ ولاد ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اقتدار واختیار سے محروم ہو گیا، شاہ ہنگری نے اسے پناہ تو دے دی، لیکن تاجِ حکومت نہ دے سکا، چھنا ہوا اقتدار واختیار نہ واپس دلا سکا۔

دربار سے فارغ ہو کر سلطان اٹھا ہی چاہتا تھا کہ صدرِ اعظم حاضر ہوا اور اس نے چپکے سے سرگوشی کے لہجہ میں عرض کیا،

"شہنشاہ قسطنطین نے ایک وفد بھیجا ہے جو شرفِ باریابی حاصل کرنے کا متمنی ہے۔ اور اس کی خواہش ہے کہ جلد از جلد خدمتِ سلطانی میں حاضر ہونے کی عزت بخشی جائے۔"

پھر اس کے بعد صدرِ اعظم نے کہا،

"ارکانِ وفد کے تیوروں سے ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی بہت اہم پیام لے کر آئے ہیں!"

سلطان نے بے پروائی سے ارشاد فرمایا،

"وہ اہم بات کیا ہو سکتی ہے؟ —— کیا اعلانِ جنگ —— اگر یہ بات ہے تو ہم تیار ہیں!"

یہ کہہ سلطان اٹھ کھڑا ہوا، صدرِ اعظم نے پوچھا۔

"کیا وفد کو کل باریاب ہونے کی اجازت ہے؟" سلطان نے کہا۔

"ہاں —— اور پھر دربار برخاست ہو گیا!"

کی جان بخشی کی اور دلاد کی جگہ اس کے بھائی رادول کو تخت نشین کر دیا، لیکن کیا تو یہ جانتی تھی کہ میں ان لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ جن کی کوئی خطا نہ تھی؟ میں نے ولاد کو راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا، میں نے سانپ کے زہریلے دانت توڑ دیئے۔ ولاد بھاگ کر ہنگری پہنچا۔ وہاں اسے پناہ تو مل گئی لیکن تاج حکومت نہ مل سکا۔ حکومت کا اقتدار و اختیار نہ مل سکا۔ غربت اور ذلت کے عالم میں چند روز بھی زندہ نہ رہ سکا، مجھے اطلاع ملی ہے کہ ناکام و نامراد اس دنیا سے اٹھ گیا اور اس حاکم الحاکمین کے حضور میں پہنچ گیا۔ جہاں دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جاتا ہے، جہاں بدکرداروں کو سزا ملتی ہے اور نیکو کاروں کو اجر، تیرے باپ اور بھائی جنت میں عیش و نعم کی وہ زندگی جو ہمیشہ قائم قائم رہے گی، بسر کر رہے ہوں گے اور ولاد، اور اس کے جلاد جہنم کی آگ میں جل رہے ہوں گے ——— ہمیشہ ہمیشہ کے لئے؟"

سلمیٰ سر جھکائے سلطان کی باتیں سن رہی تھی، سلطان نے پوچھا۔

"کیوں بیٹی کیا تم مطمئن ہو گئی ہو؟"

سلمیٰ نے ایک شرمیلی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

"سلطان معظم کے ارشاد نے میرے دل کا بوجھ اتار دیا۔ اب واقعی میں خوش ہوں!"

سلطان نے ایک مرتبہ پھر شفقت سے اس کی پیٹھ پر ہاتھ رکھا اور فرمایا۔

"مجھے اپنی بیٹی سے امید بھی ایسی ہی تھی۔"

پھر کچھ دیر تک حرم سرا سلطانی میں مقیم رہا، شام کو دربار گیا اور ان تمام لوگوں کو بیش سے زیادہ انعام و اکرام سے سرفراز کیا، جو اس جنگ میں سلطان کے ساتھ گئے تھے اور جنہوں نے سخت ناساعد حالات میں نہایت دلیری اور بہادری کے ساتھ اپنے فرائض انجام دیئے تھے، معمولی سپاہی سے لے کر سواروں تک، ایک معمولی افسر سے لے کر سپہ سالار اعلیٰ تک سب ہی کو انعامات دیئے گئے۔ کسی کے منصب میں ترقی ہوئی کسی کی تنخواہ میں اضافہ کیا گیا، کسی کو جاگیر بخشی گئی، اور زر نقد کی صورت میں جو انعام دیا گیا، وہ تو امید اور توقع سے کہیں زیادہ تھا۔

قسطنطین کا سفیر محمدؒ ثانی کے دربار میں

دوسرے روز صدرِ اعظم نے سلطان عالی شان کی خدمت میں شاہ قسطنطین کے نمائندوں کو پیش کیا، دربار شاہی کے جاہ وتجمل اور شان وشوکت کو دیکھ کر یہ لوگ کافی متاثر اور مرعوب ہوئے، سلطان جیسا کہ اس کا قاعدہ تھا، نہایت اخلاق اور خندہ جبینی کے ساتھ پیش آیا پھر اس نے سفیر قسطنطین سے پوچھا،

ہمارے دوست شاہ قسطنطین کا کیا حال ہے؟"

سفیر دربار ادب کو بوسہ دے کر، وہ اپنے دوست سلطان محمد ثانی کی درازیِ عمر واقبال کے لئے دعاگو ہیں۔

سلطان۔ ہمیں خوشی ہوئی کہ انہیں دوستی اور تعلقات کا اس درجہ پاس و لحاظ ہے۔

سفیر۔ ہمارے بادشاہ جم جاہ کی خواہش ہے کہ حکومت ترکیہ اور حکومت قسطنطنیہ کے مابین زیادہ سے زیادہ دوستانہ تعلقات و روابط مستحکم ہوں۔

سلطان، اور یہی خواہش ہماری بھی ہے اور چونکہ طرفین اس بارے میں متحد ہیں لہذا سمجھنا چاہیئے کہ ان دونوں مملکتوں کے تعلقات نہایت مستحکم اور پائدار بنیادوں پر استوار ہو گئے۔

سفیر بجا ارشاد ہوا —— ہمارے بادشاہ ذی جاہ کی ایک خواہش یہ بھی

باطل کے حوصلے

بہت کم ہیں!
سلطان: تعجب ہے ـــــ خیر تو ہمارے دوست شاہ قسطنطین کیا چاہتے ہیں؟
سفیر: وہ چاہتے ہیں اضافہ کر دیا جائے اس رقم میں!
سلطان: اگر ہمارے دوست شاہ قسطنطین کی خواہش یہی ہے تو مناسب اضافہ ہم کر دیں گے،
سفیر: اگر جان کی امان پاؤں تو عرض کر دوں کہ ہمارے شاہ اس مبہم وعدے پر مطمئن نہ ہوں گے،
سلطان: (برافروختہ ہو کر) صاف الفاظ میں کہو قسطنطین کا مدعا کیا ہے؟
سفیر: وہ معتدبہ اضافہ چاہتے ہیں،
سلطان: پھر کوئی حد تو ہوگی اس معتدبہ اضافہ کی؟ وہ بھی تو معلوم ہو،
سفیر: اس وقت تک دس ہزار دوکات یہاں سے ادا کئے جاتے ہیں، لیکن ہمارے بادشاہ کا خیال ہے کہ یہ رقم فی الحال کم از کم ایک لاکھ دوکات ہونا چاہئیے،
سلطان: (زہرخند کرتے ہوئے) فی الحال، گویا آگے چل کر، مزید اضافہ کا مطالبہ بھی کیا جا سکتا ہے؟"
سفیر: یہ حالات پر منحصر ہے۔
سلطان: (فیصلہ کن لہجہ میں) ایسا نہیں ہو سکتا۔
سفیر: تو پھر ـــــ
سلطان: تو پھر اورخاں کو ہمارے پاس بھیج دیا جائے۔
سفیر: سلطان عالی شان ایسا نہیں ہو سکتا!
سلطان: (برہمی کے ساتھ) کیا نہیں ہو سکتا؟
سفیر: شہزادہ اورخاں یہاں واپس نہیں بھیجے جا سکتے، کسی طرح بھی نہیں،

ہے کہ دونوں مملکتوں کے مابین کوئی ایسی بات باقی نہ رہ جائے جو کبھی کسی درجہ پر بھی وجہ نزاع بن سکے،

سلطان: (تیوری پر بل ڈال کر) ایسی بات بھی ہے؟

سفیر: (ذرا جھجکتے ہوئے) جی نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے،

سلطان: ضرور کوئی بات ہے، کہو، تامل نہ کرو۔ ہم سنیں گے اور اگر کوئی معقول وجہ شکایت ہے تو اسے دور بھی کریں گے۔

سفیر: ایک بہت معمولی سی بات ہے سلطان والا شان،

سلطان: معمولی سہی، لیکن معلوم بھی تو ہو،

سفیر: صرف یہ کہ ایک عرصہ سے شہزادہ اودرخاں حکومت ترکیہ کی درخواست پر قسطنطنیہ میں نظر بند ہیں۔

سلطان: ہاں، اور شہزادہ کے تمام مصارف، ہمارے خزانہ سے ادا کئے جاتے ہیں، شہزادہ کا جو عملہ ہے۔ اس کے مصارف بھی ہم ادا کرتے ہیں، شہزادہ کی حفاظت اور دیکھ بھال کے لیے جو سپاہی متعین ہیں اور جو باڈی گارڈ یہاں سے بھیجا گیا ہے۔ اس کا بوجھ بھی خزانہ سلطنت برداشت کرتا ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ ہم نے اودرخاں کو وہاں رکھ کر شاہ قسطنطین کو کسی طرح کی تکلیف یا زحمت میں مبتلا نہیں کیا ہے۔

سفیر: بجا ارشاد ہے، زحمت اور تکلیف کیسی سلطان کی خدمت بجا لانا فرض اور سعادت سمجھتے ہیں۔

سلطان: یہ جذبات ہمارے لئے بہت زیادہ قابلِ قدر اور ناقابلِ فراموش ہیں

سفیر: (ذرا جھینپتے ہوئے) لیکن ہمارے سلطان کا خیال ہے کہ شہزادہ کے جو مصارف حکومت ترکیہ ادا کرتی ہے وہ ——

سلطان: کم ہیں؟

سفیر: جہاں پناہ یہی بات ہے —— ہمارے بادشاہ کا خیال ہے

"شاہِ قسطنطین کا یہ مطالبہ صرف حرص و آز پر مبنی ہے، اس میں کوئی معقولیت نہیں، اسے کسی طرح بھی قبول نہیں کیا جا سکتا —— ہرگز نہیں،"

سفیر نے اندازِ تکبیر کے ساتھ کہا،

"آپ جو مشورہ سلطان کو دیں گے وہ اس پر عمل کریں گے، میری مخلصانہ رائے یہ ہے کہ آپ وہ رائے دیں جو حالات اور تدبر کے تقاضے پر مبنی ہو، ورنہ انجام یقیناً تلخ ہو گا، اور اس کی ذمہ داری صرف آپ پر ہو گی۔"

وزیرِ اعظم خلیل پاشا کو ان باتوں پر ہنسی آ گئی، اس نے کہا،

"میرے دوست ان باتوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ ہم نہ دھمکی سے مرعوب ہو سکتے ہیں نہ دباؤ سے۔"

سفیر نے اپنی بات پر اصرار کرتے ہوئے کہا،

"جی ہاں آج —— لیکن شاید کل آپ کا جواب آج کے جواب سے مختلف ہو گا، مگر اس وقت کچھ نہ ہو سکے گا!"

خلیل پاشا نے زہر خند کرتے ہوئے کہا،

"میں ایک بار پھر کہتا ہوں کہ دولتِ عثمانیہ نہ کسی کی دھمکی میں آ سکتی ہے، نہ کسی کا دباؤ قبول کر سکتی ہے۔"

سفیر نے اور زیادہ اندازِ نخوت کے ساتھ کہا،

"شاید آپ کو ہمارے شہنشاہ کی قوت و طاقت کا اب تک اندازہ نہیں ہوا۔ ہمارا شہنشاہ قسطنطین اپنے پیشرو شاہ مینوکل سے بہت مختلف ہے، جسے سلطان عثمانی نے زچ کر دیا تھا اور وہ مجبور ہو گیا تھا۔"

خلیل پاشا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا،

"میرے دوست تاریخ اپنے آپ کو بار بار دوہراتی رہتی ہے اور دوہراتی رہے گی، جو کچھ مینوکل کو سلطان مراد کے ہاتھوں بھگتنا پڑا تھا، عین ممکن ہے، قسطنطین کو سلطان محمد کے ہاتھوں اس سے زیادہ بھگتنا پڑے۔"

سلطان: (خشمناک لہجہ میں) وجہ؟ سبب؟ ــــ کیا قسطنطین یرغمال کے
اس بدبخت کو اپنے پاس رکھنا چاہتا ہے؟

سفیر: جی نہیں ــــ ایک ساوی مرتبہ اتحادی کی حیثیت سے!

سلطان: (برافروختہ ہوکر) سلطنت عثمانیہ کا ایک، قیدی، شاہ قسطنطین
اتحادی کس طرح ہو سکتا ہے؟

سفیر: ہمارے شہنشاہ انہی کو دولت عثمانیہ کا جائزہ اور واحد وارث سمج

سلطان (حقارت کے ساتھ) گویا اس کا خیال ہے کہ اس طرح ہما
میں وہ اودرخاں کو کھڑا کرے گا، جو کچھ ہم سے نہیں لے سکتا، اس سے
لے گا، یہ اس کی خام خیالی ہے، لیکن ہم اسے نصیحت کرنے کا کوئی حق نہیں
اپنے حال اور مستقبل کی تعمیر خود اسی کے ہاتھ میں ہے۔ اسے جو چاہے کرے جیسا ک
دلیا بھرے گا، گندم از گندم بروید جو ز جو"!

سفیر: میری مؤدبانہ درخواست یہ ہے کہ سلطان عالی شان اپنے فیص
نظرثانی فرمائیں، ابھی موقع ہے، سب کچھ ممکن ہے، اصلاح احوال کی ن
آسانی سے عمل میں لائی جا سکتی ہے، لیکن اگر ــــ

سلطان: لیکن اگر ہم نے قسطنطین کا مطالبہ تسلیم نہ کیا، تو وہ فوج گر
کر ہم پر چڑھائی کر دے گا اور اودرخاں کو دولت عثمانیہ کا وارث بنا دے گا
کیا تم یہی کہنا چاہتے ہو؟

سفیر: میں سلطان کی روشن ضمیری کو خراج تحسین پیش کرتا ہوں!

سلطان: تو پھر ہم قسطنطین کا نیز اودرخاں کا خیر مقدم کرنے کو ہر وقت
ہیں، جب چاہیں تشریف لائیں ــــ "کرم نما و فرود آکہ خانہ خانۂ تست"

پھر سلطان نے دربار خاص برخاست کیا اور سفیر کو مزید گفتگو کا موقع
بغیر محل سرا میں چلا گیا۔

سلطان کے چلے جانے کے بعد وزیراعظم خلیل پاشا نے قسطنطین کے

خلیل پاشا (ایک عزم اور جذبہ کے ساتھ) بے شک تمہیں حق ہے، کہ اودرخان کے شہنشاہ ترکیہ ہونے کا اعلان کر دو، ایک تاج زریں اس کے سر پہ رکھ دو، ایک زرنگار تخت بنواؤ اور اس پر اسے بٹھا دو ——

سفیر: جی ہاں یہ سب ہوگا۔

خلیل پاشا: یہی نہیں —— تم یہ بھی کر سکتے ہو کہ ہنگری سے ساز باز کرو، اور اسے اپنے ساتھ ملا لو ——

سفیر: مجھے آپ کی حیرت انگیز وسعت معلومات پر رشک آتا ہے۔

خلیل پاشا: تم یہ بھی کر سکتے ہو کہ یلغار کرتے ہوئے بڑھو اور جو بازنطینی صوبے وقتی طور پر واپس لے سکتے ہو، واپس لے لو۔

سفیر: لیکن وقتی طور پر کیوں؟ دائمی طور پر کیوں نہیں؟"

خلیل پاشا: اس لئے کہ یہ ناممکن ہے —— ان حرکتوں کا انجام صرف یہ ہوگا کہ بازنطینی سلطنت ختم ہو جائے گی، شاہ قسطنطین کا خاندان مٹ جائے گا۔ دولتِ عثمانیہ کا مستقل اور آخری پایۂ تخت قسطنطنیہ اور صرف قسطنطنیہ ہوگا۔

سفیر: (ہنستے ہوئے) مجھے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ فنِ نجوم میں بھی مہارت رکھتے ہیں —— بہرحال اگر یہی بات ہے، تو پھر ہماری ملاقات شاید بہت جلد قسطنطنیہ میں ہوگی!

سفیر نے مجسمۂ پندار بن کر ترش اور سخت لہجہ میں کہا۔

"اس کا فیصلہ تو میدان جنگ ہی کرے گا۔"

خلیل پاشا نے سفیر کی تائید کی،

"بے شک، ——— اور اس کا فیصلہ آخری اور قطعی ہو گا، تمہیں اور
قسطنطین کو شاید یہ غلط فہمی ہے کہ ہمارا سلطان ثانی محمد اب بھی ویسا ہی ناتجربہ
ناآشنائے رموزِ مملکت ہے، جتنا آج سے چھ سال پہلے اپنے باپ کی موجودگی
لیکن زندگی کی تقویم میں چھ سال کی مدت بہت کافی ہوتی ہے یہ چھ سال کا
بظاہر بہت مختصر نظر آتا ہے، ہمارے سلطان کی شخصیت کی تعمیر و تشکیل میں
طور پہ ممد و معاون ثابت ہوا ہے، اس عرصہ میں اس کی خفیہ صلاحیتیں بیدار
ہیں، بے شک ابھی وہ نوعمر ہے، ۲۱ سال کی عمر ہی کیا ہوتی ہے، لیکن اس
ارادہ کی پختگی، فوجی قابلیت، ملکی تنظیم و تدبیر میں وہ اپنے پیشرووں سے

چکا ہے۔

سفیر: ممکن ہے آپ کا یہ ادعا صحیح ہو۔

خلیل پاشا، شاید تم اب تک شک و شبہ میں مبتلا ہو۔

سفیر: اگر مجھے شک و شبہ ہے، یا آپ کو غلط فہمی ہے تو بہر حال میدان
حقیقتِ احوال کو منکشف کر دے گا، پھر معلوم ہو جائے گا کہ اصل واقعہ کیا

خلیل پاشا: درست، بالکل درست! ——— لیکن میری ایک بات
کر سن لو، اچھی طرح سے،

سفیر: ضرور سنوں گا اور شوق سے سنوں گا ——— فرمایئے۔

خلیل: تمہارے اس طرز عمل کا نتیجہ یہ ہو گا کہ قسطنطنیہ ہمارے ہاتھ
وہاں عثمانی پرچم لہرانے لگے گا۔

سفیر (ہنستے ہوئے)، میں آپ کی اس خوش خیالی میں مخل ہونا نہیں
کے بہلانے کو یہ خیال اچھا ہے،

خیانت کا اظہار ہوتا تو کیا اس کی جگہ پورے احترام اور جلال و اکرام کے ساتھ یہاں اپنے وطن میں نہ تھی؟"

سلطان: ٹھیک کہتے ہو، ——— لیکن ایک ترک، دشمن کا آلہ کار بن جائے ایک مسلمان مسلمان حکومت کا تختہ الٹنے کی سازش کرے، یہ بات ماننے پر ہمارا دل تیار نہیں ہوتا۔

خلیل پاشا: بجا ارشاد ہوا،

سلطان: اگر اُودرخاں یہاں ہوتا اور اس نے بغاوت کی ہوتی، تختِ حکومت حاصل کرنے کے لئے سازش کا جال پھیلایا ہوتا، اقتدار و اختیار کی باگ ہاتھ میں لینے کے لئے مسلح شورش کا انتظام کیا ہوتا، تو نہ ہمیں حیرت ہوتی نہ زیادہ افسوس ہوتا۔

خلیل پاشا: سلطان عالم پناہ، میں یہ عرض کرنا چاہتا ———

سلطان: اگر اس نے یہ کیا ہوتا تو اس کے معنی یہ ہوتے کہ ہماری جگہ وہ تختِ حکومت پر قابض ہو جاتا، جس طرح ہم کسی کے غلام اور محکوم نہیں ہیں وہ بھی کسی کا ذلیل اور زیردست نہ ہوتا، آزادانہ اور خود مختارانہ طور پر حکومت کرتا۔ جس طرح دشمن ہمارے نام سے کانپتے اور لرزتے ہیں، اس کے نام سے بھی کانپتے اور لرزتے جس طرح ہم نے حق کے دشمنوں، معاہدہ شکنوں، باغیوں اور سرکشوں کی سرکوبی کی ہے، وہ بھی کرتا ———

خلیل پاشا: سلطان عالی شان ———

سلطان: لیکن اگر وہ قسطنطین کی فوجوں کے ساتھ آیا۔ تو اس کا زبردست بن کر آئے گا۔ پھر دولتِ عثمانیہ آزاد اور خود مختار نہ رہے گی، قسطنطنیہ کی باجگزار بن جائے گی، ہم یہ سوچ کر حیران ہوتے ہیں کیا کوئی ترک، اتنا خود غرض بھی ہو سکتا ہے کہ ملت کے مصالح کا دشمنوں سے سودا کرے؟ کیا ایک مسلمان اتنا پست بھی ہو سکتا ہے کہ اسلام کے بدترین دشمنوں کے ہاتھوں میں کھلونا بن جائے۔

خلیل پاشا: لیکن اس وقت تو صورت حال یہی ہے، سلطان عالی شان،

(۲)

کچھ کام نہیں بنتا بے جرأتِ رندانہ

قسطنطین کے سفرا ابھی واپس نہیں گئے تھے کہ ایک نیا حادثہ رونما ہوا۔
اس گفتگو کے دوسرے دن سلطان نے خلیل پاشا کو صلاح و مشورہ کے ...
طلب کیا۔ خلیل پاشا نے وہ تمام گفتگو دہرا دی جو اس کے اور سفیر قسطنطین کے ما بین ...
تھی، سلطان غور اور توجہ سے اس کی باتیں سنتا رہا، پھر گویا ہوا،

" اس کے معنی یہ ہیں کہ قسطنطین جنگ کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے!"

خلیل پاشا نے دست بستہ عرض کیا۔

" بظاہر تو ایسا ہی معلوم ہوتا ہے سلطانِ عالی شان!"

سلطان نے فیصلہ کن لہجہ میں فرمایا،

" تو پھر ہمیں ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہنا چاہیئے!"

خلیل پاشا: وہ تو خیر ہم تو تیار ہیں — کسی وقت بھی ایسے موقع پرست ...
اور پیمان شکن دشمنوں سے ہم غافل نہیں ہو سکتے۔

سلطان: لیکن حیرت یہ ہے کہ اورخان نے بھی قسطنطنیہ کا آلۂ کار بننا ...
کر لیا؟"

خلیل پاشا: سلطان عالی شان اس میں حیرت کی کیا بات ہے! اگر وہ سلطنت ...
عثمانیہ کے لئے خطرہ نہ ہوتا تو اسے ایک غیر ملک میں نظر بند کیوں کیا جاتا؟ اگر ...

سلطان: (ایک عزم کے ساتھ) البانیہ اور ٹرانٹو (اٹلی) میں!
خلیل پاشا: (اور زیادہ متحیر ہوکر) کیا فرمایا، البانیہ اور ٹرانٹو میں؟
سلطان: (مسکراتے ہوئے) ہاں خلیل پاشا وہیں،
خلیل پاشا: (ذرا تذبذب کے ساتھ) لیکن ـــ
سلطان: لیکن ویکن کچھ نہیں، ہم جو کہتے ہیں، وہی ہوگا،
خلیل پاشا: بے شک وہی ہوگا، لیکن غلام اس مہم کا سبب معلوم کرسکتا ہے؟
سلطان: ہاں ضرور ـــ البانیہ میں اسکندر بک نے علمِ بغاوت بلند کر رکھا ہے اور ٹرانٹو کی فتح اس لیے ضروری ہے کہ جمہوریہ وینس کی درخواست پر ہم نے اس سے صلح کی تھی اور وہ تمام مراعات جو وینس کو بازنطینیہ شہنشاہوں کے زمانہ میں حاصل تھیں اسے عطا کر دی تھیں، لیکن اسکندر بک کی سرکشی نے وینس کے اندر بھی مقابلہ کا حوصلہ اور ولولہ پیدا کر دیا ہے۔
خلیل پاشا: لیکن یہ اطلاع ـــ
سلطان: یہ اطلاع ہمارے خاص الخاص آدمیوں نے رات ہی کو ہم تک پہنچائی ہے ـــ
خلیل پاشا: لیکن جب تک البانیہ نہ فتح ہو جائے، وینس پر کسی طرح حملہ کیا جاسکتا ہے؟ پھر اس کی بحری طاقت بھی بہت مضبوط ہے۔
سلطان: یہ ہم جانتے ہیں ـــ ہمارا یہ فیصلہ یہ ہے کہ چند روز کے اندر اندر البانیہ فتح کر لیا جائے، اور پھر وینس پر چڑھائی کر دی جائے۔ بے شک وینس کو اپنی بحری طاقت پر ناز ہے بلکہ غرور ہے اور ہمیں یہ غرور توڑنا ہے۔ اس کی سرکشی کی سزا دینی ہے۔ جب تک بحر ایڈریاٹک اور بحر ایجین پر کامل تسلطہ نہ ہو جائے اس وقت تک بلقانی ریاستوں پر ہمارا قبضہ نہیں ہو سکتا۔ اب تک ہم اس لئے خاموش تھے کہ اپنی طرف سے عہد شکنی نہیں کرنا چاہتے تھے، لیکن اب چونکہ خود وینس نے پیمان شکنی کی ہے لہذا ہم بڑے اطمینان سے اسے سزا دے سکتے ہیں اور البانیہ اور

سلطان: ہاں اس وقت صورت حال یہی ہے، لیکن ہماری تلوار اس صورتِ احوال کو بدل دے گی ـــــ ضرور بدل دے گی"

خلیل پاشا: بے شک، بے شک، سلطان والاتبار بے شک ایسا ہی ہوگا. جس تلوار نے بڑے بڑے طاقت ور دشمنوں کے چھکے چھڑا دیئے ہیں۔ اس کے سامنے نہ اوزون حسن ٹھہر سکتا ہے، نہ قسطنطین،

سلطان: انشاءاللہ ایسا ہی ہوگا، لیکن اس وقت ہم نے تمہیں ایک اہم غرض سے یاد فرمایا ہے،

خلیل پاشا: غلام ہمہ تن گوش ہے سلطان والاتبار،

سلطان: "پہلے بتاؤ، قسطنطین کے سفر اکب واپس جا رہے ہیں یہاں سے؟"

خلیل پاشا: غالباً ایک ہفتہ کے اندر واپس چلے جائیں گے؟"

سلطان: تو پھر تمہیں ایک کام کرنا ہے۔

خلیل پاشا: غلام بہ جان و دل فریضہ سمجھ کر ارشادِ عالی کی تعمیل کرے گا.

سلطان: ایک تادیبی اور تعزیری مہم، جو ایک بہت بڑی فوج پر مشتمل ہوگی. جلد از جلد ہمارا مطلب یہ ہے کہ ان سفیروں کی روانگی سے پہلے ـــ

خلیل پاشا: قسطنطنیہ روانہ کر دی جائے ـــــ بے شک اس رائے کے صائب ہونے میں شبہ نہیں،

سلطان: نہیں خلیل پاشا، تم غلط سمجھے، تم ہمارے وزیرِ اعظم ہو، لیکن ہماری فطرت اور جبلت کو اب تک نہ سمجھ سکے ـــــ ہم کبھی دشمن پر پہلے حملہ نہیں کرتے ہم کبھی اپنی طرف سے آغازِ جنگ نہیں کرتے، ہم اس وقت تک قسطنطین سے جنگ نہیں کریں گے، جب تک اس کی فوجیں ہماری فصیلِ شہر کے زیرِ سایہ آکر خیمہ زن نہ ہو جائیں۔

خلیل شاہ: (حیرت کے ساتھ) بجا ارشاد ہوا ـــــ لیکن پھر سلطان والا شان یہ تادیبی اور تعزیری مہم کہاں بھیجنا چاہتے ہیں؟"

خلیل پاشا: بجا ارشاد ہوا۔

سلطان: دارالحکومت کی حفاظت اور خدمت کے لئے تمہارا سلطان موجود ہے۔ تم موجود ہو۔ لہٰذا اس کی طرف سے فکر نہ کرو اور یہ بھی یقین کرو کہ اگر ہماری تجویز پر عمل ہوا تو پھر قسطنطین ہرگز ہم پر حملہ نہیں کرے گا، بلکہ ہم خود اس مہم سے فارغ ہونے کے بعد اس پر چڑھائی کریں گے اور ہمارا یہ اقدام بالکل صحیح ہوگا۔ کیونکہ قسطنطین کے سفرائنے درحقیقت یہاں آکر اپنے بادشاہ کی طرف سے اعلانِ جنگ کیا ہے۔

خلیل پاشا: غلام کو یہ تسلیم ہے کہ قسطنطین کے سفرا نے درحقیقت اعلانِ جنگ کر دیا ہے، اور اب اگر ہم پیش قدمی کریں تو اخلاقی اعتبار سے ہم پر کوئی حرف نہیں آسکتا، لیکن سوال یہ ہے کہ یہ کس طرح اندازہ ہوا کہ قسطنطین ہم پر حملہ نہیں کرے گا، جب کہ اس کے سفرا کی گفتگو سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی ہے کہ وہ جلد از جلد اور رخان کو مدعی تاج و تخت دولتِ عثمانیہ بنا کر چڑھائی کرنے کا فیصلہ کر چکا ہے۔

سلطان: ہم نے ابھی تم سے پوچھا تھا کہ قسطنطین کے سفرا کب واپس جا رہے ہیں!

خلیل پاشا: جی ہاں، اور میں نے عرض کیا تھا کہ اندازاً ایک ہفتہ میں واپس چلے جائیں گے، مگر اس سوال کا مطلب؟

سلطان: اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہماری فوجیں ان سفیروں کی موجودگی میں ان کی آنکھوں کے سامنے اس اعلان کے ساتھ روانہ ہوئیں کہ البانیہ، وینس اور ٹرانٹو کی فتح و تسخیر پر مامور ہو کر جا رہی ہیں تو اس کا نفسیاتی اور لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ سفیر مرعوب ہو جائیں گے، یہ خیال کریں گے کہ اگر دولتِ عثمانیہ کمزور ہوتی تو ہرگز ایسے نازک وقت پر کہ قسطنطین کی طرف سے اعلانِ جنگ ہو چکا ہے، اتنی بڑی فوج اس مہم پر روانہ کرنے کی جرأت نہ کرتی، اس مرعوبیت کا نتیجہ یہ ہوگا کہ یہ قسطنطنیہ واپس جا کر اپنے شہنشاہ کو مشورہ دیں گے کہ وہ دولتِ عثمانیہ پر پیش قدمی کر کے ایک بہت بڑا خطرہ مول نہ لے، کم از کم اس قدر جلد نہیں، اگر یہ اقدام کرنا ہی ہے تو زیادہ سے زیادہ تیاری کرنے کے بعد اور قسطنطین یقیناً اس مشورہ کو بہ گوش ہوش

وینس کی تسخیر کے بعد ٹرانٹو کی طرف ہماری فوجوں کو بڑھنا ہے ٹرانٹو اٹلی کا دروازہ ہے جب تک وہ قبضہ میں نہ ہو، ہماری کامیابی نامکمل رہے گی۔

خلیل پاشا: سلطان معظم کے ارشادات یقیناً حق بجانب ہیں، ان کے صحیح اور درست ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں، لیکن کیا جنگی نقطۂ نظر سے یہ مناسب ہوگا کہ ایک بہت بڑا دشمن ہم پر حملہ کرنے کے لئے تیار کھڑا ہے، اسے نظر انداز کر کے ہم اپنی فوج کا بڑا حصہ البانیہ اور وینس اور ٹرانٹو کی فتح کے لئے روانہ کر دیں؟

سلطان: کیا قباحت ہے اس میں ــــ؟

خلیل پاشا: اس طرح ہم کہیں کے نہ رہیں گے،

سلطان: لیکن سبب بھی تو بتاؤ،

خلیل پاشا: دشمن کو جب یہ معلوم ہوگا کہ ہماری قوت بکھر چکی ہے، ہماری فوجیں ایک دوسری اور دُور دراز مہم پر روانہ ہو چکی ہیں، وہ امکانی تعجیل کے ساتھ ہم پر چڑھ دوڑے گا!"

سلطان: (قہقہہ لگاتے ہوئے) نہیں خلیل پاشا ایسا نہیں ہوگا،

خلیل پاشا: اگر سلطان معظم کا یہ ارشاد ہے تو بے شک ایسا نہیں ہوگا،

سلطان: نہیں خلیل پاشا صرف ہماری خاطر سے کوئی بات نہ مانو، خود بھی غور کرو، خود بھی سوچو، خود بھی تمام پہلوؤں پر نظر رکھو، پھر رائے قائم کرو اور اس کے بعد یا تم ہمیں قائل کر دو، ورنہ قائل ہو جاؤ۔

خلیل پاشا: غلام کی سمجھ میں جو کچھ آیا تھا اس نے عرض کر دیا،

سلطان: ابھی تم نے جنگی نقطۂ نظر کا نام لیا تھا،

خلیل پاشا: بیشک غلام نے یہ عرض کیا تھا کہ جنگی نقطہ نظر سے اس وقت البانیہ وینس اور ٹرانٹو پر مہم کا بھیجنا، ہمیں بہت بڑے خطرہ کو دعوت دینا ہے، جس میں کامیابی کے امکان کم اور ناکامی کا اندیشہ زیادہ ہے۔

سلطان: ہاں بظاہر ایسا ہی معلوم ہوتا ہے لیکن دراصل واقعہ یوں نہیں ہے

اب یہ بتاؤ اس مہم کا سالار کسے بنایا جائے؟"

خلیل پاشا: اس خدمت کے لئے غلام اپنے آپ کو پیش کرتا ہے،

سلطان: تمہارے اس جذبہ کو ہم ستائش اور تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں لیکن ابھی ہم کہہ چکے ہیں کہ ہمیں اور تمہیں ہنگامی حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے بہر حال یہیں رہنا ہے۔ بے شک، قسطنطین اب ہم پر حملہ نہیں کرے گا، کم از کم فوراً تو اس کی ہمت نہیں پڑ سکتی، لیکن تصویر کا ایک رخ نہ دیکھنا چاہیے۔ دوسرا رخ بھی پیش نظر رکھنا چاہیئے، اگر تم یہاں نہ ہوئے، یا ہم نے اس مہم کے ساتھ کوچ کیا اور قسطنطین بر فرض محال حملہ کی غرض سے آ ہی گیا تو ہماری رعایا کا حوصلہ جواب دے جائے گا، البتہ ہماری اور تمہاری موجودگی میں ایسا نہیں ہو گا،

خلیل پاشا: بجا ارشاد ہوا ـــــ پھر کسے بھیجا جائے؟

سلطان: تمہارے ذہن میں کوئی نام ہو تو بتاؤ؟

خلیل پاشا: میرے خیال میں سلیم پاشا اس مہم کے لئے زیادہ موزوں رہے گا،

سلطان: انتخاب یقیناً موزوں ہے لیکن اسے ہم روڈس کی مہم پر بھیج چکے ہیں۔ اسے بلا کر اگر یہ نئی ذمہ داری سونپیں تو کافی تاخیر ہو جائے گی اور ہم چاہتے ہیں کہ یہ نئی مہم ان سفرا کے سامنے روانہ ہو،

خلیل پاشا: تو پھر موزوں ترین شخص احمد کدک پاشا ہے، اس کے جنگی کارنامے اس کی عظیم الشان فتوحات اس کی بہترین سفارش ہیں۔

سلطان: (خوش ہو کر) ہمیں تمہاری رائے سے اتفاق ہے۔

خلیل پاشا: بس تو اس کو مہم کی سربراہی سونپ دی جائے گی،

سلطان: بالکل ٹھیک ـــــ لیکن اس بات کا خیال رکھو کہ احمد کدک پاشا جب اپنی فوج لے کر روانہ ہو تو یہ سفیر شروع سے آخر تک اس نظام سے شاد کام ہوں،

خلیل پاشا: (مسکرا کر) "ایسا ہی ہو گا، سلطان معظم!"

سے سنے گا اور اس کی تعمیل کرے گا؟ ـــــ کیا خیال ہے تمہارا؟"

خلیل پاشا کا چہرہ چمک اٹھا، اس نے عرض کیا،

"بے شک ایسا ہو تو سکتا ہے۔"

سلطان نے زور دے کر ارشاد فرمایا۔

"خلیل پاشا یقین کرو ایسا ہی ہو گا ـــــ دشمن کو شمشیر درخشاں سے بھی شکست دی جاتی ہے اسے میدانِ جنگ میں بھی پچھاڑا جاتا ہے، لیکن ایسا بھی ہوتا ہے کہ محض ایک تدبیر دشمن کی شکست کا باعث بن جاتی ہے، ہماری یہ تدبیر کوئی کم نہیں خطرناک ہے، اس تدبیر پر عمل کر کے ہم ایک بہت بڑا خطرہ مول لے رہے ہیں، لیکن جس طرح ہمیں یہ یقین ہے کہ تم اس وقت ہمارے سامنے کھڑے ہو اسی طرح ہمیں اس بات کا بھی یقین ہے کہ یہ تدبیر ناکام نہیں ہو سکتی، کامیاب ہو گی اور ضرور کامیاب ہو گی ـــــ خلیل پاشا، یاد رکھو، خوب اچھی طرح یاد رکھو۔ کچھ کام نہیں بنتا بے جرأتِ رندانہ ـــــ اس وقت جرأتِ رندانہ کی ضرورت ہے اور اسی میں ہماری کامیابی مضمر ہے۔

خلیل پاشا کی سمجھ میں تدبیر آگئی، اس نے کہا۔

بجا ارشاد ہوا سلطان معظم ـــــ غلام کے دل سے تمام شکوک و شبہات دور ہو گئے، ہمیں اسی تدبیر پر عمل کرنا چاہیئے۔

سلطان: ہمیں مسرت ہے کہ تم نے ہماری رائے سے اتفاق کیا ـــــ اور خلیل پاشا یقین کرو، تمہارے اتفاق رائے کے بغیر ہم اپنے فیصلہ پر عمل نہ کرتے۔

خلیل پاشا نے سرِ عقیدت خم کیا اور عرض گزار ہوا۔

غلام سلطان کے اشارہ پر اپنی جان قربان کر دینا سب سے بڑی سعادت سمجھتا ہے۔

سلطان! "ہمیں یقین ہے کہ تم وہی کہتے ہو، جو تمہارا مطلب ہوتا

کو تم سے کوئی تکلیف نہ پہنچنی چاہیئے، تم ان لوگوں کے لئے قہرِ الہٰی بن کر جا رہے ہو، جو عہد و پیماں کو ایک کھیل سمجھتے ہیں، لیکن ان لوگوں کے لئے سراپا رحمت بن جانا، جو امن پسند ہیں، عافیت دوست ہیں، تم لڑنے والے سپاہیوں کو قتل کر سکتے ہو لیکن نہتے اور پر امن شہریوں کو تمہاری شمشیرِ آبدار کی جھلک بھی نظر نہیں آنی چاہیئے۔ بے شک تمہیں حق ہے کہ دشمن کی قوت پارہ پارہ کر دو، اس کے وسائل و ذرائع قبضہ میں کر لو۔ اس کے خزانے لوٹ لو، لیکن خبردار ان چیزوں کو نہ چھیڑنا جو لڑائی میں حصہ نہ لیں۔ ان کو نہ لوٹنا، جو سکون اور خاموشی کی زندگی بسر کر رہے ہوں۔ ان لوگوں کو ہرگز معاف نہ کرو، جو خطا کار، گنہگار ہیں، لیکن جو سرِ تسلیم خم کر دیں ان کے لئے زندگی، عافیت اور آسائش کی نوید اور بشارت لے کر پہنچو ـــــ!

تم نے بہت سی جنگیں سر کی ہیں، یہ جنگ بھی انشاء اللہ سر کر و گے لیکن یاد رہے خدا کی نصرت فرمائیاں اس وقت تک تمہارے ساتھ ہیں جب تک تم اس کے احکام پر عمل کرتے ہو۔ اگر اس جادۂ صواب سے منحرف ہوئے تو تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا، تمہارے ساتھ سامانِ جنگ ہے لیکن بہت زیادہ نہیں۔ تمہارے ساتھ سپاہیوں اور سواروں کی خاصی تعداد ہے لیکن حدِ شمار سے خارج نہیں۔ ممکن ہے تمہیں ایسی قوت سے بالا پڑے، جس کے پاس سامانِ جنگ بہت زیادہ ہو۔ جس کے سپاہیوں اور سواروں کی تعداد شمار سے خارج ہو۔ لیکن تم نے ہمیشہ اس طرح کی جنگیں جیتی ہیں، اب بھی جیتو گے۔

ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین ـــ!

مسلمان نہ دشمن کے کروفر سے مرعوب ہوتا ہے، نہ اس کے سازو سامانِ جنگ، اور اسلحہ سے، نہ اس کی کثرتِ سپاہ اور کثرتِ تعداد سے ان چیزوں

(۳)

مرعوبیت

سلطان اور خلیل پاشا کی اس گفتگو کے تیسرے روز، نہایت تزک و احتشام جاہ و جلال اور شان و شوکت کے ساتھ احمد کدک پاشا کی سالاری میں عساکر شہنشاہی وینس اور ٹرانٹو تسخیر کے لئے روانہ ہوئے۔

اس موقع پر امرائے شہر، اعیانِ سلطنت، وزرائے مملکت، سفرائے دول، اور خود سلطان معظم بنفسِ نفیس تشریف فرما تھے اور فوجوں کی روانگی کا پرشکوہ اور ہیبت ناک منظر دیکھ رہے تھے۔

عساکرِ عثمانی کی روانگی سے پہلے سلطان معظم نے احمد کدک پاشا اور دوسرے افراد فوج کو مخاطب کر کے ایک تقریر دلپذیر ارشاد فرمائی، سلطان نے اپنی تقریر میں کہا۔

"اسلام کے سپاہیو!

تمہیں ایک بلند اور برتر مقصد کے لئے وطن سے دور بھیجا جا رہا ہے۔ تم اس لئے جا رہے ہو کہ حق کا کلمہ بلند کرو۔ اسلام کا بول بالا کرو، بدعہدوں کو سزا دو، پیمان شکنوں کو سبق دو۔ جنہوں نے ہمارے لطف و کرم سے ناجائز فائدہ اٹھایا ہے، انہیں کیفرِ کردار تک پہنچاؤ۔

تمہیں اپنا یہ فریضہ سچائی اور دیانت داری کے ساتھ انجام دینا ہے، تم دشمنوں کی سرکوبی کے لئے جا رہے ہو۔ لیکن بے گناہوں

سفیر فرانس: میں نے سنا ہے آپ ایک طرح کا پیام جنگ لے کر آئے تھے۔ سلطان محمد ثانی کے پاس؟

سفیر قسطنطین: جی ہاں بات تو کچھ ایسی ہی تھی۔

سفیر فرانس: ظاہر ہے مجھے جتنی ہمدردی شاہِ قسطنطین سے ہو سکتی ہے، سلطان محمد سے نہیں ہو سکتی، ہمارے اور آپ کے مابین بہت سی چیزیں مشترک ہیں، قومیت، مذہب، روایات، تاریخ، تقویم، خیالات، جذبات، حیات بہت کچھ اور سلطان سے کسی چیز میں بھی ہم اشتراک کا نہ دعویٰ رکھتے ہیں، نہ کر سکتے ہیں،

سفیر قسطنطین: بے شک، بے شک۔

سفیر فرانس: یہی وجہ ہے کہ میں آپ کی وساطت سے شاہ قسطنطین کی خدمت میں ایک درخواست پیش کرنا چاہتا ہوں۔

سفیر قسطنطین (آمادگی اور مستعدی کے ساتھ) ارشاد فرمائیے، میں پہلی فرصت میں آپ کا پیام بادشاہ سلامت تک پہنچا دوں گا اور مجھے یقین ہے کہ شہنشاہ کا جواب حسب دل خواہ ہوگا، کیونکہ ان کی نظر میں آپ کے بادشاہ سلامت، آپ کی قوم اور آپ کے ملک کی بڑی عزت ہے۔

سفیر فرانس: ہونا ہی چاہیئے۔ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے، یقیناً، ہم دونوں ایک دوسرے کے ہمدم و دمساز اور ہوا خواہ ہیں۔

سفیر قسطنطین: کیا شبہ ہو سکتا ہے اس حقیقت میں،

سفیر فرانس: میں یہ چاہتا ہوں کہ شہنشاہ جلد بازی سے کام نہ لیں انہیں اگر سلطنتِ عثمانیہ پر حملہ کرنا ہے تو ضرور کریں، لیکن اس وقت جب ان کی تیاریاں پورے طور پر مکمل ہو جائیں، پہلا قدم اٹھانے سے پہلے بار بار پیچھے مڑ کر دیکھ لیں اور اس بات کا اطمینان کر لیں کہ اگر پسپائی کا موقع پیش آ گیا تو اس کا امکان ہے یا نہیں؟

سفیر قسطنطین: آپ کا ارشاد تدبر اور معاملہ فہمی پر مبنی ہے، میں اپنے آقا کی خدمت میں اسی جوش و خروش کے ساتھ جس کا اظہار آپ نے فرمایا ہے، آپ کے

سے تو وہ مرعوب ہوتے ہیں، جو زندہ رہنے کی حسرت میں مرتے ہیں، لیکن جو لوگ موت کے استقبال کے لئے بے قرار ہوں۔ جو اپنے رب کی خوشنودی کے لئے جان ہتھیلی پر رکھ کر رزم گاہ میں قدم رکھتے ہوں، وہ کسی چیز سے مرعوب نہیں ہو سکتے اور یقیناً تمہارا شمار انہی لوگوں میں ہے ۔

جاؤ خدا تمہارا حامی و ناصر ہو!"

سلطان کی اس تقریر نے سماں باندھ دیا، ترک سپاہیوں اور افسروں کا کیا ذکر ہر ملکی سفارت تک تصویر حیرت بنے یہ تقریر سن رہے تھے۔

احمد کدک پاشا نے موزوں الفاظ میں سلطان کی اس تقریر کا جواب دیا اور اس کے بعد اپنی فوج گراں لے کر روانہ ہو گیا۔

احمد کدک پاشا کی روانگی کے بعد سلطان اپنی محلسرا میں چلا گیا۔

سلطان نے دشمن کی نفسیات کا جو اندازہ لگایا تھا وہ بالکل ـــــ حرف بحرف صحیح نکلا، اس فوج کی روانگی نے ایک طرف تو رعایا نے شہر میں اطمینان کی لہر پیدا کر دی، اس کا اپنے سلطان اور اپنی قومی طاقت پر اور زیادہ اعتماد مستحکم ہو گیا، دوسری طرف سفرائے ممالک غیر اور سفرائے شاہ قسطنطین میں ایک طرح کی کھلبلی مچ گئی، رات کے کھانے پر فرانس کے سفیر نے قسطنطین کے سفراء کو اپنے ہاں مدعو کیا دوران طعام میں بات اس نئی مہم پر چل نکلی، جو سلطان نے آج ہی البانیہ کی طرف روانہ کی تھی، سفیر فرانس نے کہا۔

ہمارا خیال تھا کہ حکومت عثمانیہ نے سلطان محمد ثانی کے مختصر عہد حکومت میں ترقی اور کافی توانائی حاصل کر لی ہے، لیکن یہ بات تو ہمارے وہم و گمان میں بھی نہ تھی کہ اسے اپنی قوت پر اتنا اعتماد ہے کہ ایسے نازک موقع پر وہ کوئی مہم روانہ کر سکتا ہے،

سفیر قسطنطین بھی فرانس کی حیرت میں برابر کا شریک تھا، اس نے کہا۔

واقعی سخت حیرت ہے۔

ذکرِ حبیب

اودرخاں کی خوشی آج کل حدِ بیاں سے باہر تھی، وہ دل سے دعا کر رہا تھا کہ قسطنطین اور سلطان محمد میں جلد از جلد جنگ شروع ہو جائے، اودرخاں کو قسطنطین سے اچھا سرپرست اور قسطنطین کو اودرخاں سے عمدہ آلۂ کار میسر نہیں آسکتا تھا، اودرخاں کو یقین تھا کہ بہت جلد، سلطنت عثمانیہ اس کے ہاتھ میں ہوگی اور وہ ایک شہنشاہ کی حیثیت سے روشناس ـــ ہوگا، دنیا کے ملوک و سلاطین سے وہ برابری کے ساتھ ملے گا، یہ قسطنطنیہ جو آج اس کا میزبان ہے، کل اس کا یارِ غار بن جائے گا، اور قسطنطین یہ سمجھ رہا تھا کہ اودرخاں کو اس نے تخت پہ ایک مرتبہ بٹھا دیا تو سلطنتِ عثمانیہ اس کی مٹھی میں ہوگی، وہ تمام بازنطینی علاقے جو ترکوں کے قبضے میں ہیں، واپس مل جائیں گے، زندگی بھر اودرخاں اس کا ممنونِ کرم رہے گا، وہ اس سے جو کام چاہے گا لے گا، اور وہ چوں بھی نہیں کر سکے گا۔

یہی سوچ کر قسطنطین نے اودرخاں سے بہت زیادہ خلا ملا بڑھا لیا تھا، پہلے قسطنطین اور شہزادہ اودرخاں میں کبھی شاذ و نادر ہی ملاقات ہو جایا کرتی تھی، اور اب بات یہ تھی، اودرخاں کا زیادہ وقت قصرِ شاہی میں بسر ہوتا تھا، شاہ قسطنطین اس سے دوستانہ طور ملتا تھا، اکثر اپنے محل میں بلا لیتا، گھنٹوں نشست رہتی، بے تکلفانہ باتیں ہوتیں، وعدے وعید ہوتے، قسطنطین اس سے وہی برتاؤ کرتا جو ایک بادشاہ کسی بادشاہ سے کرتا ہے۔

خیالات و تاثرات پیش کر دوں گا۔

سفیر فرانس: اس طرح آپ اپنے ملک کی بہت بڑی خدمت کریں گے اور
نسلیں آپ کی ممنون ہوں گی۔

قسطنطین کا سفیر محسوس کر رہا تھا کہ سفیر فرانس نے جو کچھ کہا ہے۔ وہ حقیقت
ہے، خود وہ بھی ہم سے اب تک یہی بات کئی مرتبہ سوچ رہا تھا، لیکن سوال یہ تھا کہ
جو بہادر ہونے کے ساتھ خود رائے اور خود پسند بھی ہے کیا اپنے فیصلہ پر نظر ثانی
لیے تیار ہو جائے گا۔ وہ سلطان محمد سے جنگ چھیڑنے کا فیصلہ کر چکا ہے اور ایسا
نہیں ہوا کہ اس نے اپنی رائے میں تبدیلی کی ہو، اپنا کیا ہوا فیصلہ واپس لیا ہو۔

بڑی دیر تک ان دونوں سفیروں میں باتیں ہوتی رہیں۔ یوں تو گفتگو بہت
معاملات و وسائل پر ہوئی، لیکن رہ رہ کر اور پھر پھر کر ایک ہی موضوع زیر بحث آ جاتا
یہ کہ سلطان محمد کی فوجی طاقت درحقیقت کتنی ہے؟ یہ ایسا سربستہ راز تھا، جس کی گرہ
بظاہر بہت مشکل نظر آتی تھی۔

بھی نہ کرو گی، کبھی بھولے سے بھی یاد نہیں آئے گا کہ کوئی ہستی ناپا مُدا صوفیہ کی بھی تھی، جو تم سے محبت کیا کرتی تھی، جان و دل سے تمہیں پیار کرتی تھی، تمہیں خوش دیکھ کر خوش ہو جاتی اور افسردہ دیکھ کر خود بخود اس کی آنکھوں میں آنسوؤں کے قطرے موتیوں کی طرح جگ مگ جگ مگ کرنے لگتے تھے۔"

جولیا خفا ہو گئی،

"اب بند بھی کرو گی یہ بکواس یا ——"

صوفیہ نے بڑے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"معاف کر دیں، ملکہ سلامت، غلطی ہو گئی کنیز سے،

یہ الفاظ کچھ ایسی بے ساختگی کے ساتھ صوفیہ کے منہ سے نکلے کہ جولیا کو ہنسی آ گئی، اس نے کہا،

"دیکھو صوفیہ باز آ جاؤ اپنی حرکتوں سے ورنہ مجھ سے بُرا کوئی نہ ہو گا۔" "مجھے یہ باتیں ایک آنکھ نہیں بھاتیں، کیا اس کے علاوہ کوئی اور موضوع تمہارے پاس رہ ہی نہیں گیا ہے؟"

صوفیہ نے بڑی معصومیت کے ساتھ کہا۔

"کیا اس سے بڑھ کر حسین و جمیل کوئی اور موضوع بھی ہو سکتا ہے؟"

جولیا نے آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"ہاں کیوں نہیں، —— جمال پاشا!"

صوفیہ جھینپ گئی، اب اس کے خفا ہونے کی باری تھی۔

"دیکھو جولیا زبان سنبھال کر بات کرو!"

جولیا نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا،

"زبان سنبھال کر بات کروں یا منہ دھو کر؟"

صوفیہ کی سنجیدگی اب تک قائم تھی!

"پھر وہی گستاخی!"

محل میں اس کی آزادانہ آمد ورفت بھی، مجلس طرازیوں میں، ملکہ کیتھرائن بھی شریک ہوتی، اور
بھی، جولیا بھی، قسطنطین کی یہ خواہش بھی کہ وہ اپنے آپ کو اس گھر کا ایک فرد سمجھا دیں کہ
کے لوگ بھی اس کے ساتھ وہی برتاؤ کریں، جو کسی گھر والے کے ساتھ کیا جاتا ہے اور
جولیا کی طرف زیادہ متوجہ تھا، بار بار اسے مخاطب کرتا اور نیاز مندانہ پیرایہ میں اس سے
کیا کرتا، ایسے موقع پر جولیا کی بے بسی قابلِ رحم ہوتی اور صوفیہ کسی طرح بھی اپنا تبسم نہ روک
سکتی اور بعد میں اسے خوب چھیڑتی اور بناتی۔ وہ چڑتی اور خفا ہو جایا کرتی۔

جہاں تک قسطنطین اور ملکہ کیتھرائن کا تعلق تھا۔ دونوں اس بات پر متفق ہو چکے
گرگرادرخاں سلطان محمد کی جگہ بادشاہ بن گیا، اور اس نے ان تمام وعدوں پر عمل کیا جو اس
وقت بڑی فیاضی کے ساتھ کر رہا ہے، تو کوئی حرج نہیں اگر جولیا اس کی شریک
بنادی جائے۔

اس بات کی سن گن کسی طرح صوفیہ کو بھی مل گئی تھی اور وہ اکثر اسے "ملکہ معظمہ" کہہ
کر خطاب کیا کرتی تھی، جولیا کو یہ باتیں مذاق میں بھی ناپسند تھیں، اس کے ماتھے پر بل
جاتے، آنکھوں سے شعلے نکلنے لگتے اور وہ خفا ہو جاتی۔

پھر بڑا مزہ آتا جب صوفیہ اسے مناتی ——— مناتی جاتی اور چھیڑتی جاتی۔

ایک روز اسی طرح صوفیہ اور جولیا میں باتیں ہو رہی تھیں۔ دوران

صوفیہ نے کہا۔

"ہاں بھئی، اس وقت تو دوستی بھی ہے، بہناپا بھی ہے، خلوص کا دعویٰ
ہے۔ چاہت کے ترانے بھی ہیں، لیکن ———

جولیا نے ذرا چڑتے ہوئے کہا۔

"لیکن کیا ——— ؟

صوفیہ بولی،

"لیکن جب تم یہاں سے ملکہ معظمہ بن کر اپنے دارالسلطنت جاؤ گی اور
معظم، اُدرخان تمہیں اپنی رفیقۂ حیات بنا کر لے جائیں گے، تو ہماری طرف

"زگویا جال سے پینگ بڑھ رہے ہیں؟"

بغیر کسی جھجک کے جولیا بولی،

"ہاں، ــــ لیکن صرف تمہارے لئے!"

صوفیہ اُٹھ کھڑی ہوئی،

اور پھر جولیا کی طرف بڑھی، لیکن وہ بادِ نسیم کی طرح اٹھلاتی ہوئی اس کے ہاتھ میں آتے آتے نکل گئی اور دور جاکر کہنے لگی۔

"میں وہی جا رہی ہوں ــــ وہیں!"

اور یہ کہہ کر جانے لگی،

صوفیہ نے دامن پکڑ کر روک لیا اور پوچھا۔

کہاں؟ ــــ کہاں کا قصد ہے سرکار؟

جولیا نے دامن چھڑاتے ہوئے کہا،

اوُرخاں بہت دیر سے آیا ہوا ہے اور شہنشاہ سے سرگرم تکلّم ہے، اس کے ساتھ جمال پاشا بھی آیا ہے، لیکن تمہاری خاطر اوُرخاں کا سامنا کرنے جا رہی ہوں" کہ اس بہانے سے جمال پاشا سے ملاقات ہو جائے گی اور اس سے چپکے سے کہہ دوں گی، جاؤ بلایا ہے!"

صوفیہ نے لپک کر جولیا کا بازو پکڑ لیا،

"کچھ دیوانی ہوئی ہو، میں کیوں بلاتی کسی کو؟" ــــ یہ کیوں نہیں کہہ دیتیں کہ اوُرخاں کے دیدار پر طبیعت مچل رہی ہے، جاؤ، ہم نے کب روکا ہے؟ ہمیں کیا پڑی ہے، کسی کے راستے میں آنے کی!"

جولیا مسکراتی ہوئی گویا ہوئی،

"اچھا یہی سہی، لیکن ہاتھ تو چھوڑو، جانے تو دو!"

صوفیہ نے ہاتھ چھوڑ دیا، جولیا دو قدم آگے بڑھی، پھر گویا ہوئی۔

"میں ارشاد ابھی دو منٹ میں بھیجتی ہوں!"

جولیا نے پیکرِ معصومیت بن کر جواب دیا۔
"تو آخر اس میں شرمانے کی کیا بات ہے؟ محبت کرنا کوئی جرم تو نہیں ہے، گناہ تو نہیں
ہے، یہ تو بڑا لطیف اور پاک جذبہ ہے، فرشتے رشک کرتے ہیں اس پر۔"
صوفیہ جل کر بولی،
"تم پر کرتے تو ہیں۔"
جولیا ہنسنے لگی،
"میں چاہتی ہوں تم پر بھی کرنے لگیں!"
صوفیہ نے اس بھڑکتے ہوئے دلچسپ جملے سے کوئی لطف نہیں لیا،
"ہوگا، چھوڑو یہ باتیں، کچھ کام کی باتیں کرو!"
جولیا کی انگلی دکھتی ہوئی رگ پر پڑ چکی تھی، وہ کیسے خاموش ہو جاتی،
"واہ یہ بھی اچھی رہی کوئی اپنی جان سے جائے اور تم اس کی خبر بھی نہ لو ——
محبوب واقعی اتنے ہی ظالم اور سفاک ہوتے ہیں؟"
صوفیہ نے اور زیادہ چڑتے ہوئے پوچھا،
"کیا کچھ رشوت مل گئی ہے جو زبان رکتی ہی نہیں کسی طرح؟"
جولیا نے تبسم روکتے ہوئے، بظاہر پوری سنجیدگی کے ساتھ کہا،
"نہیں بھائی، قابلِ رحم آدمیوں سے ہم رشوت نہیں لیتے۔"
صوفیہ کو فقرہ سر کرنے کا موقع مل گیا،
"اگر اتنی ہی رحم دل ہو، تو چھوڑو اوڈرخاں کا خیال، ہمارے جمال پر رحم کر
ں کی بن جاؤ!"
وہ اٹھلاتی ہوئی بولی۔"
"اوڈرخاں کا خیال کسے ہے؟ میں تو نفرت کرتی ہوں اس سے، جو اپنی زو
وہ کسی اور کا کیا ہوگا؟"
صوفیہ نے چٹکی لی،

ہیں، لیکن سچ مچ تم اتنی کم ہمت ہو؟ اتنی کم حوصلہ ہو؟

صوفیہ نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا! اوہو، نہیں جولیا میں کم ہمت اور کم حوصلہ نہیں ہوں، لیکن آنکھیں رکھتی ہوں، دماغ رکھتی ہوں، —— صرف دل ہی نہیں ——

جولیا نے اس کے دل میں گھستے ہوئے پوچھا،

"تو تمہاری آنکھیں کیا کہتی ہیں؟ تمہارا دماغ کیا کہتا ہے؟"

وہ ایک سرد آہ کے ساتھ بولی،

"یہ کہ —— خواب تھا، جو کچھ کہ دیکھا جو سُنا افسانہ تھا اور یہ کہ انسان کو اپنی حد سے قدم آگے نہ بڑھانا چاہیئے ——

جولیا نے بے بسی کے عالم میں کہا،

"میں بالکل نہیں سمجھی، تم کیا کہنا چاہتی ہو، تھوڑی سی بے وقوف بھی تو ہوں، ذرا وضاحت کر دو، اپنے قول کی!"

وہ آشفتگی اور سرد مہری کے عالم میں بولی،

"اگر تمہارا کہنا سچ بھی ہوا، یعنی میں جمال پاشا سے محبت کرتی بھی ہوں —— تو کیا یہ پروان چڑھ سکتی ہے؟"

جولیا نے سوال کیا،

"کیوں نہیں چڑھ سکتی؟ جمال پاشا بھی آدمی ہے، تم بھی آدمی ہو۔ وہ بھی خوبصورت ہے، تم بھی حسین و جمیل ہو، وہ بھی بہادر ہے، تم بھی تیغ زن اور تیر انداز ہو، وہ بھی ایک شریف و نجیب خاندان کا فرد ہی ہے، تم بھی ایک اونچے خاندان کی بہار بے خزاں ہو، اس سے اچھا جوڑ کہاں مل سکتا ہے؟" میرا تو خیال ہے کہ یہ جوڑی قدرت نے بنائی ہے؟

جہاں تک جمال پاشا کا تعلق ہے، اس کے بارے میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ وہ تم سے محبت کرتا ہے،

صوفیہ خاموش نہ رہ سکی، بول پڑی،

صوفیہ نے پھر لپک کر اسے پکڑ لیا اور جھنجھوڑتی ہوئی بولی،

" دیکھو جولیا ہوش کی باتیں کرو۔ اگر تم نے زبان بند نہ کی تو میں خفا ہو جاؤں گی!"

جولیا نے بے پرواہی سے کہا،

" خفا ہو جاؤ گی تو ہم منا لیں گے۔ بلتھیں اگر خفا ہونا آتا ہے تو ہمیں منانا بھی آتا ہے۔ آج

تک تو کبھی ایسا ہوا نہیں کہ ہم نے گدگدایا ہو اور تم کھلکھلا کر نہ ہنس پڑی ہو اور تم کو جب

ہنسی آجائے تو غصہ کان دبا کر بھاگ کھڑا ہوتا ہے"

صوفیہ نے دانت پیستے ہوئے کہا،

" لیکن تم مجھے نہیں ہنسا سکتیں ـــــ کسی طرح بھی نہیں"

جولیا نے جواب دیا،

" ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟ ابھی تجربہ ہو جاتا ہے ـــــ ہوشیار، پھر نہ کہنا۔

خبر نہ ہوئی"

یہ کہہ کر جولیا گدگدانے کے ارادہ سے صوفیہ کی طرف بڑھی، وہ مسکراتی ہوئی

ہٹ گئی۔

خبردار! ـــــ دیکھو جولیا زیادہ پریشان نہ کرو، اتنا پریشان نہ کرو

رونا آجائے!

یہ الفاظ کچھ ایسے درد بھرے انداز میں صوفیہ نے کہے کہ جولیا کی ساری شوخی

ہو گئی، اور اس کے پاس آکر بیٹھ گئی اور محبت بھرے لہجہ میں بولی۔

" کیا واقعی تم رونے لگو گی؟"

صوفیہ نے کہا۔

ہاں۔

اور پھر واقعی اس کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں، جولیا اس سے لپٹ گئی،

کہنے لگی،

یہ کیا؟ ـــــ تمہاری ہمت اور حوصلے کو تو لوگ مثال میں پیش کر

(۵)

جمال

اس روز کے حادثہ کے بعد سے کئی بار جمال اور صوفیہ کی جولیا کی موجودگی میں ملاقاتیں ہو چکی تھیں، لیکن ادب اور آداب کے تمام رسومات کے ساتھ، نہ صوفیہ کے باوقار انداز تکلم میں فرق آیا، نہ جمال کے مہذب اور شائستہ اسلوب گفتگو میں، جولیا ضرور کبھی کبھی کوئی بات کہہ اٹھتی، جس سے جمال اور صوفیہ کو ہنسی آجاتی اور فضا پر نشاط و سرور کی کیفیت طاری ہو جاتی۔

محبت نہ سوچ سمجھ کر کی جاتی ہے، نہ پہلے سے پروگرام بنا کر اس خاکے میں رنگ بھرا جاتا ہے، بالعموم پہلی ہی نظر محبت کی نگاہ ثابت ہوتی ہے، فیصلہ کن اور آخری، یہی جمال اور صوفیہ کے ساتھ ہوا، صوفیہ نے جمال کو ایک مرتبہ بھی نہیں دیکھا تھا۔ جمال نے بھی شاید صوفیا کے جمال جہاں آرا کا کبھی نظارہ نہیں کیا تھا۔ اس حادثہ کے باعث دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور فوراً نظریں ہٹا لیں، لیکن یہ پہلی نظر، تیر بن کر دل و جگر کے پار ہو گئی۔ جمال نے اس امیدِ موہوم کو دل سے نکالنا چاہا، لیکن کامیاب نہ ہو گا، صوفیہ نے اس خیال سے جنگ کی لیکن ہار گئی، جمال نے سوچا، جھونپڑی میں رہ کر محلوں کے خواب دیکھنا کون سی دانش مندی ہے۔ صوفیہ نے سوچا ایک دشمن ملک اور دشمن قوم کے فرد سے محبت کے پینگ بڑھانا فہم و دانش سے بعید ہے۔ لیکن یہ سوچنے کے بعد بھی نہ جمال اس خیال سے دستبردار ہو

"یہ کیسے معلوم ہوا؟"
جولیا ہنسنے لگی، پھر ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولی۔
"راز کی باتیں نہیں پوچھا کرتے ـــــ بُری بات ہے"
اتنے میں ایک ساتھ دونوں کی نظر اٹھی ـــــ جمال آ رہا تھا اور بالکل قریب پہنچ چکا تھا!،

بہت کم، شہزادی بھی اپنے آپ کو لئے ہوئے رہتی، اور جمال بھی خاموش اور مؤدب رہتا۔ لیکن جولیا ایک مزاج شناس تھی، —— تاڑنے والے قیامت کی نظر رکھتے ہیں، اس نے بہت جلد محسوس کیا۔ دال میں کچھ کالا ہے چنانچہ ہر ملاقات کے موقع پر وہ ایک نہ ایک بات ایسی ضرور کہہ دیتی، جو پھلجھڑی کا کام دیتی۔ آج بھی جب جمال آیا تو صوفیہ صرف اتنا کہہ کر خاموش ہو گئی۔

"آئیے، تشریف لائیے، بیٹھئے!"

اور یہ کہتے کہتے اس کا رنگ کچھ بدل سا گیا۔ جمال خاموشی سے قریب ہی بیٹھ گیا،

کچھ دیر تک سکوت سا چھایا رہا، آخر جولیا اکتا گئی۔ اس نے بڑی سنجیدگی سے پوچھا،

"ایک بات پوچھوں جمال پاشا آپ سے؟"

جمال نے زیر لب تبسم کے ساتھ جواب دیا،

"شوق سے —— کیا دریافت کرنا چاہتی ہیں آپ؟"

وہ شرارت کی پتلی سنجیدہ بن کر گویا ہوئی۔

"پوچھنا صرف یہ ہے کہ آپ کو بولنا اتنا کم کیوں آتا ہے؟ —— یا تو مشق چھوٹ گئی ہے یا سرے سے مشق ہی نہیں ہے بولنے کی؟"

صوفیہ نے تیور چڑھا کر ڈانٹا،

"کیوں بک بک کئے جا رہی ہو، خاموش بیٹھا نہیں جاتا؟"

وہ ایک انداز خاص کے ساتھ بولی،

"لیکن میرے خاموش ہو جانے سے فائدہ ہی کیا ہو گا، یہ تو بولنے سے رہے!"

صوفیہ: تم بولنے کا موقع بھی دو کسی کو۔

جولیا: اچھا جمال پاشا بولئے۔

جمال: میں اپنا حق آپ کو دیتا ہوں، آپ کی باتیں بڑی دلچسپ ہوتی ہیں،

سکا، نہ صوفیہ !

دونوں کو ملنے کا، ایک عرصہ تک موقع نہیں ملا، کبھی یوں ہی جھلک سی نظر
آجاتی۔ کبھی کبھی ادو خان کی قسطنطین کے محل میں دعوت ہوتی تو جمال محمود بھی، بڑے
عام طور پر جمال پاشا کہتے آجاتا اور ایسے مواقع پر اکثر صوفیہ بھی موجود ہوتی، لیکن نہ کوئی بات
چیت ہوتی، نہ نگاہوں کا تبادلہ ہوتا نہ اس کا موقع تھا، نہ جرأت، لیکن پھر بھی
حالت یہ تھی کہ:-

دل سے تری نگاہ جگر تک اُتر گئی
دونوں کو اک نظر میں رضامند کر گئی

ادھر کچھ عرصہ سے ادو خاں کی آمد و رفت قسطنطین کے محل میں بہت زیادہ
بڑھ گئی تھی، بظاہر وہ یونان کے شاہ خاندان کا ایک رکن معلوم ہوتا تھا۔ قسطنطین
اس کی ملکہ اور افرادِ خاندان جوش و خروش کے ساتھ پیشوائی کرتے تھے۔ اس کی برائی
عظمت اور استحقاقِ سلطنت کی قصیدہ خوانی کیا کرتے تھے ادو خاں کے ساتھ جمال پاشا
بھی آیا کرتا تھا، اس کے ساتھ بھی بہت زیادہ خلوص اور یگانگت کا برتاؤ کیا جاتا تو
کیونکہ ادو خاں کو جمال کی شجاعت اور دلیری پر ناز تھا، اسے یقین تھا کہ اگر سلطان
محمد سے جنگ چھڑی تو یہ جمال سالارِ عساکر ہوگا۔ چنانچہ ادو خاں ہر وقت اس کی
تواضع میں لگا رہتا تھا، اور شاہ قسطنطین کو خود بھی اس کی شجاعت، بھلمناہٹ
اور شرافت و عالی ظرفی کا، صوفیہ کو بچانے کے سلسلہ میں تجربہ ہو چکا تھا اس لئے
وہ بھی اس کے ساتھ بہت زیادہ مشفقانہ اور سرپرستانہ سلوک کرتا رہتا تھا
یہی کیفیت ملکہ کیتھرائن کی تھی،

اس حسنِ اتفاق نے کچھ ایسی فضا پیدا کر دی تھی کہ جمال کی آمد و رفت پر بھی
کوئی پابندی نہ رہی۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ صوفیہ سے ملاقات اور گفتگو کا موقع
مل جاتا، کبھی کنجِ چمن میں، کبھی صحنِ گلشن میں، کبھی باسفورس کے کنارے، کبھی
کے کسی دیوانِ زرنگار میں، ایسے موقع پر دونوں میں بات چیت بھی ہوتی،

جولیا: یہ کیوں جناب؟

جمال: میں نے اُن پہ کوئی احسان نہیں کیا تھا،

جولیا: پھر کس پر کیا تھا؟

جمال: کسی پر نہیں ——— وہ میرا فرض تھا، شہزادی کو بچانے میں اگر میری جان بھی کام آجاتی تو مجھے فخر ہوتا،

جولیا: اوہو یہ بات ہے ——— پھر آپ کی خیریت اب صوفیہ سے معلوم ہوجایا کرے گی۔

صوفیہ: (مصنوعی برہمی سے) میں کہتی ہوں چُپ رہو تم جولیا۔

جولیا: مجھے چُپ کرانے سے فائدہ کیا، ان حضرات کی زبان بندی کرو تو ایک بات بھی ہے۔ یہ تو نہ جانے کیا کیا اگلے دے رہے ہیں،

جمال: (شرمندہ ہوکر صوفیہ سے مخاطب ہوتے ہوئے) اگر دانستہ میرے منہ سے کوئی نامناسب بات نکل گئی ہو تو میں معذرت خواہ ہوں،

صوفیہ: آپ کے منہ سے کوئی ایسی بات نہیں نکلی، آپ ایسے آدمی ہی نہیں ہیں جو نامناسب بات کہے، آپ تو ———

جولیا: انسانیت کا نمونہ ہیں، شرافت کا پیکر ہیں ——— بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری،

صوفیہ: (ہنستے ہوئے) جولیا مجھے غصہ نہ دلاؤ۔

جولیا: (جمال پاشا سے) ہٹ جائیے سامنے سے واقعی ان کا غصہ بڑا خراب ہے اور جو شخص ان کے سامنے بیٹھا ہوتا ہے اس کی تو شامت ہی آجاتی ہے ———

جمال: مجھے منظور ہے۔

جولیا: یہ منظور ہے کہ آپ کی شامت آجائے؟

جمال: جی ہاں، ——— لیکن آپ کے ہاتھوں نہیں،

کم از کم مجھے تو بڑا لطف آتا ہے!

جولیا (صوفیہ سے) سن لیا؟ کیا آپ اب بھی خاموش رہنے کی تاکید کر دیں گی۔ اچھا جمال پاشا کیسی باتیں کروں؟ میرا مطلب یہ ہے کہ کس طرح کی باتوں سے آپ لطف لیتے ہیں؟ کس طرح کی باتیں پسند کرتے ہیں آپ؟"

جمال: اس تفصیل پر تو میں نے غور نہیں کیا، بس آپ باتیں کرتی جائیے، سنتا رہوں گا!

جولیا: بہت اچھا — کیسے مزاج کیسا ہے؟

جمال: الحمدللہ اچھا ہوں،

جولیا: موسم کیسا۔؟

جمال: جیسا آپ دیکھ رہی ہیں — بے انتہا خوشگوار،

جولیا: آپ کے ہونے والے شہنشاہ اردو خاں کیسا ہے؟

جمال: اس سوال کا جواب تو مجھ سے زیادہ آپ کو معلوم ہونا چاہیئے۔

یہ بات جمال نے کچھ ایسی بے ساختگی سے کہی کہ صوفیہ کھلکھلا کر ہنس پڑی۔ اور جولیا جھینپ گئی۔ صوفیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"اب بولو کچھ — ہو گئی تر کی تمام؟"

جولیا نے جواب دیا۔

"ایک ترک کے سامنے بھی ترکی نہ تمام ہو گی؟"

جمال: نہیں صاحب! میرا مقصد خدانخواستہ آپ کی ترکی تمام کرنا تھا۔ آپ جو چاہیں کہیں، میں کوئی مداخلت نہیں کروں گا!

جولیا: شکریہ اس احسان کا — ایک احسان اس دن آپ نے صوفیہ پر کیا تھا۔ دوسرا احسان آج مجھ پر کیا ہے۔ ہم دونوں آپ کے شکر گزار ہیں۔

جمال: شہزادی کا ذکر بیچ میں نہ لائیے۔

جولیا: نام لوں گی تو جمال پاشا خفا ہو جائیں گے۔
جمال: بیسہ ہی خفگی کی آپ پروا نہ کریں۔ کیونکہ مجھے یقین ہے، وہ
چمر ممرا تو بہر حال نہیں ہو سکتا۔
جولیا: لیکن آپ کے آقائے ولی نعمت کا تو ہے!
صوفیہ کو ہنسی آگئی،
"بڑی شریر ہو جولیا، وہ شہزادہ اورخاں تو ابھی آئے ہیں۔ تھوڑی دیر
ہوئی"۔
جولیانے سوکھا منہ سا کر کہا،
"ہاں، لیکن تیسری مرتبہ ـــــ دو دفعہ اس سے پہلے بھی آچکے ہیں"!
جمال: بڑی کڑی نگرانی کرتی ہیں آپ ہمارے شہزادے کی!"
جولیا: ہاں ہم دونوں میں سے کوئی ایک ضرور کسی دوسرے کی شدید نگرانی
کرتا ہے۔
صوفیہ: یہ تو بڑا پیچیدہ معاملہ ہوتا جارہا ہے۔ پھر اب کیا ہوگا؟
جولیا: ہوگا کیا! آئندہ سے جمال پاشا کے شہزادے کو دیکھ کر آنکھیں موند
لیا کروں گی، قصہ ختم، پھر وہ اپنا منحوس چہرہ دکھاتے پھریں ساری دنیا کو میری بیزار سے!
جمال: ترکیب تو اچھی ہے،
صوفیہ: ہاں لیکن ایک قباحت ہے۔ اس حرکت کو توہین پر مبنی قرار دے کر
خفا نہ ہو جائیں کہیں۔
جولیا: دیوڑک خفا ہو کر کیا کریں گے؟
صوفیہ: نہیں بھئی یہ نہ کہو اشہنشاہ کو ان کی خاطر بہت عزیز ہے۔
جولیا: تو شہنشاہ ان کی خوب خاطر مدارات کریں۔ میں نے کب روکا ہے۔
صوفیہ: اب اتنی بھولی بھی نہ بنو، جیسے انہیں کچھ معلوم ہی نہیں۔
جمال: جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے۔

صوفیہ پھر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور کہنے لگی،

"مجھے تم پر ترس آ رہا ہے جولیا، آج صبح نہ جانے کس کا منہ دیکھ کر اٹھی تھیں کر
ہزار داستان ہونے کے باوجود بات بات پر مات کھا رہی ہو۔"

جولیا: مجھے فخر ہے اس پر،

صوفیہ: فخر؟ — کس بات پر؟ حاضر جوابی میں اپنی شکست پر؟

جولیا: ہاں اس پر بھی — اور اس سے زیادہ اس بات پر کہ میں نے
ایک بے زبان کو گویائی عطا کر دی — اس حریف بے زبان کی تیز گفتار
بھی دیکھو، یہ میری طفیل ہے کہ جمال پاشا نے بولنا سیکھ لیا۔

جمال، واقعی یہ آپ کا بہت بڑا احسان ہے، مجھے اعتراف ہے اس
شکریہ قبول کیجئے ناچیز کا۔

جولیا: جی شکریہ تو شہزادی صوفیہ کا ادا کرو،

صوفیہ: پھر میرا نام بیچ میں آیا؟

جولیا، ہاں — لیکن کتنے موقع سے آیا، جیسے انگشتری میں نگینہ
صوفیہ کیا یہ تمہارا کمال نہیں ہے کہ جمال پاشا یہاں رونق افروز ہیں، او
مجھے صلواتیں سنا رہے ہیں؟

صوفیہ: (ہنستے ہوئے) خفا ہو گئیں؟ — کوئی مذاق میں بھی
خفا ہوتا ہے؟

جولیا: اگر خفا بھی ہوں تو ہمیں منانے والا کون ہے؟

صوفیہ: ہم جو بیٹھے ہیں۔

جولیا: ان باتوں میں کیا رکھا ہے؟ — واقعی آج صبح صبح
نے ایک منحوس چہرہ دیکھا تھا، یہ اسی کا اثر ہے کہ پہلے تم سناتی رہیں اور
سہی کسر جمال پاشا نے پوری کر دی، اچھا بھئی ستا لو جتنا جی چاہے۔

صوفیہ: لیکن کس کا منحوس چہرہ صبح صبح تم نے دیکھا تھا؟

غازی اور شہید

جویا کی چھیڑ چھاڑ اور جمال کی حاضر جوابی نے فضا کا رنگ بدل دیا۔ یہ لوگ نشاط و مسرت کا پیکر نظر آنے لگے، صوفیہ بھی خلافِ معمول آج بے حد خوش تھی۔ آج پہلی مرتبہ اتنی دیر تک اسے جمال پاشا کے پاس بیٹھنے، اس کی باتیں سننے، اور اس سے باتیں کرنے کا موقع ملا تھا۔ وہ اس موقعہ کی تلاش میں تھی۔ پہلے دن جب اس نے جمال کو دیکھا تھا، اسی دن یہ آرزو سینہ میں مچل رہی تھی کہ وہ گھڑی آئے کہ جمال سامنے بیٹھا ہوا اپنی کہہ رہا ہو، اس کی سن رہا ہو، آج قسمت نے یہ نادر موقعہ دیا تھا۔ اس کا مسرت کا اندازہ لگانا مشکل تھا۔

تھوڑی دیر کے بعد جمال جانے کے لئے اٹھا، اس نے کہا۔

"اب اجازت چاہتا ہوں" صوفیہ نے بے بسی کے ساتھ اسے دیکھا اور بولی۔

"جارہے ہیں آپ؟"

جمال نے جواب دیا۔

"جی ہاں —— اب جانا ہی چاہیئے، کافی وقت ضائع کیا میں نے آپ کا"

جولیا، صوفیہ کی کیفیت بھانپ گئی تھی، وہ اس کے رازِ دردِ دل سے واقف تھی اگرچہ صوفیہ نے اب تک اعترافِ محبت نہیں کیا تھا۔ لیکن اس نے کیوپڈ کا تیر چلتے

صوفیہ نے ایک قہقہہ لگایا۔

"آخر کیوں نہ ہو، محرمِ اسرار جو ٹھہرے آپ!"

جمال: ایسا نہ کہیئے، ورنہ اگر مجھے دیکھ کر بھی شہزادی جولیا نے آنکھیں موند لیں کر دیں تو۔

جولیا: (جھلا کر) آپ خودکشی کریں گے؟"

جمال: (سنجیدگی سے) کم از کم جو کام کر سکتا ہوں وہ یہی ہے۔

صوفیہ اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی، جولیا کے ہونٹوں پر بھی تبسم رقص کرنے لگا۔

جولیا: تم سچ میں نہ بولو، جب تمہارا ہاتھ دیکھ کر تمہارے عقدے کھولوں، تب بوں، حالانکہ تب بالکل نہیں بول سکوں گی۔

جمال: آپ عقدے بھی کھولتی ہیں،

جولیا: یہی تو کھولتی ہوں،

جمال: پھر تو ڈر لگنے لگا ہے آپ سے، ——— معاف کیجئے میں نہیں دکھاتا ہاتھ۔

جولیا: (مسکراتے ہوئے) ڈر گئے؟

جمال: ہاں صاحب مجھے اقرار ہے۔

جولیا: بس ایک عقدہ تو حل ہو گیا، اسی وقت، آپ نے ڈر جانے کا اقرار کر لیا۔ اور ڈرتا بھی وہی ہے، جو بزدل ہو یا جس کے دل میں چور ہو۔ اس کی گواہی تو میں دے سکتی ہوں کہ آپ بزدل نہیں ہیں، لہٰذا ثابت ہو گیا کہ آپ کے دل میں چور ہے!

جمال: اس طرح تو آپ نے اپنے عقدے کھولنا شروع کر دیئے۔

جولیا: وہ بھی کھل جائیں گے پہلے اپنی خبر لیجئے۔

صوفیہ: چھوڑیئے اس جولیا کو یہ تو ایسی ہی بے سر و پا باتیں کیا کرتی ہے۔

جولیا: ہاں صاحب ہمیں چھوڑیئے، شہزادی صوفیہ سے باتیں کیجئے،

صوفیہ: (جمال پاشا سے) آپ کو اپنا وطن بھی یاد آتا ہے؟

جمال: بہت زیادہ، ہر وقت، وہاں کے میدان، وہاں کی وادیاں، وہاں کے موسم، وہاں کے لوگ، وہاں کی فضا کیا چیز یاد نہیں آتی،

صوفیہ: کتنے دن ہو گئے آپ کو یہاں آئے ہوئے،

جمال: دو سال ہو گئے،

جولیا: تو پھر آپ چند روز کے لئے ہو کیوں نہیں آتے ——— آپ کے والد زندہ ہیں؟

جمال: (افسردگی کے ساتھ) جی نہیں وہ ایک جنگ میں شہید ہو گئے ——— !

دیکھ لیا تھا، اسے رحم آگیا صوفیہ پر، اس نے جمال سے پوچھا،

"کیا کوئی ضروری کام ہے؟"

جمال نے جواب دیا،

"نہیں کوئی خاص کام نہیں"

جولیا: پھر کیوں بھاگے جا رہے آپ؟

جمال، لیکن یہاں بھی کب تک بیٹھا رہوں؟

جولیا: جب تک ہم بیٹھے ہیں،

جمال: نہیں، میں شہزادی کے سکون میں خلل انداز نہیں ہونا چاہتا اِ
سے بیٹھا ہوں، اب وہ اکتا گئی ہوں گی۔

صوفیہ: (زیر لب تبسم کے ساتھ) آپ دلوں کا حال بھی جانتے ہیں؟

جولیا: کم از کم تمہارے دل کا حال تو جانتے ہیں؟

جمال: نہیں شہزادی جولیا، میں تو اپنے دل کا حال بھی نہیں جانتا،

جولیا: لیکن میں دونوں کے دل کا حال جانتی ہوں۔

جمال: پھر تو آپ بڑی صاحب کمال ہیں۔

جولیا: تو کیا اس میں شبہ بھی ہے کچھ؟ —— جو چاہے پوچھئے
کیسا جواب دیتی ہوں۔

جمال: بات تو جب ہے کہ بغیر پوچھے آپ بتا دیں،

جولیا: یہ بھی ہو سکتا ہے، —— لائیے ہاتھ بڑھائیے ادھر

جمال: ہاتھ دیکھ کر کیا —— ہوگا؟

جولیا: اسی میں تو سب کچھ لکھا ہوتا ہے، پڑھ دوں گی فرفر —
حال، مستقبل، اور مستقبل کا بھی مستقبل۔ آئینہ ہو جائے گا، آخر آپ
ہیں مجھے،

صوفیہ: پرلے درجہ کی جھوٹی،

نہیں جاتی، جب تک آخری اور قطعی فیصلہ نہ ہو جائے۔

جولیا: (لرز کر) میں تو جنگ کے نام سے کانپ جاتی ہوں، یہ جنگ جو لوگ بڑے ظالم اور سفاک ہوتے ہیں، ان کے سینہ میں دل کی جگہ پتھر ہوتا ہے یہ نہ بچوں پر رحم کریں، نہ عورتوں پر، نہ بوڑھوں پر، نہ بیماروں پر، میں نے ہونیاڈے کی خونریزیاں اور خون آشامیاں دیکھی ہیں، بہت دن ہو گئے اس واقعہ کو لیکن اب بھی جب یاد آتے ہیں وہ جگر خراش اور لرزہ خیز حوادث تو سر سے پاؤں تک کانپ جاتی ہوں۔ اس کم بخت کو تو طرح طرح کی ہولناک اذیتیں دے کر لوگوں کی جان لینے میں مزا آتا تھا، فرید پاشا اور ان کے لڑکے کا قتل میرے سامنے ہوا تھا۔ —— آہ!

جمال: (خوں بار اور شعلہ ریز آنکھوں سے) وہ میرے والد تھے!

صوفیہ اور جولیا یک وقت چیخ پڑیں، صوفیہ نے کانپتی ہوئی آواز سے پوچھا۔

"وہ آپ کے والد تھے؟"

جمال پاشا نے لرزتے ہوئے لہجہ میں جواب دیا،

"جی ہاں، وہ میرے والد تھے۔" جولیا نے پوچھا،

"اور وہ نوجوان لڑکا —— جمال نے بتایا،

وہ میرا بھائی تھا۔

جولیا: ہاں یاد آیا، آپ کی صورت اس سے بہت ملتی ہے۔

صوفیہ: تمہیں کیا ضرورت تھی ایسے دل خراش حادثہ کی یاد تازہ کرنے کی، جمال پاشا کو تم نے ناحق اتنا صدمہ پہنچایا ہے اس وقت،

جمال نے استقلال و عزیمت کے ساتھ کہا،

نہیں شہزادی صاحبہ، یہ حادثہ یاد دلانے سے نہیں یاد آیا، مجھے یاد ہے اور یاد رہے گا، مجھے خوشی ہے کہ اس باپ کا بیٹا ہوں جو اسلام کے لئے ذبح ہو گیا، مجھے فخر ہے کہ اس شخص کا بھائی ہوں، جس نے اپنی قوم پر جان دے دی، میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے بھی اپنے باپ اور بھائی کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

جولیا: شہید کسے کہتے ہیں۔

جمال: ہمارا عقیدہ ہے کہ جنگ صرف رضائے الٰہی کے لیئے کرنی چاہیئے، لڑائی میں جو زندہ بچ جاتا ہے۔ وہ غازی کہلاتا ہے، جو کام آجاتا ہے اسے شہید کہتے ہیں، جو غازی ہوتا ہے وہ ساری قوم کا محبوب بن جاتا ہے، جو مرتبہ شہادت پر فائز ہوتا ہے، وہ جنت میں جاتا اور انعام الٰہی سے سرفراز ہوتا ہے۔

جولیا: میں سمجھ گئی —— اور والدہ —؟

جمال: الحمد للہ! زندہ ہیں۔

جولیا: کوئی بھائی بھی ہے؟

جمال: جی ہاں دو،

جولیا: وہ والدہ کے پاس ہوں گے؟

جمال: جی نہیں، وہ سلطان کی فوج میں علی اعہدوں پر فائز ہیں اور جہاد کرتے رہتے ہیں۔

جولیا: پھر تو آپ کا خاندان بڑا لڑاکا ہے۔

جمال: (مسکراتے ہوئے) جی ہاں ہے تو —— لیکن اپنے لئے نہیں، دولت کے لیئے نہیں، جاہ و منزلت کے لیئے بھی نہیں،

جولیا: پھر کس لیئے؟

جمال: صرف رضائے الٰہی کے لیئے،

جولیا: تو کیا آپ کا خدا بھی لڑائی کو پسند کرتا ہے؟

جمال: ہرگز نہیں —— وہ تو صلح و سلام کا حکم دیتا ہے۔

جولیا: پھر آپ لوگ جس سے لڑتے ہیں پھر لڑتے کیوں رہتے ہیں۔

جمال: ہم اس سے لڑتے ہیں جو ہم سے لڑنا چاہتے ہیں، ہم کبھی جنگ نہیں کرتے، ہم جنگ کو ٹالنے کی پوری کوشش کرتے ہیں لیکن جب وہ ہم پر مسلط ہو جائے تو بے شک ہماری تلوار میان سے باہر نکل آتی ہے اور اس وقت تک

جولیا: یہ کیوں؟

جمال: اس لئے کہ انہیں یقین ہے کہ ان کی خطا ہم معاف کر دیں گے!"

جولیا: واہ بھئی آپ تو بڑے اچھے آدمی نکلے!"

جمال: میں تو بہت بُرا آدمی ہوں، لیکن جس مذہب کا نام لیوا ہوں، اس کے بہتر اور برتر ہونے میں شبہ نہیں،

جولیا: معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے۔

صوفیہ: تو پھر مسلمان کیوں نہیں ہو جاتی،

جولیا: سوچ تو رہی ہوں،

صوفیہ: جمال پاشا آپ جولیا کو مسلمان کریں گے؟

جمال: مسلمان کسی کو کیا نہیں جاتا، جو چاہے ہو جائے۔ یہ تو بندے اور خدا کا معاملہ ہے۔

جولیا: ہم نے تو سنا ہے مسلمان جبراً دوسروں کو اپنے مذہب میں داخل کر لیتے ہیں۔

جمال: غلط سنا ہے ـــــ دوسروں کے متعلق تو یہ صحیح ہے۔ لیکن مسلمان ایسا کبھی نہیں کرتے۔

جولیا: (مسکراتے ہوئے) اپنے منہ میاں مٹھو نہ بنئے۔

جمال: (زیرِ لب تبسم کے ساتھ) یہ اپنے منہ میاں مٹھو بننے کا سوال نہیں، یہ ایک ایسی برہنہ حقیقت ہے جس کا ہر وقت اور ہر شخص مشاہدہ کر سکتا ہے۔

جولیا: وہ کس طرح؟ ـــــ یہ بھی بتا دیں ذرا،

جمال: ترک ایشیائے کوچک سے اٹھے اور یورپ میں آ گئے، ان کا یہ آنا اس طرح نہیں ہوا کہ ایک گھر سے سامان اٹھا کر دوسرے گھر میں رکھ دیا، وہ فاتح اور کشور کشا کی حیثیت سے آئے انہوں نے شہر فتح کئے، ریاستیں فتح کیں ان کی تلوار چمکی اور ایک عرصہ سے چمک رہی ہے، کتنے نئے مقامات ہیں جو ان کے زیرِ نگیں آ چکے ہیں۔ لیکن کیا ان کے مفتوحات کے تمام لوگ مسلمان بنا لئے گئے"؟

جولیا: ہاں یہ تو نہیں سنا۔

جولیا: (سہم کر) کیا آپ بھی شہید ہونا چاہتے ہیں؟

جمال: یہ سب سے بڑی سعادت ہے، جس کی آرزو کر سکتا ہوں،

صوفیہ: ایک خاندان میں دو شہید کافی ہیں، آپ غازی بنیں گے،

ان الفاظ میں مہر و التفات کا ایک سمندر موجزن تھا، جمال بہت متاثر ہوا

نے کچھ کہنا چاہا، لیکن کہہ نہ سکا، جولیا نے سوال کیا۔

"لیکن جنگ کے میدان میں آپ لوگ بھی اتنے ہی سفاک بن جاتے ہوں گے

ہونا پڑے تھا، جنگ آخر جنگ جو ٹھہری"

جمال نے جواب میں کہا،

"نہیں شہزادی صاحبہ ایسا نہیں ہے، ہمارے مذہب نے بعض حالات میں

قتال و جہاد کی اجازت دی ہے، لیکن قدم قدم پہ پابندیاں بھی عائد کر دی ہیں۔

جولیا، پوچھے بغیر نہ رہ سکی،

"پابندیاں کیسی؟"

جمال نے پوچھا،

"میدانِ جنگ میں ہماری تلوار دشمن کے سر پر چمکتی ہے اور اس کا سر تن

جدا کر دیتی ہے۔ لیکن ہم کسی عورت پر ہاتھ نہیں اٹھا سکتے، کسی بچہ کو قتل نہیں

کسی بیمار اور ضعیف کی جان نہیں لے سکتے، دشمن کے مذہبی پیشواؤں کو گا

جو جوان اور تندرست آدمی شریکِ جنگ نہ ہو، یا ہتھیار ڈال دے، اس سے نہ

ہیں، نہ اس کی جان لے سکتے ہیں۔ اور اگر ایسا کریں تو بجائے اس کے کہ انعام الٰی

ہوں، گنہگار ہوں گے، ہمارا سلطان بھی ہمیں سزا دے گا، اور ہمارا خدا بھی ہمیں

گا، یہی وجہ ہے کہ ہم اپنے بدترین دشمن پر بھی ظلم نہیں کر سکتے، یہی وجہ ہے کہ

بدترین دشمن بھی ہماری شرافت، عالی ظرفی اور رواداری کے قائل ہیں، یہی و

جن لوگوں کو ہم معاف کر دیتے ہیں وہ بار بار سرکشی کرتے، بغاوت کرتے اور

ہوتے ہیں۔

جولیا: شاباش — کیوں نہ آپ شہزادی صاحبہ کے وزیرِ اعظم بن جائیں۔

جمال: میں تو شہزادی صاحبہ کا ادنیٰ چاکر بھی اگر بن سکوں تو اپنے لئے باعثِ فخر و مباہات سمجھوں گا!

جولیا: تو جائیے ہم نے آپ کو وزیرِ اعظم کا منصب بخش دیا۔

جمال: شکریہ اس بندہ نوازی کا — لیکن شہزادی صاحبہ تو خاموش ہیں!؟

جولیا: الخاموشی نیم رضا!

ایک مشترک قہقہہ بلند ہوا، اور سب زور زور سے ہنسنے لگے!

صوفیہ: اگر ایسا ہوتا، تو کہیں بات چھپی رہ سکتی تھی؟

جمال: ہمارے مفتوحہ مقامات میں عیسائی بھی رہتے ہیں، یہودی بھی بستے ہیں، انہیں پوری مذہبی آزادی حاصل ہے۔ ان کے کلیسا آزاد ہیں، ان کے گرجا آزاد ہیں، ان کے پادری، راہب، اسقف آزاد ہیں اپنے شخصی معاملات یعنی نکاح، طلاق، وراثت وغیرہ میں یہ اتنے آزاد ہیں کہ ہماری حکومت کے حاکم ان کا فیصلہ نہیں کرتے۔

صوفیہ: پھر کون کرتا ہے؟

جمال: یہ لوگ خود، ان کے مذہبی سردار اور جو فیصلہ یہ کر دیتے ہیں، اسے ہماری حکومت تسلیم کر کے نافذ کر دیتی ہے، کبھی اس پر کسی طرح کا اعتراض نہیں کرتی!"

صوفیہ: ہاں ٹھیک ہے، یہ بات نہ ہوتی تو ترک اتنی ترقی کیوں کرتے؟ خود ہمارے شہنشاہ کہہ رہے تھے کہ سردیا اور بلقان کی ریاستوں کے عیسائی اپنے ہم مذہب فرمانرواؤں پر مسلمان حکمرانوں کو ترجیح دیتے ہیں، کیونکہ عیسائی فرمانروا اپنے فرقہ کے علاوہ دوسرے فرقہ کے عیسائیوں پر عرصۂ حیات تنگ کر دیتے ہیں اور مسلمان ان کے مذہبی معاملات میں ذرا بھی دخل نہیں دیتے، چنانچہ سردیا کے عیسائیوں نے کلیسائے روم کا ساتھ نہیں دیا، ترک فاتحین کے لئے شہر کے دروازے کھول دیئے۔

جولیا: ماشاء اللہ، بہت وسیع معلومات ہیں۔ شہزادی صاحبہ کی ترکوں کے بارے میں!

صوفیہ! (جھینپ کر) واہ

جمال: تو اس میں حرج کیا ہے، شہزادی صاحبہ، ایک بہت بڑے بادشاہ کی بیٹی ہیں، ایک بہت بڑے ملک کی شہزادی ہیں، انہیں جس طرح امورِ حکومت رموزِ مملکت سے واقف ہونا چاہیئے، اسی طرح دنیا کے احوال و واقعات پر بھی نظر رکھنی چاہیئے۔ ان کی ذمہ داریوں کا تقاضہ یہی ہے۔

لہ تاریخ خلافت عثمانیہ

جولیا تم تو واقعی بہت بڑی فنکارہ ہو،

جولیا نے اعتراف میں گردن کو جنبش دیتے ہوئے کہا۔

"اس میں کیا شک ہے؟ —— فن کار نہ ہوتی، تو زندگی کاٹنا مشکل ہو جاتی۔ ایک عورت صرف فنکار ہی بن کر زندہ رہ سکتی ہے، ورنہ زندگی کے دامن میں اس کے لئے سوا الجھنوں، حسرتوں اور ناکامیوں کے رکھا کیا ہے؟ وہ پیدا ہونے کے بعد سے مرنے وقت تک، دوسروں کے لئے زندہ رہتی ہے۔ دوسروں کے اشاروں پر چلتی ہے، دوسروں کو خوش رکھنے کے لئے خود روتی ہے، تڑپتی ہے اور —— اور ایک دن مر جاتی ہے"۔

اب جولیا کے انداز تکلم میں بناوٹ نہ تھی، شوخی طبعی نہ تھی، سنجیدگی تھی، ایک عجیب قسم کی افسردگی تھی۔

صوفیہ نے یہ کیفیت دیکھی تو سوال کیا۔

"یکایک کیا ہو گیا تمہیں؟ ابھی تو بڑی خوش تھیں!"

جولیا نے اسی افسردہ اور مضمحل لہجہ میں جواب دیا۔

"کچھ نہیں صوفیہ ——"

اور یہ کہتے کہتے اس کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں، صوفیہ اس کی کیفیت دیکھ کر تڑپ گئی۔ وہ بیقرار ہو کر ضد کرتی ہوئی گویا ہوتی،

"نہیں جولیا، تمہیں بتانا پڑے گا، ورنہ ہم خفا ہو جائیں گے تم سے!"

پھر جیسے یکایک اسے کچھ یاد آ گیا، اس نے سوال کیا۔

"تم اس بات پر تو غمگین نہیں ہو کہ بادشاہ سلامت، شہزادہ اور خاں سے تمہاری نسبت کرنا چاہ رہے ہیں؟"

جولیا نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور بولی۔

"فرض کر دا ایسا ہی ہے پھر؟ کچھ کر سکو گی تم؟

صوفیہ نے پہلو بدلتے ہوئے کہا،

سوز و ساز

جولیا نے اٹھلاتے ہوئے، بڑے ناز و انداز سے سوال کیا۔

" تو ہاں نئے وزیر اعظم صاحب اب آپ کا پروگرام کیا ہے؟"

جمال نے ایک دل فریب تبسم کے ساتھ جواب دیا،

" پروگرام تو بادشاہ بناتے ہیں، وزیر اعظم تعمیل کرتا ہے، ـــــ ملکہ معظم (صوفیہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) سے پوچھئے!"

صوفیہ کھلکھلا کر ہنس پڑی،

" یہ تو بڑا اچھا ناٹک ہو رہا ہے۔"

جولیا ایک فلسفی کی طرح، فکر کی شکنیں ماتھے پر ڈال کر گویا ہوئی،

" ناٹک ـــــ یہ ساری زندگی ایک ناٹک ہی تو ہے، یہ دنیا کا اسٹیج آدم کے وقت سے شروع ہوا ہے، اور قیامت تک جاری رہے گا، پردے گرتے رہیں گے، سین بدلتے رہیں گے، افراد و اشخاص منظر اور پس منظر میں آتے جاتے رہیں گے، لیکن ناٹک برابر جاری رہے گا ـــــ (ذرا جوش کے ساتھ) وقت کم ہے زندگی بہت مختصر ہے، پس آؤ اس ناٹک میں ہم اپنا پارٹ جس قدر جلد اور جتنا بہتر ادا کر سکتے ہیں کر لیں، کیونکہ ـــــ گیا وقت پھر ہاتھ آتا نہیں!"

اس اداکاری پر صوفیہ ہنستے ہنستے بے حال ہو گئی، کہنے لگی۔

پورا اندازہ کر لیا، وہ کہنے لگا۔

" اصولی طور پر مجھے آپ کی یہ بات ماننے میں کوئی تامل نہیں کہ عورت کی ذات سرا سر ایثار و خدمت ہے اور اس سلسلہ میں وہ اپنا جواب نہیں رکھتی۔ لیکن یہ بات میری سمجھ میں کسی طرح نہیں آسکتی کہ اس وقت جو مسئلہ در پیش ہے، اس میں آپ مایوس اور مجبور کیوں ہیں؟"

صوفیہ نے جولیا کی طرف سے جواب دیا۔

" اس لئے کہ وہ مسئلہ جولیا سے پوچھے بغیر طے کیا جا رہا ہے۔"

جمال نے تیوری چڑھا کر کہا،

" کیا یہ انکار نہیں کر سکتیں؟" جولیا ہنسنے لگی، اور صوفیہ سے مخاطب ہوتی ہوئی بولی،

" سن لیا تم نے صوفیہ، سنئے افلاطون کی رائے، بھئی یہ وزیر اعظم رہنے کے قابل نہیں ہیں، برخاست کر دو فوراً،

صوفیہ ہنستی ہوئی کہنے لگی۔

" تم ہی نے مقرر کیا تھا، تم ہی برخاست بھی کرو،

جولیا ذرا دیر تک گردن جھکائے کچھ سوچتی رہی۔

" کر دیا برخاست ——— جمال پاشا اب آپ وزیر اعظم نہیں رہے۔ چند ہی منٹ میں بھر پایا، اگر چند روز بھی اس عہدے پر آپ قائم رہ جاتے تو نہ جانے کیا کیا گل کھلاتے،

جمال اس بے ساختہ مکالمہ پر اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔

" اس عنایت کا بہت بہت شکریہ کہ آپ نے اپنی غلطی محسوس کر لی۔ اصل میں جو فیصلہ جلدی میں کیا جاتا ہے، وہ اتنا ہی بودا ہوتا ہے ——— اب میں وزیر اعظم کی حیثیت سے نہیں، ایک انسان کی حیثیت سے سوال کرتا ہوں کہ آپ انکار کیوں نہیں کر سکتیں؟"

"بہت مشکل ہے جولیا، ـــــ واقعی تم نے ابھی سچ ہی کہا تھا عورت
دوسروں کے لئے زندہ رہتی ہے، دیکھنے میں ہم سب کچھ ہیں، کیا کچھ ہمارے پاس
نہیں ہے؟ اچھے سے اچھا کھانا، عمدہ سے عمدہ لباس، قیمتی سے قیمتی زیور
ایک اشارہ پر غلاموں، باندیوں، نوکروں اور خادم و حشم کے پرے کے پرے
کو تیار ہیں، لیکن، ـــــ

پھر آگے وہ کچھ کہہ نہ سکی خود اس کا گلابی رنگ زرد ہو گیا، اس کی آنکھوں میں
آنسو کے قطرے چمکنے لگے، جولیا کھسک کر اور اس کے قریب آ گئی، اور محبت بھرے
لہجہ میں بولی،

"کیوں ہم نہ کہتے تھے؟ ـــــ جولیا اور صوفیہ، بلکہ ہر عورت، صرف ایک
کٹھ پتلی ہے وہ اپنی رائے سے، اپنے ارادے سے، کچھ نہیں کر سکتی، اسے دوسروں
کا تابع بن کر زندہ رہنا ہے۔ جس طرح جولیا اور خال کو سونپ دی جا سکتی ہے
طرح ایک دن صوفیہ بھی کسی کو بخش دی جائے گی، اس سونپنے اور بخش دینے
میں، جولیا اور صوفیہ کی رائے اور مرضی کو کوئی دخل نہیں، ذرہ برابر بھی نہیں، کہیں
مملکت کا تقاضا کار فرما ہو گا، کہیں سیاسیاتِ ملی کی مصلحت ہمیشہ سے یوں ہی
آیا ہے اور ہمیشہ یوں ہی ہوتا رہے گا!

جمال پاشا اب تک خاموش بیٹھا ان دونوں کی باتیں سن رہا تھا اب
نہ رہ سکا، اس نے کہا۔

"آخر آپ اس قدر مایوس اور مجبور کیوں ہیں؟"

جولیا کی خوش طبعی پھر ابھرنے لگی تھی۔ اس نے شوخ نظروں سے جمال کی طرف
اور گویا ہوئی۔

جنابِ نئے وزیرِ اعظم صاحب ـــــ ہم مایوس اس لئے ہیں کہ امید
دل کے گھروندے میں جھانک بھی نہیں سکتی اور مجبور اس لئے ہیں کہ مجبور ہیں
پھر وہ ہنس پڑی، لیکن اس ہنسی میں کتنا دکھ بھرا ہوا تھا۔ جمال نے

بھی اپنے سربراہ خاندان، باپ، بھائی، چچا وغیرہ سے انکار کر سکتی ہے کہ میں فلاں شخص سے شادی نہیں کروں گی، اگر بجری انکار کے باوجود قتل ہو کر رہے گی، تو بلاشبہ عورت بھی انکار کے باوجود اقرار پر مجبور کر دی جائے گی!"

جولیا پھر بول پڑی۔

"کتنی عمدہ تقریر کی ہے، صوفیہ تم نے، — سمجھے جمال پاشا کچھ پلے پڑا؟"

جمال نے بے بسی کے ساتھ انکار میں گردن ہلائی،

"نہیں، — بالکل نہیں!"

جولیا اور صوفیہ دونوں ہنسنے لگیں، لیکن جمال ہار ماننے والا نہ تھا۔ اس نے صوفیہ سے کہا۔

"آپ کو ہنستا دیکھ کر مجھے خوشی ہوتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے ساتھ ساری کائنات ہنس رہی ہے، خوش ہو رہی ہے، میرا جی چاہتا ہے آپ اسی طرح ہنستی رہیں اور آپ کے ساتھ!"

جولیا دفعتاً بول پڑی،

جمال پاشا یہ آپ کو کیا ہو گیا ہے، چُپ تھے تو اس طرح جیسے بولنا ہی نہیں جانتے، بولنے پر آئے تو بلبل ہزار داستان کی طرح چہکنے لگے، یا تو ہوں ہاں کے سوا کچھ جانتے ہی نہ تھے یا فرہاد اور مجنوں کی طرح داستانِ دل شروع کر دی۔

جمال جھینپ گیا، صوفیہ کا چہرہ شرم سے سُرخ ہو گیا، دفعتہً جمال نے خاموشی اختیار کی اور معذرت آمیز لہجہ میں صوفیہ سے گویا ہوا۔

"میں معافی چاہتا ہوں، نہ جانے میرے منہ سے کیا نکل گیا!"

قبل اس کے کہ صوفیہ کچھ کہے، جولیا بول پڑی۔

"واقعی جمال پاشا، یا تو آپ بے انتہا بھولے انسان ہیں، یا پھر نہایت ہوشیار میں کہتی ہوں، سب کچھ تو کہہ گئے آپ اور فرما رہے ہیں کہ نہ جانے میرے منہ سے کیا نکل گیا ہے۔ جمال پاشا آپ کے منہ سے وہ نکلا ہے کہ اس کی معمولی سے معمولی سزا یہ

جولیا کھلکھلا کر ہنس پڑی، اس نے جمال پاشا کو جواب دینے کے بجائے
صوفیہ کو مخاطب کیا۔

"آج تو یہ بری طرح فیل ہو رہے ہیں، کیا ہو گیا ہے انہیں؟"

صوفیہ نے بے تعلقی کے ساتھ مسکراتے ہوئے کہا۔

"پوچھ لو سامنے تو بیٹھے ہیں۔"

جولیا: جمال سے مخاطب ہوئی،

"بتائیے بھئی کیا ہو گیا ہے آپ کو؟ کیا آپ کو انسان سمجھ لینا بھی میری غلطی ہے؟
وزیر اعظم تو نہیں رہے آپ، لیکن کیا انسانیت سے بھی دستبردار ہو جانے کا ارادہ ہے؟"

بڑی سادگی اور معصومیت کے ساتھ جمال پاشا نے کہا۔

"خدا آپ کو سلامت رکھے دیکھئے کس کس چیز سے دستبردار ہونا پڑتا ہے"

صوفیہ ہنسنے لگی، پھر اس نے سنجیدہ لہجہ میں کہا،

جمال پاشا۔ "آپ بڑے اچھے اور بڑے بہادر آدمی ہیں۔ لیکن بھولے بھی
بہت زیادہ ہیں۔"

جولیا نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"اتنے بھولے کہ ترس بھی آتا ہے۔ اور پیار بھی ——

صوفیہ نے جھڑکا۔

"بک بک مت کرو جولیا (جمال سے مخاطب ہو کر کہا) دیکھئے تو سہی، اگر جولیا
انکار کر دے تو اس کا نتیجہ کیا ہو گا؟"

جمال پاشا نے پوچھا،

"کیا ہو گا؟ آپ ہی بتلائیے،"

صوفیہ نے بتایا۔

"نتیجہ یہ ہو گا کہ اسے بہ جبر بالادست قوت کے سامنے سر جھکانا پڑے گا، ...
بکری قصائی کے سامنے انکار کر سکتی ہے کہ میں قتل نہیں ہونا چاہتی، تو ایک عورت

اب تک معلوم نہ ہو سکا،

صوفیہ نے راہ سمجھائی،

"جمال پاشا آپ یہ کہہ رہے تھے کہ جولیا اگر چاہے تو انکار کر سکتی ہے اور ہم یہ کہہ رہے تھے کہ ایسا نہیں ہو سکتا، کچھ اس لئے کہ عورت مجبور ہوتی ہے اور کچھ اس لئے کہ جولیا خود بھی آپ کے شہزادہ اورخاں سے محبت کرنے لگی ہے۔

جولیا نے جل کر کہا،

"واہ بڑی کہیں کی آئیں، تم خود کیوں نہیں محبت کرنے لگتیں شہزادہ صاحب سے ــــ"

جمال کو گفتگو پھر شروع کرنے کا موقعہ مل گیا، وہ ہنستا ہوا بولا۔

"اگر یہ خود شہزادہ کو چاہتی ہیں تو بات ہی دوسری ہے، ورنہ ــــ

جولیا کو جیسے مایوسی کے اندھیرے میں امید کی روشنی نظر آگئی، اس نے پوچھا،

"ورنہ؟ ــــ ورنہ آپ کیا کریں گے؟"

جمال پاشا نے نہایت اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ کہا،

میں آپ کو اس مصیبت سے نجات دلا سکتا ہوں،

جولیا کے افسردہ چہرے پر رونق آگئی، اس نے بے یقینی کے لہجہ میں کہا۔

"بس باتیں بنانا تو کوئی آپ سے سیکھ لے!"

صوفیہ نے محبت بھری نظروں سے جولیا کو دیکھتے ہوئے کہا،

"اسے تم پھر سے زندہ ہو گئیں ــــ جمال پاشا رحم کیجئے، اس غریب پر بتا دیں "ورنہ" آپ کیا کریں گے، یا کس طرح اس کی جان بچالیں گے؟"

جمال پاشا نے ذرا استغنا اور بے نیازی کے ساتھ جواب دیا۔

"شہزادی صاحبہ! یہ تو ٹھیک نہیں ہے، مدعی سست گواہ چست، آپ تو پوچھے جا رہی ہیں، لیکن شہزادی جولیا کو دریافت کرنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتیں۔

ہوسکتی ہے کہ پہلے آپ کی زبان کاٹی جائے، پھر گردن، زیادہ سے زیادہ رعایت
کی جاسکتی ہے وہ یہ ہے کہ پہلے گردن کاٹ لی جائے، پھر زبان،

جمال نے ایک تاثر کے لہجہ میں کہا،

" اگر شہزادی صاحبہ کا فیصلہ بھی یہی ہے، تو میں خود اپنی گردن کاٹ کر
دوں گا ان کے قدموں پر!"

صوفیہ نے جولیا کو ڈانٹا،

" چپ رہو، بیوقوف کہیں کی!"

پھر جمال سے مخاطب ہوئی،

" کہیئے آپ کیا کہہ رہے تھے، یہ تو پگلی ہے اچھی خاصی، آپ کو چھیڑ رہی
ہے خواہ مخواہ ——

میں کہتی ہوں کیوں پریشان ہو رہے ہیں آپ؟ کوئی بات بھی آپ
نے ایسی نہیں کہی۔ جس کیلئے معافی و پشیمانی اور پریشانی کی ضرورت
ہو، ——"

جولیا پھر خاموش نہ رہ سکی۔

" ہاں، وہ امرت رس میں ڈوبے ہوئے بول، پھر کہیئے، کہے جائیے
لطف آرہا ہے۔ ہماری شہزادی کو، ہاں صاحب تو آپ کا جی چاہتا
ہے۔ شہزادی صوفیہ اسی طرح ہنستی رہیں اور ان کے ساتھ —— جی
اور ان کے ساتھ؟

جمال پھر جھینپ گیا، اس نے کہا،

" میرا مطلب یہ تھا کہ درحقیقت آپ کو غلط فہمی ہوئی، ورنہ میرا مطلب
تھا میرا مطلب صرف یہ تھا کہ ——

جولیا ہنستے ہنستے بے حال ہوگئی،

" صاحب میں اپنی غلط فہمی تسلیم کرتی ہوں، لیکن آپ کا مطلب کیا

طرف سے آگ برابر لگی ہوئی۔ اب یہ غلط فہمی رفع ہو گئی۔ اب میرا کارنامہ دیکھ لیجئے گا۔"

جولیا کو اب تک پورے طور پر یقین نہیں آیا تھا، وہ بولی،

"دیکھ لیں گے، تب ہی یقین کریں گے —— خالی خولی باتوں پر ہم ایمان لانے سے رہے؟"

صوفیہ نے مداخلت کی،

"جمال پاشا اگر یہ کام آپ کر دیں تو میں بہت مشکور ہوں گی آپ کی۔"

جمال نے اطمینان دلایا،

"بالکل فکر نہ کیجئے، سمجھ لیجئے کام ہو گیا!"

صوفیہ نے جولیا سے پوچھا۔

"کہو اب تو ہو گئیں خوش؟ اب بوجھ اُترا دل کا؟"

جولیا کی بے یقینی اب تک قائم تھی، وہ روٹھے ہوئے انداز میں بولی،

"اپنی طرح سب کو نہ سمجھا کرو، خود کتنی خوش ہو، سمجھتی ہو ہر شخص قہقہے لگانے پر مجبور ہے۔"

جمال نے جواب کانی بے تکلف ہو چلا تھا، کہا،

"اگر کسی کا جی رونے ہی پر مچلا ہوا ہے، تو دوسری بات ہے، ورنہ بات ہنسنے اور قہقہے لگانے کی تھی،

جولیا نے چڑتے ہوئے کہا۔

تو کس نے منع کیا ہے؟ خوب ہنسیئے، خوب قہقہے لگائیے!" —— اور واقعی آپ سے زیادہ ہنسنے اور قہقہے لگانے کا اور حق بھی کسے ہے، ہاں ذرا، ایک مرتبہ پھر صوفیہ سے اسی طرح خالص جذباتی اور سراپا مجنونانہ رنگ میں فرمائے گا ——

"میرا جی چاہتا ہے آپ اسی طرح ہنستی رہیں، اور آپ کے ساتھ —— اور

جولیا نے خفا ہوتے ہوئے کہا،

"پوچھ تو رہی ہوں، اور کیا سر رکھ دوں آپ کے قدموں پر؟"

صوفیہ اور جمال دونوں ہنسنے لگے،

"انہی باتوں نے تو شہزادہ اودرخاں کو گرویدہ بنا رکھا ہے آپ کا!"

جولیا اور زیادہ خفا ہو گئی، وہ اٹھتی ہوئی بولی،

"اچھا آپ لوگ چہلیں کرتے رہیے، میں تو چلی ——"

صوفیہ نے دامن پکڑ کر بٹھا لیا۔

"واہ جاؤ گی کیسے، پہلے سنتی جاؤ جمال پاشا کیا کہتے ہیں؟"

"یہ کیا کہیں گے؟ —— کچھ نہیں کہہ سکتے، کچھ نہیں کر سکتے۔"

جمال پاشا نے تسلی اور دلدہی کے لہجہ میں کہا،

"آپ اتنی ہراساں کیوں ہیں؟ اطمینان رکھیے، آپ کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں ہو سکتی!"

"لیکن کس طرح؟ یہ اطمینان بھی تو کر دیجیے۔"

جمال نے اطمینان سے نشست بدلتے ہوئے کہا۔

"ہمارے شہزادہ صاحب، بڑے من چلے ہیں، بلکہ زیادہ صحیح الفاظ میں دل پھینک قسم کے آدمی ہیں۔ یہ ان کا پہلا عشق نہیں ہے، ان کا کوئی عشق چند ماہ سے زیادہ زندہ نہیں رہتا۔ پھر اپنی موت آپ مر جاتا ہے، کان کے کچے ہیں، بہت جلد بدگمان ہو جاتے ہیں، میں دو چار باتیں ان کے خلاف کر دوں، پھر دیکھ لیجیے گا، وہ خود نہ کترانے لگیں، جب کی بات، ——"

جولیا نے چڑتے ہوئے سوال کیا۔

"پھر اب تک کیوں خاموش تھے آپ؟"

جمال نے ترکی بہ ترکی جواب دیا،

"اس لیے کہ خود آپ بھی خاموش تھیں، میں تو اس مغالطہ میں تھا کہ

آپ کے ساتھ یہ کائنات بھی ہنستی رہے، درخت جھوم جھوم کر قہقہے لگائیں پھول لہرا لہرا کر ہنسیں، دریا، سمندر، پہاڑ، زمین، آسمان ہر چیز ہنسے اور ہنسی ہنستے جائیے، ـــــ کیوں جمال پاشا یہی نا؟"

صوفیہ نے اس کے منہ پہ ہاتھ رکھ دیا۔

"چپ! ـــــ یہ لوگ کون آ رہے ہیں ـــــ؟

ہلچل

زمانہ اور بھی بدلے گا ایک بار ابھی

دوسرے مقامات کو فتح اور خاص طور پر ٹراٹسٹوڈ پر حملہ کرنے اور اسے جیت لینے کے لئے روانہ کی تھیں۔ اس واقعہ نے قسطنطین کو ہراساں کر دیا تھا اور وہ سخت پریشان تھا کہ اب کیا کرے؟ صدرِ اعظم، وزیرِ جنگ اور لاٹ پادری اور ملکہ کیتھرائن کی متفقہ رائے یہ تھی کہ فی الحال ترکی حکومت پر حملہ نہ کیا جائے، حالات کا انتظار کیا جائے اور جب حالات سازگار ہوں پھر ایسی کاری ضرب لگائی جانے کہ دشمن سر نہ اٹھا سکے۔ لیکن جب تک حالات سازگار نہیں ہو جاتے اور جب تک اپنی قوت و طاقت پہ کامل اعتماد نہیں قائم ہو جاتا، اس وقت تک، جنگ اور حملہ کا خیال بھی دل میں نہ لانا چاہیئے۔

قسطنطین نے یہ بات مان لی اور اس کے ساتھ ہی شہزادہ اوورخاں کی وہ آؤ بھگت بھی نہ رہی جو پہلے تھی، اگرچہ ظاہرداری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اس لئے کہ جلد یا بدیر بہرحال اس مہرہ سے کام لینا تھا، اسے آگے بڑھائے بغیر ترکوں کو جیت لینا آسان نہ تھا، ان حالات میں اگر اوورخاں جولیا سے شادی کرنے کی خواہش ظاہر کرتا تو قسطنطین ہرگز منظور نہ کرتا، اچھا ہوا کہ وہ خود ہی پیچھے ہٹ گیا اور وہ بات جو دل ہی دل میں تمام مراحل طے کر چکی تھی، خود ہی ختم ہو گئی۔

ایک روز پھر جمال پاشا، جولیا اور صوفیہ کی بزمِ ناز میں پہنچ گیا۔ گزشتہ چند روز سے بعض معاملات پر گفتگو کرنے کے لئے اوورخاں قصرِ شاہی میں مقیم تھا، جمال بھی باڈی گارڈ کی حیثیت سے یہیں قیام پذیر تھا،

جولیا اور صوفیہ نے حسبِ معمول بڑے تپاک اور گرم جوشی سے جمال کی پذیرائی کی صوفیہ نے کہا،

"جمال پاشا میرا دلی شکریہ قبول کیجئے!"

جمال سمجھ تو گیا، لیکن انجان بن کر پوچھا۔

"شہزادی صاحبہ میرا شکریہ ——— میں نے کون سا ایسا کام کیا کہ آپ شکریہ ادا کر کے مجھے شرمندہ کریں۔

وہ ایک ادائے دل فریب کے ساتھ گویا ہوئی،

نفرت

اور واقعی جمال پاشا نے جو کہا تھا وہ کر دکھایا، دو تین دن کے بعد ہی شہزادہ
کی نظریں بدل گئیں، وہ اب بھی جولیا سے ملتے تھے، باتیں بھی کر لیتے تھے، نظر
تھے اس پر، لیکن وہ پہلی سی بات کہاں؟ ملاقات اب بھی ہوتی تھی، لیکن اجنبیت
لئے ہوئے، باتیں اب بھی ہوتی تھیں، لیکن نہ لگاوٹ، نہ لگاؤ، دیکھتے اب بھی
یہ نگاہیں جام و شراب کے بجائے اب زہر کا پیالہ بن گئی تھیں۔

قسطنطین اور کیتھرائن نے اوردخال کی اس تبدیلی کو کچھ زیادہ اہمیت نہیں
تختِ حکومت حاصل کرنے کے بعد اگر اوردخال جولیا کا خاوند بن جاتا، تو اچھا تھا
ذرا اور زیادہ مضبوط ہو جاتا، لیکن اب وہ منزل جو نہایت آسان نظر آ رہی تھی
دشوار معلوم ہو رہی تھی، اس کے سفراء نے محمد کے پاس سے واپس آ کر جو رپورٹ
وہ کافی تشویش انگیز تھی۔

شہنشاہ قسطنطین کا خیال تھا کہ محمد ایک کمزور نوجوان ہے جسے بخت
نے تختِ حکومت پر بٹھایا ہے، ہر وقت اس کی قوت ختم کی جا سکتی ہے
چھینی جا سکتی ہے، اس کا مقابلہ میں ایک نیا مہرہ بڑھایا جا سکتا ہے۔ لیکن
آ کر جو کیفیت بیان کی تھی، اس نے امید کا قلعہ منہدم کر دیا تھا، قسطنطین کی
ایک طرح کے اعلانِ جنگ کے بعد جس بے پروائی اور استقلال سے اس نے

جمال نے فوراً جواب دیا۔

"جی ہاں ہے تو!"

صوفیہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، جولیا اٹھی اور اس نے آداب بجالاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ قبول فرمائیے ——— دلی شکریہ!"

صوفیہ نے ٹوکا۔

"یوں نہیں سر جھکا کر کھڑی رہو پندرہ منٹ تک!"

جولیا جھلا کر بیٹھ گئی۔

"یہ ناٹک کسی اور سے کرانا!"

صوفیہ نے جمال کو مخاطب کرتے ہوئے کہا،

"جمال پاشا: اگر یہ جولیا آپ کا باقاعدہ شکریہ نہ ادا کرے، تو شہزادہ اور رخال کو پھر اس کی طرف مائل کر دیجئے،

یہ سنتے ہی بجلی کی سی تیزی سے جولیا اٹھی اور ہاتھ جوڑ کر، سر جھکا کر جمال کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"بہت بہت شکریہ جمال پاشا، آپ کی مہربانی کا!"

جمال ہنسنے لگا، صوفیہ نے پوچھا۔

"لیکن آپ نے کون سا منتر پھونکا تھا کہ شہزادہ صاحب کا عشق بتاشے کی طرح بیٹھ گیا؟"

جمال ایک قہقہہ لگاتا ہوا گویا ہوا۔

"یہ نہ پوچھئے، یہ راز کی باتیں ہیں، اگر آپ کو اصرار ہی ہے تو بتا دوں گا، لیکن (جولیا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) ان کے سامنے نہیں،

جولیا بگڑ کر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میرا بیٹھنا اگر آپ حضرات کو اتنا ہی ناگوار ہے تو میں یہ چلی مجھے کون سے لڈو مل جائیں گے، آپ دونوں کے راز و نیاز ہیں!"

" اگر بدتمیزی نہ ہوتی تو میں کہتی کہ اس کارنامہ پر صرف شکریہ ہی کے نہیں انعام کے بھی مستحق ہیں۔"

جمال پاشا نے ادب کے ساتھ، لیکن شوخ لہجہ میں کہا،

" آپ کی طرف سے اگر مجھے کوئی انعام ملے تو اس کا قبول کرنا میرے لئے باعث فخر ہوگا، لیکن یہ اب تک معلوم نہ ہو سکا کہ وہ کون سا کام ہے۔ جس نے آپ کی نظر میں اس درجہ اہمیت حاصل کر لی ہے؟"

جولیا اب تک خاموشی سے دونوں کی باتیں سن رہی تھی۔ اب خاموش نہ رہ سکی، کہنے لگی،

" بن لیجئے ــــ خوب بن لیجئے جی بھر کے!"

صوفیہ نے مسکراتے ہوئے کہا،

" کیا یہ کوئی معمولی کارنامہ ہے کہ آپ نے شہزادہ اور رخاں کو بالکل بدل دیا۔ کل تو وہ عاشقِ باصفا بنے ہوئے تھے، کہاں وہ اب عدوئے جاں نظر آ رہے ہیں۔ بتائیے یہ کارنامہ کس کا ہے؟"

جمال نے ہنستے ہوئے کہا۔

" بے شک یہ کام میرا ہے، لیکن اگر یہ کارنامہ ہے، تو شکریہ آپ کیوں ادا کر رہی ہیں؟"

" ہاں ٹھیک تو ہے بھئی ــــ جولیا شکریہ ادا کرو جمال صاحب کا!"

جولیا اکڑ گئی۔

" بس کافی ہے، ــــ تمہیں میری ترجمانی کا پورا پورا حق حاصل ہے۔"

جمال بھی اپنی ضد پر اڑا رہا۔

" لیکن میں نے کام آپ کا انجام دیا ہے۔"

جولیا نے الجھتے ہوئے سوال کیا،

" تو کیا آپ کو اصرار ہے کہ میں ہی شکریہ ادا کروں؟"

جولیا: واہ بھئی یہ بھی ایک ہی رہی، شرما کر سر جھکا لینا بھی بے غیرتی ہے پھر کیا کرتی آخر؟"

صوفیہ: منہ نوچ لیتیں، خفا ہو جاتیں، بگڑ کر اٹھ آتیں۔

جولیا: جی تو یہی چاہتا تھا، لیکن اس کی اجازت نہ تھی۔

صوفیہ: (ہنستے ہوئے) ہاں میں سمجھی ہیتیں تاکید کی گئی تھی کہ شہزادہ صاحب کی دل شکنی نہ کرنا۔

جولیا: مجھے تاکید کی گئی تھی کہ شہزادہ کی حوصلہ افزائی کرنا۔

صوفیہ: (بہت زیادہ ہنستے ہوئے) تو شرما کر تم حوصلہ افزائی کرتی تھیں؟

جولیا: اور کیا نہیں بھی؟

صوفیہ: اب چھوڑو، یہ تو ماضی کی باتیں ہیں، بتاؤ اب کیسی گزرتی ہے؟ اب وہ کیا کہتے ہیں؟

جولیا: اب؟ —— اب تو وہ مجھے دیکھ کر کچھ نہیں کہتے، میں کہتی ہوں تب بھی ——

صوفیہ: تم کہتی ہو"

جولیا: ابھی کل ہی تو میں نے کہا تھا شہزادہ صاحب آج آپ نے جو لباس پہنا ہے بہت سج رہا ہے آپ پر، ورنہ آپ صرف شہزادے معلوم ہوتے تھے۔ آج تو گلفام معلوم ہو رہے ہیں۔ ——

صوفیہ: پھر تو شادی مرگ کی کیفیت طاری ہو گئی ہو گی بے چارے پر؟

جولیا: توبہ کرو، میرے یہ میٹھے بول سن کر ایسی کڑی نظروں سے گھورا ہے کہ میں ڈر گئی ذرا دیر کے لیے معلوم ہوتا تھا، کھا جائیں گے۔

صوفیہ: لیکن بولے کیا؟

جولیا: کچھ نہیں، اٹھ کر دوسرے کمرہ میں چلے گئے۔

صوفیہ: تو اب تم ان کے پیچھے پیچھے دوڑتی ہو، اور وہ آہوئے رم خوردہ

صوفیہ نے اسے پکڑ لیا۔

"خبردار جو ایک قدم بھی آگے بڑھایا، ورنہ —— دجمال کی طرف خوں خوار نظروں سے دیکھتے ہوئے) یاد رکھو، ہمارے بس میں سب کچھ ہے!"

وہ مجبوری کے ساتھ بیٹھ گئی، جمال پاشا نے پوچھا،

اب شہزادہ صاحب آپ سے کس طرح باتیں کرتے ہیں؟"

صوفیہ جلدی سے بولی۔

پہلے یہ بتاؤ، اس سے پہلے کس طرح کی باتیں کیا کرتے تھے اور اب کس طرح کی باتیں کرتے ہیں، تاکہ موازنہ ہو سکے؟"

جولیا ٹھہری ایک تیز طرار، وہ بھلا کیا جھجکتی۔ کہنے لگی۔

"پہلے جب ملاقات ہوتی تھی تو فرمایا کرتے تھے، شہزادی جولیا، قدرت نے اپنی ساری صنعت گری آپ پر ختم کر دی ہے۔ میں نے بہت سی مہ جبینوں کو دیکھا ہے، لیکن جو کشش، جو تاثیر، جو آن، جو بات آپ میں ہے، وہ کسی میں نہیں آپ کی آنکھوں کے سامنے چشم غزال کوئی حیثیت نہیں رکھتی، آپ کے بال ریشم کے لچھے معلوم ہوتے ہیں، وہ تناسب اعضاء خدا نے بخشا ہے، آپ کو کہ بس۔ جب آپ بات کرتی ہیں، تو ایسا معلوم ہوتا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے ——

صوفیہ ہنسنے لگی۔

"یہ وظیفہ کب تک پڑھتی رہو گی —— ؟"

وہ ایک ادائے جانستان کے ساتھ بولی۔

"میں تو نقل کر رہی ہوں، تین دفعہ "ایسا معلوم ہوتا ہے کہ" کہہ کر بے بسی کے ساتھ گھورنے لگتے تھے!"

صوفیہ: پھر تم کیا جواب دیتی تھیں؟

جولیا: میں شرما کر سر جھکا لیتی تھی۔

صوفیہ: (ہنستے ہوئے) بڑی بے غیرت ہو،

جمال پاشا: اسی لئے کہ حصول تاج و تخت کی منزل اب بہت مشکل نظر آرہی ہے۔ ان مخبروں نے آکر بتایا ہے کہ سلطان کی طاقت بے پناہ ہے۔ ان پر حملہ کرنا، تباہی کو دعوت دینا ہے۔ لہذا اب یہ طے ہوا ہے کہ حملہ اس وقت کیا جائے، جب زیادہ سے زیادہ طاقت مجتمع کر لی جائے، اور اس میں دیر لگے گی اور ہمارے شہزادہ صاحب کی طبع نازک کے لئے انتظار ناقابلِ برداشت ہے۔ جو کام ان کے نزدیک کل ہو سکتا تھا، اب اس میں ہو سکتا ہے کہ کئی سال لگ جائیں۔

صوفیہ: آپ کو شہزادہ صاحب سے ذرا بھی ہمدردی نہیں ہے؟

جمال پاشا: ہے تو ــــــ میں جانتا ہوں، وہ ہمارے سلطان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، وہ اپنے مقاصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے، لہذا ان کی مدد نہیں کر سکتا۔ تو کیا ہمدردی بھی نہ کروں؟"

جولیا اور صوفیہ دونوں ہنسنے لگیں!

کی طرح چوکڑیاں بھرتے ہیں، ہاں بھئی سچ ہے۔ کبھی کے دن بڑے کبھی کی راتیں۔

جولیا: (نہایت سادگی سے) اور کیا یہی سمجھ لو ــــ ایک لطیفہ سنوگی؟

صوفیہ: کیوں نہیں سنیں گے، نیکی اور پوچھ پوچھ،

جولیا: تھوڑی دیر کے بعد، وہ پھر اسی کمرے میں آگئے، جہاں سے بھاگے تھے، میرے جی میں نہ جانے کیا آئی، میں نے ایک جام شراب ــــ جس کی کبھی وہ تعریف کیا کرتے تھے ــــ اپنے ہاتھ سے بھر کر پیش خدمت کیا۔ پہلے تو تلخ نگاہوں سے گھورتے رہے، پھر جام میرے ہاتھ سے لے لیا، لیکن اس طرح جیسے چھینا! لیکن جام ہاتھ میں ہے، دیوار کی طرف دیکھ رہے ہیں، آج پیتے ہیں نہ کل، میں سمجھ گئی، انہیں کچھ دال میں کالا نظر آرہا ہے، چنانچہ چپ چاپ اٹھی اور باہر نکل گئی، لیکن دروازے کی آڑ میں کھڑی ہو کر دیکھنے لگی کہ اب کیا کرتے ہیں، میرے جاتے ہی ایک مرتبہ ادھر ادھر دیکھ کر اطمینان کیا کہ کوئی دیکھ تو نہیں رہا ہے، پھر وہ ساری شراب ایک گلدان میں انڈیل دی اور گلاس پھر اپنی جگہ رکھ دیا ــــ اتنی ہنسی آئی ہے کہ کیا کہوں! کیوں جمال پاشا آپ نے شہزادہ صاحب کو کس طرح اتنا بدظن کر دیا ہے؟

جمال: اگر آپ کہیں تو یہ بدظنی جتنی آسانی سے پیدا کی ہے، اتنی ہی آسانی سے دور بھی کر سکتا ہوں ــــ بتایئے کیا حکم ہے؟"

جولیا: (جھڑکی جی بخشئے)، ــــ اور زیادہ بدظن کر سکتے ہوں تو کر دیجئے میں آپ کا شکر ادا کروں گی!"

صوفیہ: لیکن اس کے علاوہ بھی شہزادہ صاحب آج کل کچھ بجھے بجھے سے رہتے ہیں، معلوم ہوتا ہے کوئی پریشانی ہے۔

جمال: جی ہاں ہے تو ــــ شہنشاہ کے سفراء جب سے واپس آئے ہیں سلطان محمد کی خدمت میں باریاب ہو کر اسی وقت سے کھوئے کھوئے سے رہنے لگے ہیں ہمارے شہزادے صاحب،

صوفیہ: وہی تو پوچھتی ہو کیوں؟

کرالی، رادول اپنے مزاج اور اُفتادِ طبیعت کے لحاظ سے بالکل الگ ہے!

ملکہ کیتھرائن نے مسکراتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

تم تو ہر ایک کے بارے میں اس طرح بات چیت کرتی ہو جیسے اس کی کوئی بات تم سے ڈھکی چھپی نہیں ہے!

جولیا نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔

لیکن میں جھوٹ نہیں بولتی، رادول میں اور ولاد میں کوئی مناسبت ہی نہیں۔ وہ عہد شکن تھا، محسن کش تھا، احسان فراموش تھا، ظالم اور سفاک تھا۔ اس کے برعکس رادول پابندِ عہد ہے، احسان کو یاد رکھتا ہے اور اپنے محسن کے پسینہ پر خون بہانے کو تیار رہتا ہے، رعایا کے ساتھ، کمزوروں کے ساتھ، زیردستوں کے ساتھ اس کا برتاؤ ہمدردانہ، فیاضانہ اور رحیمانہ ہے، محمد نے اس کے ان خصوصیات کا اندازہ کیا — وہ بہت بڑا مردم شناس بھی تو تھا — اور ولاچیا کی حکومت اسے بخش دی اور رادول نے ایک لمحہ کے لئے بھی راہِ وفا سے انحراف نہیں کیا۔ ولاد بار بار معافی مانگتا اور بغاوت کرتا رہتا تھا، رادول نے صرف ایک مرتبہ، وہ بھی اپنی طرف سے نہیں اپنے خون آشام بھائی کی طرف سے معافی مانگی اور پھر زندگی کی آخری سانس تک بغاوت اور سرکشی کا خیال بھی دل میں نہ آنے دیا۔

قسطنطین کو جیسے ہی یہ اطلاع ملی، رادول آ رہا ہے، وہ مسرت سے دیوانہ ہو گیا۔ گویا اسے دل کی مراد مل گئی، اس کا خیال تھا، اگر رادول ساتھ دینے پر تیار ہو جائے تو بہت سی گتھیاں دور ہو سکتی ہیں، سلطان محمد کو اپنے قدیم و جدید مقبوضات کی طرف سے بےفکری حاصل ہو چکی ہے، رادول اگر سرکشی پر اتر آئے تو اس کی دیکھا دیکھی دوسرے مقبوضات میں بھی یہ لہر اٹھے گی، سلطان اس طرف متوجہ ہو جائے گا اور قسطنطنیہ کی فوجیں شہروں اور [illegible] خالی کر کے آگے بڑھائی بڑی دھوم دھام سے ادرنہ کی طرف کوچ کریں گی اور رادول کو راہِ راست پر لانا کیا مشکل ہے، اس کا دل خود ہی مسلمانوں کے خلاف نفرت سے معمور ہوگا، یہ مسلمان وہی تو ہیں جنہوں نے اس کی آزادی چھین لی۔ اب اس کی

مشورے ہو رہے آپس میں

شہنشاہ قسطنطین اس وقت جو کشمکش کے عالم میں گرفتار تھا اس کی کچھ میں نہیں آتا تھا کیا کرے؟ ایک طرف خود اس کے وزیر اعظم، وزیر جنگ اور ملکہ سنظمر کی رائے تھی کہ ادرنہ (پایۂ تخت سلطان محمد) پر حملہ میں توقف کیا جائے، خود وہ سفیر جو قسطنطین کے معتمد اور وفادار تھے، یہ رائے دے رہے تھے کہ جب تک تیاریاں حدِ کمال کو نہ پہنچ جائیں اس وقت تک ادرنہ کا رخ بھی نہ کیا جائے۔ دوسری طرف شہزادہ اودرخان اسے بار بار اکسا رہا تھا اور چونکہ یہ بات اس کی مرضی کے عین مطابق تھی، اس لیے ان وزیروں اور سفیروں سے زیادہ اودرخان کی گفتگو کو اہمیت دیتا تھا، یہی ایک ایسا مشورہ تھا جس میں امید کی کرن نظر آتی تھی۔ ورنہ وزیروں اور سفیروں کی بات چیت میں یاس اور ناامیدی کے سوا کچھ نہ تھا۔

ایک روز وہ اسی فکر میں بیٹھا تھا کہ اطلاع ملی شاہ ولاچیا رادول وارد قسطنطنیہ ہوا چاہتا ہے۔ جولیا یہ خبر سن کر خوش ہو گئی، ملکہ سے کہنے لگی میں اسے جانتی ہوں۔

رادول، ولاچیا کے بدنام اور سفاک فرمانروا VLAD کا بھائی ہے سلطان نے یہ فیصلہ کر کے ولاچیا پر حملہ کیا تھا کہ ولاد کو قتل اور ولاچیا کو تہس نہس کر کے لوٹے گا۔ لیکن ولاد بھاگ گیا، اور اہلِ ولاچیا کی جان بخشی رادول نے سلطان

کر رہے ہیں؟"

کیتھرائن نے جواب دیا،

"میں خود نہیں جانتی ــــ نہ جانے کون سے محل لگے ہیں رادول میں!"

جولیانے عارفانہ انداز میں کہا،

"میں سمجھ گئی ــــ کہیں ایسا تو نہیں ہے شہنشاہ اسے آلۂ کار بنانا چاہتے ہوں؟"

کیتھرائن نے کچھ دیر غرق بحرِ تفکر رہ کر کہا،

"رادول بڑی دور کی کوڑی لائی ہو ــــ ہاں تو ہو سکتا ہے؟ لیکن تیرا ذہن اس طرف کیسے منتقل ہوا؟"

جولیانے مسکراتے ہوئے کہا،

"اس لئے کہ شہزادہ اور دخال بھی تشریف لائے ہیں۔ ان سے ہمارے شہنشاہ سے اس دوران مسلسل راز و نیاز ہوتے رہے ہیں، آپ نے شاید غور نہیں کیا جتنے ہمارے شہنشاہ خوش و خرم نظر آتے ہیں، اس سے کہیں زیادہ شہزادہ اور دخال کے چہرے پر بشاشت چمک رہی ہیں بات بات پر مسکراتے پھرتے ہیں!"

مگر کیتھرائن نے زیرِ لب تبسم کے ساتھ فرمایا،

"ہاں بات لگتی تو ہے دل کو ــــ ہو سکتا ہے کہ ایسا ہی ہو، لیکن ــــ"

جولیانے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

"لیکن ایک بات میری بھی سن لیجئے!"

کیتھرائن سراپا اشتیاق بن کر اس کی طرف دیکھنے لگی۔ جولیانے کہا،

"رادول کو میں جانتی ہوں، آج سے نہیں بچپن سے، ابا مرحوم آپ جانتی ہیں، کتنے بڑے سپاہی تھے۔"

"ہاں کیوں نہیں بھلا انہیں نہ جانوں گی؟"

"وہ ہر اس فوج میں شریک ہو جایا کرتے تھے، جو مسلمانوں سے لڑنے کے لئے نکلی ہو۔

(۳)

گتھی

رادول آیا، اس کی پذیرائی اس شان وشوکت سے ہوئی کہ جیسے کو
فاتح اور کشورکشاہ جہانگیر آیا ہے قسطنطین اور مغرور اور متکبر آدمی تھا
کے لئے دیدہ و دل فرشِ راہ کر رہا تھا، قصرِ شاہی ویسے ہی کیا کم پرشکوہ تھا
کے آنے سے پہلے ایک مرتبہ پھر نئے سر سے، اس کی زیب وزینت او
اہتمام کیا گیا کہ محل آئینہ خانہ معلوم ہونے لگا۔

کیتھرائن، صوفیہ، جولیا، وزیرِ اعظم، وزیرِ جنگ، سب کو رادول کی
تھی، وہ ایک چھوٹے سے ملک کا بادشاہ تھا، سلطان محمد کا باجگزار اور
ایسے لوگوں کو تو قسطنطین منہ بھی نہیں لگاتا تھا، ان سے بات کرنا اپنی
لیکن رادول میں کیا بات ہے کہ اس کے لئے وہ اہتمام ہو رہا ہے جو
فرمانروا اور بادشاہ کے لئے نہیں ہوا۔

وزیرِ اعظم حیران، وزیرِ جنگ ششدر، ملکہ کیتھرائن، صوفیا
حیرت در وہاں نیمے دردل نیمے بروں، یہ ایسا راز تھا،
ہی نہیں ہوتا تھا۔

آخر جولیا سے ضبط نہ ہو سکا۔ اس نے کیتھرائن سے کہا۔
"کچھ سمجھ میں نہیں آتا ہمارے شہنشاہ، رادول کے لئے

فاتح اور کشور کشا کی حیثیت سے شہر میں داخل ہوا۔

"پھر کیا ہوا؟"

"ولاد بھاگ گیا، سلطان نے رادول کی جان بخشی کی اور اسے ولاچیا کا تخت و تاج سونپ دیا!"

"پھر تو اس سے کوئی امید نہ رکھنی چاہیئے کہ وہ ہمارا ساتھ دے گا! بلکہ شاید مخالفت پر اتر آئے؟"

"میں جہاں تک اس کے مزاج کو سمجھ سکی ہوں، میرا خیال تو یہی ہے، ویسے جو خداوند یسوع مسیح کی مرضی!"

"خیر جو کچھ ہونے والا ہے، چند روز میں معلوم ہو جائے گا؟"

صوفیہ نے اس گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا۔ وہ کہنے لگی۔

"تم خود رادول سے مل کر کیوں ٹوہ نہیں لیتیں کہ ذرا حالات کا رخ تو معلوم ہو کسی طرح!"

جولیا نے جواب دیا،

"سوچ تو رہی ہوں، لیکن جب سے وہ آئے ہیں، ہر وقت کی دعوتیں، مجلسیں، کانفرنسیں اب تک معمولی مزاج پرسی کے علاوہ بات چیت کا کوئی موقعہ ہی نہیں ملا!"

کیتھرائن کو گفتگو کے اس حصہ سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ چلی گئی، صوفیہ نے چھیڑتے ہوئے کہا۔

"بات چیت کا موقعہ بھی مل جائیگا، کیوں گھبراتی ہو، نہ وہ کہیں بھاگے جا رہے ہیں نہ تم"

جولیا نے شوخ و شریر نظروں سے صوفیہ کو گھورا اور بولی۔

"آگئیں تم اپنے رنگ پر؟ —— کیوں جی؟"

صوفیہ نے بڑے بھولے پن سے کہا۔

"کون سا ایسا جرم کیا ہے میں نے؟ یوں خفا ہو رہی ہو؟"

جولیا بولی۔

"اگر بات چیت کا ایسا ہی شوق ہے تو ہم سے کیوں چھپاتی ہو، صاف صاف کہہ

ہر اس بادشاہ کے بازو بن جایا کرتے تھے، جو ترکوں کا خاتمہ کرنا چاہتا ہو، ہر اس حاد...
اطاعت کرنے لگتے تھے۔ جس کا مقصدِ حیات مسلمانوں کا استیصال ہو!"

"ہاں جانتی ہوں میں، مجھ سے کیا چھپا ہے!"

"ان کے ساتھ ان کا خاندان بھی رہتا تھا۔ جس ملک، جس دیس، جس شہر میں یہ...
ہم لوگ بھی ان کے ساتھ ہی ہوتے تھے!"

"ہاں ٹھیک ہے یہ بھی جانتی ہوں!"

"ایک مدت تک وہ ولاچیا میں بھی رہے اور وہ ظالم و سفاک ولاد ان کا بڑا...
سرپرست ثابت ہوا، اور مختلف شہروں میں مسلمانوں پر جو بے پناہ مظالم ہوئے ان میں...
سے اکثر لرزہ خیز حادثات میری آنکھوں کے سامنے گزرے ہیں، ایک دفعہ تو میں...
بھی ہو گئی تھی۔

"لڑکی اصل بات تو ـــــ رادول کے بارے میں کیا بتا رہی تھی؟"

"ولاچیا میں، کئی مرتبہ ولاد نے مسلمانوں کو تختۂ مشق ستم بنایا، سب نے حتیٰ کہ...
باپ تک نے اس کا ساتھ دیا، لیکن جس شخص نے کھلے بندوں اس کی مخالفت کی اور...
میں، اس کا ساتھ دینے سے انکار کیا وہ ـ

"وہ بھی رادول تھا؟"

"ہاں رادول، ـــــ ولاد کا سگا بھائی!"

"سچ؟ واقعی؟"

"بالکل سچ!"

"تعجب ہے، ولاد جیسا ظالم شخص اپنے بھائی کو سزا نہ دے سکا!"

"یہ آپ کیسے کہتی ہیں؟ ولاد نے کون سی کسر اٹھا رکھی؟ اس نے رادول کو...
لگوائے جیل بھیجا اور آخر میں اس کی گردن مارنے کا حکم صادر کر دیا؟

پھر یہ بچ کیسے گیا؟"

"عین اسی وقت جب رادول کی گردن ماری جانے والی تھی، سلطان کا...

بزمِ جمال

جمال آیا، اور اسے دیکھ کر واقعی صوفیہ کا چہرہ پھول کی طرح کھل اٹھا، مسکراتی ہوئی بولی۔

"اُنیے جمال پاشا ـــــ اب تو آپ بہت کم نظر آنے لگے ہیں کیا بات ہے؟"

جولیا چھیڑ چھاڑ کا یہ بہترین موقعہ کیوں ہاتھ سے جانے دیتی بولی،

"آخر یہ تغافل کی ادائیں کہاں سے سیکھی ہیں آپ نے، ـــــ

نہ جانا کہ جاتا ہے دنیا سے کوئی
بہت دیر کی مہرباں آتے آتے!

یہ تو واقعی زیادتی ہے، ایک طرف ہماری شہزادی صوفیہ ہیں کہ "ہمہ وقت آہٹ پہ کان، در پہ نظر، اور دوسری طرف آپ ہیں کہ۔

صوفیہ نے ایک چٹکی لی جولیا کے، وہ بلبلا گئی، اور اس کا ہاتھ جھٹکتے ہوئے بولی،

"اے واہ یہ کیا کر رہی ہو،

صوفیہ نے سنجیدگی سے جواب دیا،

"کچھ نہیں، ذرا دل لگی!" ـــــ بھلا دل لگی میں بھی کوئی خفا ہوتا ہے؟"

"وہ پرے ہٹ کر بیٹھ گئی۔

"جی ہاں ـــــ کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری ـــــ ہم باز آئے ایسی دل لگی

دوا بھی ملا دیں گے جمال پاشا کو!"

صوفیا مسکرانے لگی۔

"تُو تو اچھی خاصی پاگل ہے۔ جمال پاشا کا ذکر بیچ میں لانے کا یہ کونسا موقع تھا؟"

"محض اس لئے کہ ذرا خوش ہو جاؤ!"

"خوش تو میں ہمیشہ رہتی ہوں۔"

"ان کے دیکھنے سے جو آجاتی ہے رونق منہ پہ، اس کی بات ہی دوسری ہے ۔۔ لو بڑی عمر ہ آ ہی گئے!"

صوفیہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو واقعی جمال اسی طرف آ رہا تھا، لیکن خلافِ معلوم کچھ بُجھا ہوا اور مضمحل سا، جولیا نے صوفیہ کے کان میں کہا،

"معلوم ہوتا ہے کچھ مزاج نصیب دشمناں ناساز ہے —— آئیے جمال پاشا اس وقت ہم لوگ آپ ہی کو یاد کر رہے تھے۔"

گے. ویسے خدا بہتر جانتا ہے کیا کریں گے اور کیا ہوگا؟"

صوفیہ نے سوال کیا،

" لیکن اگر جنگ چھڑ گئی تو؟"

جمال نے جواب دیا،

" تو یہ پہلی جنگ تو نہ ہوگی. ہمارے سلطان محمد سے، اس چھوٹی سی عمر اور مختصر سے عہد حکومت میں، نہ جانے کتنی جنگیں چھڑ گئیں. لیکن ان کا انجام کیا ہوا؟

جولیا نے برجستہ ایک سوال کیا.

" بتایئے کیا ہوا انجام؟"

جمال نے اسی برجستگی کے ساتھ جواب دیا.

" دور جانے کی ضرورت نہیں، کنگ راڈول آج کل یہیں تشریف فرما ہیں انہی سے پوچھ لیجئے. وہ نہ جھوٹ بولیں گے، نہ مبالغہ سے کام لیں گے!"

اس جواب نے جولیا کو خاموش کر دیا. جمال نے سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا،

" آج رات کو ایک پرائیویٹ کانفرنس ہے اور غالباً اس میں کوئی خاص مسئلہ زیر بحث آئے گا، کیونکہ شہزادہ اورخانی اور شہنشاہ قسطنطین کے فکر مند لب و لہجہ سے بھی ظاہر ہوتا تھا.

" کیا آپ بھی اس میں شریک ہوں گے؟"

" جی ہاں میں بھی مدعو کیا گیا ہوں!"

" گویا آج راز کا پردہ اٹھ جائے گا؟"

" معلوم تو ایسا ہی ہوتا ہے، ورنہ اتنے دنوں تک کانا پھوسی ہوتی رہی مگر میری بات بھی نہ پوچھی گئی ابھی یک بیک آج مجھے کیوں یاد کیا گیا؟"

ٹھیک ہے، دال میں ضرور کچھ کالا ہے

" لیکن آپ کی پوزیشن بڑی نازک ہو جائے گی اگر جنگ چھڑی!"

" یہ کیوں شہزادی صاحبہ!"

"میوں جمال پاشا کیا آپ ایسی زبردست چٹکی برداشت کر سکتے ہیں؟"

جمال نے زیرِ لب تبسم کے ساتھ کہا،

"میں تو بڑے بڑے وار سہہ سکتا ہوں آپ ذراسی چٹکی کو لئے پھرتی ہیں!"

بڑے بھولے پن سے جولیا نے دریافت کیا،

"یعنی تیرِ عشق؟ زخمِ دل؟ ـــــ یہی مراد ہے نا آپ کی؟"

صوفیہ نے گفتگو کا موضوع بدلتے ہوئے کہا۔

"یہ تو پاگل ہے، اسے بکنے دیجئے، یہ بتائیے آج کل آپ کے شہزادہ والاجاہ کا کیا حال ہے؟"

جمال نے مسکراتے ہوئے بتایا۔

"وہی جو پہلے تھا ـــــ جب سے کنگ رادول آئے ہیں، بس ہر وقت انہی سے گفتگو ہوتی رہتی ہے، وہ بھی نہایت راز دارانہ طریق پر، کیا مجال ہے کہ شہنشاہ کے سوا وہاں پرندہ پر بھی مار سکے۔"

صوفیہ نے سراپا حیرت بن کر سوال کیا۔

"تو کیا اس بزمِ راز میں آپ کا گزر بھی نہیں ہوتا؟"

جمال نے صاف انکار کر دیا،

"بالکل نہیں شہزادی صاحبہ!"

اس مجلس میں اپنے آپ کو مدِ زائد سمجھ کر جولیا خاموش بیٹھنے والی کب تھی ایک سوال اس نے بھی کر ڈالا،

"کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ شہزادہ صاحب کے سر میں پھر بادشاہت کا سودا سمایا ہو؟"

جمال نے کچھ دیر تامل کے بعد جواب دیا۔

ہو تو سکتا ہے ـــــ ناممکن تو کچھ بھی نہیں ہے۔ لیکن جہاں تک میں نے کنگ رادول کی رفتار و گفتار کا اندازہ کیا ہے، وہ معقول اور معاملہ فہم آدمی معلوم ہوتے ہیں، شاید اس بزدلانہ سازش میں وہ کوئی حصہ لینے پر خوشی سے آمادہ نہیں ہوں گے

میں آپ کو بھاگنے کا موقع نہیں دوں گی، چلئے وہی سوال اب دوسرے لفظوں میں کرتی ہوں، بتائیے کسی سے محبت بھی ہوئی ہے آپ کو؟"

صوفیہ کا دل اور زیادہ دھڑکنے لگا، جمال نے جواب دیا،

"جی ہاں —"

اور یہ کہتے کہتے اس کا چہرہ سرخ ہو گیا، خود اس کا دل بھی زور زور سے دھڑکنے لگا، جولیا نے ایک سوال اور کر ڈالا۔

"کس سے؟"

جمال نے ذرا شوخ لہجہ میں کہا

"جس چیز سے آپ کا تعلق نہ ہو اس میں کیوں ٹانگ اڑاتی ہیں آپ؟"

صوفیہ ہنسنے لگی، جولیا کچھ جھینپ سی گئی لیکن تھی بڑی ڈھیٹ، کہنے لگی،

"وہ تو میں جانتی ہوں کہ میرا کوئی تعلق نہیں اگر ہوتا تو میں بھی اس وقت دوسروں کی طرح خاموش بیٹھی رہتی، بھلا ایسی بات پھر میری زبان پر آ سکتی تھی لیکن میں تو صرف اس لئے پوچھ رہی ہوں کہ یہ منزل ایک راہبر اور رازداں کے بغیر سر نہیں ہو سکتی!"

"آپ میری راہبر اور رازداں بننا چاہتی ہیں؟"

"کیا جرم ہے، آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے؟"

لیکن وہی جو کام آ سکے، آپ خود کسی راہبر کی محتاج ہیں — چلئے آپ مجھے راہبر بنا لیجئے، میں آپ کو رازداں بنا لیتا ہوں، مجھے منظور ہے؟"

بغیر کسی جھجک کے جولیا نے جواب دیا،

"جی ہاں منظور ہے، آج سے آپ میرے رہبر، لیکن مجھے تو رازداں بنایا نہیں آپ نے اب تک، یہ کون سا انصاف ہے؟"

"جس طرح آپ نے مجھے رہبر بنا لیا ہے اسی طرح میں نے آپ کو رازداں بنا لیا ہے، یعنی نہ آپ میری رہبری کی محتاج ہیں، نہ میں آپ کو ہمراز بنانے پر مجبور ہوں

"آپ کی وفاداری منقسم ہے۔ آپ شہزادہ اورخاں کے بھی وفادار ہیں اور سلطان محمد کے بھی، جب تک دونوں میں جنگ نہیں چھڑتی، کوئی بات نہیں، لیکن اگر جنگ چھڑ گئی پھر تو ایک ہی سے آپ کو رشتۂ وفا استوار کرنا پڑے گا؟"

جی ہاں ـــــ اور میرا رشتۂ وفا سلطان محمد کے سوا، کسی اور سے نہ استوار ہے نہ ہو سکتا ہے!"

"لیکن یہ باتیں اسی دھڑنے سے کہیں آج کی کانفرنس میں نہ کر ڈالیے گا؟"

"یہ کیوں شہزادی صاحبہ؟"

"جنگ تو بعد میں ہوگی آپ پہلے ہی ہدفِ ستم بنا لئے جائیں گے!"

"(لاپرواہی اور استقلال کے ساتھ) مجھے اس کی کوئی پروا نہیں، میرا بوڑھا باپ اگر ملک و قوم پر جان نثار کر سکتا ہے، میرا نوجوان بھائی اگر تاج و تخت پر قربان ہو سکتا ہے تو مجھ میں کون سے سرخاب کے پر لگے ہیں، میں کیوں نہیں قربان ہو سکتا، آپ یہ سمجھتی ہیں کہ زندگی کے لئے زندہ رہنے کے لئے، میں اپنے عقیدے سے منحرف ہو سکتا ہوں، تو ایسا کبھی نہیں ہو سکتا!"

یہ باتیں جمال نے کچھ ایسے جذبہ اور جوش کے عالم میں کہیں کہ ذرا دیر کے لئے اس مختصر سی مجلس پر سناٹا سا چھا گیا، صوفیہ ہکا بکا ہو کر اس کا منہ تکنے لگی، جولیا کی بھی ختم ہو گئی، لیکن کچھ دیر بعد اس نے قفلِ سکوت توڑا، کہنے لگی۔

جمال پاشا آپ کے بہادر ہونے میں شبہ نہیں، ہماری دلی دعائیں آپ کے ساتھ ہیں، لیکن یہ تو بتائیے، آپ نے کبھی محبت بھی کی ہے کسی سے،

یہ ایسا، اچانک اور خلافِ توقع اور موضوعِ گفتگو سے بالکل الگ سوال تھا جمال سٹ پٹا سا گیا، اور نہ جانے کیوں صوفیہ کا دل بھی زور زور سے دھڑکنے لگا، دیر تک تو جمال پر خاموشی طاری رہی، پھر اس نے رکتے رکتے کہا،

"مجھے جہاں تک معلوم ہے محبت کی نہیں جاتی ــ" جولیا نے لقمہ دیا،

"جی ہاں اتنا تو میں بھی جانتی ہوں، محبت کی نہیں جاتی ــ ہو جاتی ہے، مگر

"انتظار کیجئے!"

جولیا حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی،

"انتظار کروں؟"

جمال نے جواب دیا۔

"جی ہاں، ___ وہ وقت بھی آجائے گا۔ جب بغیر بتائے، بغیر پوچھے ہوئے آپ جان جائیں گی اس لفظ کا مطلب کیا ہے؟"

اس مرتبہ جولیا واقعی جھینپ گئی اور اس سے کچھ کہتے نہ بن پڑا، صوفیہ نے چھیڑا۔

کیوں جولیا خاموش ہوگئیں؟" وہ چڑ کر بولی۔

"ایسے منہ پھٹ آدمی کے منہ کون لگے!"

جولیا کی اس بے بسی پر نہ جمال اپنی ہنسی ضبط کر سکا، نہ صوفیہ!"

صرف الفاظ کا استعمال ہم دونوں نہایت ہوشیاری سے کئے جا رہے ہیں
مطلب ہے وہ ہم دونوں بہت اچھی طرح سمجھ رہے ہیں۔

جولیا نے جھلا کر پوچھا۔

"کیا مطلب ہے؟"

جمال پاشا نے جواب دیا۔

"ایک دوسرے کو اپنے خیالات کی ہوا بھی نہ لگنے دیں ـــ کیسے نہلہ
کہہ رہا ہوں؟"

صوفیہ کو پھر ہنسی آگئی،

"خوب جنگ ہو رہی ہے آپ دونوں میں!"

جولیا تڑ سے بولی،

"تم بی جمالو بنی دور سے بیٹھی تماشہ دیکھا کرو!"

صوفیہ نے خفا ہوتے ہوئے کہا۔

ہوش میں رہنا ذرا، خبردار جو میرا نام لیا ہوگا، کہے دیتی ہوں، تم جانو اور
جانیں!"

جولیا نے منہ بناتے ہوئے کہا،

"واہ مجھ سے اور جمال پاشا سے مطلب؟ ـــ میں اور وہ کیوں جانیں
اور وہ کیوں نہ جانیں؟ ـــ جمال پاشا آپ منہ میں گھنگھنیاں ڈالے کیوں
ہیں؟ کچھ بولئے، کچھ کہیئے آپ بھی؟"

جمال پاشا بھی خاموش نہ رہ سکا۔

"نہیں شہزادی صاحبہ، میں کچھ نہیں جانتا، جو کچھ جانتی ہیں، یہی جانتی ہیں"

جولیا نے پھر ایک سوال کیا۔

"اچھا یہ بتائیے جمال پاشا، محبت کسے کہتے ہیں؟ کیا چیز ہوتی ہے یہ محبت

جمال نے سادگی اور معصومیت کے ساتھ کہا۔

اور خان کا انتظار کر رہا ہے، بغیر کسی تاخیر اور تعویق کے ہمیں فوراً کوچ کر دینا چاہیئے، جو ہم ناپ تول کے قدم اٹھانا ہلاکت، تباہی اور بربادی کو دعوت دینا ہے۔ میدانِ جنگ میں ضرورت ہوتی ہے، حوصلہ مندی کی اور جرأت رندانہ کی۔ اگر ہم اس جذبے سے محروم ہیں تو کبھی بھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ جس دشمن کی دہشت ہم خود اپنے اوپر مسلط کر لیں، اس سے کبھی بھی عہدہ برآ نہیں ہو سکتے، ہمیں اپنے دل سے دہشت نکال دینا چاہیئے، حزم و احتیاط کو پرے ہٹا دینا چاہیئے۔ اگر سلطان محمد کے پاس موج در موج فوج موجود ہے تو ہم عساکر قاہرہ کے مالک ہیں اگر وہ بہادر ہے تو ہم بھی بزدل نہیں ہیں، وہ اگر اپنے پایۂ تخت کو خدا کے حوالے کر کے، دشمنوں کی سرکوبی کے لئے دور دراز مقامات پر تاخت و تاراج کے لئے روانہ ہو سکتا ہے تو ہم بھی چند قدم بڑھ کر، دشمن کے پایۂ تخت پر حملہ کر سکتے ہیں اور اس کی واپسی سے پہلے قابض بھی ہو سکتے ہیں، ضرورت ہے صرف عزم کی، صرف ہمت کی، صرف جرأت کی، میں معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کون ہمارا ساتھ دینے کو تیار ہے، ـــ بتاؤ وزیر اعظم تم کیا کہتے ہو؟"

شہنشاہ کی یہ تقریر حاضرین عجب محویت کے عالم میں سن رہے تھے، وزیر اعظم کی محویت شہنشاہ کے تخاطب سے ختم ہوئی، وہ کھڑا ہوا، اور اس نے دست بستہ عرض کیا،

"شہنشاہ عالی جاہ غلام کا مقصد زندگی صرف یہ ہے کہ اپنے آقا پر نثار ہو جائے، اپنے بادشاہ کے ایک اشارہ پر گردن کٹا دے صرف حکم کی دیر ہے، اسے میدان جنگ میں پہنچنے سے کوئی چیز بھی نہیں روک سکتی، نہ مال و متاع کی محبت، نہ بیوی کی الفت، نہ اولاد کا عشق، یہ سب چیزیں عزیز ہیں، لیکن شہنشاہ والا جاہ سے زیادہ نہیں، یہ سب چیزیں مرغوب ہیں، لیکن اس وقت تک جب تک شہنشاہ سلامت ہیں، آپ سب حضرات کو معلوم ہے، میں جنگ کا حامی نہیں تھا، پہلی مرتبہ جب اس موضوع پر گفتگو ہوئی تھی، تو میں پہلا شخص تھا، جس نے اس

کانفرنس

رات کے کھانے کے بعد، وہ مجلس راز منعقد ہوئی جس کا ذکر جمال پاشا نے
اور جولیا سے کیا تھا، اس مجلس میں کنگ رادول، شہزادہ اوددرخال اور شہنشاہ قسطنطین
کے سوا، وزیر اعظم، وزیر جنگ، لاٹ پادری اور ملکہ کیتھرائن کو بھی مدعو کیا گیا
یہ سب لوگ موجود تھے اور اپنی جگہ سب کو اندازہ تھا کہ ضرور کوئی خاص اور
ہی اہم معاملہ آج زیر بحث آئے گا۔

شہنشاہ قسطنطین نے کانفرنس کا افتتاح کرتے ہوئے کہا۔

ہم نے اورنہ پہ حملہ کرنے کا فیصلہ ملتوی کر دیا تھا، اس لئے کہ ہمارے سفیروں
ہمیں اس غلط فہمی میں مبتلا کر دیا تھا کہ ترکوں کی قوت بہت زیادہ ہے۔
اس وقت اور بڑھ گئی، جب ان سفیروں نے شہنشاہ فرانس کے سفیر
پیام ہم تک پہنچایا کہ ترکوں سے جنگ نہ چھیڑی جائے۔

لیکن ہمارے یار صادق، اور محب ذاتی شہزادہ اوددرخاں نے جو
اورنہ کے تاج و تخت کے اصل وارث ہیں، ہمیں اطمینان دلایا ہے کہ
کوئی بات نہیں، سلطان محمد نے صرف اپنی قوت و شوکت کا سکہ بٹھانے
اپنی فوجیں ہمارے سفرائی موجودگی میں، دوسرے مقامات کی طرف روانہ
ب میدان بالکل خالی ہے، اورنہ ـــــ اپنے اصل مالک تاج و تخت

"البتہ کیا؟ ـــــ کیا تم کوئی شرط عائد کرنا چاہتے ہو؟"

وزیرِ جنگ نے پہلے سے زیادہ سراپا، انکسار و اطاعت بن کر جواب دیا۔

"نہیں شہنشاہِ والا جاہ غلام کی یہ ہمت نہیں!"

شہنشاہ نے اسی خشمناک لہجہ میں سوال کیا،

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

وزیرِ جنگ نے تلوار نیام سے نکالی اور کہا،

"اگر قربانی کا سوال ہے، تو ابھی اور یہیں، یہ غلام اپنی گردن کاٹ کر شہنشاہ کے قدموں پر ڈال دے گا، لیکن اس جنگ میں تنہا مجھے نہیں لڑنا ہے، ہمیں اپنی تمام فوجی طاقت اس معرکہ میں جھونک دینی ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں کہ قبل اس کے کہ ہم کوچ کریں، اپنی جگہ پر اطمینان حاصل کر لیں کہ آگے کھائی یا خندق تو نہیں ہے، ... اور ... کے تعلقات ختم ہیں، یہ تلخی بہر حال ختم ہو سکتی ہے لیکن اگر جنگ شروع ہو گئی تو ـــــ"

شہنشاہ اس سے زیادہ نہ سن سکے، انہوں نے بتایا۔

"ہم نے ہر طرح سے اطمینان کر لیا ہے۔ اور اطمینان کیا ہو یا نہ کیا ہو، بہر حال ہماری مرضی یہ ہے، ہمارا فیصلہ یہ ہے، ہمارا حکم یہ ہے کہ جنگ شروع کر دی جائے۔ جو شخص ہم سے متفق ہے اسے اپنی داؤں کئے بغیر، میدان جنگ میں جانے کی تیاری شروع کر دینی چاہیئے، اور اگر کسی کو اختلاف ہے تو ہم اسے اجازت دیتے ہیں۔ ... خوشی سے خانہ نشین ہو سکتا ہے۔"

وزیرِ جنگ جواب تک اسی طرح دست بستہ کھڑا ہوا تھا گویا ہوا،

"غلام خانہ نشینی کی ذلت گوارا نہیں کر سکتا۔"

شہنشاہ کے ماتھے کی شکنیں دور ہو گئیں، انبساط و نشاط کی کیفیت پیدا ہو گئی، انہوں نے فرمایا۔

"بیٹھ جاؤ، ہم اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتے، ہمیں تمہاری وفاداری جاں نثاری

منصوبہ پر فوراً عمل درآمد سے اختلاف کیا تھا اور میرا یہ اختلاف، ایر سے ا
وزیر جنگ اور واجب التعظیم، آقا شہنشاہ گردوں رکاب کو ناگوار گ
آج شہنشاہ نے جس انداز میں سوال کیا ہے۔ جس انداز میں پوچھا گ
دے سکتا ہے، تو میرا جواب ایک اور صرف ایک ہے اور وہ یہ کہ غدا
پہلے اپنے آقا پر اپنی حقیر پونجی، یعنی زندگی قربان کر دینے کو تیار ہے۔ اب
گفتگو کا نہیں، قائل و معقول کرنے کا افہام و تفہیم اور دلیلیں پیش کرنے کا وق
اب وقت ہے عمل کا، اور جب عمل کا وقت آ جائے تو ہر سوال کا جو
ہی سے دیا جا سکتا ہے!"

وزیرِ اعظم کی تقریر شہنشاہ کو بہت پسند آئی، انہوں نے تحسی
میں فرمایا۔

"ہم کو اپنے صدرِ اعظم سے اسی جواب کی توقع تھی، واقعہ یہ ہے
وطن کے لئے جب بھی قربانی کا وقت آیا ہے، صدرِ اعظم کے قدم کبھی
نہیں رہے ہیں!"

پھر شہنشاہ نے وزیر جنگ کو مخاطب کیا،

"تم کیا کہتے ہو؟" ہمیں تمہاری رائے کا انتظار ہے؟"

وزیر جنگ بھی صدر اعظم کی طرح کھڑا ہوا، اور دست بستہ عرض ک

"جہاں تک شہنشاہ کے سوال کا تعلق ہے میرا جواب بھی د
دے چکے ہیں اگر شہنشاہ نے طے کر لیا ہے کہ اب کوچ کرنے اور دشمن پ
سے حملہ کر دینے کا وقت آ گیا ہے تو پھر ایک لمحہ کی بھی تاخیر روا نہیں، کیو
غلاموں کا کام صرف اپنے شہنشاہ کی اطاعت ہے، کبھی اور کسی مرحلہ پر
اطاعت سے ایک لمحہ کے لئے بھی منحرف نہیں ہو سکتے، البتہ

اس سے آگے وزیر جنگ نے ابھی کچھ نہیں کہا تھا کہ ش
تیوری پر بل ڈال کر اور ڈپٹ کر پوچھا۔

شہنشاہ قسطنطین بھی سلطان محمد سے نفرت کرتے ہیں، لیکن کیا کنگ رادول سے زیادہ؟ نہیں کنگ رادول کے دل پر جو زخم سلطان محمد نے لگایا ہے، وہ اب تک ہرا ہے، اور زندگی بھر ہرا رہے گا، وہ کبھی مندمل نہیں ہو سکتا۔

میں کہتا ہوں اورنہ پر یلغار کرتے ہوئے مجھے پس و پیش ہو سکتی ہے، قسطنطنیہ کے دیرینہ علم اور وزیر جنگ کو تذبذب ہو سکتا ہے، لیکن کنگ رادول کو نہیں ہو سکتا۔ یہ ہمارا دوست، ہم سے دو قدم آگے ہوگا، اور یہ اکیلا ہمارے ساتھ نہ ہوگا وہ دوسرے باج گزار عیسائی ملوک و سلاطین بھی اپنی قوت اور پورے خلوص کے ساتھ ہمارے دوش بدوش لڑائیں گے، جنہیں سلطان محمد نے مجبور کر کے مطیع و منقاد بنایا ہے اور جو مناسب وقت کے انتظار میں ہیں، دعائیں کرتے ہیں کہ وہ مناسب وقت جلد از جلد آجائے تاکہ انہیں پھر سے آزادی نصیب ہو، وہ ایک مرتبہ پھر اطمینان کا سانس لیں۔ دوستو، میں اعلان کرتا ہوں، اور میرا یہ اعلان اٹل ہے کہ میں اورنہ کے تخت و تاج پر قبضہ کرنے کے بعد ہرگز اس پالیسی پر نہیں چلوں گا جو سلطان محمد نے وضع کی ہے، میں خود اپنی پالیسی وضع کروں گا۔ میں یہاں کھول صاف صاف کہتا ہوں کہ میری پالیسی یہ ہوگی کہ مملکت قسطنطنیہ سے نہ ٹوٹنے والے تعلقات استوار کروں گا، البانیہ کو آزاد کر دوں گا، ہرزگوینا کو پھر سے آزادی کی نعمت عطا کروں گا، ان تمام مقبوضات کو آزادی اور خود مختاری عطا کروں گا، جنہیں سلطان محمد کی ہوس کشور کشائی نے جبراً مطیع و تابع اور باجگزار بنا رکھا ہے، میرا یہ عزیز مخلص اور بہادر دوست کنگ رادول ولاچیا کا غیر مسئول بادشاہ ہوگا، کسی کی بالادستی اس پر نہیں ہوگی، وہ اپنے ملک کا، اپنی قوم کا، اپنے وطن کا، اپنے ارادہ کا بادشاہ ہوگا جو چاہے کرے اور ہاں یہ بھی کہ اورنہ اور ولاچیا کے مابین بھی ناقابل انفصال تعلقات قائم ہوں گے، جس طرح میں شہنشاہ قسطنطین کے اس احسان کو عمر بھر فراموش نہیں کر سکوں گا۔ کہ انہوں نے میرا حق دلانے کے لئے اپنی پوری طاقت میدانِ جنگ میں جھونک دی۔ اس طرح بالکل اسی طرح، کنگ رادول کے بار احسان سے بھی میں زندگی بھر سبکدوش نہ ہو سکوں گا، کہ وہ اگر ساتھ نہ دیتے تو ہماری کوششیں ناتمام رہتیں۔

اور وطن دوستی پر اعتماد ہے!"

وزیر جنگ بیٹھ گیا!

اب شہنشاہ نے شہزادہ اودرخاں کی طرف دیکھا اور مسکراتے ہوئے کہا

"کچھ آپ بھی فرمائیے!"

شہزادہ اودرخاں نے ایک نظر حاضرین پر ڈالی، اور پھر خود اعتمادی کے [illegible]

"مجھے خوشی ہے کہ میرے دوست قسطنطین نے بالآخر میرے مشورہ پر عمل [illegible]

کر لیا، مجھے خوشی ہے کہ جو کام ہمیں اب سے بہت پہلے شروع کر دینا چاہیئے [illegible]

اتنی تاخیر سے شروع کر رہے ہیں، میں اپنے دوست شہنشاہ قسطنطین کے [illegible]

وزیر جنگ کو یقین دلاتا ہے کہ سلطان محمد تباہی کے دہانہ پر کھڑا ہے۔ وہ ہماری [illegible]

ٹھوکر میں گرے گا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ختم ہو جائے گا۔ اس نے ہوس جوع [illegible]

ہو کر اندھا دھند، اپنی حدودِ مملکت میں توسیع شروع کر دی ہے۔ اس نے [illegible]

چھینی اس نے ناتوانوں کو غلام بنایا۔ اس نے خدا کے بندوں کا خون ناحق بہایا [illegible]

کا بھی قاتل ہے اور عیسائیوں کا بھی، اس نے اپنے سپاہیوں کی گردنیں میدان [illegible]

حدودِ مملکت بڑھانے کے لئے کٹائیں اور ذرا نہ شرمایا۔ اس نے ہوس جوع [illegible]

کے لئے غیر مسلموں کو جنگ کے میدان میں بھیڑ بکری کی طرح کاٹا اور ذرا [illegible]

قدرت سخت گیر ہے، لیکن دیرگیر بھی ہے، وہ ڈھیل دیتی ہے [illegible]

لیتی ہے، اب وقت آگیا ہے کہ قدرت کی تلوار اس خود سر اور خود غرض [illegible]

چمکے، اور اس کا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خاتمہ کر دے۔

میں اپنے دوستوں کو یقین دلاتا ہوں کہ اس وقت حالات [illegible]

اتنے ساز گار پہلے کبھی نہ تھے۔ خوش قسمتی سے کنگ رادول ہمارے [illegible]

رکھتے ہیں، یہ بھی سلطان محمد کے کشتگانِ ستم میں سے ہیں۔ ان کے [illegible]

سلطان محمد نے شکست دی، انہیں ترک وطن پر اور ایک دوسرے [illegible]

بالآخر غریب الوطنی کی حالت میں مرنے پر مجبور کیا، میں سلطان محمد سے [illegible]

"یہ جانتے ہوئے میں نے حملہ کیا تھا، اگر بچ جانے کی آرزو ہوتی تو ایسی جرأت نہ کرتا۔
لیکن اب تک آپ نے میرے قتل کا حکم کیوں نہیں صادر فرمایا؟"

رنگ ادوال مداخلت کرتے ہوئے گویا ہوا،

"جمال پاشا تم تو بڑے نیک اور شریف آدمی ہو، اس مختصر سی مدتِ تعارف میں کسی شخص سے بھی میں اتنا متاثر نہیں ہوا جتنا تم سے، تعجب ہے تم اتنے بے قابو ہو گئے کہ اپنے آقا کی جان کے درپے ہو گئے!"

جمال پاشا نے جواب دیا۔

"نہیں، کوئی غدار میرا آقا نہیں ہو سکتا، یہ اپنے ملک کا، قوم کا، ملت کا، دین کا غدار ہے، اور اس کی سزا قتل کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی، آج یہ بچ گیا، لیکن کب تک بچے گا۔ آخر اسے ایک نہ ایک دن قتل ہونا پڑے گا!"

شہنشاہ نے زہر خند کرتے ہوئے کہا۔

"کیا تمہاری روح اسے قتل کرنے آئے گی؟"

جمال پاشا نے پیکرِ عزیمت و استقامت بن کر جواب دیا۔

"جمال قتل ہو جائے گا، لیکن ترک قوم کا ہر فرد جمال ہے، کوئی نہ کوئی جمال اسے بطرزِ دار تک پہنچا دے گا، شاید بہت جلد!"

شہنشاہ نے سپاہیوں سے کہا۔

"لے جاؤ اس بدبخت کو ہمارے سامنے سے!"

جمال کے سامنے موت کھڑی تھی، لیکن نہ اس کے تیور میں فرق آیا تھا نہ آن میں، ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے وہ موت کو ہیچ سمجھتا ہے، ایسا محسوس ہوتا تھا جیسے لوگوں کو زندگی کی اتنی تمنا نہیں ہوتی جتنی اسے موت کی تھی!

بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا!

یہ کہہ کر شہزادہ اودرخال اپنی نشست پر بیٹھ گیا، شہنشاہ قسطنطین نے پُر ابر نظروں سے اس کی طرف دیکھا، جس کا مطلب یہ تھا کہ اب اسے لب کشائی کرنا چاہیے جواب میں کچھ کہنے کے لئے وہ اٹھنا ہی چاہتا تھا کہ دفعتاً فضا میں ایک تلوار چمکی

یہ تلوار جمال پاشا کی تھی۔

جمال پاشا نے بھرپور وار شہزادہ اودرخال پر کیا،

" غدار کی سزا یہی ہے!"

اور پھر دوسرا وار کرنے والا تھا کہ کنگ رادول اور شہنشاہ قسطنطین اور دوس حاضرین اس پر ٹوٹ پڑے اور بے قابو کر کے اسے گرفتار کر لیا.

جمال پاشا نے شہزادہ اودرخال پر وار تو بھرپور کیا تھا، لیکن بجلی کی طرح چمکتی تلوار اپنی طرف آتے دیکھ کر، زد سے بچنے کے لئے وہ پیچھے ہٹا، نتیجہ یہ ہوا کہ زخم لیکن اوچھا، پھر بھی خون کا فوارہ سر و شانہ سے جاری ہو گیا، اور آن کی آن میں بے ہوش ہو گیا.

شہنشاہ کا اشارہ پا کر جو مسلح غلام کھڑے تھے۔ انہوں نے فوراً جمال پاشا کو میں لے لیا، شہنشاہ قسطنطین نے نفرت، برہمی اور زہر سے بجھی ہوئی ایک نظر پر ڈالی اور کہا!

"تم؟ ___ تم نے وار کیا شہزادہ اودرخال پر؟"

جمال پاشا نے بغیر کسی جھجک اور تامل کے جواب دیا،

"مجھے افسوس ہے کہ یہ غدار بچ گیا، کاش یہ قتل ہو گیا ہوتا!"

شہنشاہ نے اور زیادہ خشمناک لہجہ میں کہا،

" کوئی حرج نہیں شہزادہ بچ گیا، لیکن تم قتل کئے جاؤ گے، تم نہیں بچ سکتے کسی طرح!"

جمال پاشا نے کہا،

اس سے میں متاثر بھی ہوا، لیکن اس موقع پر لگی لپٹی رکھے بغیر صاف طور پر مجھے یہ بات واضح کر دینی چاہیئے کہ میرے بارے میں جو شاندار الفاظ استعمال کئے گئے ہیں، میں ان کا ممنون ہوں، لیکن جو امیدیں قائم کی گئی ہیں۔ انہیں پورا کرنے سے قاصر ہوں!"

یہ الفاظ نہ تھے بم کا گولہ تھے، وزیر اعظم، وزیر جنگ اور شہنشاہ سب دم بخود رہ گئے۔ کچھ دیر تک سناٹا چھایا رہا۔ پھر بادشاہ سلامت نے فرمایا۔

"جس پر ہمیں اپنی ذات سے زیادہ اعتماد تھا۔ وہی ہمیں مایوس کر رہا ہے؟ جس پنکھ بغاوت کے پتے ہوا دینے لگے؟ میرے دوست کیا تم غلامی پر قانع ہو؟ کیا تم ایک معمولی باجگزار کی زندگی بسر کرنے پر خوش ہو؟ کیا تم آزادی نہیں چاہتے؟ کیا تم خود مختاری کے جویا نہیں ہو؟ آہ،

اپنی منقاروں سے حلقہ کس رہے ہیں جال کا
طائروں پر سحر ہے صیاد کے اقبال کا

اگر تمہارا جواب یہ ہے تو پھر بے شک مجھے اپنی تلوار نیام میں کر لینی چاہیئے بلکہ نیام سمیت اسے توڑ کر پھینک دینا چاہیئے!"

یہ کہتے کہتے، قسطنطین کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں، اور پھر وہ کچھ نہ کہہ سکا۔

کنگ راڈول نے بہت استمالت اور ملاطفت کے لہجہ میں کہا۔

"میرے دوست میرے بھائی، میرے عزیز بات ایسی نہیں ہے جیسی آپ نے کہی میں آپ کو مایوس کرنے نہیں آیا، متنبہ کرنے آیا ہوں!"

شہنشاہ چونک پڑا۔

"متنبہ کرنے؟ مجھے متنبہ کرنے؟ کیوں؟ کس لئے؟"

"اس لئے کہ آپ کو اس ارادۂ فاسدہ سے روکوں؟"

"کیا تم اسی لئے یہاں آئے ہو؟"

"ہاں صرف اسی لئے!"

"لیکن تمہیں کیا معلوم کہ ہمارا ارادہ کیا ہے؟ اور ہم کیا کرنے والے ہیں؟"

آخری تنبیہہ

جمال پاشا کی اس حرکت نے فضا پر ایک قسم کی دہشت اور سراسیمگی طاری
قسطنطین کی تقریر نے جو اثر پیدا کیا تھا اور شہزادہ اوورخاں کی پُرجوش
اور معرکہ آرا تقریر نے، جو حوصلہ پیدا کیا تھا، وہ تلوار کی ایک جھنکار میں کافور ہو گیا
پاشا کو کوٹھڑی میں اپنی قسمت کا آخری فیصلہ سننے کے لئے مقید کر دیا گیا، اور
اوورخاں شاہی مہمان خانہ کے اسی حصہ میں بہ حالت بے ہوشی بھیج دیا گیا، جو
گذشتہ چند روز سے مقیم تھا، فوراً ہی شاہی طبیبوں اور جراحوں کی ایک جماعت
پٹی اور علاج معالجہ کے لئے پہنچ گئی، دیکھ بھال کے لئے ملکہ کیتھرائن
قصرِ شاہی کے جس کمرہ میں یہ مجلس منعقد ہو رہی تھی، اس حادثہ کے بعد
برخاست ہو جانا چاہیئے تھا، لیکن کنگ رادول نے روکا اور کہا،

"قبل اس کے کہ یہ مجلس برخاست ہو، مجھ میں بھی کہنا چاہتا ہوں!"

سب لوگ جو جانے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تھے، پھر اپنی
پر بیٹھ گئے۔

کنگ رادول نے کہا،

"آج کی مجلس میں شہنشاہِ قسطنطین اور شہزادہ اوورخاں نے جو تقریریں
میں نے گوشِ ہوش سے سنیں، ان میں جو جذبہ تھا، جو ولولہ تھا جو خروش

ائی کی فتح اب بائیں ہاتھ کا کھیل ہے، کیونکہ یہ شہر محل وقوع کے لحاظ سے اٹلی کا پھاٹک ہے، پھاٹک کھل گیا تو شہر میں داخل ہوتے کتنی دیر لگتی ہے؟"

"لیکن تعجب ہے ____ سخت تعجب ہے!"

"تعجب کی کیا بات ہے؟ یہ خدائی مشیت کے کرشمے ہیں!"

"لیکن حیرت اس پر ہے کہ اتنا دشوار گزار مقام فتح کس طرح ہوا؟"

"بخوبی آسانی سے، ____ ترکی فوجوں نے دو طرف سے حملہ کیا، خشکی کی طرف سے بھی اور سمندر کی طرف سے بھی!"

"روڈرانٹو کے باشندے اتنے بزدل تھے؟ ان سے اپنے شہر کی مدافعت نہ ہو سکی؟"

"اہل شہر نے مدافعت میں ایڑی چوٹی کا زور صرف کر دیا، لیکن چند روز سے زیادہ اس طوفان کا مقابلہ نہ کر سکے بے چارے ____ میں نے عرض کیا تھا کہ یہ سب مشیت ایزدی کے کرشمے ہیں، کوئی کیا کر سکتا تھا؟" بالآخر عثمانی فوجیں فاتح اور کشور کشا کی حیثیت سے داخل شہر ہو گئیں؟"

"بہت برا ہوا!"

"لیکن میں چاہتا ہوں کہ اب اس کا اعادہ نہ ہو!"

"یعنی کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"ایسا کیجئے کہ سلطان ادھر کا رخ نہ کرے، ورنہ مجھے قسطنطنیہ کا بھی وہی حشر نظر آتا ہے جو روڈرانٹو کا ہوا ہے!"

"تم سلطان کو روڈرانٹو کو فتح پر مبارک باد دینے گئے تھے، اور مجھے دھمکانے آئے ہو؟"

"نہیں، دوستانہ مشورہ دینے، سلطان کو مبارک باد دینے پر یوں مجبور تھا۔"

---

[1] تاریخ دولت عثمانیہ [2] ایضاً

"مجھے یہ بھی معلوم ہے آپ کا ارادہ کیا ہے اور آپ کیا کرنے والے ہیں اور یہ بھی جانتا ہوں کہ سلطان محمد کا ارادہ کیا ہے؟ اور وہ کیا کرنے والے ہیں؟"

"سلطان محمد کا ارادہ کیا ہے؟"

"وہی جو آپ کا ہے؟"

"(گھبرا کر) لیکن؟ ــــ میرا مطلب یہ ہے کہ لیکن؟"

"میرا مطلب یہ ہے کہ سلطان محمد نے اٹل فیصلہ کر لیا ہے کہ وہ قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا، اور اب اس کا دارالحکومت ادرنہ کی بجائے قسطنطنیہ میں ہوگا۔"

(بہت زیادہ پریشان ہو کر) "کیا سلطان محمد نے تمہیں اپنا ہم راز بنا لیا ہے کہ ولاچیا میں یہ خوش خبری پہنچا دو؟"

"نہیں میرے بھائی، سلطان محمد کسی کو اپنا رازدار بنانے کا عادی نہیں ہے وہ خود ہی فیصلہ کرتا ہے، اور خود ہی اس پر عمل کرتا ہے۔ مجھ کو رازدار بنانے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"پھر کیا خواب دیکھا تھا تم نے؟"

"ہاں، ــــ لیکن بیداری میں سوتے میں نہیں!"

"کیا خواب دیکھا؟"

"وہی جو میں نے ابھی بتایا ہے ــــ میں سلطان کو مبارک باد دینے..."

"مبارک باد؟" ــــ وہ کون سا نیا کارنامہ تھا جس پر تم اسے مبارک باد دینے، ولاچیا سے ادرنہ پہنچ گئے؟"

"بہت بڑا ــــ سلطان کی فوجوں نے رودڑانٹو فتح کر لیا، کیا یہ معمولی کارنامہ ہے؟"

"(دہشت زدہ ہو کر) سلطان محمد کی فوجوں نے رودڑانٹو فتح کر لیا؟"

"ہاں میرے دوست فتح کر لیا، اب اس کے قدم اس سرزمین تک پہنچ گئے ہیں جہاں اب تک کسی عثمانی کا قدم نہیں پہنچا تھا، رودڑانٹو فتح کرنے کے..."

یورپ میں بھی صرف قسطنطنیہ اور اس کے مضافات اس سلطنت میں باقی رہ
گئے تھے، روما کی وہ عظیم الشان سلطنت جو اپنی وسعت اور قوت کے لحاظ سے
کبھی دنیا کی تمام سلطنتوں پر فوقیت رکھتی تھی۔ اب تباہی اور بربادی کی آخری حد
تک پہنچ گئی ہے اور جہاں تک وسعت و قوت کا تعلق تھا گویا فنا ہو چکی تھی۔ تاہم
اس حالت میں بھی قسطنطنیہ کا وجود بجائے خود نہایت اہم ہے اور قصرِ سلطنت
کی پہلی اور آخری اینٹ ہنوز اپنی جگہ پر قائم ہے، ترکوں نے جس وقت
یورپ کی سرزمین پر قدم رکھا۔ اس وقت سے اس شہر کو فتح کرنے کا حوصلہ ان کے
دلوں میں راسخ ہوتا گیا، جوں جوں فتوحات کا دائرہ بڑھتا جاتا تھا ان کے ارادہ
میں قوت آتی جاتی تھی اور بالآخر اس کا عملی اظہار بایزید یلدرم کے عہد میں ہوا،
جبکہ اس نے آبنائے باسفورس کے مشرقی ساحل پر ایک مضبوط قلعہ تعمیر کرنے کے بعد
قسطنطنیہ کا محاصرہ شروع کیا، لیکن محاصرہ کو چند ہی روز گزرے تھے کہ تیموری حملہ
نے بایزید کو محاصرہ اٹھا لینے پر مجبور کیا اور جنگ انگورہ کے بعد کچھ دنوں کے لئے
قسطنطنیہ محفوظ و مامون ہو گیا، مراد ثانی اگرچہ سابق شہنشاہ قسطنطنیہ سے آویزش پیدا کرنا
نہیں چاہتا تھا لیکن خود مرحوم شہنشاہ کی غداری نے اسے مجبور کیا کہ سلطنتِ عثمانیہ
کی حفاظت کے خیال سے قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے ہمیشہ کے لئے اس فتنہ
کا استیصال کر دے۔ مگر سلطنتِ بازنطینی کے ایام حیات ابھی کچھ اور باقی
تھے، چنانچہ مراد کو بھی ایشیائے کوچک کی ایک بغاوت کے باعث محاصرہ
اٹھا کر شہنشاہ کی اطاعت اور خراج قبول کرنے پر اکتفا کرنا پڑا، تاہم ترکوں
کی نظریں اب بھی قسطنطنیہ پر جمی ہوئی ہیں، یہ شہر اپنے موقع کے لحاظ سے سلطنت
عثمانیہ کا قدرتی پایۂ تخت ہے، بحر مارمورا کے دونوں ساحلوں پر عثمانیوں کی
حکومت ہے، لیکن جب تک قسطنطنیہ عیسائیوں کے قبضہ میں ہے، سلطان
کے ایشیائی اور یورپی صوبوں کا درمیانی تعلق کبھی محفوظ نہیں ہو سکتا، علاوہ اس
حشمت و شان کے جو اس تباہی و بربادی کی حالت میں بھی بازنطینی سلطنت سے

کہ ان کا بندۂ احسان ہوں، انہوں نے مجھ پر احسان کیا ہے، ولاچیا کے باشندوں
پر احسان کیا ہے، میرے سفاک اور خبطی القلب اور ظالم بھائی پر بھی احسان کیا کہ
اس کا تعاقب نہیں کیا، میں نے اپنی قسمت سچائی اور خلوص کے ساتھ وابستہ کر لی ہے
میں ان کا وفادار ہوں اور رہوں گا اور مجھے اس وفاداری پر فخر ہے!"

"غلاموں کی ذہنیت ایسی ہی ہوتی ہے!"

"آپ شوق سے طعنے دے لیں، لیکن میں اگر غلام ہوں تو آپ غلام بننے پر
کیوں تلے ہوئے ہیں؟"

"ہمیں کون غلام بنا سکتا ہے؟"

"آپ کی جلد بازی، آپ کی جرأت رندانہ! ـــــ اسے نہ بھولئے، کہ
سلطان کا وفادار ہونے کے باوجود میں آپ کا ہم مذہب ہوں، دوست ہوں،
بہی خواہ ہوں، میں ہرگز اور کسی قیمت پر یہ نہیں چاہتا کہ آپ کو گزند پہنچے
میں اصرار کے ساتھ دوستانہ مشورہ دیتا ہوں کہ اپنے ارادہ سے باز آ جایئے اور
کوشش کیجئے کہ سلطان سے آپ کے تعلقات پھر استوار ہو جائیں۔ اس میں آپ کا
بھلا بھی ہے، اور آپ کی قوم کا بھی!"

"شکریہ اس صائب مشورے کا!"

"آپ مجھے غلط سمجھ رہے ہیں ـــــ مجھے کوئی ایسی بات نہیں کرنی چاہئے
جو سلطان کے کسی راز کو آشکار کرنے والی ہو، لیکن میں آپ کو بتاتا ہوں کہ آپ کی
سرگرمیوں کا حال سلطان کو معلوم ہے، آپ اسے موقع دے رہے ہیں کہ وہ آگے
بڑھے، اقدام کرے!"

"وہ کس طرح؟"

"دیکھئے غور کیجئے، اصل بات یہ ہے کہ ابتدا ہی سے سلطان محمد نے قسطنطنیہ
کو اپنی سلطنت میں شامل کر لینے کا تہیہ کر لیا تھا، سینوپ اور ترابزون کے علاوہ
قدیم بازنطینی سلطنت کے تمام ایشیائی علاقوں پر عثمانیوں کا قبضہ ہو چکا ہے

گگ رادول کی یہ باتیں سن کر سب خواص باختہ اور پریشان ہو گئے، خود شہنشاہ جواب تک بلا برا اکڑ رہا تھا، جھاگ کی طرح بیٹھ گیا، صدر اعظم اور وزیر جنگ بھی دبکے ہوئے تھے۔

رادول نے مجلس سے رخصت ہوتے کہا۔

"ابھی وقت ہے خوب غور کر لیجئے اور انتہائی فکر و تامل کے بعد کوئی قدم اٹھائیے، اس میں بہتری ہے، میری دلی تمنا ہے کہ بار نطینی سلطنت کی یہ یادگار جس کے آپ وارث ہیں، مٹنے نہ پائے۔"

وابستہ ہے۔ خود اپنی سلطنت کے استحکام کے لئے بھی قسطنطنیہ پر قبضہ کرنا ضروری ہے۔ یہ مصالح بجائے خود محمد ثانی جیسے سلطان کو اس مہم پر آمادہ کرنے کے لئے کافی تھے، لیکن آپ کی اسکیم نے اسے اور زیادہ برانگیختہ کر دیا ہے اور اب اس نے اپنے دورِ حکومت کے سب سے زیادہ عظیم الشان کارنامے کو وجود میں لانے کی تیاریاں شروع کر دی ہیں!"

"اچھا یہ بھی ہو چکا ہے؟"

"ہاں ہو چکا ہے، میں یہی خبر دینے آیا ہوں گو میرا ضمیر مجھے ملامت کر رہا ہے کہ سلطان کا ایک راز افشا نہ کرنا چاہیئے، لیکن آپ کی بہی خواہی مجبور کر رہی ہے کہ ایسا کروں۔"

"لیکن اب تک تو کوئی بات تم نے ایسی نہیں کی۔ جس سے ظاہر ہوتا ہو کہ تم میرے بہی خواہ ہو ——!"

"کیا میری خیر خواہی نہیں ہے کہ آنے والے خطرہ سے آپ کو ہوشیار اور متنبہ کر رہا ہوں، آپ کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اس غرض سے کہ قسطنطنیہ کے محاصرہ کے دوران اسے کسی دوسری جانب نہ متوجہ ہونا پڑے، اس نے پہلے ایشیائے کوچک کی شورشوں کو فرد کیا اور امیر کرمانیہ سے صلح کر لی، ہونیاڈے سے بھی گلوخلاصی حاصل کر لی، جس کی وجہ سے شمالی یورپ کی طرف سے اسے کوئی خطرہ باقی نہ رہا، پھر اس لئے ایک فوج ماموریا میں بھیج دی تاکہ آپ کے بھائی جو وہاں حکمران ہیں قسطنطنیہ کی مدد کرنے سے روک دیئے جائیں، ان تدبیروں سے فارغ ہو کر اب اس نے آبنائے باسفورس کے یورپی ساحل اور قسطنطنیہ سے تقریباً پانچ میل کے فاصلہ پر ایک زبردست قلعہ تعمیر کرانا شروع کیا ہے۔ یہ قلعہ بایزید یلدرم کے بنائے ہوئے قلعہ کے جو آبنائے باسفورس کے ایشیائی ساحل پر واقع تھا، بالکل مقابل ہے آپ نے اس قلعہ کی تعمیر کے خلاف احتجاج بھی کیا تھا، لیکن بے سود۔ یہ تیاریاں دراصل قسطنطنیہ پر حملہ کے لئے ہو رہی ہیں!

دل کی دنیا

(۱)

پریشانی

کنگ راادول اب تک قصرِ شہریاری میں مقیم ہے، شہزادہ اور درخاں بدستور اسیرِ کنجِ محل ہے۔ شہنشاہ قسطنطنیہ پر سکوتِ مرگ آسا طاری ہے، وزیر اعظم اور وزیر جنگ کا نشہ ہرن ہو رہا ہے، ملکہ کیتھرائن کو یارائے تکلم نہیں، جولیا مجالِ دم زدن سے محروم ہے —— اور صوفیہ —— صوفیہ۔

عجب دردیست اندر دل اگر گویم زباں سوزد

اسے کسی پہلو قرار نہیں، اس کے لب خاموش ہیں، آنکھیں پرنم، نہ وہ جولیا سے باتیں کرتی ہے نہ ملکہ کیتھرائن سے مخاطب ہوتی ہے نہ بادشاہ سلامت کے دربار میں حاضری دیتی ہے، نہ محل کی دلچسپیوں اور رنگ رلیوں میں حصہ لیتی ہے، نہ غنا و موسیقی سے دلچسپی باقی رہ گئی ہے، نہ رقص و سرود سے، نہ سیر و شکار سے نہ تفریح اور سامانِ طرب سے!

اور خود محل کے مکینوں کا بھی یہی حال ہے!

جب سے کنگ راادول نے یہ منادی سنائی کہ خود سلطان محمد، قسطنطنیہ پر حملہ کا فیصلہ کر چکا ہے اور اس نے اس اعلان کو قبول کر لیا ہے۔ جو قسطنطین نے اپنے سفیر کی معرفت بھیجا تھا، اس وقت سے اس پر خواب و خور حرام ہے، اس کو خیال تھا کہ سلطان محمد نے اپنی قوت کا مظاہرہ زیادہ کر رکھا ہے حقیقت اس سے

سفرا نے اور اب رادول نے سلطان محمد کی قوت وطاقت کی جو نقشہ آرائی کی ہے، اس کی روشنی میں تو یہ ناممکن نظر آتا ہے۔

پھر کیا ہوگا؟

کیا بازنطینی حکومت کی یہ پہلی اور آخری اینٹ اپنی جگہ سے کھسک جائے گی؟

کیا قسطنطنیہ سلطان محمد کا پایۂ تخت بن جائے گا۔

کیا اس شہر پر مسلمانوں کا قبضہ اور تسلط ہو جائے گا؟

رادول کی باتوں سے تو یہی معلوم ہوتا ہے!

کیا صلح و مفاہمت کی کوئی صورت نہیں؟

کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ سلطان سے تعلقات پھر استوار ہو جائیں؟

کیا یہ ممکن ہے کہ ادرنہ و قسطنطنیہ میں ایک مرتبہ پھر پیمان وفا استوار ہو جائے؟

رادول نے سچ ہی تو کہا تھا۔ جنگ ہر وقت کی جا سکتی ہے۔ لیکن وقت نکلنے کے بعد صلح نہیں کی جا سکتی۔

حالات جب بھی سازگار ہوں ادرنہ پر چڑھائی کی جا سکتی ہے، لیکن آج اگر ادرنہ کو دوست بنایا جا سکتا ہے تو یہ موقع ہاتھ سے نہیں دینا چاہیئے،

لیکن ——— لیکن سلطان کا فیصلہ اٹل ہوتا ہے، وہ جب کوئی ارادہ کر لیتا ہے تو اس پر عمل کر کے رہتا ہے۔ اس نے قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے ساری تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ اب اس ارادہ سے اسے کون منحرف کر سکتا ہے؟ کون اسے معاہدۂ صلح پر دستخط کرنے کی ترغیب دے سکتا ہے؟

کیا ملکہ رادول؟

کیا وہ قسطنطنیہ کا سفیر بن کر ادرنہ جائے گا؟

ہاں یہی ٹھیک ہے۔

رادول کو اس بات کا ناز ہے کہ وہ سلطان کا یار وفادار ہے۔ اب یہ بھی دیکھ لینا چاہیئے کہ سلطان بھی اس کا یار وفادار ہے یا نہیں؟ رادول سلطان کی ...

بہت کم ہے، لیکن جب اسے یہ معلوم ہوا کہ محمد کی فوجوں نے روڈ ابوار فتح کر کے، اٹلی پر حملہ کا راستہ صاف کر لیا ہے۔ جمہوریہ وینس کو دبا کر بگڑ ہے، اس وقت سے واقعی اسے اپنا مستقبل تاریک معلوم ہو رہا تھا اور پھر جب یہ معلوم ہوا کہ اس کے دونوں بھائی تک، جو ما موریا کے قریب دو جزائر میں حکمران تھے سلطان کے اطاعت گزار بن چکے ہیں تو اس کا خون خشک ہو گیا —— اس کے معنی یہ تھے کہ اب اسے کہیں سے بھی مدد نہیں مل سکتی، اس نے سوچا تھا وہ باغی بنا دے گا، دوسرے مقبوضہ اور مفتوحہ ریاستوں میں سرکشی اور بغاوت کی آگ بھڑ دے گا، سلطان محمد کے لئے زندگی اجیرن کر دے گا۔ لیکن اب یہ سب باتیں خو پریشان نظر آ رہی تھیں۔ کوئی بات بھی ممکن تھی۔ ہنگری اور دوسرا ان بغاوت پر آمادہ تھا کسی اور غیر مسلم ریاست کو اورنہ کے خلاف صف آرا کرنا ممکن نظر آ رہا تھا اور حد یہ ہے کہ اپنے دونوں بھائی تک ہاتھ سے نکل گئے تھے، انہوں نے بھی بالآخر حالات سے مجبور ہو کر ہتھیار ڈال دیئے تھے اور سلطان کا قلادۂ اطاعت گردن میں ڈال لیا تھا۔

ان حالات میں شہزادہ اورخاں کو مدعی تخت و تاج بنا کر آگے بڑھانا ایک کوشش سے زیادہ نہیں تھا۔

قسطنطین اس کے لئے تو تیار تھا کہ حصولِ عروج واقتدار کے لئے داؤ پر لگا دے، بشرطیکہ امکان روشن اور واضح ہو، لیکن اس کے لئے تیار نہیں کہ امید موہوم کے لئے اپنی ہر چیز بھینٹ چڑھا دے قربان کر دے۔

اچھا مان لیا، قسطنطنیہ کی فوجیں اورنہ پر یورش نہیں کریں گی، لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ اورنہ کے عساکر قاہرہ قسطنطنیہ کے خلاف کرتے ہوئے اقدام نہیں کریں گے۔

اگر ایسا ہوا تو؟

کیا قسطنطنیہ کی فوجیں، افواج اورنہ کا مقابلہ کر سکیں گی؟

ـے چھپائی جائے ؟ تم ہے ؟ کیا تم نہیں جانتیں ہم تم سے کتنی محبت کرتے ہیں ؟ ہ
ہمارے کشورِ دل پر حکمران نہیں ہو ؟
ملکہ نے زیرِ لب تبسم کے ساتھ فرمایا۔
" تو پھر بتائیے کس چیز نے آپ کو اس درجہ ملول و افسردہ کر رکھا ہے ؟
قسطنطین نے وہ تمام باتیں جواب تک عالمِ تنہائی میں سوچتا رہا تھا ملکہ کے
گوش گزار کر دیں۔
حالات یہ رخ اختیار کریں گے، اس کا تو ہمیں وہم و گمان بھی نہیں تھا ـــــ
بہرحال اب سوال یہ ہے کہ کیا کیا جائے ؟ حالات کو کس طرح قابو میں لایا جائے ؟
" یہ باتیں سن کر خود ملکہ معظمہ کا چہرہ بھی زرد پڑ گیا۔ کچھ دیر تک عالمِ فکر میں سرنگوں
رہنے کے بعد انہوں نے فرمایا۔
" میری رائے تو یہ ہے کہ ہمیں رادول پر بھروسہ کرنا چاہیئے ! "
بادشاہ سلامت نے کہا۔
" لیکن رادول پر بے اعتمادی کا تو کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ لیکن اصل
بات تو غور طلب ہے یہ ہے کہ کیا رادول ہمارے کام آ سکے گا ؟ "
" اس کا جواب بھی وہی دے سکتا ہے ! "
" لیکن تمہارا کیا خیال ہے ؟ "
" میرا خیال یہ ہے کہ وہ سلطان کا منہ چڑھا اور وفادار ہے، صرف وہی ایک
ایسا شخص ہے جس سے اس معجزہ کا صدور ہو سکتا ہے کہ سلطان اپنا ارادہ بدل دے ! "
" لیکن اگر وہ نہ مانا تو کیا ہو گا ؟ "
" جس طرح وہ سلطان کا وفادار ہے اسی طرح ہمارا بھی دوست اور غمخوار
ہے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ نہ سے خاص طور پر اس لیے یہاں نہ آتا کہ ہمیں ایک بہت
بڑے خطرے سے خبر کر دے واقعہ یہ ہے کہ اس طرح اس نے خود اپنے لیے بہت بڑا
خطرہ مول لے لیا ہے۔ اگر سلطان کو معلوم ہو گیا کہ اس نے ایسا کیا ہے تو وہ تمام مہربانیاں

کر سکتا اب دیکھنا یہ ہے کہ سلطان بھی رادول کی بات رکھتا ہے یا نہیں،

اگر وہ رادول پر اتنا مہربان ہے کہ محض اس کے پاس خاطر سے اکس
کو چھوڑ دیا، اور اس کا تعاقب نہیں کیا۔ ولاچیا کے ان باشندوں کی جان بخشی
نے ولاد کا آلۂ کار بن کر وہاں کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کیا تھا، رادول کو جیل
نکالا اور تاج خسروی پہنا کر تخت حکومت پر بٹھا دیا، کیا رادول کی یہ اتنی جرأت
سکتا کہ قسطنطنیہ کے خلاف یورش نہ کرے، اور قسطنطین سے پیمان دوستی
قائم کرے ——— ؟

ہاں، لیکن شہزادہ اوورخاں کا کیا ہو گا؟

ان دل شکست اور روح فرسا حالات میں بھی، اس حالت میں بھی
علیل ہے اس کے عزائم بدستور اپنی جگہ قائم ہیں وہ اب تک اس کے لئے
ہے کہ جنگ کا خیال دل سے نکال دے، اسے یقین ہے کہ ادرنہ کے باشندے
کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کرنے کو تیار ہیں، ——— نہیں یہ اس کا واہمہ
واقعی، وہ اتنا ہی ہر دلعزیز اور مقبول تھا تو ادرنہ کے لوگوں نے اس کی حمایت
بغاوت کیوں نہیں کر دی؟

اوورخاں کو مغالطہ ہے، وہ غلط فہمی میں مبتلا ہے۔

بہر حال کچھ بھی ہو اس کے لئے اتنا بڑا اور عظیم خطرہ مول نہیں لیا جا
اپنی ہستی اور اپنی مملکت خطرہ میں ڈال دی جائے۔

قسطنطین یہی سوچ رہا تھا کہ ملکہ کیتھرائن تشریف لے آئیں اور
نے پوچھا۔

"کیا بات ہے یہ شہنشاہ کو کئی دن سے ملول و افسردہ دیکھ رہی ہوں
کوئی ایسی بات ہے جو مجھے بھی نہیں بتائی جا سکتی؟

شہنشاہ نے اپنے اوپر تبسم کی سی کیفیت طاری کرنے کی کوشش کی
نہیں ملکہ ایسی کوئی بات نہیں ——— بھلا کوئی ایسی بات بھی ہو

"نہیں بیمار تو نہیں ہے، نہ بخار ہے، نہ حرارت، لیکن ہر وقت نڈھال اور پژمردہ رہتی ہے، مجھ سے اس کی یہ بات دیکھی نہیں جاتی"!"

"چلو ہم بھی چلتے ہیں اس کے پاس!"

بادشاہ کا یہ ارشاد سن کر ملکہ کھڑی ہو گئی، لیکن اس کے چہرے سے عیاں تھا کہ بیٹی کی وجہ سے سخت پریشان ہے اور یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی، صوفیہ اکلوتی لڑکی تھی۔ ماں اور باپ دونوں اس پر جان چھڑکتے تھے، یہی وجہ تھی کہ بادشاہ بھی اس کی یہ کیفیت سن کر پریشان ہو گیا!

کب تک اس پر مبذول ہوتی رہی تھیں، یک قلم ختم ہو جائیں گی، بلکہ ممکن ہے کہ
وہ راددل کو سزا دینے پر تیار ہو جائے ـــــ ایسا شخص اگر ہماری مدد نہیں کرے
تو واقعی مجبور ہوگا اور اگر کر سکے گا تو ضرور کرے گا ـــــ خطرات کا مقابلہ کرے
بھی! آپ اس سے رائے لیجئے۔ اور اس کی رائے پر عمل کیجئے۔

"کیوں نہ تم اسے ٹٹولو!"

"نہیں شہنشاہ اس طرح بات نہیں بنے گی، جس طرح آپ بات کر سکتے ہیں، میں نہیں کر سکتی، جس طرح مسئلہ کے تمام پہلو آپ اجاگر کر سکتے ہیں، میں نہیں کر سکتی، آپ ہی اس سے گفتگو کیجئے (مسکرا کر) آج کل وہ شہزادی جولیا سے بہت مانوس اور ملتفت نظر آ رہا ہے، یا وہ اس کے ہاں ہوگی، یا وہ اس کے ہاں رونق افروز ہوگا۔ جاتی ہوں ابھی بھیجے دیتی ہوں آپ کے پاس!"

کچھ سوچتے ہوئے شہنشاہ نے کہا،

نہیں اس وقت نہ بھیجو، رات کا کھانا ہم ساتھ ہی کھاتے ہیں، اس وقت اسے روک لیں گے اور دوسرے لوگوں کو رخصت کر دیں گے!"

ملکہ نے اس رائے سے اتفاق کیا،

"بالکل ٹھیک ایسا ہی کیجئے!"

یہ کہہ کر ملکہ واپس جانے کے لئے اٹھی شہنشاہ نے پھر اسے روک لیا،
ایسا کون سا کام ہے؟ کہاں جا رہی ہو؟ بیٹھو ذرا دیر،
وہ بیٹھ تو گئی، لیکن فکرمند لہجہ میں گویا ہوئی،

"نہ جانے کیا بات ہے۔ کئی دن سے صوفیہ کی طبیعت کچھ خراب سی ہو آئی ہے!"

شہنشاہ نے پریشان ہوتے ہوئے کہا،

"ہاں کئی دن سے ہم نے بھی اسے نہیں دیکھا، ہمارے پاس بھی نہیں آئی وہ ـــــ کیا کچھ بیمار ہے؟"

ہو گی میری بچی؟"

بادشاہ سلامت نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

اگر کسی نے تمہیں ناراض کیا ہے، بتاؤ ہم اسے سزا دیں گے، کوئی تمہاری آرزو اور خواہش ہے، کہو، اسے پوری کرنے میں بھی ہم کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھیں گے، ہمارے صرف ایک اشارہ کی دیر ہے، لیکن بیٹی زبان سے کچھ کہے بغیر یوں ہی الٹائی کھٹوائی لے کر پڑ جانا کون سی عقلمندی ہے ــــــ بالکل بچہ ہے ابھی تک ہماری بچی"

ملکہ نے لقمہ دیا،

"بچہ نہیں تو اور کیا ہے؟ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے؟"

بادشاہ نے صوفیہ سے پوچھا،

"ہاں بیٹی بتاؤ کیا بات ہے؟"

اتنی دیر میں صوفیہ اپنی کیفیت پر غالب آ چکی تھی، اس کے آنسو خشک ہو چکے تھے، اس نے کہا،

"کوئی بات ہوتی تو ضرور بتا دیتی ــــــ یوں کبھی کبھی طبیعت افسردہ ہو جاتی ہے، اس وقت بھی تھی!"

ملکہ نے تردید کی،

"جھوٹ ــــــ میں کئی دن سے تمہارے یہی طور دیکھ رہی ہوں یوں ہی طبیعت افسردہ ہوتی ہے تو چند لمحوں کے لئے یا کئی کئی دن؟ میں کہتی ہوں لڑکی تو مجھ سے اڑنے کی کوشش نہ کر؟"

شہنشاہ نے فرمایا،

"ہاں بھائی ہماری ملکہ اپنی بلند پروازی میں کسی کو حریف نہیں مانتیں!"

صوفیہ ہنسنے لگی، بادشاہ نے پھر پوچھا،

"بیٹی تم نے ہمارے سوال کا جواب نہیں دیا۔

شرط

شہنشاہ اور ملکہ کیتھرائن شہزادی صوفیہ کے کمرے میں پہنچے، وہ بالکل
تھی، نہ جولیا موجود تھی، نہ کوئی اور کنیز یا خادمہ ماں باپ کو آتا دیکھ کر وہ استقبال
ہوگئی، ملکہ نے اسے گلے سے لگایا، بادشاہ نے پیشانی چومی، اور اسے

ہوئے کہا،

"کیا بات ہے بیٹی کئی روز سے تم دکھائی نہیں دیں، ہمارے سلام کو بھی
حاضر ہوئیں، کیا خفا ہو کچھ سے!"

کئی دن سے صوفیا اپنا سوزِ نہاں دبائے ہوئے تھی، اس وقت
ممکن نہ رہا، اس نے زبان سے تو صرف، اتنا کہا۔

"نہیں تو ——

اور پھر آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گرنے لگے۔

یہ کیفیت دیکھ کر ملکہ اور بادشاہ دونوں پریشان ہوگئے، ملکہ نے

روتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے میری بچّی، تیری آنکھوں میں یہ آنسو کیسے؟ تجھے خوش
اور خوش دیکھنے کے لئے تو میں سب کچھ کر سکتی ہوں؟ خداوند یسوع مسیح
بتادے، کیا بات ہے؟ —— تیری ہر بات، ہر خواہش، ہر آرزو

گی دوں ؟"

"...ارا اس کا کیا مقابلہ؟"

"...یہ نہ کہیئے، جان سب کو پیاری ہوتی ہے، خدا نے ہمیں اگر بلند رتبہ دیا ہے، ...دوسروں کے مقابلہ میں ہمیں زیادہ فراخ دل، با حوصلہ اور فیاض ہونا چاہیئے!"

"...مطمئن ہو کر، بس اتنی سی بات پر تم افسردہ بیٹھی تھیں؟"

"میں تو اسے بہت اہم سمجھتی ہوں، ابا حضور!"

"اچھا ہم غور کریں گے!"

"اس میں غور کرنے کی کیا بات ہے؟"

"...ہے بیٹی، اس نے بہت بڑا جرم کیا ہے؟ اس نے ہمارے حلیف اور ...دوست شہزادہ اودر خاں پر ہماری آنکھوں کے سامنے قاتلانہ حملہ کیا ہے ...اتنا بڑا جرم اتنی آسانی سے نہیں بخشا جا سکتا، لیکن چونکہ تم اس کی شفیع بن گئی ہو، ...تمہاری سفارش ہم رد کرنا نہیں چاہیئے، لیکن ہمیں تھوڑی سی مہلت دو!"

...ملکہ کینیز اس نے بڑبڑاتے ہوئے تیور سے کہا۔

"...چاہے لڑکی جان سے گزر جائے، مگر آپ کو مہلت ضرور چاہیئے۔ بغیر غور ...کئے آپ کچھ نہیں کر سکتے ——— اچھی ہے یہ ادا بھی۔

...بادشاہ نے نہایت نرم لہجہ میں ملکہ سے کہا۔

"اس قدر جلد نہ خفا ہو جایا کرو، ہم نے بات سمجھ لی ہے جو کچھ صوفیہ چاہتی ...ہے وہ ہو گا ——— لیکن طریقہ سے!"

...ملکہ نے الجھتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ طریقہ کیا ہے؟"

...خدا را مجھے بھی سمجھا دیجئے مجھ بے وقوف کو!"

بادشاہ نے ایک قہقہہ لگایا اور کہا،

صوفیہ بولی ،

" خداوند نعمت بات تو کچھ بھی نہیں ہے ـــــــ میری اور جولیا کی ایک

شرط ہو گئی ہے ؟"

" شرط ؟ ـــــ اس کے لئے تم پریشان ہو ؟"

" جولیا کہتی ہے بادشاہ سلامت تمہاری بات نہیں مانیں گے، میں کہتی ہوں

مان لیں گے، وہ کہتی ہیں تم جیت گئیں تو جو کہو میں ہارنے کو تیار ہوں، میں کہتی ہوں

تو جیت گئی تو میں اپنی زندگی ہارنے کو تیار ہوں،

" بیٹی وہ ایسی کون سی بات ہے جس کے لئے تم اپنی زندگی تک ہارنے کو

تیار ہو گئیں ؟"

" ہے تو بہت معمولی !"

" تو ہمیں بتائی کیوں نہیں کہ ہم اسے پورا کر دیں !"

" (نہایت معصومیت کے ساتھ) لیکن جولیا تو کہتی ہے ،آپ ہرگز نہیں مانیں

گے، پھر میں اپنی بات کیوں ضائع کروں، اس لئے چپ ہوں !"

" جولیا احمق ہے اور تمہیں کیا کہوں، ـــــ خیر کیا ہے وہ بات ؟"

" وہ بات یہ ہے کہ آپ جمال پاشا کو رہا کر دیجئے۔ میں نے جولیا سے کہا

ہے کہ انہیں رہا کرا لوں گی !"

یہ بات سن کر ملکہ اور بادشاہ دونوں کا منہ فق ہو گیا،

" جمال پاشا کی رہائی کا تمہاری شرط سے کیا تعلق ؟"

" اسی طرح ابا جان ؟"

" کس طرح ؟ (ذرا تیز لہجہ میں) یہ بھی بتاؤ !"

" آپ کو یاد ہے ایک مرتبہ جمال پاشا نے میری جان بچائی تھی

نے اپنی جان خطرہ میں ڈال کر اگر مجھے نہ بچایا ہوتا تو آج میں کہاں ہوتی

اس کا مستحق نہیں ہے کہ میں اس کی جان بچانے کے لئے اپنی جان

(۳)

جولیا

شہنشاہ اور کمتھرائن کے جانے کے تھوڑی دیر بعد جولیا آئی اور چپ چاپ آرموزہ کے پاس بیٹھ گئی، صوفیہ نے کہا

"تمہیں تو اب ہمارے پاس بیٹھنے کی دو گھڑی بھی مہلت نہیں ملتی، تم ہو، اور رادول، جب دیکھو، وہاں بیٹھی ہوئی ہو، آخر اس میں کیا راز ہے؟"

جولیا مسکراتی ہوئی ایک ادائے خاص سے گویا ہوئی،

راز کیسا؟ جاتے ہیں، بیٹھتے ہیں، باتیں کرتے ہیں، کچھ اپنی کہتے ہیں، کچھ ان کی سنتے ہیں، اپنی کہتے ہیں، ان کی زیادہ سنتے ہیں،

تو اس کے معنی یہ ہوئے کہ تم دونوں ایک دوسرے سے محبت کرنے لگے ہو؟

بڑی بے پروایانہ شان سے اس نے جواب دیا۔

"معلوم تو کچھ ایسا ہی ہوتا ہے، جب تک رادول یہاں نہیں آئے تھے میرے ذہن میں کبھی خیال بھی نہیں آیا کہ اس نام کا کوئی شخص ہے اور جب سے وہ آئے ہیں، اب محسوس ہوتا ہے جیسے ہم دونوں کو خدا نے ایک دوسرے کے لئے پیدا کیا ہے، بغیر رادول کے میری اور بغیر میرے رادول کی زندگی ناممکن ہے، بے مزہ ہے، بیکار ہے!

• آج یا کل رادول سے ہمیں مفصل گفتگو کرنی ہے اور گفتگو میں بہت
مسائل طے کرنے میں، اس میں یہ مسئلہ بھی طے ہو جائے گا ــــ ہم چاہتے
کہ سانپ مرجائے اور لاٹھی نہ ٹوٹے، صوفیہ کی خواہش پوری ہو جائے مُرادت
کو بھی شکایت کا موقعہ نہ ملے، ویسے ہمارے دل میں، جمال پاشا کی دلیری
دلاوری کی عزت ہے، واقعی وہ قابلِ قدر آدمی ہے ــــ بیٹی اطمینان
تمہاری بات پوری ہوگی اور ضرور ہوگی!"

"(افسردہ اور غمزدہ لب و لہجہ میں) اگر میں جمال پاشا سے محبت کرتی ہوتی تو اسے بچا لیتی، قید سے چھڑا لیتی، لیکن ——

وہ بھی کہہ دو۔ لیکن؟"

"لیکن کچھ نہیں کر سکتی، وہ کال کوٹھڑی میں قید ہے اور میں یہاں آرام سے شبستانِ عیش میں بیٹھی مزے کر رہی ہوں، وہ فاقے کر رہا ہے اور میرے دسترخوان پر طرح طرح کے کھانے موجود ہوتے ہیں، اسے بیٹھنے کے لئے بوریہ بھی نہیں میسر اور میں مخمل اور کمخواب کے بستر پر آرام کرتی ہوں، تکلیف اور اذیت کے باعث وہ رات رات بھر نہیں سوتا ہوگا اور مجھے سلانے کے لئے کنیزوں اور باندیوں کے پرے موجود ہیں، جو کہانیاں کہتی ہیں، داستانیں بیان کرتی ہیں، گیت سناتی ہیں، پاؤں دباتی ہیں، ہر جتن کر ڈالتی ہیں —— کیا محبت ایسی ہی ہوتی ہے، کیوں جولیا، اگر خدانخواستہ کنگ رادول پر ایسا وقت ہوتا تو کیا تم بھی میری طرح خاموش رہتیں ——؟"

یہ کہتے کہتے صوفیہ کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں،

جولیا نے اسے لپٹا لیا اور اس کے آنسو پونچھتے ہوئے کہا،

"میری بہن! تم بنی اس لئے کہ عیش کرو، خدا نے تمہیں پیدا اسی لئے کیا ہے، کہ شہزادی کی زندگی بسر کرو، تم غم کیوں کرو؟ تم تکلیف کیوں اٹھاؤ، تم دکھ کیوں سہو۔ ان کاموں کے لئے کیا تمہارے جان نثار موجود نہیں؟"

صوفیہ نے آنکھ اٹھا کر جولیا کو دیکھا اور بولی،

"کیا مطلب؟ —— کیا غم بھی بانٹا جا سکتا ہے؟"

جولیا نے جواب دیا،

"کیوں نہیں بانٹا جا سکتا —— آخر ہم کس مرض کی دوا ہیں؟ جب تک ہم زندہ ہیں، تمہیں پریشان ہونے کی کیا ضرورت ہے؟"

"تم کیا کرو گی جولیا؟"

صوفیہ نے سراپا حیرت بن کر استفسار کیا۔

یہ میں کیا سن رہی ہوں، اتنے صاف الفاظ میں شاید ہی کسی عورت نے اپنی محبت کا اعتراف کیا ہو۔

"محبت کرنا کچھ جرم تو ہے نہیں، یہ تو بڑا مقدس جذبہ ہے اور مقدس جذبہ بھی اگر چوروں کی طرح چھپایا جائے تو وہ مقدس نہیں رہتا جرم بن جاتا ہے۔"

"تو کیا واقعی، تم دونوں کی محبت کا نقطۂ عروج پر پہنچ چکا ہے؟"

"ہاں بھئی آخر تمہیں شک کیوں ہے؟"

"لیکن اگر شہزادہ اوردخاں پھر ٹپک پڑے تو کیا ہوگا؟"

"کچھ نہیں ہوگا، مجھے اوردخاں سے اب دنیا کی کوئی طاقت نہیں چھین سکتی جب تک میں نے اس کوچہ میں قدم نہیں رکھا تھا، میں مجبور تھی بے بس تھی، خاموش تھی اس وقت اوردخاں یا کسی شہنشاہ کے بھی مجھے حوالہ کر دیا جاتا تو میں کچھ نہ بولتی لیکن اب اسرارِ محبت مجھ پر منکشف ہو چکے ہیں، اب میں جانتی ہوں، محبت کیا چیز ہے؟ اس کا تقاضا کیا ہے؟ اس کے واجبات کیا ہیں؟ اب میں محبت کے لئے سب کچھ کر سکتی ہوں، مٹ سکتی ہوں، اب میں بے بس نہیں ہوں، بے زبان نہیں ہوں مجبور نہیں ہوں۔ اب میرے قبضہ میں دنیا کی سب سے بڑی طاقت ہے — محبت، صوفیہ دنیا میں اس سے بڑی قوت کوئی نہیں!"

"نہ ہوگی، ہم کیا جانیں!"

"اب اتنی بھولی نہ بنو جیسے یہ کسی سے محبت کرتی ہی نہیں، جیسے انہیں معلوم ہی نہیں کہ محبت کیا چیز ہوتی ہے، کیسی ہوتی ہے!"

"میں کیا جانوں؟ —— کم از کم ابھی تو نہیں جانتی، جب جان جاؤں گی تو تمہاری طرح بولنے لگوں گی؟"

"کیا تم جمال پاشا سے محبت نہیں کرتیں دیکھو اس وقت میرے اور تمہارے سوا کوئی یہاں موجود نہیں ہے، جھوٹ بولنے سے کام نہیں چلے گا!"

"نہیں جھوٹ!"

"جولیا تم کتنی اچھی ہو؟"

"شکریہ اس بندہ نوازی اور کرم گستری کا؟"

"لیکن تم نے رادول سے کیا یہ بھی کہہ دیا کہ میں جمال پاشا سے محبت

"توبہ کرو، بھلا اتنا سفید جھوٹ بول سکتی تھی، میں نے اس سے یہ کہا ہے کہ میں جمال پاشا پر ہزار جان سے فریفتہ ہوں، اگر تمہیں واقعی مجھ سے محبت ہے، تو میری خاطر سے اپنے رقیب روسیہ کو جیل سے نکلواؤ اور اس نے ایک عاشق صادق کے ایثار سے کام لیتے ہوئے اس کا وعدہ بھی کر لیا!"

"جولیا تم بڑی شریر ہو ——— ضرور تم نے رادول سے میرے بارے میں نہ جانے کیا کیا باتیں اڑائی ہوں گی، بس تمہاری یہی باتیں مجھے ناپسند ہیں!"

"لیکن میری بہن! یہ تو بتاؤ! آخر میں رادول سے کیا کہتی؟"

کہہ دیتیں، وہ شریف اور بہادر آدمی ہے، اس نے ایک موقعہ پر صوفیہ کی جان بچائی تھی، لہذا احسان شناسی کا تقاضہ یہ ہے کہ اسے رہا کر دیا جائے، یوں کام بھی بن جاتا اور میں بدنام بھی نہ ہوتی، اب تو رادول کے سامنے جاتے ہوئے مجھے شرم آئے گی، کیا کہتا ہوگا اپنے دل میں؟"

"کیا کہتا ہوگا؟"

"یہی کہ صوفیہ بڑی بیہودہ ہے!"

اور بیہودہ اس لئے ہے کہ ایک شریف اور بہادر شخص سے محبت کرتی ہے کیوں؟"

"اور کیا ——— بڑی ——— خود بھی؟"

"تم کہتی ہوئی مری جاتی ہو، لیکن اگر کسی شریف اور بہادر شخص سے محبت کرنا بیہودگی ہے، تو پھر وہ مجھے بھی پرلے درجہ کی بیہودہ ——— سمجھتا ہوگا۔ اس لئے کہ میں بھی اس سے محبت کرتی ہوں اور اتفاق سے وہ بہادر اور

"جو تم نہیں کر سکتیں، جو تمہیں نہیں کرنا چاہیئے؟"

"تمہارا خیال یہ ہے کہ پھر جمال پاشا کے لئے کچھ نہیں کرنا چاہیئے؟"

"قطعاً نہیں، ___ جو کچھ کرنا ہے ہم کریں گے، بلکہ کر چکے۔"

صوفیہ نے حیرت، مسرت اور اضطراب کے ساتھ جولیا کو دیکھا اور بولی،

"تم کیا کرو گی؟ تم کیا کر سکتی ہو؟ تم کیا کر چکیں؟"

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

"سب کچھ، ___ وہ سب کچھ جو ایک جان نثار اور فداکار دوست کی

سے مجھے کرنا چاہیئے تھا۔"

"جولیا تم پہیلیاں بجھاتی ہو، صاف صاف کیوں نہیں کہتیں؟"

"تم بھی چاہتی ہو نا کہ جمال پاشاہ کا دورِ ابتلا ختم ہو جائے؟"

"ہاں، میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں چاہتی؟"

"جھوٹ نہ بولو، یوں کہو کہ فی الحال میں اس سے زیادہ کچھ نہیں چاہتی!"

"(مسکرا) اچھا یوں ہی سہی، لیکن آگے؟"

"آگے یہ کہ ہم نے سب کچھ طے کر لیا ہے!"

"خدا کے لئے بتاؤ کیا طے کر لیا ہے؟"

"کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ میں رادول کے پاس صرف محبت کا سبق سیکھنے جاتی تھی

میں نے اس سے محبت سیکھ لی ہے اور سکھائی بھی ہے۔ میں نے اسے

دیا ہے کہ وہ جمال پاشا کو رہا کرا دے، اور اس نے ایک جاکر کمشنر کی فرزند

عہد لیا ہے کہ ایسا ہی کر دوں گا ___ میں اس وقت یہی خوشخبری دینے کو

پاس آئی تھی؟"

صوفیہ نے جوشِ مسرت سے بے قابو ہو کر کہا۔

جولیا ___ کیا واقعی؟

وہ مسکراتی ہوئی، اٹھلاتی ہوئی بولی،

"اور اگر شہنشاہ نے غصہ میں آکر جمال کو قتل کر دیا ہوتا، تب کیا کرتیں تم؟"

"پھر تم صوفیہ کو رو رہی ہوتیں اس وقت!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک باندی آئی اور اس نے اطلاع دی، کہ حضور ملکہ آپ دونوں کو دسترخوان پہ یاد فرما رہی ہیں۔

شریف بھی ہے؟"

" بس سوال جواب کرنا تو کوئی تم سے سیکھے ——— اچھا نیر، بابر جو

دو، یہ بتاؤ رادول نے کیا وعدہ کیا ہے؟"

" یہی کہ وہ جمال پاشا کو جیل سے اس طرح نکال لے گا، جیسے مکھن سے بال نکال

ہے، کیا مجال ہے جو اسے ذرا بھی گزند پہنچ سکے!"

" لیکن کب؟ یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟"

" ممکن ہے کل، ممکن ہے پرسوں، ممکن ہے دو چار دن کے بعد!"

" تو جب تک کیا ہوگا؟"

" جمال پاشا جیل میں آرام کرتے رہیں گے اور کیا ہوگا؟" ——— لیکن ایک بات

تو بتاؤ، تم خود کیوں نہیں شہنشاہ سے کہتیں کہ وہ جمال کو چھوڑ دیں؟ وہ تو جمال کے بڑے

ممنون ہے کہ اسی نے ان کی چہیتی بیٹی کی جان بچائی؟"

" کہا تھا میں نے بھی ابھی تھوڑی دیر ہوئی!"

" شاباش، اس کو کہتے ہیں عشق صادق، کیا کہا تھا تم نے؟"

" یہی کہ احسان شناسی کا معاوضہ یہی ہے کہ اسے کوئی تکلیف نہ پہنچائی

اور رہا کر دیا جائے!"

" انہوں نے رادول پر ٹال دیا، کہنے لگے میرے دل میں جمال کی عزت ہے

لیکن جب تک رادول سے مشورہ نہ کر دوں کچھ نہیں کر سکتا!"

" اور رادول کو میں ہموار کر ہی چکی ہوں لہٰذا سمجھ لو کام بن گیا۔ پھر اب کیوں

پریشان ہو؟ مسکراؤ، ہنسو، بولو، ناچ دیکھو، گانا سنو، تو

مناؤ، بلاؤں طائفہ کو؟"

" نہیں جولیا ابھی نہیں، ——— جب تک جمال پاشا رہا نہیں ہو جاتے

اس وقت تک کسی تفریح میں میرا جی نہیں لگے گا!"

لاٹ پادری نے حیرت بھری نظروں سے اسے دیکھا اور گویا ہوئے،
"تم کیا کہنا چاہتے ہو؟ کیا مقصد ہے تمہارا؟"
راددل نے اس بیباکی کے ساتھ جواب دیا۔
"میرا مقصد؟ —— میرا مقصد صرف یہ ہے کہ آرزوؤں سے تقدیریں نہیں بھرا کرتیں، ایک زمانہ تھا کہ بازنطینی سلطنت کا دنیا میں لوہا مانا جاتا تھا، آج یہ حالت ہے کہ وہ عریض اور وسیع حکومت صرف قسطنطین اور آس پاس کے مقامات تک محدود رہ گئی ہے، ہم صرف دشمن کی برائی چاہتے ہیں۔ اس کے لئے بد دعا کرتے ہیں اور یہ سمجھ لیتے ہیں کہ کام ہو گیا، اور دشمن اپنی قوت کو مستحکم کرتا ہے اپنا شیرازہ مجتمع کرتا ہے اور دھوم دھام سے آگے بڑھتا ہے اور کامیاب ہوتا ہے،
لاٹ پادری نے ایک جذبۂ پندار کے ساتھ کہا،
"یہ ہم بھی کر سکتے ہیں!"
راددل نے کہا،
"ضرور کر سکتے ہیں بشرطیکہ مسلمانوں کی طرح زندگی کی محبت دل سے نکال دیں اور موت کی محبت پیدا کر لیں، پھر بے شک دنیا کی کوئی طاقت ہمیں شکست نہیں دے سکتی، ہم ہمیشہ سرخرو ہوں گے!"
لاٹ پادری کو غصہ آگیا۔
"تمہارا خیال ہے ہم زندگی پر جان دیتے ہیں؟ موت سے ڈرتے ہیں؟ ہم بزدل ہیں؟ —— یہ سمجھتے ہو تم؟"
راددل نے لاٹ پادری کے تلخ لب و لہجہ سے ذرا بھی متاثر ہوئے بغیر کہا،
"تقدس مآب، میری مراد آپ کی ذات خاص نہیں ہے، میں تو مجموعی طور پر اپنی قوم کی حالت پر گفتگو کر رہا ہوں۔
لاٹ پادری کا پارہ اور چڑھ گیا، اس نے پہلے سے زیادہ برہم ہو کر پوچھا،

لاٹ پادری

قسطنطین بہت سہما اور گھبرایا ہوا تھا، دن کاٹنا مشکل ہو گیا، اللہ اللہ کر کے
رات آئی کھانے کی میز پر، ارکانِ خاندان کے علاوہ وزراء اور سپہ سالار اور لاٹ
سب ہی موجود تھے، دورانِ طعام میں ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں۔ آج لاٹ پادری کا
موڈ بہت بگڑا ہوا تھا، بہت خفا اور برہم نظر آرہے تھے، کہنے لگے،
" سلطان محمد کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں اس نے روڈانٹو بھی فتح کر لیا
آج روڈانٹو فتح کیا ہے، کل کسی اور عیسائی ملک پہ دھاوا بول دے گا، پرسوں
ہے قسطنطنیہ پہ چڑھائی کر دے، ضرورت ہے کہ کسی حیلہ سے اس کے بڑھتے
قدم روکے جائیں۔

رادول اس سے زیادہ نہ سن سکا۔ اس نے کہا۔

" تقدس مآب آپ نے جو کچھ فرمایا وہ بالکل بجا اور درست ہے، لیکن
یہ ہے کہ سلطان محمد کو یہ کامگاریاں اور فتح مندیاں کیوں حاصل ہو رہی ہیں؟
روز بروز اس کی طاقت بڑھتی جاتی ہے اور ہم کمزور ہوتے جاتے ہیں؟
جدھر کا رُخ کرتا ہے، کامیابی ہوتی ہے اور ہم سہمے ہوئے، لرزتے
ہاتھوں سے خود اپنے قلعے اس کے لئے کھول دیتے ہیں؟ کیوں ایسا ہوتا ہے
ناکام نہ ہو اور ہم کامیاب نہ ہوں؟ ـــــ کیا آپ نے اس پر بھی کبھی غور

جس کے تم فرد ہو یعنی عیسائی۔

رادول: کم از کم مجھے تو اس میں کوئی شبہ نہیں!

لاٹ پادری: تمہاری اس صاف گوئی کی میں داد دیتا ہوں،

رادول: شکریہ ـــــ لیکن تقدس مآب اگر گستاخی پر محمول نہ فرمائیے تو عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ یہ داد آپ دل سے نہیں دے رہے، اس میں طنز ہے مجھے، یہ بھی ہے۔

لاٹ پادری: میں تمہاری ذہانت کی داد دیتا ہوں،

رادول: لیکن میں آپ سے اپنی حق گوئی کی داد لینا چاہتا ہوں،

لاٹ پادری: یہ مشکل ہے،

رادول: کیوں مشکل ہے تقدس مآب ـــــ کیا آپ میرے ایک سوال کا جواب دیں گے؟

لاٹ پادری: کیوں نہیں ـــــ کیا سوال کرنا چاہتے ہو؟

رادول: زیادہ دور جانے کی ضرورت نہیں، صرف باپ بیٹے کے عہد پر ایک نظر تو ڈال لیجئے، یعنی سلطان مراد، اور سلطان محمد کے عہد حکومت پر،

لاٹ پادری: ان دونوں کا عہدِ حکومت میری نظر کے سامنے ہے ـــــ مجھے سب ذرا ذرا۔

رادول: تو پھر آپ کو یہ بھی یاد ہوگا کہ صلحنامہ ریجیڈین کس نے توڑا تھا؟ کیا یہ درست نہیں ہے کہ یورپ کی متحدہ قوت کا سلطان مراد نے پامردی سے مقابلہ کیا بہت سے علاقوں پر قبضہ کر لیا، ہنگری تک اس کی فوجیں فاتحانہ یلغار کرتی ہوئی پہنچ گئیں، لیکن جب اس کے سامنے صلح کی تجویز رکھی گئی تو اس نے فوراً قبول کر لی، کیا یہ درست ہے؟

لاٹ پادری: ہاں ہے ـــــ آگے،

کیا تم اپنی ساری قوم کو بزدل خیال کرتے ہو؟"

رادول کے لب و لہجہ میں اب بھی کوئی جھجک نہیں تھی۔

میں جانتا ہوں میرا جواب آپ کو برا لگے گا، لیکن افسوس میں ہاں کے سوا کچھ

نہیں کہہ سکتا۔

لاٹ پادری غصّہ سے تھر تھر کانپنے لگا۔

"کیا کہا؟ —— تمہارا جواب ہاں کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا؟"

رادول نے اسی اطمینان کے ساتھ جواب دیا،

"جی بے شک میرا جواب یہی ہے، اور اس میں کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی"

لاٹ پادری نے جھٹ کفر کا فتویٰ صادر کر دیا۔

"تم کافر ہو —— کیوں نہیں کہہ دیتے مسلمان ہو چکے ہو؟"

رادول نے پادری صاحب کے فتوائے کفر کی ذرا بھی پروا کئے بغیر کہا۔

تقدس مآب، میرے اندر اتنی اخلاقی جرات ہے کہ اگر مسلمان ہو گیا ہوتا

تو بے تامل اعتراف کر لیتا، اس زمانہ کے مسلمان، اس زمانہ کے عیسائیوں سے ا...

درجہ بہتر ہیں اور یہی ان کی کامیابی کا راز ہے، رہا آپ کا فتوائے کفر تو میں...

کی پروا اس وقت کرتا، اگر واقعی کافر رہا ہوتا۔ لاٹ پادری کا جوش اس صاف...

سے ذرا ٹھنڈا پڑا۔

تم کافر بھی نہیں ہو، مسلمان بھی نہیں ہو، لیکن باتیں کافروں کی سی کر...

تعریف مسلمانوں کی کرتے ہو، یہ راز ہماری سمجھ میں قطعاً نہیں آیا۔

رادول نے لاٹ پادری کو سمجھاتے ہوئے کہا۔

کوئی قوم بھی جو بد عہد ہو، احسان فراموش ہو۔ ظالم اور سفاک ہو...

کہلائی جا سکتی ہے، نہ دنیا میں سربلندی حاصل کر سکتی ہے

لاٹ پادری: اور وہ قوم جو بد عہد، احسان فراموش ظالم اور سفاک ہے...

کہلائی جا سکتی ہے نہ دنیا میں سربلندی حاصل کر سکتی ہے۔ تمہارے خیال...

جی سلطنت کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، وہ ختم ہو گئی، اب پھر اگر کسی موقع پر یورپ
کی سلطنت کو دربارہ طلب کرے تو اسے صاف جواب مل جائے گا۔

ٹ پادری: گویا باتوں باتوں میں تم ہمارے شہنشاہ قسطنطین کو ڈرا بھی رہے
ہو کہ یورپ کے سلاطین میں کوئی ان کا ساتھ نہیں دے گا۔

رادول: میرا خیال تو یہی ہے۔

ٹ پادری: لیکن۔

رادول: اچھا اب دوسرا واقعہ بھی سن لیجئے۔

ٹ پادری: کب تک تمہاری داستان سرائی ہوتی رہے گی؟"

رادول: بس صرف تھوڑی دیر، اب میں اپنا واقعہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔
میرے بھائی دلاد کو آپ جانتے ہوں گے۔

ٹ پادری: بہت اچھی طرح، اس شہید خونیں کفن سے کون عیسائی واقف
[illegible]؟

رادول: جی ہاں، وہ شہید خونین کفن — میرے بھائی نے بار بار سلطان محمد
سے معاہدے کئے اور توڑے۔

ٹ پادری: کافر سے معاہدہ کی قیمت ہی کیا ہے؟ اچھا کیا،

رادول: بجا ارشاد ہوا — بہرحال معاہدے توڑے، ولاچیا کے بے گناہ
مسلمانوں کی جان لی اور وہ بھی ایسے دلدوز طریقہ سے کہ چشم فلک بھی تھرا اٹھی۔

ٹ پادری: (زہرخند کرتے ہوئے) مسلمان اور بے گناہ، خوب، پھر؟

رادول: اور جب سلطان نے اپنے سپاہی بھیجے تو انہیں بھی قتل کر ڈالا۔

ٹ پادری: اسے چاہیئے تھا کہ سلطان کو بھی قتل کر ڈالتا۔

رادول: یہ کام اس نے آپ کے مقدس ہاتھوں کے لئے چھوڑ دیا تھا —
مگر آخر سلطان اپنی فوج گراں سے کر ولاچیا میں داخل ہو گیا اور میرا بھائی دلاد،
سلطان کی جان لینے کے بجائے اپنی جان بچا کر رو بہ فرار لایا۔

رادول: اس کے بعد، مراد، مطمئن ہو کر ایشیائے کوچک چلا گیا، اپنے
محمد کو تخت نشین کر گیا، اور اس کے حکم سے مقبوضہ اور مفتوحہ قلعوں
ترک سپاہیوں نے خالی کرنا شروع کر دیا، ——— تقدس مآب میں

لاٹ پادری: ہم سن رہے ہیں، ٹھیک ہے کہے جاؤ۔

رادول: پھر یہ معلوم کر کے کہ مراد ناتجربہ کار اور نوعمر بیٹے کے حق میں تخت
سے دستبردار ہو کر گوشہ نشین ہو گیا ہے، تو جس معاہدہ کی سیاہی ابھی خشک
ہوئی بھی چاک کر ڈالا گیا۔ جن قلعوں کو ترک سپاہی خود خالی کر رہے تھے۔ ان قلعوں
زبردستی چھین لیا گیا اور ترک سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا گیا، صرف
مارا ہی نہیں گیا۔ طرح طرح کی لرزہ خیز اذیتیں دے دے کر ہلاک کیا گیا۔ ایک
شہنشاہ قسطنطین کی ایک عزیز ترین شہزادی جو لیا بھی موجود تھیں اور یہ
کر بیہوش ہو گئی تھیں ——— میں پوچھتا ہوں کیا یہ جائز تھا؟

لاٹ پادری: دشمن کو زک دینے کے لئے سب کچھ جائز ہے۔

رادول: بجا ارشاد ہوا، بالکل یہی بات پوپ کے کارڈینل نے بھی کی
حلف شکنی کی ذمہ داری اپنے اوپر لی تھی، لیکن خدا کا یہ خیال نہیں تھا۔

لاٹ پادری: اچھا آپ خدا کے بھی مزاج شناس، بہت خوب۔

رادول: ہر بندہ کو خدا کا مزاج شناس ہونا چاہیئے، اس بدعہدی
کا نتیجہ یہ ہوا کہ مراد برق و باد کی طرح ہمارے سروں پر پہنچ گیا، اچانک
اور اس نے آتے ہی ہم بدعہدوں کو کھیرے ککڑی کی طرح کاٹ ڈالا۔

لاٹ پادری: اور تم اس پر خوش ہو۔

رادول: بالکل نہیں، میں اس حادثہ پر خون کے آنسو رو رہا ہوں، لیکن
خود ہماری ہی لائی ہوئی نہیں تھی؟ کیا ہلاکت کو خود ہم نے دعوت نہیں دی
آپ جانتے ہیں اس کا نتیجہ کیا ہوا؟

لاٹ پادری: اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سارا یورپ ترکوں سے لڑنے

تیاریاں سرگرمی اور مستعدی کے ساتھ جاری رہنی چاہئیں اور جیسے ہی اچھے ہو جائیں ادرنہ کی طرف کوچ کر دینا چاہیئے۔ —— اور ہاں اس شخص کا کیا ہوا؟

قسطنطین: کون شخص تقدس مآب؟ کس کے بارے میں آپ دریافت کر رہے ہیں؟

لاٹ پادری: "وہی بزدل شخص جس نے شہزادہ اورخان پہ، ہم سب کی موجودگی میں قاتلانہ حملہ کیا تھا؟"

قسطنطین: "وہ قید ہے۔"

لاٹ پادری: "صرف قید ہے؟ قتل کیوں نہیں کر دیا گیا؟ کیا اسے زندہ رہنے کا حق حاصل ہے؟"

قسطنطین: "واقعی وہ قتل کا مستحق ہے، لیکن معاملہ چونکہ اورخان کا ہے، اس لئے میں چاہتا ہوں وہی فیصلہ کریں کہ اس کے ساتھ کیا سلوک ہونا چاہیئے، ان کا فیصلہ بہرحال ہمارے لئے قابل قبول ہوگا!"

لاٹ پادری: "بہتر!"

لاٹ پادری: مجھے معلوم ہے یہ واقعہ،

رادول: اس موقع پر سلطان محمد کو کیا کرنا چاہیئے تھا، فاتح سلطان محمد کو

کے باشندوں کے ساتھ کیا سلوک کرنا چاہیئے تھا؟

لاٹ پادری: میں اس کا مشیر نہیں ہوں،

رادول: اسے میرے بھائی ولاد کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے

ہر باشندے کو قتل کر دینا چاہیئے تھا، لیکن اس نے ایسا نہیں کیا، سب کی جان بخشی

اور بجائے اس کے کہ ولاچیا کو اپنی حکومت کا ایک صوبہ بنا لیتا، اس کی آزادی

رکھی، اور ولاد کے بھائی کو، یعنی مجھے تخت و تاج سونپ کر واپس چلا گیا ——

لاٹ پادری: اور کر بھی کیا سکتا تھا؟

رادول: میں پوچھتا ہوں اس کردار کے آدمی کو بھی شکست دی جا سکتی ہے

لاٹ پادری: اس کا جواب مستقبل دے گا۔

رادول: اگر ماضی سے — حال کا اور حال سے مستقبل کا اندازہ لگایا جا

ہے تو بے تامل کہا جا سکتا ہے کہ سلطان محمد کو شکست دینے کے لئے اسی جو

عزم اور اسی کردار کی ضرورت ہے جو سلطان محمد کا ہے۔

لاٹ پادری: آخر ان باتوں سے مقصد ——

رادول: میرا مقصد تو کچھ بھی نہیں ہے، آپ نے ایک بات چھیڑی تھی

میں نے بھی اپنے تاثرات پیش کر دیئے۔

لاٹ پادری: (قسطنطین سے مخاطب ہو کر) شہزادہ اودرخاں کی صحت کیسی

قسطنطین: اب تو حالت، رو بہ اصلاح ہے،

لاٹ پادری: جراحوں اور طبیبوں کا کیا خیال ہے، وہ کب تک مکمل طور

تندرست ہو جائیں گے؟

قسطنطین: شاید ایک مہینہ تو لگ جائے گا،

لاٹ پادری: ایک مہینہ؟ —— بہت ہے، خیر اس عرصہ میں

کنیزاں نے جاتے جاتے صوفیہ سے کہا۔
"بیٹی تو بھی جا کر سو رہ، ویسے ہی تیری طبیعت خراب ہے۔ آج کل نہ
جانے کیوں؟"
صوفیہ بھی اٹھ کر چلی گئی، جولیا نے رادول کی طرف دیکھتے ہوئے کہا،
"جائیے نا بہت نیند آ رہی ہو گی آپ کو، اتنی محنت کی ہے آپ نے، پادری
صاحب سے باتیں کرنے میں تھک گئے ہوں گے!"
رادول جاتا جاتا بیٹھ گیا، اس نے مسکراتے ہوئے کہا،
"چلا جاؤں گا، کون سی اتنی رات آ گئی ہے، سنو تم اگر سامنے بیٹھی ہو، تو ایک کیا
دو مجھی راتیں بھی آنکھوں میں کاٹ سکتا ہوں!"

تم جسے یاد کرو پھر اسے کیا یاد رہے
نہ خدائی کی ہو پروا نہ خدا یاد رہے

"تمہیں تو نیند نہیں آ رہی ہے؟"
جولیا نے ناز سے اٹھلاتے ہوئے جواب دیا،
"جی نہیں،"
رادول اطمینان سے بیٹھ گیا،
"پھر اطمینان سے ذرا باتیں کریں گے، ——— سچ کہنا آج لاٹ پادری
صاحب کی کیسی خبر لی ہے میں نے ———؟"
جولیا مسکراتی ہوئی گویا ہوئی۔
"میرا تو جی خوش ہو گیا ——— لاٹ پادری ہوں یا کوئی اور صاحب، سب
کو اپنے حلوے مانڈے سے کام ہے، پر کوئی نہیں سوچتا کہ انجام کیا ہو گا؟"
رادول، "اسی بات کا تو رونا ہے،"
جولیا، "شہنشاہ کل آپ سے صلاح لیں گے ——— کیا مشورہ
دیں گے آپ انہیں؟"

(۵)

تدبیر

لاٹ پادری کے چلے جانے کے بعد مجلس برخاست ہو گئی، رادول نے
آج ایسی صاف صاف گفتگو کی تھی کہ لاٹ پادری کے چھکے چھوٹ گئے
وزیرِ اعظم، وزیرِ جنگ، صوفیہ، جولیا، کیتھرائن سب ہی اس موقع پر موجود تھے۔ سب
دم بخود، رادول نے جو کچھ کہا تھا، وہ لاٹ پادری کے علاوہ سب کے دلی جذبات
ترجمانی تھی، ہر شخص اپنی جگہ یہی محسوس کر رہا تھا کہ اس وقت اور نہ پر حملہ کرنا اپنے
ہلاکت اور تباہی کو دعوت دینا ہے، خود قسطنطین، جو اورنہ پر یلغار اور یورش کے
میں اندھا ہو رہا تھا۔ اب خطرہ سر پہ منڈلاتا دیکھ کر سنبھل چکا تھا، یا تو یہ کیفیت
وہ ہمہ وقت اپنے لشکرِ گراں کے ساتھ کوچ کرنے پر تیار رہتا تھا۔ یا اب یہ حال
افواج سلطانی کی پیش قدمی کے تصور سے دل ہی دل میں لرزہ براندام ہو رہا تھا
اپنی کمزوری اب تک کسی پر اس نے ظاہر نہیں ہونے دی تھی۔
قسطنطین کا ارادہ آج رادول سے مفصل باتیں کرنے کا تھا۔ لیکن سارا ان
لاٹ پادری صاحب نے ضائع کر دیا۔ اس نے ملکہ کیتھرائن کے ہاتھ ہی ہاتھ
جاتے ہوئے کہا۔
مجھے تم سے بعض اہم امور میں صلاح کرنی تھی، لیکن آج کا سارا دن
کی نذر ہو گیا۔ اب رات کافی آ چکی ہے، لہذا جا کر آرام کرو، صبح باتیں ہوں گی۔

جولیا: (کچھ سوچتے ہوئے) میں بتاؤں ایک بات؟

رادول: کون سی نئی بات آتی ہے۔ آپ کے دماغ میں؟ ضرور ارشاد فرمائیے،

جولیا: اصل فتنہ یہ اوورخال ہے،

رادول: (ہنس کر) یہی بات بتانا تھی؟ کیا یہ بات تمہارے بتانے سے مجھے معلوم ہوئی ہے؟

جولیا: اونہہ۔ سنئے تو سہی، میں کچھ اور کہہ رہی تھی،

رادول: ہاں کچھ اور ضرور کہو، شاید وہ کام کی بات ہو۔

جولیا: میری رائے یہ ہے کہ شہزادہ اوورخال اور جمال پاشا کو بھی اپنے ساتھ لیتے چلیئے۔

رادول: اس سے کیا فائدہ ہوگا؟

جولیا: فائدہ ہی فائدہ ہے اس تجویز میں، شہنشاہ کی نظر سے جب یہ شخص دور ہو جائے گا تو اسے آلۂ کار بنا کر حصولِ اقتدار و توسیعِ مملکت کا جذبہ بھی کم از کم کچھ دنوں کے لئے ٹھنڈا پڑ جائے گا، اور یہی مقصود ہے،

رادول: تجویز کے معقول ہونے میں شبہ نہیں، لیکن سوال یہ ہے کہ شہنشاہ بھی مانیں گے؟

جولیا: یہ آپ کے ہاتھ میں ہے،

رادول: وہ کس طرح؟

جولیا: شہنشاہ کو شیشے میں اتار لینا آپ کے لئے کیا مشکل ہے، اوورخال محترم آپ کو بہت مانتا ہے، کہیئے گا، کچھ دنوں کے لئے شہزادہ کو تبادلۂ آب و ہوا کے لئے باہر جانا چاہیئے اور اس مقصد کے لئے ولاچیا سے بہتر کوئی جگہ نہیں، اس تجویز سے نہ شہنشاہ انکار کریں گے، نہ شہزادہ —— بہرحال یہ تو بہت آسان کام ہے، مشکل کام ایک دوسرا ہے اور وہ گر آپ کر لیں تب ہم جانیں کہ

رادول: مشورہ تو دے چکا۔ البتہ ان سے ایک استدعا کرنا چاہتا ہوں۔

جولیا: (کچھ سمجھتے ہوئے) جی نہیں یہ کسی طرح کی استدعا کا وقت نہیں ہے خطرات کے بادل منڈلا رہے ہیں، جب تک وہ دور نہ ہو جائیں، کسی طرح کی استدعا مناسب نہیں ہے، نتیجہ برعکس ہی نکلے گا۔

رادول: تمہارے اس صائب مشورہ کی میں قدر کرتا ہوں، واقعی اس وقت خاموش ہی رہنا مناسب ہے، لیکن

جولیا: اب بھی لیکن باقی ہے؟

رادول: ہاں، ـــــ کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ کچھ عرصہ کے لئے یوں ہی ہرزوگ کے ساتھ ولا چیا چلی چلو،

جولیا: ہو تو سکتا تھا، لیکن صوفیہ کو تنہا چھوڑ کر میں نہیں جا سکتی، ویسے بھی کل بہت اداس اور مضمحل رہتی ہے، ورنہ کوئی بات نہ تھی۔"

رادول: تو کیوں نہ شہزادی صوفیہ کو بھی ساتھ لیتے چلیں، نئے احول، نئی آب و ہوا نئے لوگوں میں ضرور ان کا جی بہل جائے گا، فضائی یکسانیت بھی ایک عذاب ہے۔

جولیا: (خوش ہو کر) ہاں اگر ایسا ہو سکے تو کیا کہنا؟

رادول: شہزادی کو تو کوئی اعتراض نہیں ہوگا؟"

جولیا: شہزادی میری کسی تجویز سے اختلاف نہیں کر سکتی ـــــ واقعی آپ کا یہ خیال بہت مناسب ہے۔

رادول: تو کل ہی شہنشاہ سے عرض کرتا ہوں۔

جولیا: ضرور اور یقیناً شہنشاہ آپ کی بات مان لیں گے۔

رادول: مجھے شہنشاہ سے محبت ہے، میں چاہتا ہوں وہ تباہی سے محفوظ رہیں۔ لیکن یہ غلط قسم کے مشیر اور خاص طور پر شہزادہ اودرفال بڑی طرح کام بگاڑ رہے ہیں۔

دیر ___ تو اور بیٹھو، ذرا باتیں کریں گے، اب تک تو ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہیں، محبِ ناشکیب اور دلِ ناصبور کی تو ایک بات بھی نہ ہو سکی۔ ___ وہ دروازے کے پاس جاکر بولی۔

"دل کی باتیں زبان سے نہیں دل ہی سے ہوتی ہیں!"

اور پھر برقِ جہندہ کی طرح مسکراتی ہوئی چلی گئی!

آپ نے کچھ کیا ہے۔

رادول: وہ کیا۔

جولیا: شہزادہ جمال پاشا کو ساتھ لے جاتے ہوئے ہچکچائے گا، وہ
ہے اسے فوراً قتل کر ڈالا جائے، لیکن اگر وہ بھی کسی طرح ولاچیا پہنچ گیا تو
جان بچ جائے گی،

رادول: کسی طرح بچ جائے گی، کیا شہزادہ وہاں اسے قتل نہیں کر سکتا؟

جولیا: وہاں میں خود اسے نہ قتل کر دوں گی، مجال ہے اس کی کہ جمال
کو ٹیڑھی نظر سے دیکھ سکے۔

رادول: بہت اچھا ــــــ یہ کوشش بھی آپ کی خاطر سے کریں گے
لیکن سمجھ میں نہیں آتا شہزادی صوفیہ کو اس حرک تیغ زنی سے اتنی دلچسپی کیوں

ہے؟

"جولیا: ہر بات سمجھ میں آنی بھی نہیں چاہیئے، نہ ہر بات کو سمجھنے کے درپے
ہو جانا چاہیئے۔

رادول: (ہنستے ہوئے) یہ بھی خوب رہی۔

جولیا: بہرحال یہ سوچ لیجئے کہ اگر جمال پاشا نہ گیا تو صوفیہ نہیں جائے گی
صوفیہ نہ گئی تو میں نہیں جاؤں گی، آگے جیسی مرضی ہو کیجئے،

رادول: اچھا بھائی ہو جائے گا یہ کام بھی اطمینان رکھو،

جولیا: (زیرلب تبسم کے ساتھ) بس تو پھر پیشگی شکریہ قبول کیجئے
لیتے ہوئے) واقعی اب کافی رات آگئی ہے۔ جائیے سو رہیے، صبح
میں بھی حاضر ہونا ہے اور ان سے نہایت اہم امور پر باتیں کرنی ہیں،
اور تازہ دماغ ہو کر پہنچنا چاہیئے آپ کو۔"

رادول نے جولیا کو روکنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میں ہر وقت تازہ دم اور تازہ دماغ رہتا ہوں، ابھی جی نہیں

شہنشاہ قسطنطین صبر و تحمل کے ساتھ رادول کی باتیں سنتا رہا، پھر گویا ہوا۔
"اسی لئے تو میں نے آپ کو زحمت دی ہے۔ بتائیے، اب اس طوفان کا رُخ کس طرح بدلا جائے؟"

رادول نے بتایا،
"میرے خیال میں اس کی واحد تدبیر یہ ہے کہ کچھ عرصہ کے لئے شہزادہ اوور رغال سے چھٹکارا حاصل کریں، وہ زخمی اور علیل بھی ہیں، بڑی آسانی سے تبادلۂ آب و ہوا کا انہیں مشورہ طبیبوں کی طرف سے دیا جا سکتا ہے۔ میں انہیں دعوت دوں گا کہ ولاچیا چلیں، اور وہ یقیناً اس دعوت کو قبول کر لیں گے۔"

قسطنطین نے اصولی طور پر اس رائے سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔
"لیکن کیا یہ خیال اس کے دل میں نہیں پیدا ہوگا کہ تبادلۂ آب و ہوا کے بہانے سے میں اسے چلتا کر رہا ہوں اور پھر وہ جانے سے انکار نہیں کر دے گا؟ بہر حال میں اسے بگاڑنا نہیں چاہتا، داشتہ آید بکار، بہت ممکن ہے کبھی اس مہرہ سے کام چل ہی جائے۔"

رادول نے اس دلیل کے وزن کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔
"بالکل یہی خیال میرے دل میں بھی آیا تھا اور میں نے اس کا توڑ بھی سوچ لیا ہے اور وہ ایسا تیر بہدف ہے۔"

"کیا؟"

اشتیاق و اضطراب کے ساتھ قسطنطین نے سوال کیا۔
"وہ تیر کیا ہے؟ مجھے بڑی خوشی ہوگی، اگر کام اس طرح بن جائے کہ کسی طرح کی بدمزگی بھی نہ ہو اور مقصد بھی حاصل ہو جائے۔"

رادول نے قسطنطین کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا۔
"ایسا ہی ہوگا ـــــ دیکھئے شہزادی صوفیہ کا مزاج بھی کئی روز سے علالت، کچھ افسردہ اور مضمحل سی رہتی ہیں۔ ان کے لئے کچھ عرصہ کے لئے تبادلۂ

(۷)

کوچ

جولیا کی بتائی ہوئی تدبیر کارگر ہوئی، اراودل نے شہنشاہ قسطنطین سے ساری باتیں منوالیں، اس نے کہا،

"سلطان محمد کو آپ سے ایک شکایت تو یہ ہے کہ آپ نے اس معاہدہ کو پسِ پشت ڈال دیا، جو آپ کے پیش رو اور سلطان مراد میں ہوا تھا، یہ شکایت بجائے خود نہایت سنگین ہے، سلطان محمد کو سب سے زیادہ اسی بات سے چڑھ ہے کہ عہد اور قول کی پابندی نہ کی جائے، جب کہ وہ خود نہایت سختی سے پابندیٔ عہد کرتا ہے اور جو بات ایک مرتبہ کہہ دیتا ہے، پھر خواہ جان جائے لیکن ہر قیمت پر اس کا پابند رہتا ہے، اور دوسری سب سے بڑی اور ناقابلِ فراموش شکایت یہ ہے کہ آپ نے شہزادہ اورخاں کو آلۂ کار بنا کر، دولتِ عثمانیہ کو تہہ و بالا اور برباد کر دینے کا منصوبہ تیار کیا، یہ شکایت ایسی نہیں ہے، جو کسی قیمت پر بھی نظر انداز کی جاسکے، پھر آپ سے بہت بڑی غلطی یہ ہوئی "کہ جن کو سفیر بنا کر بھیجا، وہ بد زبان، دریدہ دہن اور بدتمیز قسم کے آدمی تھے۔ گئے اور اطمینان سے اعلانِ جنگ کر کے چلے آئے آپ تو اب تک اپنے حالات کا جائزہ لے رہے ہیں اور سلطان نے یلغار و یورش کا پروگرام بھی مرتب کر لیا، خود ہی سوچئے ان باتوں کا نتیجہ کیا نکلے گا؟"

چنانچہ فیصلہ کے تیسرے روز، کنگ رادول کا مختصر سا قافلہ جو صوفیہ، جولیا، اور رخال اور جمال پاشا پر مشتمل تھا، ولاچیا کی طرف روانہ ہوگیا، اور رخال اب تک بے حد خوش تھا۔ جمال پاشا ایک قیدی اور اسیر کی حیثیت سے جا رہا تھا، جولیا اور صوفیہ آزاد تھیں، قسطنطنیہ کی سرحد سے باہر نکلتے ہی صوفیہ کی رعنائی اور تازگی واپس آگئی۔

اسے اب تک جمال پاشا سے ملنے یا بات چیت کرنے کا موقع نہیں ملا تھا پھر بھی وہ خوش تھی، اسے امید تھی ولاچیا پہنچنے کے بعد اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ وہ اپنے اسیرِ زلف سے مل سکے گی، باتیں کر سکے گی ـــــ اور بہت ممکن ہے اس کی رہائی کی تدبیر بھی عمل میں لا سکے، جولیا نے اسے نہ جانے کیسی کیسی خوش فہمیوں میں مبتلا کر دیا تھا۔

آب و ہوا کے مقصد سے باہر جانا مفید ہوگا۔ لہٰذا کیوں نہ وہ ولاچیا چلی جائیں، جب چاہیں واپس آسکتی ہیں، لیکن اوورخان کو میں اس وقت تک جنبش بھی نہیں کرنے دوں گا، جب تک حالات بالکل معمول پر نہ آجائیں۔ اس سے دو فائدے ہوں گے ایک تو شہزادی کو جاتا دیکھ کر اوورخان نہ انکار کر سکے گا نہ کسی وہم اور شک میں مبتلا ہوگا اور بفرض محال ہو بھی تو اسے زبان تک لانے کی جرأت نہیں کرے گا۔ دوسرا فائدہ یہ ہوگا کہ جب سلطان محمد کو یہ معلوم ہوگا کہ آپ نے اوورخان سے کس حد تک پیچھا چھڑا لیا ہے اور اب وہ آپ کے اثر میں نہیں ہیں تو یقیناً اس کا غصہ ٹھنڈا پڑ جائے گا، اور پھر وقت ہوگا کہ اس سے رشتہ دوستی استوار کرنے کی کوشش کی جائے اور یقیناً یہ کوشش کسی طرح بھی ناکام نہیں ہوگی، آپ اس طرح بچ جائیں گے، مجھ سے سلطان بدگمان ہو سکتے ہیں کہ میں نے اوورخان جیسے دشمن مملکت کو کیوں اپنے ہاں پناہ دی، لیکن اس کا جواب میں دے لوں گا سلطان کو مجھ پر اتنا اعتماد ہے اور وہ میری وفاداری سے اس درجہ مطمئن ہیں میرے اس اقدام کو کسی مصلحت ہی پر محمول کریں گے۔ دشمنی اور مخالفت پر نہیں اگر درباریوں نے میرے خلاف سازش کی اور سلطان کو بھڑکانے کی کوشش کی کسی نہ کسی طرح ان کی غلط فہمی رفع کر ہی دوں گا اور پھر ان کا دا سکے گا۔

بات قسطنطین کی سمجھ میں آگئی اور وہ رضامند ہوگیا۔

سب سے بڑا مرحلہ اوورخان کا تھا، وہ قسطنطنیہ سے باہر قدم نکالنے طرح رضامند نہیں تھا، لیکن جب راؤل نے اسے سمجھایا اور بتایا کہ شہزادی جولیا بھی جا رہی ہیں، تو پھر بادلِ نخواستہ اسے خاموش ہو جانا پڑا۔

اس فیصلے سے اوورخان جتنا ملول تھا، صوفیہ اور جولیا اتنی ہی خوش قسطنطین بھی مطمئن تھا کہ یکسوئی کے ساتھ حالات کا جائزہ لینے اور اقدام منصوبہ تیار کرنے کا موقع مل جائے گا۔

ہوئی گی. جنت وہاں ہو گی!"

صوفیہ ذرا شرماتی ہوئی زیر لب تبسم کے ساتھ بولی۔

"تو کیا جنت میرے دامن سے بندھی ہے کہ جہاں میں، وہاں وہ، کیسی باتیں کرتے ہیں۔ آپ جمال پاشا؟"

جمال پاشا نے ایک تاثر اور مدہوشی کے عالم میں جواب دیا۔

"شہزادی صاحبہ میں جھوٹ نہیں کہتا، میری ذات کا جہاں تک تعلق ہے میں تو ایسا ہی محسوس کرتا ہوں، اپنی زندگی پر غور کرتا ہوں تو وہ ناکامی، محرومی، مایوسی اور شکست کے سوا کچھ نہیں ہے، آپ کی نوازشوں اور مہربانیوں پر غور کرتا ہوں تو واقعی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے جہنم سے نکال کر جنت میں ڈال دیا گیا ہے"

صوفیہ خاموشی سے یہ داستان سن رہی تھی اور جمال کہہ رہا تھا۔

"باپ کا غم اور بھائی کی جواں مرگی کا گھاؤ تازہ تھا، جب میں اودرفال کا ...کا رکن بن کر قسطنطنیہ آیا تھا۔ سلطان نے میرے مرض کی بڑی صحیح تشخیص کی تھی، ان کا خیال تھا اگر میں اودرنہ میں رہا، تو یہ غم میری جان لے لے گا، انہوں نے مجھے قسطنطنیہ بھیج دیا۔ میں یہاں آیا ایک اجنبی دیس، اجنبی ماحول، اجنبی لوگ اور سب سے بڑھ کر نہایت ناقابل برداشت شخص اودرفال کی رفاقت ان سب چیزوں نے میرے دل و دماغ پر اور زیادہ برا اثر کیا، جی چاہا، واپس چلا جاؤں، مگر خیال آیا سلطان کیا کہیں گے؟ خاموش رہا، کڑھتا رہا، پریشان ہوتا رہا، ۔ یکایک ایک روز ـــــ ایک روز میری زندگی کی تاریکی ایک نور سے روشن ہوگئی، آپ کو میں نے دیکھا اور دیکھتے ہی اپنا سب کچھ ہار گیا، آپ نے میرا شکریہ ادا کیا، شہزادی جولیا نے میری بہادری کی تعریف و تحسین کی، لیکن میں کسی اور ہی عالم میں تھا۔ آپ چلی گئیں، ایک نیا غم، ایک نیا گھاؤ دے کر میں بھی اپنی قیام گاہ کی طرف واپس چلا گیا، لیکن یہ غم کتنا خوشگوار تھا یہ گھاؤ کیسی لذت رکھتا تھا اپنے

رُودادِ محبّت

قصرِ رادد ل میں قسطنطنیہ کے قافلہ کو وارد ہوئے پندرہ دن سے زیادہ گ
چکے تھے۔ اوددرخال اب بڑی حد تک تندرست اور شفایاب ہو چکا تھا
تھوڑی سی کمزوری باقی رہ گئی تھی، جمال محل کے ایک خوش منظر اور خوش
میں ایک معزز مہمان کی حیثیت سے مقیم تھا، جو لیا ادر صوفیہ کے اوقات کا
اس کے پاس صرف ہوتا تھا۔ یہ تینوں جب مل کر بیٹھتے تو دنیا و مافیہا سے بے
جاتے، کچھ عجیب خود فراموشی کا سا سالم طاری ہوتا ان لوگوں پر۔ جو لیا ابھی
کام سے اٹھ کر گئی تھی۔ اب صوفیہ اور جمال تنہا تھے اور انہی دونوں میں باتیں
تھیں، صوفیہ نے پوچھا۔

"یہاں آپ کا جی تو نہیں گھبراتا؟"

جمال نے جواب دیا۔

"کیا جنّت میں بھی کسی کا جی گھبرا سکتا ہے؟"

صوفیہ کچھ جھینپ سی گئی۔ اس نے پھر ایک سوال کیا،

"کیا ولاچیا جنّت ہے؟"

جمال نے جواب دیا۔

"جب تک آپ ولاچیا میں ہیں، جنّت یہاں ہے، جب

"تو یہ، آپ بظاہر چپ بیٹھے یہ سب سوچا کرتے تھے؟"

جمال نے اعتراف کیا،

"میں بھی سب کچھ سوچا کرتا تھا، امید میرا حوصلہ بڑھاتی تھی، وہ مجھے یقین دلاتی تھی کہ اس شب غم کی سحر ہوگی، یہ مایوسی ختم ہو گی اور امید کا سورج چمکے گا، بڑی دیر ہو جاتی تھی۔ یوں ہی بیٹھے بیٹھے، پھر میں اس خیال سے کہ آپ اکتا نہ گئی ہوں، اٹھ کھڑا ہوتا تھا، شہزادی جولیا اصرار کرکے بٹھا لیتی تھیں، آپ کے منہ سے بھی ایک آدھ لفظ ایسا نکل جاتا تھا، جو ان کی تائید میں ہوتا تھا، یہ سہارا پاکر میں بیٹھ جاتا تھا اور پھر باتیں شروع ہو جاتی تھیں، باتیں زیادہ تر شہزادی جولیا کرتی تھیں۔"

صوفیہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں وہ بڑی بکّی اور جھکی ہے! ——— آج سے نہیں ہمیشہ سے، میں تو عاجز آجاتی ہوں۔ بعض دفعہ اس بک بک سے! لیکن جب بولنے پر آتی ہے تو چپ ہونے کا نام نہیں لیتی!"

جمال نے ٹوٹا ہوا سلسلۂ سخن پھر جوڑا،

"ان کی یہ بک بک کی عادت میرے لئے تو ایک نعمت غیر مترقبہ تھی، یہی تو وہ چیز تھی، جو ہماری مجلس کو زیادہ سے زیادہ لمبا کر دیتی تھی اور اندھا کیا چاہے دو آنکھیں، میری آرزو بھی یہی تھی کہ جتنی دیر تک ہو سکے محفل جمی رہے!"

صوفیہ بولی،

"لیکن آپ سے اٹھنے کو کون کہہ سکتا تھا، جب چاہتے آپ آسکتے تھے اور جب تک چاہتے بیٹھ سکتے تھے!"

"یہ تو آپ نے سچ کہا ہے، لیکن چور کی طرح محبت کرنے والے کا دل بھی بہت چھوٹا ہوتا ہے!"

صوفیہ ہنسنے لگی،

"خیال بھی آپ کو اور کوئی نہیں ملی سوا چور کے،

اندراب بظاہر اس کا کوئی امکان نہ تھا کہ شرفِ ملاقات حاصل ہوگا، حسرت
پوری ہوگی، لیکن میں خوش تھا، مسرور تھا، منزل ناپید تھی، ساحل دور
دل تھا کہ ولولوں اور حوصلوں سے معمور تھا۔ یہ مایوسی ہی اپنے اندر ایک
حسرت کا ایک پیام رکھتی تھی، کبھی کبھار، دور سے آپ کا جلوہ دیکھ لیتا تو
خوش ہو لیتا تھا، پھر —— شہزادی صاحبہ میرے اس طول کلام
کی سمع خراشی تو نہیں ہو رہی ہے؟

صوفیہ نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر جواب دیا۔

"بالکل نہیں کہے جائیے!"

جمال نے پھر اپنی داستان شروع کر دی۔

"اس اثناء میں اودرخاں کی آمد و رفت قصرِ شاہی میں بڑھ گئی، مجھے بھی
کے ساتھ آنا پڑتا تھا، وہ تو قصرِ شاہی میں پہنچ کر ہوائی قلعے بنانے میں
جاتا تھا اور میں بہانے ڈھونڈ کر کسی نہ کسی طرح، بظاہر اتفاقاً۔ لیکن درحقیقت
کر کے آپ کے حضور میں پہنچ جاتا تھا۔

صوفیہ کے لبوں پر تبسم کھیلنے لگا۔

جمال نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا،

"آپ زیادہ تر خاموش رہتی تھیں۔ میں بھی خاموش رہنے پر مجبور
ہم دونوں کی خاموشی کی کسر شہزادی جولیا پوری کر دیتی تھیں، وہ کوئی نہ کوئی
بات کہہ دیتی تھیں جو کبھی میرے دل کی ترجمانی ہوتی تھی۔ کبھی آپ کے لطف
عنایت کی، ان باتوں سے میں بہت کچھ پا لیتا تھا، میرے ولولے بھڑک اٹھتے
تھیں، میری امنگیں اور آرزوئیں پھر مچلنے لگتی تھیں، جی چاہتا تھا اسی طرح بیٹھا
آپ کا نظارۂ جمال کرتا رہوں، کبھی کبھی جو ایک آدھ لفظ بول دیتی ہیں
سے ایک پوری داستان مرتب کرتا رہوں!

صوفیہ نے مسکراتے ہوئے ایک ادائے دلفریب کے ساتھ کہا،

"لیکن اب محسوس ہوتا ہے کہ میری خوش قسمتی پہ یہاں آکر مہر لگ گئی ہے!"

"یہ کیوں محسوس ہوتا ہے، کس وجہ سے؟"

"یہاں تک آپ نے میرا ساتھ دیا۔ یہاں کے بعد آپ میرا ساتھ نہ دے سکیں گی!"

"یہ کیونکر سمجھ لیا آپ نے؟"

"حالات ایسے ہی ہیں، آپ یہاں سے قسطنطنیہ واپس چلی جائیں گی، میں کسی [illegible] پہنچ جاؤں گا، پھر اس کے بعد کیا ہوگا؟ وہ زخم جو اتنی مشکل سے مندمل ہوا تھا پھر سے ہرا ہو جائے گا!"

"لیکن ایسا ہونے کیوں لگا؟"

"کیوں ایسا کیوں نہیں ہوگا!"

صوفیہ نے چاہا کہ جواب میں کچھ کہے، لیکن اس کی سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا کہے۔

واقعی جمال سچ ہی تو کہہ رہا تھا، اب کیا ہوگا؟

آئندہ یہ بیل کس طرح منڈھے چڑھے گی؟

کیا ہم دونوں جدا ہو جائیں گے؟ کیا ہم دونوں پھر ایک دوسرے سے کبھی نہ مل سکیں گے، کیا قسمت کی مہربانیاں اور عنایتیں صرف یہیں تک تھیں؟ اس کے بعد پھر مایوسی، تاریکی، ناکامی، ؟

یہ سوچتے سوچتے صوفیہ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

جمال نے اس کی یہ کیفیت دیکھ لی، اور بے قرار ہو کر بولا۔

شہزادی صاحبہ۔

اور اس کے بعد وہ خود بھی کچھ نہ کہہ سکا، خود اس کی آنکھوں سے بھی جھڑے [illegible] جاری ہو گئی۔

اور اسی وقت جولیا خوشی کا جھولا جھولتی کمرہ میں داخل ہوئی اور دونوں کو اس حالت میں دیکھ کر دنگ رہ گئی، اسے دیکھ کر صوفیہ نے جلدی سے آنسو پونچھ لئے۔

جمال کی داستان جاری تھی؛

"اس طرح مجھے باربار ملنے، بیٹھنے اور باتیں کرنے کا موقع ملا، وہ چنگاری جو دل میں سلگ رہی تھی، انگارہ بن گئی، شعلہ بن گئی، آگ بن گئی، لیکن میرے لب خاموش تھے، زبان خاموش تھی، دل میں طوفان اٹھ رہا تھا، مگر میں اسے روکنے، دبانے، ضبط کرنے پر مجبور تھا، یہاں تک کہ ایک روز میری قسمت نے پھر پلٹا کھایا، اودرخاں کی غداری نے مجھے حواس باختہ کر دیا، میں نے اس پر قاتلانہ حملہ کیا، زندگی باقی تھی، اس لئے وار اوچھا پڑا اور وہ بچ گیا، لیکن میں گرفتار کر لیا گیا۔

صوفیہ بولی،

"اس دن میں رات بھر نہیں سوئی تھی۔"

جمال نے تائید کی،

"مجھے شہزادی جولیا نے سب کچھ بتا دیا ہے!"

"وہ تو پاگل ہے، اس کی بات کا کیا اعتبار!"

"نہیں انہیں پاگل نہ کہیئے، وہ نہ ہوتیں تو آج میرا نہ جانے کیا حال ہوتا، انہی نے میرے زخمِ دل پر مرہم رکھا، انہی نے آپ کے آنسو پونچھے، انہی نے کنگ ... کو میری سفارش پر آمادہ کیا، انہی کی وجہ سے شہنشاہ قسطنطین نے مجھے بحال کرنا منظور کیا، وہ میری بہت بڑی محسن ہیں!"

"اتنا بڑا قصیدہ اس کے سامنے نہ پڑھئے گا، ورنہ دماغ آسمان پر پہنچ جائے گا اس کا!"

"لیکن آپ تو سن لیجئے، پھر میں یہاں آیا، اور محض میری وجہ سے آپ یہاں آئیں!"

"اور کیا، ورنہ مجھے ولاچیا سے کیا لینا تھا!"

رازونیاز

جولیانے بغیر کسی تمہید کے گفتگو کا سلسلہ شروع کردیا۔ کہنے لگی۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا یہ آنسو کیوں بہائے جارہے ہیں؟ کیا دنیا میں کوئی طاقت ایسی بھی ہے جو دو محبت کرنے والوں میں تفرقہ پیدا کرسکے، دیوار بن کر حائل ہو سکے؟ یا تمہاری محبت خام ہے، اگر خام ہے تو یہ آنسو کوئی قیمت نہیں رکھتے۔ ان سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، اور اگر خام نہیں ہے تو آنسو بہانا کم ہمتی اور بزدلی کی دلیل ہے۔"

صوفیہ اب اپنے اوپر قابو پا چکی تھی، اس نے کہا،

"خدا زبان تو دیکھو اس کی کیسی قینچی کی طرح چل رہی ہے؟"

جولیا اسی انداز میں بولی۔

"قینچی کی طرح ہے یا کچھوے کی طرح، سوال یہ ہے کہ اس اشک باری سے حاصل کیا ہوگا؟

اگر جمال پاشا صوفیہ سے محبت کرتے ہیں تو کسی رکاوٹ کی پرواہ نہ رکھتے ہوئے انہیں چاہیئے کہ اسی کے ہو رہیں اور اگر صوفیہ، جمال پاشا سے محبت کرتی ہے تو اسے بھی رونے دھونے کے بجائے جمال پاشا کی رفیقۂ حیات بننے کا فیصلہ کر لینا چاہیئے اور اس فیصلہ پر چٹان کی طرح جم جانا چاہیئے۔ دونوں اگر اپنے فیصلے

اور جمال بھی اپنی کیفیت پر غالب آگیا، لیکن جو کچھ جولیا دیکھ چکی تھی اسے تو جھٹلایا نہیں جا سکتا تھا، اس نے سوال کیا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے؟"

صوفیہ بولی۔

"کچھ نہیں —"

لیکن اس کی آواز اب تک لرز رہی تھی؟

نے بچا چھڑا لیا، سانپ بھی مر گیا اور لاٹھی بھی نہیں ٹوٹی، مبارکباد قبول کیجیے میری
طرف سے ــــــ لیکن صوفیہ تم سے صرف ہمدردی ہی کر سکتی ہوں!"

صوفیہ نے جل کر اور جھلا کر کہا۔

"مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے"

جمال پاشا کہنے لگا۔

"شہزادی جولیا۔ اب مجھے اجازت دیجیے آپ سے ہمدردی کا اظہار کر سکوں،
شہزادی صوفیہ پر آپ کی باتوں کا ذرا بھی اثر نہیں ہوا۔ آپ کی بہترین کوششوں
کے باوجود وہ مجھ سے ذرا بھی بدظن ہو سکیں؟

صوفیہ ہنسنے لگی۔

"بڑے مزے کی نوک جھوک ہو رہی ہے آپ دونوں میں"

جولیا نے منہ بگاڑ کر کہا۔

"اور کیا میں اس لئے تو آئی تھی کہ یہ دلچسپ تماشہ دکھا دوں تمہیں لطف آگیا نا؟"

صوفیہ: ہاں بہت زیادہ۔

جولیا: تو پھر اب میں جاتی ہوں،

صوفیہ: آئی تو آئی نہ ہو تمہیں آئی ہو تو بغیر اجازت جا نہیں سکتیں،

جمال پاشا: جو مسئلہ آپ نے چھیڑا ہے، پہلے اسے طے کر لیجئے پھر جائیے۔

جولیا: لیکن طے کیسے کروں؟ میں راستہ دکھاتی ہوں آپ سنگِ راہ بن کر حائل
ہو جاتے ہیں۔

جمال پاشا: کوئی ایسی بات بتائیے جو قابلِ عمل ہو،

جولیا: ایسی تو صرف ایک ہی بات ہے ــــــ تھوڑا سا زہر کھا لیجئے، نہ
رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری،

صوفیہ: تم خود کیوں نہیں لیتیں؟

جولیا: اس لئے کھا لوں گی کہ تمہارا ساتھ دینا فرض سمجھتی ہوں۔

پر رہیں تو نہ سلطان محمد کچھ کر سکتے ہیں نہ شہنشاہ قسطنطین ــــ اب بتائیے کیا فیصلہ ہے آپ حضرات کا؟

جمال نے خندۂ زیرِ لب کے ساتھ کہا۔

"فیصلہ آپ کیجئے تعمیل میں کروں گا۔"

وہ سراپا حیرت بن کر بولی۔

آپ مجھ سے فیصلہ چاہتے ہیں ــــ میرا فیصلہ تو رادول کے حق میں بہت دن ہوئے صادر ہو چکا"

صوفیہ نے ہنستے ہوئے کہا۔

"بڑی بے غیرت ہو جولیا، کچھ تو شرم کرو!"

وہ اسی بیباک لب و لہجہ میں گویا ہوئی۔

"ان خطابات کا شکریہ، لیکن اگر منزلِ مقصود تک پہنچنا ہے تو شہزادی صوفیہ صاحبہ آپ کو بھی جولیا ہی کے نقش قدم پر چلنا پڑے گا"

جمال پاشا نے سنجیدگی کے ساتھ گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

"آپ میں اور شہزادی صوفیہ میں فرق ہے، جو رکاوٹیں آپ نے نہایت آسانی سے دور کر دیں، وہ نہیں کر سکتیں، آپ کے سر پر کوئی شہنشاہ قسطنطین سلط نہیں ہے اور ہو بھی تو، اسے ہرگز اس پر اعتراض نہیں ہو سکتا کہ آپ اور رادول ایک دوسرے کے رفیق زندگی بن جائیں، لیکن میں رادول نہیں ہوں، مسلمان ہوں، ترک ہوں، جمال پاشا ہوں اور شہزادی کے معاشرتی مرتبہ میں بھی فرق ہے۔ وہ شہزادی ہیں اور میں گدائے بوریہ نشین، ذرا سوچئے تو سہی، یہ بیل کس طرح منڈھے چڑھ سکتی ہے؟"

جولیا نے تیوری چڑھا کر کہا۔

"بالکل نہیں چڑھ سکتی، جب آپ جیسا ناصح مشفق، صوفیہ کو ورغلانے کے لئے موجود ہے تو وہ بیچاری بہرحال ٹھہری عورت ذات پہلے ہی کون سی بہادر تھی اب یہ خوفناک باتیں سن کر اور سہم جائے گی، بڑی عافیت اور ذہانت کے ساتھ

جولیا: شاباش ـــــ ایں کار از تو آید، مرداں چنیں کنند! ـــــ بس تو سٹاہٹ سے بیٹھے رہیے اور ایک دوسرے کو دیکھ کر خیریت مزاج دریافت کر لیا کیجئے، اللہ اللہ خیر صلا۔

صوفیہ: جمال پاشا سن رہے ہیں آپ جولیا کی جلی کٹی باتیں؟

جمال پاشا: سن تو رہا ہوں، لیکن کچھ غلط تو نہیں کہہ رہی ہیں وہ ـــــ ہمیں کوئی فیصلہ کر لینا چاہیئے، آخر اس طرح کب تک کام چلے گا؟ دولاچیا سے نکل چلنا آسان ہے، لیکن قسطنطنیہ کی حدود سے باہر نکلنا ناممکن ہے، یہاں سے باہر نکل کر، ہم مرضی اور ارادے پر ہم عمل کر سکتے ہیں، لیکن قسطنطنیہ واپس جانے کے بعد نہ ہماری یعنی ہماری مرضی ہوگی، نہ ہمارا ارادہ ہمارا ارادہ؟ ہمارے سامنے دو ہی راستے ہیں، یا ... کا قرب، یا ہمیشہ کی جدائی، اور کم از کم فی الحال ہمیں پوری آزادی ہے کہ ان دونوں راستوں میں سے جو راستہ بھی چاہیں اختیار کر لیں۔

صوفیہ: (کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد) بہرحال سوچ لیجئے، آپ جو فیصلہ بھی کریں گے، مجھے پیچھے نہیں پائیں گے، آپ جو راستہ اختیار کریں گے، آنکھ بند کر کے میں اس پر چلوں گی، خواہ وہ راستہ اورنہ کا ہو یا قسطنطنیہ کا!"

صوفیہ کے یہ الفاظ سن کر جمال پر انبساط و مسرت کی خود فراموشانہ کیفیت طاری ہو گئی، اس نے پہلی مرتبہ صوفیہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، کچھ کہنا چاہا، مگر وفور جذبات سے کہہ نہ سکا۔ جولیا نے مشکل آسان کر دی، اس نے صوفیہ کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا۔ اور صوفیہ کو ساتھ لے جاتے ہوئے جمال سے کہا۔

"باقی باتیں کل ہوں گی۔ پہلے ہم دونوں اسکیم کے تمام پہلوؤں پر غور کر لیں!"

صوفیہ: پھر آگئیں اپنے رنگ پر، وہی دل لگی، وہی مذاق، وہی مجرہ، آدمی بن کر بات کرنا تو اس خدا کی بندی کو آتا ہی نہیں۔

جولیا: میری بات سنتا کون ہے؟

صوفیہ: معقول بات ہوگی تو کیوں نہ سنیں گے؟ ضرور سنیں گے۔

جولیا: اور جمال پاشا آپ؟

جمال پاشا: میں بھی،

جولیا: تو پھر معقول بات ایک ہی ہے۔ میں دو نہایت تیز رفتار اور عمدہ گھوڑوں کا انتظام کر دیتی ہوں، آپ دونوں جہاں بیٹنگ جائیں، چلے جائیں میرے خیال میں اور نہ مناسب ہوگا، وہاں کوئی زحمت نہیں پیش آئے گی۔

جمال پاشا: میں اس کے لئے تیار ہوں، لیکن شہزادی صاحبہ بھی اتنی ہمت کریں گی؟

جولیا: کیوں صوفیہ؟

صوفیہ: یہ بات کہنے میں جتنی آسان ہے، عمل میں اتنی ہی مشکل ہے۔

جولیا: تکلیف تو ہوگی۔ لیکن ذرا یہ بھی بتا دو کیوں؟

صوفیہ: کیا ابا حضور پھر قیامت نہیں برپا کر دیں گے؟

جولیا: ضرور کر دیں گے، لیکن وہ قیامت تمہارا کیا بگاڑے گی؟

صوفیہ: یہ لو — میں اپنی تو پرواہ نہیں کرتی لیکن اگر یہ (جمال پاشا) ان کے ہاتھ لگ گئے تو کیا وہ زندہ چھوڑ دیں گے انہیں؟

جمال پاشا: آپ اس کی پرواہ نہ کیجئے، میں اپنی حفاظت کر سکتا ہوں، کیونکہ میں بھی آپ کو گزند نہیں پہنچنے دوں گا۔ قسطنطین ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔

صوفیہ: آپ بھی جولیا کی سی کہنے لگے؟

جمال پاشا: میں وہی کہوں گا۔ جو آپ کی مرضی ہوگی، اگر آپ نہیں جانا چاہتیں تو میں بھی اصرار نہیں کرتا۔

بازنطینی حکومت پر حملہ کرنا بچوں کا کھیل نہ تھا، خود قسطنطنیہ اپنے محل وقوع کے اعتبار سے سارے یورپ میں امتیاز خاص کا حامل تھا، ایسے شہر میں یونہی اندھا دھند حملہ کر دینا اور اس کی آہنی دیواروں سے سر ٹکرا کر واپس آجانا محمد کا شیوہ نہ تھا، وہ دیر میں قدم اٹھاتا تھا لیکن خوب ناپ تول کے تمام پہلوؤں پر اچھی طرح غور کرنے کے بعد دشمن پر حملہ کرنے کی وجہ سے وہ روشن پہلوؤں کو اتنا پیش نظر نہیں رکھتا جتنے تاریک پہلو اس کے پیش نظر رہتے تھے۔ وہ خود اپنا، اپنی تیاریوں کا، اپنی جنگی قوت کا، اپنے سپاہیوں کی سرفروشی اور جاں نثاری کا غیر جانبداری کے ساتھ بلکہ دشمن بن کر جائزہ لیتا تھا۔ اس دور اندیشی اور چوکسی کا نتیجہ یہ تھا کہ بڑی بڑی مہمیں اس نے چٹکی بجاتے میں سر کر لیں، ایسی مہمیں جن کا سر کر لینا ناممکن سمجھا جاتا تھا اور جن کا سر کر لینا محمد کے جنگی معجزات میں شمار کیا جاتا تھا۔ چنانچہ سب سے پہلے جس چیز پر اس نے توجہ کی، وہ اس جدید جنگی قلعہ کی تعمیر تھی۔

یہ قلعہ ۸۵۶ھ (۱۴۵۲ء) کے موسم سرما سے قبل تیار ہو گیا، آبنائے باسفورس اب ترکوں کے قبضہ میں تھی، کوئی جہاز بغیر ان کی اجازت کے اسے عبور نہیں کر سکتا تھا۔ اس قلعہ کی تعمیر کے بعد محمد جنگ کی دوسری تیاریوں میں مصروف ہوا، اس نے ایک لاکھ ستر ہزار کی ایک عظیم الشان فوج جمع کی، لیکن قسطنطنیہ کی فتح کے لئے محض سپاہیوں کی تعداد کافی نہ تھی خواہ وہ کتنی ہی زیادہ ہو یہ شہر مثلث نما تھا، جس کے دو حصے پانی میں گھرے ہوئے تھے، شمال میں شاخ زریں اور جنوب میں بحر مارمورا تھا، بحری فوجیں صرف تیسرے حصے پر حملہ کر سکتی تھیں، جو مغرب کی جانب واقع تھا، لیکن اس کی حفاظت یکے بعد دیگرے تین زبردست دیواریں کر رہی تھیں، جو توپوں کی ایجاد سے قبل ہر طرح کے حملے سے محفوظ خیال کی جاتی تھیں، اندر کی دونوں دیواریں بہت موٹی تھیں اور ان پر ایک سو اسّی فٹ کے فاصلے سے مضبوط برج بنے ہوئے تھے۔ ان دیواروں کے درمیان ساٹھ فٹ کا فاصلہ تھا۔ باہر کی جانب دوسری اور تیسری دیوار کے بیچ میں ساٹھ فٹ چوڑی ایک خندق تھی، جو سو فٹ گہری تھی، یہ دیواریں پانچویں صدی عیسوی میں شہنشاہ

جنگ کا بگل

قسطنطنیہ اور ادرنہ پر کامل سکوت چھایا ہوا تھا، لیکن یہ سکون وہ تھا جو طوفان کا پیش خیمہ ہوا کرتا ہے۔ قسطنطنیہ کا اعلانِ جنگ اب تک عملی طور پر قائم تھا، اس نے تلافی مافات کی کوشش نہ کی تھی، وہ سلطان محمد سے مرعوب ضرور ہو گیا تھا، لیکن اپنی غلطی سے تائب نہیں ہوا تھا، ایک طرف وہ چاہتا تھا کہ جنگ فی الحال ٹل جائے دوسری طرف وہ چاہتا تھا جیسے ہی موقع ملے، پوری قوت کے ساتھ ادرنہ پر حملہ کر دے اور اس پر قبضہ کر لے، نہ اس کا دل صاف تھا نہ دماغ، نہ زبان رکھ بھی اب تک اس کی رفیق راہ تھی، دل کا کھوٹ بات بات سے ظاہر ہوتا تھا، سلطان محمد دولت عثمانیہ سے متعلق نہایت نازیبا اور ناشائستہ باتیں برسرِ عام کرتا رہتا تھا ان سب باتوں کی اطلاع جزئیات کی پوری تفصیل کے ساتھ محمد کو ملتی رہتی تھی وہ ایک روشن دماغ، معاملہ فہم اور دور اندیش فرمانروا تھا۔ اس نے آج سے پہلے قسطنطین کا اعلانِ جنگ قبول کر لیا تھا۔ لیکن اب تک یورش اور یلغار پر عمل نہیں کیا تھا، اس کے جاسوس ہر طرف بکھرے ہوئے تھے۔ اور وہ خبریں اسے پہنچایا کرتے تھے۔ اس نے اب آخری اور قطعی طور پر فیصلہ کر کہ قسطنطنیہ پر حملہ کرے گا۔ اور اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دے گا۔ لیکن عمل جذبات کی رہبری میں نہیں کیا جا سکتا تھا۔ ہزاروں برس کی ایک معزز

اب کیا کریں؟

جمال کا تقاضہ روز بروز بڑھتا جاتا، ہر ملاقات میں وہ صوفیہ سے دریافت کرتا تھا،
"کہیے شہزادی صاحبہ آپ نے میری قسمت کا فیصلہ کیا؟"
وہ مسکرا کر جواب دیتی،
"غور کیا جا رہا ہے"
جمال پوچھتا،
"لیکن غور و خوض کا سلسلہ کب تک جاری رہے گا؟"
وہ تبسم کی بجلیاں گراتی ہوئی کہتی،
"جب تک غور و خوض ختم نہ ہو جائے!"
ایک دن جمال نے عاجز آکر سوال کیا،
"اس روز تو آپ نیم رضامند ہو گئی تھیں اور شہزادی جولیا نے بھی میرے حق میں فیصلہ صادر کر دیا تھا اور وعدہ کر لیا تھا کہ وہ کوئی اسکیم بنائیں گی، جس کا [illegible] جائے گا، مگر اب آپ بھی خاموش ہیں اور میں ہوں کہ موت و زیست کی کشمکش میں گرفتار ہوں!"
صوفیہ نے محبت بھری نظروں سے دیکھا اور گویا ہوئی،
"صبر سے کام لیجئے، جولیا کی اور میری اسکیم اب تک اپنی جگہ قائم ہے،

تھیوڈوسیس ثانی نے تعمیر کرائی تھیں اور اب تک اکیس محاصروں میں قسطنطنیہ
کے قدم سے محفوظ رکھ چکی تھیں۔ قسطنطنیہ کی فتح کے لئے ضروری تھا کہ ان دیواروں پر
کامیابی کے ساتھ گولہ باری کی جائے۔ کچھ عرصہ سے ترکوں اور عیسائیوں نے جنگ میں
توپوں کا استعمال شروع کر دیا تھا۔ لیکن محمد نے مروجہ توپوں کو ناکافی خیال کر کے
عظیم الشان توپیں بنوائیں، جو اپنی جسامت اور طاقت کے لحاظ سے بے نظیر
اربان نامی ایک عیسائی انجینئر نے جو ہنگری کا رہنے والا تھا اور بازنطینیوں کی
سے علیحدہ ہو کر سلطان کی خدمت میں چلا آیا تھا۔ ایک نہایت زبردست
ڈھالی، جس کے سنگی گولوں کا قطر ڈھائی فٹ تھا۔ اس کے علاوہ اس نے اور بھی
بنائیں جو نسبتاً چھوٹی تھیں لیکن زیادہ تیزی کے ساتھ گولے برسا سکتی تھیں۔
قسطنطنیہ کے محاصرہ کے لئے ایک سو اسی جہازوں کا ایک بیڑا بھی تیار کرایا۔ وہ
کی تیاریوں میں حد درجہ منہمک تھا اور اس کے لئے تمام سامان اپنی ذاتی نگرانی
کر رہا تھا۔

جس طرح قسطنطین کی سرگرمیوں اور اس کے عزائم کا سلطان محمد کو اپنے جاسوسوں
کے ذریعہ برابر علم ہوتا رہتا تھا۔ اسی طرح سلطان محمد کی تمام سرگرمیوں
کی جملہ اطلاعات قسطنطین کو اپنے جاسوسوں کے ذریعہ ملتی رہتی تھیں۔

قسطنطین کو اب یقین ہو گیا تھا کہ دشمن کسی وقت بھی اس پر خون
مہلک حملہ کر سکتا ہے وہ اپنی بے بضاعتی سے بھی واقف تھا اور اچھی طرح
کر رہا تھا کہ کسی قیمت پر بھی وہ پیش قدمی کی جرأت نہیں کر سکتا۔

ان حالات نے اسے حد درجہ سہما سہما اور حواس باختہ کر رکھا تھا۔
نظر آ رہا تھا، آگے بڑھنے یا کم از کم اپنے آپ کو اس آنے والے طوفان کی
بچا لینے اور محفوظ رکھنے کی کوئی تدبیر نظر کے سامنے نہیں تھی۔

پھر اب کیا ہو گا؟

جس گھر، جس خاندان کے ساتھ نہ جانے کتنی اور کیسی یادیں وابستہ ہیں، انہیں بالکل فراموش کر دینا، جہاں زندگی عبارت تھی صرف نشاط و مسرت سے، بے پروائی اور بے فکری سے سرور و انبساط سے اس کی طرف پھر کبھی منہ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا، جہاں ماضی ایک سنہرا خواب تھا، جہاں حال یوم طرب تھا، جہاں مستقبل نہ صرف یہ کہ بھیانک نہیں تھا، بلکہ اپنے دامن میں خوشی کے سوا کچھ نہ رکھتا تھا، اسے ذہن و دماغ کے پردہ سے محو کر دینا کیا آسان ہے جمال پاشا!؟"

جمال حیرت سے صوفیہ کی طرف دیکھ رہا تھا اور وہ کہہ رہی تھی۔

"اب میری زندگی ایک نئی زندگی ہوگی، اب مجھے ایک نئے ملک کا باشندہ بننا پڑے گا، اب مجھے ایک نئی قوم کے دامن میں پناہ لینی پڑے گی، اب مجھے ایک نئے خاندان سے رشتہ استوار کرنا پڑے گا۔ اب مجھے ایک نئی فضا، ایک نئے ماحول، ایک نئی معاشرت کو اپنانا پڑے گا، اب مجھے ان لوگوں سے واسطہ پڑے گا جن کی اب تک برائیاں ہی برائیاں سنتی آئی ہوں، کیا یہ سب باتیں اس کی مقتضی نہیں ہیں کہ ایک مرتبہ قدم بڑھانے سے پہلے سو مرتبہ سوچ لوں!"

جمال نے کچھ کہنا چاہا، لیکن صوفیہ نے اپنی گفتگو جاری رکھی۔

"اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ میری محبت کمزور ہے ـــــ آپ کی ذات کا جہاں تک تعلق ہے جنگل میں بھی، آپ کے ساتھ ہنسی خوشی رہ سکتی ہوں، لیکن ایک ماحول کو چھوڑ کر ایک نئے ماحول میں ہمیشہ کے لئے جا کر بس جانا، جس کی کسی چیز سے بھی طبیعت ابھی تک مانوس نہیں ہے، خلجان سا پیدا کرتا ہے دل میں،

جمال نے مایوسی اور افسردگی کے عالم میں پوچھا۔

"تو گویا سمجھ لینا چاہیئے کہ آپ نے میری قسمت کا فیصلہ کر دیا!"

جمال کا اترا ہوا چہرہ اور مایوس کن باتیں سن کر صوفیہ کا دل پگھل گیا، اس نے بڑے پیار کے ساتھ کہا۔

"میں نے اپنی مشکلات بتائی ہیں، انکار تو نہیں کیا ہے، لیکن اگر میری باتوں

لیکن کچھ رکاوٹیں بھی تو ہیں، ان کا حل تو سوچ لینے دیجئے یا کم از کم ان کا مقابلہ کر
حوصلہ پیدا ہو لینے دیجئے میرے اندر!

جمال نے آشفتہ خاطری کے عالم میں سوال کیا۔

"رکاوٹیں کیسی؟ —— ہمارے راستہ میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے
اس لئے ہے کہ ختم کر دی جائے۔"

صوفیہ نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب میں کہا۔

"اس اعتراف میں مجھے ذرا تامل نہیں کہ آپ کی محبت میں قبول کر چکی ہوں
نے جس روز پہلی مرتبہ آپ کو دیکھا تھا۔ اسی دن سے ایک بت بنا کر ایک
دل میں رکھ لیا تھا اور اس کی پوجا شروع کر دی تھی اور بتانے کی ضرورت نہیں کہ
کس کی تھی؟ کیا آپ کے سوا کسی اور کی ہو سکتی تھی؟ میں بہ یقین بھی دلاتی ہوں کہ
محبت پہاڑ سے زیادہ اٹل، چٹان سے زیادہ مضبوط اور سمندر سے زیادہ
میری کیا ہر عورت کی فطرت ہی کچھ ایسی ہے، کہ یا تو وہ محبت کرتی نہیں یا کرتی ہے
پھر سب کچھ ہار جاتی ہے، سب کچھ داؤ پر لگا دیتی ہے لیکن ——

جمال نے عاجز آ کر پوچھا۔

"ابھی کچھ "کچھ لیکن" بھی باقی ہے؟"

صوفیہ نے مسکراتے ہوئے کہا،

"جی ہاں باقی ہے، اور وہ لیکن چھوٹا اور معمولی نہیں بڑا اور بہت
اہم ہے!"

جمال: تو اسے بھی کہہ دیجئے تاکہ مسئلہ صاف تو ہو کسی طرح،

صوفیہ: محبت کرنے والی ماں کو چھوڑ دینا، محبت کرنے والے باپ
رشتہ قطع کر لینا، جس ملک میں آنکھیں کھولیں، اسے ہمیشہ کے لئے خیرباد کہ
قوم میں پرورش ہوئی، اس سے زندگی بھر کے لئے منہ موڑ لینا، جس
جس ماحول اور جس فضا میں زندگی بسر ہوئی۔ اس سے یکسر قطع تعلق کر

آپ کی قدر و منزلت میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کرے گا لیکن قسطنطنیہ کے دروازے میرے لئے بند ہیں، وہاں کا ذرہ ذرہ میرے خون کا پیاسا ہے، وہاں میرا استقبال صرف تیغ و تفنگ اور شمشیر و خنجر ہی سے ہو سکتا ہے!"

صوفیہ نے کانپتے ہوئے کہا۔

"ہاں میں جانتی ہوں، اسی لئے تو آپ سے ایسے ایثار کا مطالبہ نہیں کرتی!"

جمال نے سلسلۂ سخن جاری رکھتے ہوئے کہا،

"میرا جہاں تک تعلق ہے، میرے اور آپ کے راستہ میں دین و مذہب کی کوئی رکاوٹ موجود نہیں ہے"

صوفیہ: کیوں نہیں ہے؟ کیا میں عیسائی نہیں ہوں؟ ____ اپنا مذہب ترک کرنے کا خیال اب تک میرے دل میں آیا ہی نہیں، اور نہ شاید کبھی آئے گا؟

جمال پاشا: بے شک آپ عیسائی ہیں اور میں ہرگز نہیں کہتا کہ مذہب ترک کرنا آپ کے لئے ضروری ہے۔

صوفیہ: (حیرت سے) "تو کیا یہ ممکن ہے کہ میں اپنے مذہب پر قائم رہوں ایک کھٹک یہ بھی تھی میرے دل میں"

جمال پاشا: نہ مجھے اپنا مذہب تبدیل کرنے کی ضرورت ہے نہ آپ کو، اپنا۔ میں مسلمان رہ کر آپ کا رفیق زندگی بن سکتا ہوں، آپ عیسائی رہ کر میری جان و دل کی مالک اور میری زندگی کی شریک بن سکتی ہیں، اسلام ہرگز اس کا مطالبہ نہیں کرتا کہ ہم میں سے کسی کو اپنا دین تبدیل کرنا چاہیئے،

صوفیہ: (خوش ہو کر) بہت بڑا بوجھ اتر گیا میرے دل سے، اب میں واقعی خوش ہوں، بہت زیادہ!

جمال: آپ تو عیسائی رہ کر اور نہ میں عزت، وقار اور احترام کی زندگی بسر کر سکتی ہیں، لیکن کیا میں مسلمان رہ کر قسطنطنیہ میں معمولی انسانی حقوق بھی حاصل کر سکتا ہوں؟

سے آپ نے وہی نتیجہ نکالا ہے، جس کا اظہار آپ کے الفاظ کر رہے ہیں، تو بغیر
کسی شرط اور اندیشہ کے چلنے کو تیار ہوں"

جمال کے پژمردہ چہرے پر رونق آگئی۔

"آپ کے ذہن میں جو رکاوٹیں ہیں، ان کی اہمیت سے میں انکار نہیں کرتا لیکن
اگر آپ کو مجھ پر اور میری محبت پر بھروسہ ہے تو ان باتوں کا خیال بھی نہ کرنا چاہیئے"

صوفیہ نے جواب دیا۔

کہہ تو دیا ___ سب خیالات نکال دیئے میں نے دل سے۔

جمال نے ایک اور بات کہی۔

" واقعہ یہ ہے کہ میرا ساتھ دے کر آپ جس ایثار اور قربانی کا ارتکاب کر رہی ہیں
وہ اپنی مثال آپ ہے، ماں باپ، عزیز، دولت، وطن، خاندان اور سب کو چھوڑ
آسان نہیں ہے، یہ اتنی اونچی دیوار ہے جسے پھلانگنا بہت مشکل ہے، کاش آپ کی
جگہ اس ایثار کا مظاہرہ میں پہلے کر سکتا۔

صوفیہ نے سوال کیا،

وہ کس طرح ؟ کس طرح کا ایثار آپ کرتے ؟

جمال نے جواب دیا،

بجائے اس کے کہ آپ اورنہ چلتیں، میں قسطنطنیہ چلتا، بجائے اس کے کہ آپ
اپنے وطن کو چھوڑتیں، میں ساری دنیا سے بے پرواہ ہو کر آپ کے کوچہ میں زندگی
بسر کر دیتا، مگر یہ ممکن نہیں ہے!

صوفیہ نے مسکراتے ہوئے پوچھا؟

"کیوں ممکن نہیں ہے ؟"

جمال نے بتایا،

" اس لئے کہ اورنہ کا ہر فرد آپ کے لئے دیدہ و دل فرش راہ کر دے گا۔ میرے
خاندان کے لوگ آپ کو پوجیں گے، میری قوم آپ کو سر پہ بٹھائے گی، مگر

جمال پاشا: تعجب یہی ہے کہ رادول ہمارے سلطان کا باجگزار، اطاعت شعار ہے، وہ کیونکر ہمیں اور نہ جانے سے روک سکتا ہے؟ اور اگر روکتا ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ بے وفا ہے، اس کی اطاعت منافقت پر مبنی ہے۔ وہ دولت عثمانیہ کا مخالف اور دشمن ہے۔

صوفیہ: آپ تو جوش میں آ گئے،

جمال پاشا: لیکن میں نے کوئی غلط بات تو نہیں کہی،

صوفیہ: کہی کیسے نہیں ——— رادول جیسے شریف اور نیک شخص پر اتنے سنگین الزامات نہ لگایئے، اسے غلط نہ سمجھئے۔

جمال پاشا: پھر آخر اس طرزِ عمل کی توجیہہ کیا ہو سکتی ہے؟

صوفیہ: توجیہہ کی ضرورت ہی نہیں، اصل بات یہ ہے کہ رادول بے شک سلطان محمد کا باجگزار، اطاعت شعار، اور وفادار ہے، وہ ان کے خلاف کسی تحریک کسی سازش میں حصہ نہیں لے سکتا، وہ سلطان کے پسینہ پر اپنا خون بھی بہا سکتا ہے، وہ دولتِ عثمانیہ سے کبھی اور کسی قیمت پر غداری کا ارتکاب نہیں کر سکتا، میرے والد نے کس کس طرح رام کرنا چاہا، کیسی کیسی ترغیبیں دیں، رشوتیں پیش کیں ... لیکن وہ اپنی جگہ سے ایک انچ بھی نہیں ہلا۔ اس لئے صاف اور واضح الفاظ میں کہہ دیا کہ وہ ہرگز سلطان سے نہ سرکشی کر سکتا ہے، نہ بغاوت، نہ ان کے ... دشمنوں کا ساتھ دے سکتا ہے۔ اس نے بار بار میرے والد کو متنبہ کیا ... آگ سے نہ کھیلیں، بازنطینی سلطنت کا خاتمہ اپنے ہاتھوں سے نہ کریں، ... تباہی و بربادی کو دعوت نہ دیں اور سلطان سے برسرِ جنگ ہونے کا ارادہ ترک کر ... اسی کی کوشش کا نتیجہ ہے کہ والد کا سلسلہ جوش و خروش ٹھنڈا پڑ گیا اور اب ... ہوئے ہیں، ایسے شخص پر آپ اتنے سنگین الزامات عائد کرتے ہیں؟

جمال پاشا: یہ سب تو ٹھیک ہے لیکن۔

صوفیہ: اگر یہ سب ٹھیک ہے تو لیکن کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

صوفیہ: ہاں وہاں تو یہ نہیں ہو سکتا، ایک لمحہ کے لئے بھی وہ لوگ اسے
گوارا نہیں کر سکتے،

جمال پاشا: یہ وجہ ہے کہ میں آپ کو ادرنہ چلنے کی دعوت دے رہا ہوں

صوفیہ: اور وہ دعوت قبول کر لی گئی ـــــ لیکن ٹھہریئے، ابھی ایک اور بہت
اہم سوال باقی ہے،

جمال پاشا: اسے بھی فرمایئے۔

صوفیہ: یہ طے ہو گیا کہ ہم دونوں کو یہاں سے رخصت ہو کر ادرنہ چلنا چاہئے
لیکن جائیں گے کس طرح؟

جمال پاشا: جس طرح لوگ جاتے ہیں۔

صوفیہ: (ہنس کر) مذاق میں نہ ٹالئے، یہ بہت اہم سوال ہے،

جمال پاشا: آخر اس میں دشواری کیا ہے؟ یہ بھی تو معلوم ہو!

صوفیہ: رادول کا برتاؤ ہمارے ساتھ نہایت محبت اور خلوص کا ہے،

جمال پاشا: بے شک، بے شک، مانتا ہوں اس حقیقت کو،

صوفیہ: وہ ہماری عزت و احترام میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھتا،

جمال پاشا: یہ بھی ایک ناقابلِ تردید بیان ہے۔

صوفیہ: لیکن اس کے باوجود ہمیں یہاں سے ادرنہ جانے کی اجازت نہیں دے
سکتا ـــــ کسی طرح بھی نہیں۔

جمال پاشا: کیا ہمیں گرفتار کر لے گا؟

صوفیہ: اگر ضرورت ہوئی تو اس سے بھی دریغ نہیں کرے گا، کئی دن سے میری اور
جولیا کی اسی مسئلہ پہ باتیں ہو رہی ہیں، وہ رادول پر حد سے زیادہ حاوی ہے جو چاہے
سے منوا سکتی ہے لیکن ادرنہ کا نام سن کر وہ بھی کانوں پر ہاتھ دھرنے لگتی ہے۔ اس کا
خیال ہے کہ رادول قیامت تک اس کے لئے تیار نہیں ہو سکتا۔

جمال پاشا: تعجب ہے؟

جمال پاشا: (کچھ سوچتے ہوئے) ہاں یہ تو ٹھیک ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہو گا کیا؟ یہ بیڑا کس طرح پار لگے گا؟ کیا ہم لوگ ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہیں۔

صوفیہ: ایسا ہونا تو نہیں چاہیئے، لیکن فی الحال تو کوئی تدبیر سمجھ میں نہیں آتی۔

جمال پاشا: ایک بات ہو سکتی ہے۔

صوفیہ: وہ کیا بات؟ اگر قابلِ عمل ہے تو ضرور عمل میں لانا چاہیئے۔

جمال پاشا: یہ کہ کسی روز موقع پا کر ہم یہاں سے رفوچکر ہو جائیں،

صوفیہ: ہاں ایسا ہو تو سکتا ہے، لیکن عملاً یہ بھی ناممکن ہے، ہم میں سے کوئی بھی اپنا حلیہ اور شکل و صورت بدلنے پر قادر نہیں ہے، لہٰذا چند ہی قدم نکلنے کے بعد پکڑے جائیں گے، اور راد دل کے دل میں جو عزت ہے وہ ختم ہو جائے گی اور نتیجہ کچھ بھی نہیں نکلے گا —— پھر وہی کنج قفس، پھر وہی صیاد کا گھر، اس کی نظر میں ہماری عزت نہ رہے گی اور اگر ہم بچ کر نکل جاتے پھر بھی ایک بات تھی

جمال پاشا: پھر وہ ہمیں روکتا کیوں ہے؟

صوفیہ: اس لئے کہ وہ انسان بھی ہے۔

جمال پاشا: کیا مطلب؟ ـــــ اس اقدام کا انسانیت سے کیا تعلق ہے

صوفیہ: بہت گہرا تعلق ہے،

جمال پاشا: کس طرح؟ ـــــ معلوم بھی تو ہونا چاہیئے۔

صوفیہ: رادول، والد کو جنگ سے روکنے کے لئے اوورخاں کو یہاں اپنے
ساتھ لایا ـــــ کہیئے ہاں!

جمال پاشا: ہاں ٹھیک ہے۔

صوفیہ: اس لئے کہ آپ کو والد کے ہاتھوں، یا اوورخاں کے ہاتھوں
ستم نہ بننا پڑے اصرار کر کے آپ کو بھی اپنے ساتھ لایا ـــ پھر کہیئے ہاں۔

جمال پاشا: ہاں یہ بھی ٹھیک ہے۔

صوفیہ: جولیا رادول کو ہمارا رازِ محبت بتا چکی تھی اور کہہ چکی تھی کہ اگر صوفیہ
ساتھ نہ گئی، اور وہ دلاچیا میں جمال پاشا کے ساتھ نہ رہی تو اس کی جان کی خیر
نہیں، لہٰذا رادول نے پھر ایک نئی مصلحت تراشی اور جس طرح ہو سکا، مجھے بھی
اپنے ساتھ لیا ـــــ ایک مرتبہ پھر کہیئے ہاں!

جمال پاشا: (مسکراتے ہوئے) ہاں!

صوفیہ: گویا رادول نے محض آپ کی اور میری خاطر اتنا بڑا خطرہ مول لیا
والد کو رضامند کر کے وہ سکیم عمل میں لایا، جو مجھ میں اور جولیا میں طے پا چکی
اس سکیم کو کامیاب بنانے کے لئے والد کا اعتماد حاصل کرنا ضروری تھا، پھر
اعتماد شکنی کس طرح کر سکتا ہے؟ یہ تو ہو سکتا ہے کہ ہمیں قسطنطنیہ پہنچا دے
یہ کس طرح ممکن ہے کہ مجھے اور آپ کو اوورنہ جانے کی اجازت دے دے
خود سوچیئے کیا اسے ایسا کر لینا چاہیئے؟ اگر اس کی جگہ آپ ہوتے تو کیا ایسا کر
سکتے تھے؟"

جولیا نے اسی سرد لہجہ میں کہا،
"ہاں بھئی ہاں، کیوں اتنی بے خود ہوئی جا رہی ہو گھر کے نام سے!"

صوفیہ: کیوں بلایا ہے؟

جولیا: معلوم ہوتا ہے کوئی بہت معاملہ درپیش ہے، خدا خیر کرے،

صوفیہ: کیا صرف مجھی کو بلایا ہے؟

جولیا: نہیں اکیلی کو کیوں؟ تم، میں، شہزادہ اور دخال، جمال پاشا، راادول
سب کو طلب فرمایا ہے اور یہی اس بات کی دلیل ہے کہ کوئی بہت اہم اور
...ات ہے،

صوفیہ: (جمال پاشا سے مخاطب ہو کر) پھر اب؟

جولیا: ہائے کتنی حسرت ہے اس سوال میں، جمال پاشا بتلائیے پھر اب؟

جمال پاشا: یہ تو بہت بُری خبر سنائی آپ نے؟

جولیا: آپ کے لئے بُری ہوگی، ہمارے لئے تو خوش خبری ہے، اپنے
گو...ت ہیں۔

جمال پاشا: جائیے ___ مبارک،

جولیا: واہ کیا آپ نہیں چلیں گے؟

جمال پاشا: جی نہیں ___ میں وہاں جا کر کیا کروں گا؟

جولیا: کیوں صوفیہ چھوڑ جاؤ گی انہیں یہیں؟

صوفیہ: یہاں کیوں چھوڑ جاؤں گی، میں بھی ان کے ساتھ جاؤں گی، جہاں
...یں۔

جولیا: اوہو، تو یہ کھچڑی پک رہی تھی؟ راہ فرار سوچی جا رہی تھی؟

صوفیہ: لیکن اب تو فرار کی بھی کوئی صورت نظر نہیں آتی،

جولیا نے محبت بھری نظروں سے صوفیہ کو دیکھا اور بولی،
"یہی تو وقت ہے کام کا!"

ادرنہ کی طرف

صوفیہ اور جمال پاشا میں یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ چھلاوے کی طرح جولیا داخل ہوئی اور اس نے صوفیہ سے مخاطب ہو کر کہا،

"مبارک باد عرض کرتی ہوں شہزادی صاحبہ!"

صوفیہ نے تیوری چڑھا کر پوچھا،

کیسی مبارک باد؟"

جولیا: بڑی اچھی خبر لائی ہوں،

صوفیہ: تو کہتی کیوں نہیں؟ کیا ہے وہ خوش خبری؟

جولیا: بلاوا آیا ہے!

صوفیہ: وہی پہیلیاں — کیسا بلاوا؟ کس کا بلاوا؟

جولیا: میکہ سے — شہنشاہ نے یاد فرمایا ہے. حضور شہزادی صاحبہ معظمہ کو!"

یہ سن کر صوفیہ کا چہرہ زرد پڑ گیا، ساری شوخی اور طراری آن واحد میں ختم ہو گئی، جمال پر بھی افسردگی کی کیفیت طاری ہو گئی، جیسے صوفیہ کو اپنے کانوں پر یقین نہیں آیا،

"کیا شہنشاہ نے بلایا ہے؟ واقعی؟"

"لیکن وہ کمبخت اوررخاں بھی تو ساتھ ہوگا، اس سے کس طرح نبٹیں گے؟"

جولیا نے خوشی کا جھولا جھولتے ہوئے کہا،
"خدا مزور ہم پر مہربان ہے، اس لئے ہر مشکل خود بخود آسان ہوتی چلی جا رہی ہے، اس نے راددل سے کہا، صوفیہ کی طبیعت ابھی تک ٹھیک نہیں ہے، وہ ایک ہفتہ سے پہلے کسی طرح اتنا دشوار گذار سفر کرنے کے قابل نہیں ہوگی، قبل اس کے کہ راددل کچھ کہے عالی مرتبت شہزادہ اوررخاں نے ارشاد دیا، کوئی حرج نہیں، صوفیہ، جولیا، وغیرہ، وغیرہ سے مراد جمال پاشا ہے کیوں کہ وہ ان کا نام تک لینا پسند نہیں کرتا، پھر اپنے ساتھ لے جانا کس طرح گوارا کرتا ——— ایک ہفتہ کے بعد آ جائیں گے، میں کل ہی روانہ ہوتا ہوں راددل نے یہ تجویز مان لی، چنانچہ شہزادہ اوررخاں کل دفع ہو رہے ہیں اور ہم لوگ ایک ہفتہ کے بعد روانہ ہوں گے، اب یہ جمال پاشا کا فرض ہے کہ دستہ لشکر کو حکم دے کر قسطنطنیہ کے بجائے ادرنہ کی راہ لیں، پھر نہ راددل کچھ کر سکے گا نہ شہنشاہ قسطنطین،"

بھولے پن سے صوفیہ نے پوچھا،
"اور تم کیا کرو گی؟"
وہ بولی،
"میں ادرنہ چلوں گی، تمہیں دلہن بنا کر رخصت کر کے آ جاؤں گی، ولا چیا میں قسطنطنیہ جانے کی تو بابا ہمت نہیں، راددل بے چارہ تو ہر حالت میں پناہ دے دے گا۔"
جمال پاشا نے ہنستے ہوئے کہا۔
"واقعی شہزادی جولیا آپ کی ذہانت کا جواب نہیں، اتنے دنوں سے ہم سر کھپا رہے تھے اور خاک سمجھ میں نہیں آتا تھا، آپ نے چٹکی بجاتے

صوفیہ کو جیسے مایوسی کے اندھیرے میں امید کی روشنی نظر آگئی۔

"وہ کس طرح جولیا؟"

جولیا نے بتایا،

"ویسے تو ہمارا یہاں سے نکلنا کسی طرح بھی ممکن نہ تھا، رادول
صادق، اور تمہارا جاں نثار اور تمہارا بہی خواہ ہونے کے باوجود کسی طرح
ہمیں فرار ہونے کی اجازت نہیں دے سکتا تھا، اس لئے کہ وہ فریب
نہیں کرتا، اور یہ اس کے نزدیک کھلا ہوا فریب تھا کہ اپنی ذمہ داری پر
کو یہاں لائے اور اور نہ بھیج دے، لیکن اب یہ مشکل
ہے،

جمال پاشا نے سوال کیا۔

"آسان ہو گئی ہے یا اور زیادہ دشوار ہو گئی ہے؟"

جولیا بولی،

"اب تو کوئی دشواری بھی ہمارے راستہ میں حائل نہیں ہے"

ایک مفکر کی حیثیت سے جمال پاشا نے سوال اٹھایا،

"رادول ہمارے ساتھ ہوگا، اسے دھوکہ دے کر ہم کس طرح
گے؟"

جولیا نے اطمینان دلایا۔

"جی نہیں، رادول ہمارے ساتھ نہیں ہوگا، وہ کہتا ہے
کی نیت اچھی نہیں معلوم ہوتی، وہ سلطان کے خلاف یا کوئی سازش
یا اس نے جنگ کی اسکیم مکمل کر لی ہے، ان حالات میں میرا یہاں
سے غداری ہے، تم لوگ چلے جاؤ، چنانچہ وہ صرف ہم لوگوں کو
ایک دستہ فوج رہنمائی اور حفاظت کے لئے ساتھ کر دے گا!"

صوفیہ کے دل میں پھر ایک نئے اندیشہ نے چٹکی لی۔

ہی سارا مرحلہ طے کر لیا،

جولیا شوخ نظروں سے مسکراتی ہوئی بولی،

شکریہ ادا کیجیے،

جمال پاشا نے کہا،

"زندگی بھر نہیں ادا ہو سکتا۔"

اور پھر دوسرے روز، شہزادہ اوورخان، پھر ایک ہفتہ کے بعد موزہ جولیا اور جمال پاشا کے قافلے نے کوچ کیا۔

رزم و بزم

وزیر اعظم نے دست بستہ عرض کیا،
"اگر جنگ جیتنی ہے، سلطان محمد کو شکست دینی ہے، تو فی الحال، یعنی اس وقت تک جب تک مقصد حاصل نہیں ہو جاتا، ان شرائط کو ماننا ہی پڑے گا؟"

شاہنشاہ قسطنطین نے ڈوبتے ہوئے آدمی کی طرح تنکے کا سہارا لینا چاہا،
"کیا پاپائے روم کسی ترمیم اور تبدیلی پر رضامند نہیں ہو سکے گا؟"

وزیر اعظم کا جواب صاف تھا،
"جی ــــ شہنشاہ نہیں!"

شہنشاہ نے مار دم بریدہ کی طرح پیچ و تاب کھاتے ہوئے پوچھا،
"اور کلیسائے یونان کے لاٹ پادری اور دوسرے مذہبی سرداروں کو کس طرح رضامند کیا جائے گا؟ وہ لوگ اس درجہ بے زار ہیں، اس تصور سے کہ شاید اس قسم کی بات سننا بھی پسند نہ کریں!"

وزیر اعظم نے جواب دیا
"اب ہمارے سامنے دو ہی صورتیں ہیں،
فتح یا شکست!
زندگی یا موت"

"شہنشاہ آپ، لاٹ پادری، وزیر جنگ، کلیسائے یونان کے دوسرے افسران و عمائدین مجبور ہیں کہ یا شکست قبول کر لیں یا فتح حاصل کر لیں، یا زندہ رہیں یا مر جانے پر آمادہ ہو جائیں تو اس کے سوا کوئی تیسری صورت نہیں ہے اور اس غلام کا خیال ہے کہ اگر ہم زندہ ہیں تو غلطی کی تلافی کے بیسیوں مواقع مل سکتے ہیں، لیکن اگر ہم بے موت مارے گئے، تو پھر نہ تلافی کا موقع ہے نہ توبہ کا، پس میری رائے تو یہ ہے کہ ہمیں اس وقت کام مجبوراً اپنی توجہ صرف اسی ایک بات پر مرکوز کر دینی چاہیے، زندہ رہ کر جنگ جیتنے کی اکیلی یہی تدبیر ہے۔"

شہنشاہ نے سوال کیا،

تدبیر

قسطنطین کو اب ہر طرف سے مایوسی ہو چکی تھی، اس کے سر پر تلوار
لٹک رہی تھی۔ اسے یقین تھا کسی لمحہ بھی تلوار اس کے جسم و جان کا رشتہ ختم
کر سکتی ہے اس نے وزیر اعظم سے مشورہ کیا اور وزیر اعظم نے پھر اپنی رائے
دی کہ اگر جنگ جیتنی ہے تو کلیسائے روما کی اعانت اور سرپرستی حاصل کرنا
لازمی ہے کہ بغیر اس کے فرمانروایانِ یورپ سے بھی قرار واقعی مدد نہیں مل سکتی
یہ بہت ٹیڑھا سوال تھا۔

یونان کے باشندوں کو روم کے باشندوں سے کلیسائے یونان کو کلیسائے روما
سے اس درجہ تنفر تھا کہ ان دونوں کا اتحاد، اتنا ہی ناممکن ہو گیا تھا جتنا
آگ اور پانی کا اتحاد۔

قسطنطین نے، اس سلسلہ میں مقدس پوپ سے خط و کتابت کی، پوپ
اور اعانت پر آمادہ ہو گئے۔ لیکن بڑی سخت شرائط پر، ان شرائط کی رو سے
کلیسائے یونان ایک معمولی مذہبی ادارہ بن کر رہ جاتا تھا، بالادستی صرف کلیسائے
روما کو حاصل ہو جاتی تھی، یہ شرائط اتنے سخت تھے کہ خود قسطنطین بھی ایک بار
انہیں پڑھ کر چونک پڑا۔ اس نے بے بسی سے وزیر اعظم کی طرف دیکھا اور کہا
"بھلا یہ شرائط کس طرح مانے جا سکتے ہیں؟"

بلکہ معتمد شہنشاہ معظم غلام کی رائے سے آپ کئی مرتبہ اتفاق کا اظہار
کر چکے ہیں، صرف اتفاق رائے سے کام نہیں چل سکتا، اتحادِ عمل کی بھی سخت
ضرورت ہے:

"تمہیں ہر طرح کی آزادی اور اجازت حاصل ہے جو مناسب سمجھو کرو!"

"میں براہِ راست روم جا کر، مقدس پوپ سے ملنا چاہتا ہوں!"

"تم جا سکتے ہو۔ — لیکن کیا کسی اور کو نہیں بھیج سکتے؟"

"جسے حکم ہو بھیج دوں، لیکن کام بغیر غلام کے گئے نہیں بنے گا، میں پوپ سے
مل کر اور بغیر کسی حیل و حجت کے اس کی سخت، ذلت بخش اور ناقابلِ قبول
شرائط کو دبا کر اور سر جھکا کر تسلیم کر لوں گا، کیونکہ مجبور ہو کر جو بات مانی جائے وہ ہمیشہ
قائم نہیں رہتی، یہ شرائط بھی ہمیشہ باقی نہیں رہیں گی!"

"توڑ دو گے انہیں؟"

"جی ہاں ضرور — لیکن وقت آنے پر، کلیسائے یونان کلیسائے روم کا
ہمیشہ کے لئے غلام تو نہیں رہ سکتا؟"

"تم مدبر اور سیاست دان ہو، ہمیں تم پر اعتماد ہے جو چاہو کرو، جو کچھ
کرو گے وہ ہماری طرف سے تصور کیا جائے گا، تم ہمارے وزیرِ اعظم ہی نہیں
ہمارے محسن بھی ہو!"

"شکریہ اس بندہ نوازی کا — اور شہنشاہ معظم، مقدس پوپ کی
خوشنودی حاصل کرنے کے بعد، برق رفتاری کے ساتھ میں ایک مختصر
سا مکتوب لکھا کر دوں گا اور فرمانروایانِ یورپ کی خدمت میں مقدس پوپ کا
یہ مکتوب پیش کروں گا، جس میں ہماری امداد و اعانت کو کارِ ثواب قرار
دیا ہوگا، اور پھر میں صورت احوال کی صحیح تصویر پیش کر کے سلاطین یورپ سے
درخواست کروں گا کہ وہ اپنی فوج گراں لے کر جلد از جلد ہماری مدد کو پہنچیں اور یقیناً

"نہیں یقین ہے کہ پوپ کی سرپرستی، تائید اور اعانت حاصل کرنے کے بعد ہمیں، فرمانروایانِ یورپ کی عسکری اور فوجی مدد بھی مل جائے گی؟

وزیرِ اعظم نے جواب دیا۔

"ضرور ہو گی، پوپ کا فرمان اس کے لئے خدا کا فرمان ہے ... ہے جو فرمانِ خداوند سے سرتابی کر سکے؟"

"لیکن اگر خود ہمارے ملک میں شورش اور بدامنی ہو گئی تو کیا ہو گا؟"

"میرا خیال ہے نہیں ہو گی اور اگر ہو، تو پھر پوری بے رحمی اور بے دردی سے اسے کچل دینے میں تامل بھی نہ کرنا چاہیئے!"

"گویا بجائے اس کے ہم دشمن سے لڑیں۔ خود آپس ہی میں لڑنے لگیں؟"

"اگر آپس میں لڑ کر بھی ہم زندہ رہ سکتے اور دشمن کو فتح کر سکتے ہیں تو کیا ... ہے۔ اگر کچھ دیر کے لئے باہمی جنگ اور خوں ریزی بھی ہو جائے!"

تمہارے خیالات تو بالکل قطعی اور بہت سخت ہیں!"

"اعلیٰ حضرت غلام ایسے قطعی اور سخت خیالات رکھنے پر مجبور ہے ... وہ کچھ دیکھ رہی ہے، جو دوسرے خطرات کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ میں وہ کچھ ... کر رہا ہوں جو کسی کے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں ہے، میں دیکھ رہا ہوں کہ ... ہو جائے گا، اگر ہم نے فوری اقدام نہ کیا، کتنے دنوں سے ہم سوچ رہے ... ہمیں سوچتے سوچتے اتنی مدت گزر چکی، لیکن اب تک کسی فیصلہ پر نہ ... دشمن نے صرف ایک مرتبہ سوچا اور وہ ہمارے سر پہ پہنچ گیا، میں صاف ... واضح الفاظ میں کہتا ہوں کہ جو کوئی بھی ہمارے راستہ میں آئے اسے کچل دینا چاہیئے، خواہ وہ کوئی ہو!"

"ہمیں تمہاری رائے سے اتفاق ہے!"

کسی میں اتنی جرأت نہ ہو گی کہ انکار یا تامّل اور تذبذب کا اظہار کر سکے۔ ہم نے
ہم نے اوردرخاں کو بھی بلوا لیا ہے تاکہ جب ضرورت ہو، اس صورت کو آگے
بڑھا سکیں!

وزیر اعظم کے ان خیالات نے شہنشاہ قسطنطین کے دل کو پھر حوصلوں اور
امیدوں سے معمور کر دیا، اس کے چہرے پر رونق آگئی، اس نے کہا،
" جو کچھ کرنا ہے جلد کر گزرو، ایسا نہ ہو کہ دشمن ہمیں غافل پا کر حملہ کر بیٹھے!"

(۲)

انکشاف

وزیر اعظم اور شہنشاہ قسطنطین کی گفتگو ابھی جاری تھی کہ شہزادہ اوردخاں کمرے میں داخل ہوا، اسے دیکھ کر بادشاہ اور وزیر اعظم دونوں کا دل باغ باغ ہوگیا ——

آمدن یارے کہ مامی خواستیم!

قسطنطین نے بڑھ کر اس سے معانقہ کیا، وزیر اعظم نے آدابِ شاہی کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف مصافحہ پر اکتفا کیا، قسطنطین نے کہا،

"بڑی عمر ہے آپ کی، ابھی ہم آپ ہی کو یاد کر رہے تھے، بلکہ میں تو دل ہی دل میں سخت پریشان تھا کہ آخر اب تک آپ کیوں نہیں آئے؟"

اوردخاں نے پسینہ پونچھتے ہوئے کہا،

"میں تو آج سے پندرہ دن پہلے آگیا ہوتا کیونکہ جس روز آپ کی اطلاع ملی میں اس کے دوسرے ہی دن میں روانہ ہوگیا، لیکن خوبیٔ قسمت کہ میرے رہبر راستہ بھول گئے کئی دن ہمیں ادھر ادھر بھٹکنا پڑا، بعض دفعہ تو مجھے اندیشہ ہوتا تھا۔ کہ یہ لوگ سلطان محمد سے ملے ہوئے تو نہیں، کیونکہ بھائی صاحب آپ لاکھ اعتماد کریں، میں اسے حد درجہ مشکوک شخص سمجھتا ہوں۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ کسی نہ کسی طرح راستہ ملا اور ہم یہاں پہنچ گئے —— کہیئے مزاج بخیر؟"

اوورخاں نے تلخ لہجہ میں کہا،

"ہاں لیکن دعوتوں سے کیا ہوتا ہے، میرے خیال میں تو وہ حد درجہ دغاباز، عیار آدمی ہے۔"

وزیر اعظم نے ہنستے ہوئے پوچھا،

"آخر آپ اپنے میزبان سے اس درجہ برہم کیوں ہیں؟"

شہنشاہ نے بھی ہاں میں ہاں ملائی۔

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا یہ ماجرا کیا ہے!"

اوورخاں پھٹ پڑا۔

"میں دعوتوں کو دیکھوں یا اس کی ذلیل اور ناقابل برداشت اور ناقابل معافی حرکتوں کو دیکھوں! آپ نے اس کی حرکتیں دیکھی ہوتیں، تو مجھ سے زیادہ نفرت کرنے لگتے۔"

شہنشاہ نے تبسم کناں پوچھا،

"لیکن کیوں؟ آخر کس جرم میں؟"

اوورخاں نے انتہائی برہمی اور جوش کے عالم میں کہا۔

"رادول کا زیادہ تر وقت، جمال کے ساتھ گزرتا تھا، میں تو صرف اس کا مہمان تھا۔ لیکن جمال کو اس نے محب صادق بنا لیا تھا، جمال سے جو وقت بچتا تھا۔ وہ شہزادی جولیا کے ساتھ صرف ہوتا تھا، ایسا معلوم ہوتا ہے۔ دونوں ایک عرصہ دراز سے دام عشق میں گرفتار ہیں!"

یہ سن کر وزیر اعظم بھی چکرا گیا اور شہنشاہ کا رنگ رخ بھی بدل گیا۔ اوورخاں نے سلسلہ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا،

"میں کہتا ہوں، جولیا اور رادول کا بھر جوڑ ہے، دونوں بہر حال خاندان شاہی سے تعلق رکھتے ہیں، اگر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو قابل معافی ہیں، تھوڑی دیر کے لئے میں اسے بھی فراموش کئے دیتا ہوں کہ وہ

قسطنطین نے اسی تپاک اور گرم جوشی کے ساتھ کہا۔

"خداوند یسوع مسیح کا شکر ہے، ہر طرح خیریت ہے ـــــ اور
تاج آپ کا انتظار کر رہا ہے، آپ بھی اس کے لئے تیار ہیں؟"

اودر خاں نے مونچھوں پر تاؤ دیتے ہوئے جواب دیا۔

صرف اسی امید میں زندہ ہوں، ورنہ میری زندگی میں اب دھرا کیا ہے
آپ نے ساری تیاریاں مکمل کر لیں یا کوئی کسر تو نہیں باقی ہے؟

قسطنطین نے خود اعتمادی کے لہجہ میں کہا۔

"جی نہیں کوئی کسر باقی نہیں ہے۔ تیاریاں کچھ مکمل ہیں، کچھ مکمل ہو جاتی ہیں
ہمارے وزیر اعظم صاحب، پوپ سے ملنے اور اس کی تائید حاصل کرنے اور
یورپ سے فوجی امداد لینے کل ہی روانہ ہو جائیں گے اور شاید ایک مہینہ کے
ہم دشمن پر کاری ضرب لگانے کے قابل ہو جائیں گے!"

اودر خاں نے ماتھے پر شکن ڈال کر کہا۔

"ایک مہینہ؟ ـــــ اور اگر اس مدت میں خود دشمن نے پہل کر دی تو

شہنشاہ نے جواب دیا۔

"اوّل تو بظاہر الحال ایسا نہیں ہوگا اور اگر ہو بھی تو ہم بھی موم کے بنے
نہیں ہیں۔ الجھائے رکھیں گے "ایک مہینہ تک اسے" یہ جنگ کا طریقہ ہے
جیسے حالات ہوں ویسا ہی کیا جاتا ہے، ضرورت ہوتی ہے تو جنگ تیز کر دی
ہے۔ حالات و مصالح کا تقاضا ہوتا ہے تو رفتار سست کر دی
ایسا ہی ہم بھی کریں گے!"

وزیر اعظم نے شہزادے کے چہرے پر نظر جماتے ہوئے کہا

"خداوند یسوع مسیح کا لاکھ لاکھ شکر ہے، آپ کی صحت پہلے
میں بہت بہتر ہو گئی ہے؟" ـــــ معلوم ہوتا ہے راودل نے
بہت زیادہ شاندار دعوتیں کی ہیں!"

ب کر دیجئے، ابھی اور یہیں بلائیے، چشمِ زدن میں فیصلہ ہوا جاتا ہے۔ فوراً پتہ چل جائے گا کہ حقیقت کیا ہے؟"

شہنشاہ نے دستک دی، فوراً چند مسلح غلام حاضر ہوئے، شہنشاہ نے بگڑے ہوئے تیور سے انہیں دیکھا اور حکم دیا،

"جاؤ شہزادی صوفیہ، اور جولیا کو فوراً حاضر کرو، ہماری خدمت میں ـــــ جاؤ!"

غلاموں نے ادب سے سر جھکایا اور تعمیلِ حکم کے لئے چلے گئے۔ شہنشاہ پیکرِ غضب بنا ہوا تھا، وزیرِ اعظم کا چہرہ فق تھا، اور درخاں نہایت بے فکری کے ساتھ اپنی جگہ بیٹھا ہوا تھا!"

جمال سے پینگیں بڑھا رہا ہے، اسے سلطان محمد کی خوشنودی عزیز ہے، اس سلطا
خوشامد اور تعلی کو اس نے اپنا شعار بنا کیا ہے ــــ لیکن شہزادی صوفیہ اور جما
میں ربط وضبط کے کیا معنی؟"

شہنشاہ بادل کی طرح گرجا۔

"کیا کہا؟ ـــ شہزادی صوفیہ اور جمال؟"

اددرخاں نے لب و لہجہ میں اور زیادہ طنز کی تلخی پیدا کرتے ہوئے کہا،

"جی ــــ شہزادی صوفیہ اور جمال، قسطنطنیہ کی شہزادی، شہنشاہ قسطنطنیہ
کی نور دیدہ، ملکہ کیتھرائن کی لختِ جگر، اور جمال، ایک معمولی ترک، ایک معمولی سپا
ایک مفلس اور قلاش انسان ــــ ہر وقت ان دونوں میں راز و نیا
ہوا کرتے تھے!"

شہنشاہ نے غصہ سے کانپتے ہوئے کہا،

اددرخاں میں نے تمہارے ساتھ اب تک وہ سلوک کیا ہے، جو ایک
ایک بھائی، ایک بھائی کے ساتھ کر سکتا ہے، لیکن تم مجھے ذلیل کر رہے ہو، میری
ناموس پر حملہ کر رہے ہو، تم مجھے خود میری نظروں میں ہلک کر رہے ہو، صوفیہ ایسی
لڑکی نہیں ہے۔

وزیر اعظم نے بھی تائید کی۔

"اس جیسی باوقار، اور باکردار لڑکی میری نظروں سے آج تک نہیں گزری
شہنشاہ نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

"تم نے بڑے سنگین الزامات لگائے ہیں، یا تو ان الزامات کو ثابت کرو
مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ، میں تمہیں قتل کر دوں گا، میں اس شخص کو زندہ
گا، جو میری فرشتہ صفت لڑکی پر تہمت لگائے۔

بغیر کسی جھجک کے اددرخاں نے کہا۔

"میں الزامات ثابت کرنے کو تیار ہوں ــــ بلائیے جمال کو

شہنشاہ کا غصہ اب حد سے تجاوز کرتا جا رہا تھا،

"کیا وہ لوگ تمہارے ساتھ نہیں آئے ہیں؟"

اودر خاں نے کہا،

"نہیں، ـــــ میں تو آپ کا پیام پاتے ہی چل کھڑا ہوا تھا، وہ لوگ ایک
ہفتہ کے بعد روانہ ہونے والے تھے، تین دن کا راستہ ہے، میں راستہ بھٹک گیا۔
ورنہ اس سے بارہ دن پہلے آ گیا ہوتا ـــــ ان لوگوں کو بھی پانچ چھ دن پہلے یہاں
پہنچ جانا چاہئے تھا۔ حیرت ہے اب تک نہیں آئے، سخت حیرت ہے!"

وزیر اعظم نے شہنشاہ کو تسلّی دیتے ہوئے کہا،

"ممکن ہے وہ لوگ بھی راستہ بھٹک گئے ہوں، میں تلاش میں آدمی دوڑاتا
ہوں۔"

اودر خاں نے بڑے عارفانہ انداز میں سر کو جنبش دی، اور کہا،

"نہیں صاحب یہ کوئی اور بات ہے!"

شہنشاہ نے برہم ہوتے ہوئے کہا،

"کیا بات ہے آپ کے نزدیک؟"

اودر خاں نے ایک ایک لفظ پر زور دیتے ہوئے کہا،

"سازش ـــــ فرار ـــــ ایک سوچی سمجھی اسکیم کے ماتحت، مکمل
فرار!"

وزیر اعظم بادشاہ کی برہمی سے لرز رہا تھا، اس کے دل نے گو اودر خاں کے الفاظ
کی تائید کی، لیکن زبان سے مخالفت کرنے پر مجبور تھا۔

"نہیں ـــــ یہ آپ کا وہم ہے ایسا نہیں ہو سکتا!"

اودر خاں اپنی بات ثابت کرنے پر تُلا ہوا تھا،

"جناب میں شرط بدنے کو تیار ہوں ـــــ قطعاً یہی ہے، میں اپنی حماقت کا
اعتراف کرتا ہوں کہ اس وقت صورتِ حال کا صحیح اندازہ نہ کر سکا، لیکن اب آئینہ

(۳۱)

ایں گُلِ دیگر شگفت

پانچ منٹ گزرے!

دس منٹ گزر گئے،

پندرہ منٹ کی مدت ایک دن سے زیادہ لمبی بن کر ختم ہو گئی!

مگر صوفیہ نمودار نہیں ہوئی!

شہنشاہ کا غصہ لمحہ بہ لمحہ تیز سے تیز تر ہوتا جا رہا تھا، انہوں نے دانت پیس...

ہوئے وزیرِ اعظم سے کہا،

"کہاں مر گئے یہ سب؟"

وزیرِ اعظم ہڑبڑا کر اٹھا۔

"میں جاتا ہوں! ابھی!"

وزیرِ اعظم گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد افتاں و خیزاں واپس آیا، لیکن...

شہنشاہ نے ڈپٹ کر پوچھا۔

"کہاں ہیں صوفیہ اور جولیا؟"

وزیرِ اعظم نے اودرخاں کو مخاطب کیا،

"بتائیے، شہزادی صوفیہ، جولیا اور جال کہاں ہیں؟"

"کہاں؟ یہاں کے سوا، اور کہاں ہو سکتے ہیں وہ لوگ؟"

جو شخص شہنشاہ قسطنطین کی دخترِ نیک اختر کو اپنی رفیقۂ حیات بنا کر ادرنہ پہنچے گا۔ اس کی پیشوائی صرف عوام ہی نہیں سلطانِ ذی شان بھی کریں گے۔ ادرنہ میں چراغاں بندیاں ہوں گی، وہاں جشن منایا جائے گا، وہاں کی ہر گلی اور ہر کوچہ میں نشاط و طرب کی محفلیں منعقد ہوں گی، شہزادی صوفیہ مسلمان ہوں گی، ان کے قبولِ اسلام کا دھڑلے سے اعلان ہوگا، شہزادی کے کافر باپ سے جنگ، اور کافر باپ کی مسلمان لڑکی سے عقد، واہ کیا دلچسپ تماشہ ہو رہا ہوگا۔ کاش شہنشاہ معظم بھیس بدل کر چند روز کے لئے آپ بھی ادرنہ جا سکتے، اور یہ دلچسپ تماشہ بچشم خود ملاحظہ کر سکتے!

یہ باتیں سن کر قسطنطین کا چہرہ انگارے کی طرح سرخ ہو گیا، اس نے کہا،

"اللہ خاں آج تمہاری زندگی کا آخری دن ہے!"

اللہ خاں نے کہا،

"اور آپ کی زندگی کا آخری دن اس وقت شروع ہوا تھا، جب شہزادی صوفیہ ... کو اپنا رفیقِ زندگی بنا کر، اس کے ساتھ فرار ہوئی تھیں ـــــ میں مرجاؤں گا اسی طرح جیسے ہر روز بہت سے لوگ مرتے ہیں، لیکن آپ پر مجھے رشک آتا ہے آپ اس [illegible] ہیں کہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہیں گے۔ جب تک ایک عیسائی بھی زندہ ہے لوگ قسطنطین کو فراموش نہیں کریں گے، جب تک ایک ترک بھی زندہ ہے لوگ صوفیہ کے باپ کو نہیں بھول سکیں گے، آپ مر کر بھی امر ہیں کتنی قابلِ رشک ہے۔ آپ کی موت، میرا جی چاہتا ہے کہ آپ کے لئے زندہ باد کا نعرہ لگاؤں۔

شہنشاہ نے لرزتے اور کانپتے ہوئے ڈپٹ کر کہا۔

"خاموش!"

اللہ خاں نے خندۂ حقارت کے ساتھ کہا۔

"بہت درست! مجھے خاموش کر کے کیا پا لو گے؟ کیا تم زبانِ خلق کو بھی خاموش کر سکو گے؟ کیا تم دنیا کی زبان بھی بند کر سکو گے؟"

شہنشاہ سے کھڑا نہ رہا گیا، وہ بے بسی کے ساتھ ایک زریں کرسی پر گر گیا۔ اس

کی طرح، تمام واقعات منکشف ہوتے جارہے ہیں ـــــ یہ ایک سازش ہے اور
اس کا روحِ رواں رادول ہے!"

شہنشاہ نے اسی طرح ٹہلتے ہوئے اور پیچ و تاب کھاتے ہوئے سوال کیا

"کس طرح؟ کیونکہ؟"

اودرخاں نے بتایا،

شہزادی صوفیہ بالکل اچھی تھیں، تندرست، خوش و خرم، ہشاش بشاش
وہ تھیں اور جمال پاشا، دن کی سرخوشیاں اور رات کے قہقہے، جولیا کی افسانہ طرازیاں
اور رادول کی بزم آرائیاں، کبھی بھولے سے بھی سننے میں نہیں آیا کہ ان کا مزاج ناساز
ہے، لیکن جب آپ کا پیام طلبی پہنچا تو دفعتہً جولیا نے انکشاف کیا کہ شہزادی بیمار ہیں
اور حکیم حاذق کی طرح ان کی صحت کی تاریخ طے کر دی کہ ایک ہفتہ کے بعد روانہ ہوں گے
اس کے معنی اس کے سوا کیا ہو سکتے ہیں کہ پہلے مجھے چلتا کیا اور پھر خود یہ لوگ روانہ ہوئے
مجھے اس لئے چلتا کیا گیا کہ میری معیت میں راہِ فرار مسدود ہو جاتی اور ایک ہفتہ بعد اس
لئے یہ لوگ روانہ ہوئے کہ قسطنطنیہ کی بجائے اور نہ کا راستہ لیں ـــــ

شہنشاہ نے کڑک کر کہا۔

"اودرخاں تم گستاخ، دریدہ دہن اور قابلِ تعزیر ہو!"

اودرخاں نے بڑی بے پروائی کے ساتھ کہا،

"اگر میرا جھوٹ ثابت ہو جائے تو میں قتل ہونے کو بھی تیار ہوں!"

وزیرِ اعظم نے بات کو رفع دفع کرنے کے لئے کہا،

"یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ شہزادی کی صحت زیادہ خراب ہو گئی ہو اور وہ وہاں سے
روانہ ہی نہ ہو سکی ہوں؟"

اودرخاں نے مسکراتے ہوئے اور یہ تبسم طنز سے بھرپور تھا کہا،

"ہو تو سکتا ہے، لیکن ایسا واقعہ ہے نہیں ـــــ وہ لوگ وہاں سے جا
چکے ہیں، اور یا تو اور نہ پہنچ چکے ہیں یا عنقریب پہنچنے والے ہیں اور کوئی شبہ

ے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

شہنشاہ نے فرمایا،

"تم کیسے آگئے؟ —— ہم نے تو تمہیں طلب نہیں کیا تھا؟"

بارق نے پہلے سے زیادہ سراپا عرض ہو کر عرض کیا۔

"ایک نہایت ہی اہم بات گوش گزار کرنے آیا ہوں، لیکن تنہائی میں!"

شہنشاہ کے کان کھڑے ہوئے۔

اس نے کہا،

"یہاں کوئی غیر نہیں جو چاہو کہہ سکتے ہو!"

نے وزیرِ اعظم سے کہا،

"اس تاشقندی کی باتیں سن رہے ہو؟ کیا میں نے اس سانپ کو اس لئے پالا تھا کہ یہ خود مجھے ڈس لے؟"

اودرخاں نے ایک مجنونانہ قہقہہ لگایا اور بولا۔

"تم نے مجھے اس لئے پالا تھا کہ اپنے دشمن کو مجھ سے ڈسوا دو لیکن دشمن کے بجائے تم خود اپنی انگلی میرے دانتوں سے الجھا رہے ہو — اگر واقعی تم مرد جری ہو تو بیرون کے فرار کا تمہیں صدمہ ہے، جمال کو داماد بناتے ہوئے شرم محسوس کرتے ہو تو مجھ سے نہ الجھو، مجھ سے نہ لڑو، مجھے برا بھلا مت کہو، تھوڑی دیر کے لئے بھول جاؤ کہ وہ تمہاری لڑکی تھی، صرف اسے یاد رکھو کہ سلطان محمد تمہارا دشمن ہے اور دشمنی کو ... اگر تم نے سلطان محمد کو شکست دے دی، اگر تم نے اورنہ پر قبضہ کر لیا، اگر تم سے ... کا وارثِ تخت و تاج تسلیم کر لیا، تو یہ اتنا بڑا شاندار اور ناقابلِ فراموش کا... تمہارے دامن سے صوفیہ کا دھبہ خود بخود مٹ جائے گا۔ لوگوں کا سر عقیدت ... پر جھکے گا، لوگ بت کی طرح تمہیں پوجیں گے، وہ مقدس پوپ جن کی خوشنو... حاصل کرنے کے لئے تم تڑپ رہے ہو، خود حاضر ہو کر تمہاری خدمت میں مبارک... کا تحفہ پیش کریں گے، عقل سے کام لو، جذبات سے تھوڑی دیر کے لئے ... اختیار کر لو، — اپنے وزیرِ اعظم سے کہو کہ منزل کھوٹی نہ کرے، پوپ کے ... شاہانِ یورپ کی خدمت میں حاضر ہو، اپنے وزیرِ جنگ سے کہو کہ جنگ کی ... مکمل کرے، ہر سپاہی کو اودرخاں بنا دے، ہر یونانی سپاہی کے دل میں ... وہی تڑپ، وہی اُمنگ اور وہی جوش پیدا کر دے، جس نے اودرخاں کو ... بنا رکھا ہے، بیکار باتوں میں وقت کیوں ضائع کر رہے ہو؟ سانپ نکل چکا ... پیٹنے سے کیا حاصل؟ بہتے ہوئے پانی کو کس نے پکڑا ہے کہ تم پکڑ لو گے۔

شہنشاہ نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا اور وزیرِ اعظم دل ہی دل ... کی تقریرِ دلپذیر پر سر دھن رہا تھا کہ شاہی فوج کے طلایہ گرد دستے کا افسر ...

"غلام کو جو کچھ کہنا ہے، وہ کسی حالت میں بھی کسی دوسرے شخص کے سامنے نہیں کہہ
سکتا خواہ وہ وزیر اعظم ہوں، یا شہزادہ اوورخاں،"
شنی، کو پھر غصہ آچلا تھا کہ اوورخاں نے سوال کیا.
"کیا جال گرفتار کر لیا گیا؟"
جارج نے اثبات اقرار میں گردن ہلادی،
اوورخاں نے مسکراتے ہوئے پوچھا.
"کیا شہزادی صوفیہ تشریف لے آئیں؟"
جارج نے پھر اقرار میں گردن ہلادی،
اوورخاں نے پھر سوال کیا،
"اور شہزادی جولیا بھی؟"
جارج نے ایک مرتبہ اور اقرار میں اپنی گردن کو جنبش دی،
اوورخاں نے قسطنطین سے کہا،
"دیکھ لیا آپ نے؟ سن لیا آپ نے؟ میں نہ کہتا تھا؟"
قسطنطین غیرت اور ندامت سے پانی پانی ہوگیا، اس نے جارج کو حکم دیا.
"ان سب کو فوراً ہماری خدمت میں حاضر کرو ـــــ ابھی اسی وقت یہیں!"
اوورخاں نے وزیر اعظم کا ہاتھ پکڑ کر اٹھایا اور جاتے ہوئے قسطنطین سے کہا،
"ہم لوگ جاتے ہیں، آپ ملزموں کو بلوا لیجیے، ان کا بیان سنیئے اور جو مناسب سمجھئے
کیجئے، اگر ضرورت ہو تو ہم میں سے جسے طلب کیجئے گا، وہ فوراً حاضر ہوجائے گا!"
قسطنطین نے کوئی جواب نہیں دیا. یہ دونوں چلے گئے اور ذرا دیر کے بعد جارج
صوفیہ اور جولیا کو لے کر حاضر ہوا.
شہنشاہ نے جارج سے پوچھا.
"یہ لوگ کس طرح ہاتھ آئے؟"
جارج نے بتایا،

اڑنے نہ پائے تھے کہ گرفتار ہوگئے!

لیکن شہنشاہ کا حکم پانے کے باوجود جارج کے لب بند رہے اس کی زبان میں جنبش نہیں ہوئی، وزیر اعظم کو حیرت تھی کہ جارج جیسے سراپا اطاعت شخص کو آ خر کیا ہو گیا ہے، اور وہ کون سی ایسی خبر ہے جسے شہنشاہ کے حکم کے باوجود وہ زبان پر لاتے ہوئے ہچکچاتا ہے، خود شہنشاہ بھی سخت متحیر تھے کہ یہ ماجرا کیا ہے جارج کو جو کچھ کہنا ہے وہ کہتا کیوں نہیں؟

شہنشاہ نے خشمناک نظروں سے اسے دیکھا اور وہ ٹس سے مس نہ ہوا،

آخر ضبط کا پیمانہ چھلکا، شہنشاہ نے کرخت لہجہ میں کہا،

"جارج تمہیں کیا ہو گیا ہے، تم بولتے کیوں نہیں؟ —— ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں کیا خبر لائے ہو؟ کیا کہنا چاہتے ہو؟

جارج نے ایک نظر وزیر اعظم پر، ایک اور رفال پر ڈالی، اور پھر خاموش ہو گیا

شہنشاہ نے استمالت اور لطف کے لہجہ میں کہا،

ان دونوں سے کوئی پردہ نہیں ہے، ان میں سے ایک ہمارا وزیر اعظم اور سلطنت کے ہر راز کا امین ہے، دوسرا ہمارا شریک کار، دوست اور ساتھی ہے نہ اس کی کوئی بات ہم سے چھپی ہے، نہ ہماری اس سے بلا تامل جو کچھ کہنا ہے کہو،

جارج نے ڈرتے ڈرتے، لیکن عزم و استقلال کے ساتھ کہا،

یہ سنتے ہی شہزادی صوفیہ بگڑ گئیں، اور انہوں نے کہا،

"ہم اپنی مرضی سے جا رہے ہیں!"

شہزادی جولیا بولیں،

"ہمارے راستہ سے ہٹ جاؤ!"

میں سمجھ گیا، کچھ دال میں کالا ہے۔ کچھ افواہیں شہزادی صاحبہ اور جمال پاشا کے بارے میں پہلے بھی سننے میں آئی تھیں، اب ان کی تصدیق ہو گئی۔ بہرحال میں نے طے کر لیا کہ خواہ کچھ بھی ہو جائے، شہزادیوں کو نہیں جانے دوں گا، چنانچہ میں نے نہایت ادب سے کہا،

"یہ نہیں ہو سکتا، آپ کو اپنے اس غلام کے ساتھ جانا پڑے گا!"

شہزادی صوفیہ نے کہا،

"ہم ہرگز نہیں جائیں گے!"

شہزادی جولیا نے بھی ان کی تائید کی اور فرمایا،

"جان کی خیر چاہتے ہو تو ہٹ جاؤ سامنے سے!"

آخر میں نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ ان تینوں کو گرفتار کر لیں، جمال لڑنے مرنے پر آمادہ ہو گیا، ہم سو سوار تھے، وہ اکیلا، لیکن اس کی تلوار بجلی کی طرح چمک رہی تھی۔ اس نے دیکھتے ہی دیکھتے سات آٹھ آدمیوں کو کاٹ کر ڈال دیا، خود بھی بہت زخمی ہوا، اور بے ہوش ہو کر گر پڑا، شہزادیاں بھی برابر تلوار چلاتی رہیں اور انہوں نے بھی کئی غلاموں کی جان لے لی۔ میں نے تاکید کر دی تھی کہ چاہے سب مر جاؤ، لیکن شہزادیوں میں سے کسی کے خراش تک نہ آنے پائے، چنانچہ جب ہمارے کئی آدمی کام آ گئے اور شہزادیاں تلوار چلاتے چلاتے تھک کر چور ہو گئیں، تب ہم نے انہیں محاصرہ میں لے لیا اور یہاں تک لے آئے!"

سلطان بڑے غور سے جارج کی باتیں سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا،

"تم نے انعام کے قابل کام کیا ہے! ـــــ لیکن وہ شیطان جمال کہاں ہے؟"

جارج نے بتایا،

"زخموں سے اس کا بدن چھلنی ہو رہا ہے۔ اس قابل نہیں تھا کہ یہاں تک لایا جا

" میں اپنے دستۂ فوج کے ہمراہ دشمن کی نقل وحرکت کا جائزہ لینے کے
کو نکلا، موسم انتہائی سرد اور رات انتہائی تاریک تھی، ہاتھ کو ہاتھ نہیں دکھائی دیتا
لوگ نہ جانے کہاں سے کہاں نکل گئے، جب صبح ہوئی، تو ہم اپنے مرکز سے ہٹ
نکل آئے تھے، حکومت عثمانیہ کی سرحد بالکل قریب تھی، اتنے میں مجھے ایک سپاہی
آیا۔ میں اسے پہچانتا تھا۔ کنگ رادول جب یہاں تشریف لائے تھے تو یہ ان کے
میں نے پوچھا، کیا تم رادول کے سپاہی ہو؟ اس نے اثبات میں جواب دیا، میں نے
یہاں کیسے آ گئے اور کدھر جا رہے ہو؟ کہنے لگا، ہم لوگ شہزادی صوفیہ اور جمال کو چھوڑ
دلاچیا واپس جا رہے ہیں؟ مجھے اور حیرت ہوئی، میں نے دریافت کیا، تمہارے
ساتھی کہاں ہیں؟ اس نے بتایا، جمال پاشا نے سب کو رخصت کر دیا، وہ چلے گئے،
گھوڑا زخمی ہے، اس لئے میں آہستہ آہستہ چل رہا ہوں، جہاں پر میں کھڑا ہوا
تھا، وہاں سے ترکی سرحد صاف نظر آ رہی تھی، اتنے میں، میں نے دیکھا چند سوار
سرحد کی طرف جا رہے ہیں، دفعتہً میرے دل میں خیال آیا، ہو نہ ہو جمال پاشا نے دھوکا
وہ فریب دے کر شہزادیوں کو اپنے ساتھ لئے جا رہا ہے، میں نے اپنے سپاہیوں
کیا اور گھوڑے کو ایڑ لگائی، ہمارے گھوڑے ہوا سے باتیں کرتے ہوئے روانہ ہوئے
اور آن کی آن میں ان سواروں کو جا لیا، میں نے ان سب کو گھیرے میں لے لیا
سے پوچھا۔

" کہاں جا رہے ہو تم؟"

اس نے تلوار سونت لی، اور کہا،

" تم پوچھنے والے کون؟"

میں نے سوچا دشمن کی سرحد کے قریب جنگ کرنا مناسب نہیں، جمال

تو بلا سے جائے، میں نے شہزادیوں سے کہا،

" جمال کو جانے دیجئے۔ آپ میرے ساتھ چلئے، یہ دھوکے سے آپ کو

ملک میں لے جا رہا تھا!"

وزیر اعظم نے اپنے آقائے نامدار کی اس تجویز کو بہت سراہا اور کہا،

"ان بدکرداروں کو جو سزا ابھی آپ دیں کم ہے، لیکن غلام نے جس مہم کا بیڑا اٹھایا ہے اسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے اذنِ سفر دیا جائے ـــ پہلے میرا ارادہ تھا کل یہاں سے روانہ ہوں، لیکن اب میرا فیصلہ یہ ہے اسی وقت روانہ ہو جاؤں۔

بادشاہ نے ممنون نگاہوں سے وزیر اعظم کو دیکھا اور فرمایا۔

"اجازت ہے ـــ تم اسی وقت روانہ ہو سکتے ہو، لیکن اپنے کام کو جلد از جلد پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی کوشش کرو اور جلد از جلد واپس آؤ، یہاں تمہاری سخت ضرورت ہے بغیر تمہارے ہر کام نامکمل رہے گا۔

سکے، جیل میں ہے، اور شاہی جراح تن دہی سے اس کا علاج کر رہے ہیں،

شہنشاہ نے نخوت اور نفرت کے ساتھ کہا،

علاج؟ اس کا علاج کیا جا رہا ہے، ایک ہاتھ مار کر قصہ ختم کیوں نہیں کر دیتے؟

"غلام کا خیال تو یہی تھا، لیکن میں نے سوچا، شاید اس سے کچھ کام کی باتیں معلوم ہو سکیں

صحت یاب ہونے کے بعد یہ ہمارے کام آ سکے، اس لئے

"خیر تم نے جو کچھ کیا اچھا کیا — اب تم جا سکتے ہو!"

جارج نے گردن جھکالی اور باہر چلا گیا،

اس کے جانے کے بعد، قسطنطین نے زہر میں بجھی ہوئی، ایک نگاہ، صوفیہ اور جولیا

پر ڈالی اور پوچھا،

"کیا جارج کا بیان صحیح ہے؟"

صوفیہ نے استقلال و عزیمت کے ساتھ جواب دیا،

"اس نے ذرا بھی مبالغہ سے کام نہیں لیا ہے!"

شہنشاہ نے دستک دی، فوراً چند مسلح غلام آ موجود ہوئے، اس نے صوفیہ اور جولیا

کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

قصرِ شاہی کے تہ خانے میں ان بدبختوں کو لے جا کر قید کر دو — ان کے

ساتھ وہی سلوک کیا جائے، جو محل کی سزا یافتہ دوسری عورتوں کے ساتھ کیا جاتا ہے

وہاں شہزادی کی حیثیت سے نہیں قیدی اور مجرم کی حیثیت سے بھی جا رہی ہیں ان

کے ساتھ وہی برتاؤ کیا جائے جو دوسروں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔

سپاہی جولیا اور صوفیہ کو لے کر چلے گئے۔

پھر قسطنطین نے وزیر اعظم کو مخاطب کیا، وہ لرزاں و ترساں حاضر ہوا، بادشاہ

نے وہ تمام روداد جو جارج سے سنی تھی، وزیر اعظم کے سامنے دہرادی اور کہا،

"جمال، صوفیہ اور جولیا ان تینوں کو موت کی سزا دی جائے گی — لیکن آج

نہیں اس روز جب قسطنطنیہ میں جشنِ فتح منایا جا رہا ہوگا،

"ایسا ہی ہوگا!" —— آپ جب چاہیں اپنے نمائندے کو قسطنطنیہ بھیج دیں، ان کے وہاں پہنچتے ہی یہ مرحلہ نہایت آسانی سے طے ہوجائے گا!"

اس جواب سے پوپ مطمئن ہوگیا اور اس نے کہا،

"اب ہماری طرف سے تمہیں ہر طرح کی امداد حاصل ہوگی،"

وزیر اعظم نے دست بستہ عرض کیا۔

"میں یہی امید لے کر آیا ہوں، آپ کی طرف سے ہمیں جو امداد ملے گی، وہ تو ملے ہی گی، میں یہ چاہتا ہوں کہ مغربی یورپ کے ملوک و سلاطین بھی ہماری مدد کریں، اگر اس وقت پر دل کھول کر انہوں نے ہماری مدد نہ کی، تو بازنطینی سلطنت ختم ہوجائے گی ن جائے گی، قسطنطنیہ پر سلطان محمد کا قبضہ ہوجائے گا اور یہ حسین و جمیل شہر دولتِ عثمانیہ کا پایۂ تخت بن جائے گا، اس طرح صرف شہنشاہ قسطنطین ہی کی زندگی ختم نہیں ہو گی، یورپ کے ایک بہت بڑے رقبہ پر عیسائیت کو جلاوطن ہونا پڑے گا، اس طرح صرف ے یونان ہی ختم نہیں ہوگا، کلیسائے روما کی شان میں بھی فرق آجائے گا، میری خواہش ہے کہ آپ اپنا اثر کام میں لائیں اور مغربی یورپ کے تاجداروں کو آمادہ کریں کہ وہ ہمارا ساتھ دیں، جو کچھ اور جتنی زیادہ ہماری مدد کر سکتے ہیں کریں،"

پوپ نے وزیر اعظم کی یہ درد بھری تقریر سنی اور کہا،

"ہم تمہاری تقریر سے متاثر ہوئے۔ ہمیں قسطنطین سے ہمدردی ہے، ہم قسطنطنیہ کو بچانے کے لئے سب کچھ کرنے کو تیار ہیں، بتاؤ تم کیا چاہتے ہو؟"

وزیر اعظم نے بہت زیادہ رقت آمیز لہجہ میں کہا،

"آپ اپنے نمائندے کو قسطنطنیہ بھیجئے، میں یہاں سے برق رفتاری کے ساتھ مغربی یورپ کا ایک مختصر سا دورہ کرتا ہوں، آپ کا نامۂ مبارک اگر میرے ہاتھ میں ہوگا تو قرار خواہ مدد ملوک یورپ سے حاصل کرنے میں دشواری نہیں پیش آئے گی اور روم کے کلیساؤں کو متحد کرنے کی کارروائی عمل میں لائی جائے گی، پھر دشمنوں پر حملہ کرنے اور ان کی طاقت کو پاش پاش کرنے کی تدبیریں عمل میں لائی جائیں گی۔"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

قسطنطین کا وزیرِ اعظم پوپ کے دربار میں حاضر ہوا اور جیسا کہ وہ اپنے شہنشاہ
کہہ چکا تھا۔ کان دبا کر اور سر جھکا کر اس نے تمام ذلت بخش شرطیں پوپ کی تسلیم کر
کی آخری شرط یہ تھی کہ کلیسائے یونان کی انفرادیت ختم کر دی جائے، اسے کلیسائے
ملحق کر دیا جائے، وزیرِ اعظم کا خون کھولنے لگا، اس شرط پر، لیکن اس نے اسے تسلیم کر لیا۔

اس نقشِ پا کے سجدہ نے کیا کیا ذلیل
میں کوچۂ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

لیکن کوچۂ رقیب میں سر کے بل جانے کے باوجود ابھی ذلت اور رسوائی کا
اور مرحلہ باقی تھا۔

پوپ نے ایک نئی اور آخری شرط یہ عائد کی کلیسائے روم سے الحاق
صرف زبانی اقرار تک محدود نہیں ہوگا۔ پوپ کا ایک نمائندہ قسطنطنیہ جائے گا
کے سینٹ ایا صوفیہ میں بادشاہ اپنے تمام حکام وعمال اور وزراء، نیز ارکانِ کلیسا
کے ساتھ آئے گا اور الحاق کے معاہدے پر دستخط کرے گا۔

یہ شرط سن کر وزیرِ اعظم کی رفتارِ قلب سست پڑ گئی، اسے ایسا محسوس ہوا
قلب کی حرکت بند ہوا چاہتی ہے، لیکن ہمت کر کے یہ کڑوی گولی بھی اس نے نگل
اور وعدہ کر لیا کہ:

بڑی کثرت رائے سے منظور کرلی گئی۔[1] اس فیصلہ نے یونانی پادریوں کو بہت برافروختہ کیا اور شہر کی آبادی کے بڑے حصہ نے اس فیصلہ سے اپنی بے زاری کا علانیہ اظہار کیا۔ دونوں کلیساؤں کے درمیان جو قدیم عناد چلا آتا تھا، وہ اس نازک موقع پر بھی قائم رہا اور شہنشاہ کے اس فعل نے خود اس کی رعایا کی ایک کثیر تعداد کو اس سے برگشتہ کر دیا۔ گرانڈ ڈیوک نوٹاراس جو تمام افواج قسطنطنیہ کا سپہ سالار اور قسطنطین کے بعد سلطنت میں سب سے بڑی شخصیت تھا، اس قدر برہم تھا کہ اس نے صاف لفظوں میں یہ کہا کہ کارڈینل کی ٹوپی کے مقابلہ میں قسطنطنیہ میں ترکوں کے عمامے دیکھنا مجھے زیادہ گوارا ہے۔[2] نتیجہ یہ ہوا کہ یونانیوں میں دو جماعتیں ہوگئیں، ایک وہ جو کلیسائے روما کی طرف دار اور نازک وقت میں اس کی مدد کی خواستگار تھی، دوسری وہ جو اس وقت حالت میں بھی کلیسائے روما سے اتحاد کرنے پر کسی طرح راضی نہ تھی، دوسری جماعت پہلی سے بڑی تھی، چنانچہ اس جماعت کے گرجاؤں نے شہنشاہ کو مالی امداد دینے سے انکار کر دیا اور اس میں سے جو لوگ جنگ میں شریک ہو سکتے تھے، ان کی ایک بہت قلیل تعداد نے شہر کی محافظت کے لئے آمادگی ظاہر کی، قسطنطنیہ کی آبادی باوجود بہت کچھ کم ہو جانے کے ایک لاکھ کے قریب تھی، لیکن ترکوں کے مقابلہ میں قسطنطین کی حمایت کے لئے صرف چھ ہزار یونانیوں نے اپنی خدمات پیش کیں۔[3]

قسطنطین نے مغربی یورپ سے مدد کی جو درخواست کی تھی، وہ بھی بہت ناکافی طور پر پوری ہوئی، پوپ نے آزمودہ کار سپاہیوں کی ایک تعداد اور کچھ مالی مدد کارڈینل اسیڈور کے ساتھ روانہ کی، اٹلی اور اسپین کے بعض شہروں نے قسطنطنیہ سے تجارتی کاروبار رکھتے تھے، چند فوجی دستے بھیجے، وینس اور اسپین کے صوبہ کیٹلونیا اور اراگون نے کچھ مدد کی۔

۱؎ تاریخ دولت عثمانیہ

۲؎ کریسی جلد اول صفحہ ۱۲۵ (تاریخ دولت عثمانیہ)

۳؎ ایضاً صفحہ ۱۲۵

پوپ نے وزیرِ اعظم کی اس رائے سے بھی اتفاق کیا، فرمایا،

"تمہاری رائے صائب ہے۔ تم ہمارا نامہ لے کر جاؤ اور تمہارے پہنچتے پہنچتے ہمارا
نمائندہ بھی وہاں پہنچ جائے گا۔

اس جواب نے وزیرِ اعظم کو خوش کر دیا، ابھی ذرا دیر پہلے پوپ کے شرائط
غم و غصہ کی جو کیفیت پیدا ہوئی تھی وہ جاتی رہی، اس نے کہا،

بس مجھے صرف اتنا انتظار ہے کہ آپ کا نامہ ملے اور میں روانہ ہو جاؤں۔

پوپ نے اسی وقت اپنے میر منشی کو طلب کیا اور ایک پر زور خط مغربی یورپ
کے جملہ تاج داروں کے نام لکھوایا، اس خط میں، سلاطین یورپ کو دین کے نام پر
کی سر بلندی کے لئے متحد ہونے اور شہنشاہ قسطنطین کی مدد کرنے کی ترغیب اور
دنیا کی کامرانیوں کی بشارت دی گئی تھی۔

وزیرِ اعظم نے پوپ کے نامہ کو بوسہ دیا، سر پہ رکھا اور خوش خوش دورہ پہ
ہو گیا۔

پوپ کے ایوان سے قدم باہر نکالنے کے بعد وہ محسوس کر رہا تھا کہ آدھی
جنگ اس نے اسی وقت جیت لی اور بقیہ آدھی قسطنطنیہ پہنچتے ہی جیت جائے گا
راستہ کی ساری رکاوٹیں اب دور ہو گئی تھیں۔

ادھر قسطنطین بھی مدافعت کی تیاریوں میں اس قدر مصروف تھا، اس نے
کی دیواروں کی مرمت کرائی اور جو کچھ رسد ممکن تھی بہم پہنچائی، اسی اثنا میں وزیر اعظم
مغربی یورپ کے فرمانرواؤں سے مدد کی التجا کر کے اور یورپ کی پوری اعانت
ہمدردی کا وعدہ لے کر واپس آ گیا۔ پوپ کا نمائندہ بھی آ پہنچ گیا، وزیر اعظم کے
مشورہ سے قسطنطین نے تمام مطالبات منظور کر کے یونانی کلیسا کو کلیسائے روم
ملحق کر دیا، سینٹ ایا صوفیہ میں پوپ کے نمائندہ کارڈینل ایسڈور کے زیر صدارت
مجلس منعقد ہوئی، جس میں شہنشاہ اس کے درباری اور قسطنطنیہ کے تمام
مذہبی عہدہ دار شریک ہوئے اور کلیسائے قسطنطنیہ کو کلیسائے روم سے متحد کر

نے اپنا اور اپنی سلطنت کا مذہب تبدیل کر کے کلیسائے روما کی اطاعت قبول کر لی، اور وہ کام کر ڈالا، جو صدیوں کی کوشش کے بعد بھی مغرب یورپ کی تمام فوجیں انجام نہ دے سکی تھیں، یورپ کے جمود میں کوئی محسوس حرکت پیدا نہ ہوئی، اور قسطنطنیہ کی دیواروں کو آخر کار محمد فاتح کے سامنے سرنگوں ہونا پڑا۔

لیکن ان سب سے زیادہ قیمتی مدد اہلِ جنوا کی طرف سے آئی، مشہور جنوی کمانڈر جان جسٹینانی دو جنگی جہازوں اور سات سو منتخب بہادروں کے ساتھ پہنچا یہ شخص اپنی شجاعت، اور اعلیٰ قابلیت کے لحاظ سے تنہا ایک فوج کے برابر تھا۔ دورانِ محاصرہ میں اور خاص کر آخری حملہ کے روز اس نے ایسی جانبازی کا ثبوت دیا کہ خود محمد ثانی کی زبان سے بھی اس کی تحسین نکل گئی اور اس نے کہا، کاش! یہ شخص میرے فوجی سرداروں میں ہوتا۔

بہر حال مغربی یورپ سے مختلف حکومتوں نے جو فوج بھیجی تھی۔ اس کی مجموعی تعداد تین ہزار سے زیادہ نہ تھی اور ان کو شامل کرنے کے بعد قسطنطین —— کی تمام فوج صرف نو ہزار تک پہنچتی تھی۔[1]

تعجب یہ ہے کہ قسطنطین کی درخواست کا کوئی اثر فرانس، جرمنی، ہنگری اور پولینڈ پر نہ ہوا، اور یہ سلطنتیں جو بار بار ایک عظیم الشان مسیحی اتحاد قائم کر کے ترکوں کو یورپ سے نکالنے کے لئے مذہبی جوش و خروش کے ساتھ آگے بڑھتی تھیں، قسطنطنیہ کے اس آخری لمحۂ حیات میں جب کہ ان ہی ترکوں کے ہاتھوں سلطنت بازنطینی کا خاتمہ ہو رہا تھا کامل بے حسی اور بے پروائی کے ساتھ اپنے مقام سے اس منظر کو دیکھتی رہیں، بعض مؤرخین کا خیال ہے کہ قسطنطین کے معاملہ سے یورپ کو زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ مگر ہمارے نزدیک عیسائی سلطنتوں کے اس طرزِ عمل کا باعث کچھ اور ہی تھا گزشتہ ۶۵ سال کے اندر ترکوں کو یورپ سے خارج کر دینے کی غرض سے انہوں نے چار مرتبہ مذہبی اتحاد کے ذریعہ اپنی تمام قوتوں کو یکجا کیا، لیکن ہر بار انہیں ہزیمت اٹھانی پڑی اور مسیحی اتحاد کا شیرازہ بندھ بندھ کر منتشر ہو گیا۔ کسووا (۱۳۸۹ء) نکوپولس (۱۳۹۶ء) وارنا (۱۴۴۴ء) اور کسووا (۱۴۴۸ء) کی تباہ کن جنگیں اتنی تازہ تھیں کہ یورپ اس قسم کے کسی مزید تجربہ کے لئے تیار نہ تھا اور باوجود اس کے کہ قسطنطین

---

[1] تاریخ دولت عثمانیہ ج ۱ ایضاً

ابھی عشق کے امتحاں اور بھی ہیں!

رائل چیمبر

وزیرِ اعظم، ملکہ کیتھرائن اور شہنشاہ قسطنطین رائل چیمبر میں بیٹھے ہیں، قسطنطین کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو رہا ہے، کیتھرائن کا چہرہ زرد ہے، وزیرِ اعظم سراپا اضطراب بنا نظر آ رہا ہے، لیکن سب کے منہ پر مہرِ سکوت لگی ہے، آغازِ کلام کا یارا کسی میں نہیں، ہر شخص اس کا متوقع ہے کہ کوئی دوسرا پہل کرے۔

بڑی دیر تک یہی کیفیت طاری رہی، آخر ملکہ، کیتھرائن نے قفلِ سکوت توڑا،

"میں کہتی ہوں، کیا صوفیہ اور جولیا کی جان لینے کا ارادہ ہے؟"

قسطنطین نے ماتھے پر شکن ڈال کر کہا،

"ہاں یہی ارادہ ہے!"

کیتھرائن نے چراغ پا ہو کر کہا،

"زہر دے دو یا گردن مار دو، اس طرح تڑپا تڑپا کر مارنا اور ہلاک کرنا نہایت بیہودہ ہے، ایسا سلوک تو جانوروں کے ساتھ بھی نہیں کیا جاتا۔"

قسطنطین نے سخت اور تلخ لہجہ میں کہا،

"لیکن یہ لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں — بے شک جانور، رحم اور ہمدردی کے مستحق ہیں، لیکن صوفیہ اور جولیا نہیں!"

قسطنطین نے پرعتاب نظروں سے اپنے وزیرِ اعظم کو دیکھا اور گرجا،
"کیا مطلب؟ راہِ راست پر لانے کا کیا مطلب ہے؟"

وزیرِ اعظم: یہ کہ وہ اپنی غلطی محسوس کرلیں، تائب ہو جائیں اپنے دل سے جمال کا خیال نکال دیں اور اپنے شایانِ شان قسطنطنیہ کے کسی اونچے خاندان کے نوجوان کو رفیقِ حیات منتخب کریں؟"

کیتھرائن نے مداخلت کرتے ہوئے کہا۔
"یہی تو اتنی دیر سے میں بھی رو رہی ہوں، مگر اس جلاد کی سمجھ ہی میں نہیں آتا۔"

وزیرِ اعظم: اعلیٰ حضرت! میرے ناچیز خیال میں اس تجویز پر ذرا غور فرمایا جائے۔

قسطنطین: بیکار ہے ——— صوفیہ اب اس قابل نہیں ہے کہ کوئی شریف انسان اسے اپنی شریکِ حیات بنائے۔

وزیرِ اعظم: یہ نہ کہیئے جہاں پناہ!

قسطنطین: یہ میں ہی کہہ سکتا ہوں، اس لئے کہ اس کا باپ ہوں۔

کیتھرائن: جان لینے، سزا دینے، ہلاک کرنے کے لئے باپ ہو۔ رحم کرنے نرمی کا سلوک کرنے اور مہربانی کا برتاؤ کرنے کا جب سوال پیدا ہو تو نہ وہ تمہاری بیٹی ہے نہ تم اس کے باپ ہو،

قسطنطین: اس نے میرے دل پر ایسا زخم لگایا ہے جو زندگی کی آخری سانس تک مندمل نہیں ہو سکتا۔

وزیرِ اعظم: نوجوانی میں سب سے لغزش ہو جاتی ہے۔

قسطنطین: لیکن ایسی لغزش؟ ایسی ہولناک لغزش؟

وزیرِ اعظم: شہزادی کے کردار اور سیرت کا اندازہ اس سے لگائیے کہ جمال کے دامِ محبت میں اسیر ہو چکنے کے باوجود، ہر طرح کے خلا ملا اور آزادانہ میل جول کے باوجود وہ اتنی ہی پاک دامن ہیں، جتنی یہاں سے جاتے وقت تھیں، اتنی محبت کرنے کے باوجود بدراہ نہیں ہوئیں،

کیتھرائن، تو پھر مجھے ان کے ساتھ قید کر دو۔

قسطنطین! کس جرم میں؟

کیتھرائن: کیا یہ کوئی معمولی جرم ہے کہ میں صوفیہ کی ماں ہوں؟

قسطنطین: پھر تو میں بھی مجرم ہوا، اس کا باپ ہوں — نہیں ملکہ نہ میں اس کا باپ ہوں، نہ تم اس کی ماں ہو، وہ ہمارے جگر کا ٹکڑا نہیں، ہمارے راستے کا پتھر ہے، اولاد سے ماں باپ کو سکون ملتا ہے لیکن تمہیں اس سے کیا ملا؟ بدنامی رسوائی، ذلت اس نے ہمارے اور تمہارے منہ پہ کالک لگا دی اس نے ہمیں دنیا کے سامنے منہ دکھانے کے قابل نہیں رکھا، یہ اس قابل ہے کہ اسے زمین میں گاڑ کر شکاری کتے چھوڑے جائیں۔ اس پر اور وہ اس کی بوٹی بوٹی اڑا دیں۔

کیتھرائن: بہت اچھا ہے، یہی کرو، اولاد کی نالائقی کے ساتھ لوگ ذرا باپ کی سفاکی اور شقاوت بھی دیکھ لیں، تصویر کے دونوں رخ سامنے آجانے چاہئیں ایک رخ صوفیہ ہے، دوسرا تم!

قسطنطین: (بگڑ کر) میں اس کا باپ نہیں ہوں۔

کیتھرائن: تم اس کے باپ ہو یا نہیں، لیکن میں تو بہرحال اس کی ماں ہوں

قسطنطین: میں تم سے ہمدردی کر سکتا ہوں، لیکن رحم نہیں کر سکتا۔

کیتھرائن: مجھے ہمدردی کی ضرورت نہیں ہے، میں تو رحم کی التجا کر رہی ہوں۔

قسطنطین: افسوس ہے کہ اس التجا کا پورا کرنا میرے بس سے باہر ہے۔

کیتھرائن رونے لگی، ہچکیوں اور سسکیوں کا تار بندھ گیا، اس نے وزیر سے مخاطب ہوتے ہوئے کہا:

دیکھ لیا اس باپ کو؟

وزیر اعظم نے ہمت کر کے بادشاہ سے عرض کیا،

"کتنا اچھا ہوتا، اگر شاہزادی صوفیہ کو راہ راست پہ لانے کی کوشش کی جاتی

قسطنطین: ہاں وقت اور مصلحت کے مطابق میں نے اسے اپنا دوست اور

ہمدرد کہا ہے!

بنتِ ژان: دل کی بات تم جانو، یا خدا۔ سوال یہ ہے کہ تم دونوں کا ظاہری میل جول
دوست، دشمن شدی کا مصداق رہا ہے یا نہیں؟

قسطنطین: ہاں ضرور رہا ہے، وہ بڑا تلخ گو بھی ہے، جس روز دولاچیا سے آیا
ہے اس نے ایسی باتیں کی تھیں کہ جی چاہا گردن اڑا دوں کم بخت کی، مگر مصلحت آڑے

آئی۔

بنتِ ژان: مجھے مصلحت سے بحث نہیں، بہر حال یہ تسلیم کرتے ہو کہ اودرخاں
نے وہ مقام دیا ہے جو صرف ایک بھائی ہی کو دیا جا سکتا ہے؟"

قسطنطین: ہاں مجھے اس کا اعتراف ہے۔

بنتِ ژان: "اب ایک سوال اور کروں گی، کیا اسی اودرخاں سے تم جولیا کی شادی
کے لیے تیار نہیں ہو گئے تھے؟"

قسطنطین: ہاں پھر؟

بنتِ ژان: (وزیر اعظم سے) لو سن لو، ذرا اس ڈھیٹ کی باتیں، میں کہتی ہوں
کہ صوفیہ نے اپنی آنکھوں سے اپنے خاندان میں، اپنے باپ کے یہاں بھی دیکھے،
پھر بھی اودرخاں مسلمان ہے، جولیا عیسائی ہے، پھر بھی دونوں کی شادی ہو
سکتی ہے، تم کیوں نہ سوچے کہ اس کی اور جمال کی راہ میں بھی مذہب آڑ نہیں بن سکتا۔

وزیر اعظم: ملکۂ معظمہ نے بڑی وزنی بات کہی ہے اسے نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

قسطنطین: (اکڑ کر) لیکن جولیا میری بیٹی ہے اور اودرخاں جمال پاشا کی طرح کم
حیثیت اور ادنیٰ مرتبہ نہیں ہے۔

بنتِ ژان: لیکن جولیا عیسائی ہے، اودرخاں مسلمان ہے، صوفیہ بھی عیسائی ہے
جمال مسلمان ہے، فرق کیا ہوا؟ رہا مرتبہ کا سوال تو عشق اور محبت کی دنیا میں کوئی

کیتھرائن: لیکن ان خوبیوں سے کیا ہوتا ہے۔ ان کے نزدیک تو صوفیہ کا وجود
ہی جرم ہے، اسے زندہ رہنے کا حق ہی نہیں ہے ــــ اتنا نہیں سوچتے
الہڑ اور نادان چھوکری ہے، ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے؟ بچہ ہے بالکل، خود بھولی
ہے، بہادروں کی قدرشناس ہے، جمال پاشا نے ایک نازک موقعہ پر اس کی جان
بچائی، یہ کارنامہ اس کے دل پر نقش ہوگیا، جمال نے عشق ظاہر کیا، وہ بھولی بچی
محبت کے قفس میں اسیر ہوگئی۔ جیسی صاف دل وہ ہے، ویسا ہی دوسروں کو سمجھتی
ہے، مذہبی اختلافات، سماجی فرق، قومی منافرت، یہ باتیں ابھی وہ کہاں سمجھ
سکتی ہے۔

قسطنطین: (برافروختہ ہوکر) کیوں نہیں سمجھ سکتی، کیا وہ نہیں جانتی عیسائی
اور مسلمانوں میں دشمنی ہے، عیسائی حکومتیں ترکی حکومت پر حملے کرتی رہتی ہیں اور ترکی
حکومت عیسائی حکومت کو غلام بناتی رہتی ہے یہ روزمرہ کے واقعات ہیں کیا وہ اتنی
بھولی ہے کہ اتنا بھی نہیں جانتی ـــ بتاؤ خاموش کیوں ہو؟

کیتھرائن: میں اگر کچھ بتاؤں گی، تو پارہ اور چڑھ جائے گا،

قسطنطین: پارہ چڑھے یا نہ چڑھے، میں تمہارا جواب سننا چاہتا ہوں،

کیتھرائن: تو میرا جواب یہ ہے کہ اولاد اپنے والدین کے نقش قدم پر چلتی ہے

قسطنطین، تمہارا مدعا یہ ہے کہ صوفیہ میرے نقش قدم پر چل رہی ہے۔

کیتھرائن: ایک جذبہ اور جوش کے ساتھ، ہاں میرا مطلب یہی ہے کیا ثبوت
بھی دوں؟ دلیل بھی پیش کروں؟

قسطنطین، اگر ثبوت اور دلیل پیش کر سکو تو بہت اچھا ہوگا۔

کیتھرائن: مجھے بتاؤ، اور رخاں مسلمان ہے یا نہیں؟

قسطنطین: ہاں ہے، مگر مطلب؟

کیتھرائن: مطلب ابھی ہوا جاتا ہے، پہلے میرے ایک اور سوال کا جواب
دے لو۔ ــــ یہ بتاؤ کہ اور رخاں سے تمہارا یارانہ ہے یا نہیں؟

"معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ اپنی غلطی پر نادم ہے یا نہیں؟ وہ اپنے گناہ سے
تائب ہونے پر آمادہ ہے یا نہیں؟"

شہزادی نے نہایت سنجیدگی سے سوال کیا۔

"آپ کا خیال ہے وہ لرزتی، کانپتی، آہیں بھرتی، سسکیاں لیتی آئے گی۔
آتے ہی آپ کے قدموں پہ گر پڑے گی، فوراً اعترافِ قصور کرے گی اور توبہ
کے دستِ دعا بلند کرنے لگے گی؟"

قسطنطین نے پندار اور نخوت کا مجسمہ بن کر جواب دیا۔

"ہاں! وہ ایسا کرے گی، اسے ایسا کرنا پڑے گا!"

"یہ کبھی نہ ہو گا!"

(برہم ہو کر) "کیا کہا؟ یہ کبھی نہ ہو گا؟ پھر بھی تم اس کی سفارش کرتی ہو! پھر
ہمارے وزیر اعظم صاحب اس کی رہائی کے درپے ہیں؟"

"حیرت ہے آپ نے صوفیہ کو اب تک نہیں پہچانا!"

(طنزسے) "مجھے اس قصور کا نہایت ندامت کے ساتھ اعتراف ہے کہ مریم
کو اب تک نہ پہچان سکا، لیکن تم تو شاید پہچانتی ہو؟"

"ہاں بہت اچھی طرح ——— وہ نہ اعترافِ خطاء کرے گی، نہ توبہ کرے
گی، نہ ندامت کا اظہار کرے گی۔"

"تو وہ رہا بھی نہیں ہو سکتی!"

"وہ مر جانا گوارا کرے گی، لیکن ایسی ذلت کی رہائی برداشت نہیں کرے گی!"

"(جھلا کر) تم کیا کہنا چاہتی ہو، اب تک یہی سمجھ میں نہ آسکا کہ تمہارا مقصد کیا ہے؟
تم چاہتی کیا ہو؟"

"میں چاہتی ہوں بغیر کسی شرط کے اسے رہا کر دیا جائے!"

"بغیر کسی شرط کے؟"

"صرف یہی نہیں آپ اس کے سامنے ندامت کا اظہار کیجیے، شفقت سے

وزیرِ اعظم: مانتا ہوں ملکۂ معظمہ آپ بالکل صحیح فرما رہی ہیں۔

قسطنطین، تم بھی ملکہ کی تائید و حمایت کرنے لگے؟

وزیرِ اعظم: اعلیٰ حضرت، غلام صرف حق اور سچائی کی تائید اور حمایت ک
بلاشبہ ملکۂ معظمہ نے جو کچھ فرمایا، اس کا ایک ایک حرف سچ ہے اور اس سچا
روشنی میں ہرگز شہزادی صوفیہ پر کوئی الزام عائد نہیں ہوتا، وہ قطعاً بے قصور ہیں ا
ظلم کیا گیا، انہیں ہدفِ ستم بنایا گیا، اور ایسا نہیں ہونا چاہئے تھا، نہ ایک بادشا
ہاتھوں، نہ ایک باپ کے ہاتھوں،

کیتھرائن (طنز سے) لیکن نہ یہ بادشاہ ہیں، نہ باپ، یہ شہنشاہ ہیں اور
اور شہنشاہ جو چاہے کر سکتا ہے، اس کے لئے کوئی اصول اور حد مقرر نہیں ہے

قسطنطین: (کسی حد تک ندامت آمیز لہجہ میں) ملکہ تم زیادتی کر رہی ہو

کیتھرائن: (تلخی کے ساتھ) میری اتنی کہاں مجال کہ زیادتی کر سکوں
پر، اتنی دیر سے ایک بھکارن کی طرح یہاں موجود ہوں، لیکن میری مجبوری ہی
برہمی اور انتقام کے انگارے ہی ڈالے گئے اور اسی آگ میں جلتی بجھتی
ہوں، ــــــ شہنشاہ کے منہ سے جو الفاظ نکلتے ہیں، ان کا مفہوم کیا
پر بھی غور کرنے کی زحمت نہیں گوارا فرماتے؟

قسطنطین نے کوئی جواب نہیں دیا، کچھ دیر تک سر جھکائے خاموش
رہا، کسی بہت بڑی ذہنی کش مکش میں تھا، تھوڑی دیر بعد اس نے سر اٹھا
وزیرِ اعظم سے مخاطب ہوا۔

"صوفیہ اور جولیا کو ہماری خدمت میں حاضر کرو!"

وزیرِ اعظم نے تعمیلِ حکم کے لئے اٹھنا چاہا تھا کہ ملکہ کیتھرائن نے تیوری
کر پوچھا،

"صوفیہ اور جولیا کو کس لئے طلب کیا جا رہا ہے؟"

قسطنطین نے جواب دیا۔

بادشاہ ملکہ سے بحث کرتے کرتے تھک گیا، اس نے سوچا اب بحث و گفتگو کا بوجھ اس پر ڈال دینا چاہیئے، چنانچہ بڑی خوشی سے اجازت دے دی۔"

"ضرور کہو، ——— تمہاری اصابت رائے، تدبر، معاملہ فہمی، دور اندیشی اور ذہانت پر ہمیں پورا اعتماد ہے۔"

وزیر اعظم دست بستہ عرض گزار ہوا۔

"ملکہ معظمہ کی رائے بالکل بجا اور درست ہے، شہزادی صوفیہ کو بغیر کسی شرط کے رہا کر دیجئے، کچھ عرصہ تک ان کے ساتھ صرف محبت اور شفقت کا برتاؤ کیا جائے، اس عرصہ میں جنگ بھی ختم ہو چکی ہوگی، شہزادی کے خیالات بھی بدل چکے ہوں گے اور جو بات آج بالکل ناممکن نظر آ رہی ہے، بڑی آسانی سے ممکن ہو جائے گی۔ یورپ کے فرمانرواؤں نے جو فوجیں (خواہ وہ کتنی ہی مختصر ہوں) بھیجی ہیں، انہیں زیادہ اہم بنانے کے لئے زیادہ تر خاندانِ شاہی کے افراد کو افسرِ اعلیٰ بنا کر بھیجا ہے، ان شہزادگانِ یورپ کو اس عرصہ میں، بار بار محل میں مدعو کرنا چاہیئے اور شہزادی کو ان سے ملنے اور ملاقات کا موقعہ دینا چاہیئے، ان میں سے ایک سے ایک خوبصورت اور وجیہہ، بانکا اور سجیلا، بہادر اور جری موجود ہے۔ ممکن نہیں کہ ان لوگوں کی متواتر اور مسلسل قصرِ شاہی میں آمد و رفت ہو اور وہ بے نتیجہ رہے۔ یقیناً کوئی خوش قسمت شہزادی کا دل جیت لینے میں کامیاب ہو جائے گا۔ شہزادی جمال پاشا کی جس چیز سے زیادہ متاثر ہیں، وہ اس کی شجاعت اور دلیری ہے۔ لیکن جب ان کی نظر سے ان کے ہم قوم نوجوان گزریں گے جو شجاعت اور دلیری میں جمال پاشا سے کہیں زیادہ ہیں تو ضرور وہ ان کی طرف ملتفت ہوں گی۔ اور خود بخود بغیر کسی تہدید، احتساب اور سختی کے اصل مقصد حاصل ہو جائے گا۔ مثل مشہور ہے جب گڑ سے مرے تو زہر کیوں دیں؟ سو اگر آسانی سے طے ہو جائے تو پھر سختی اور تشدد کی ضرورت کیا ہے؟"

اس تقریر سے بادشاہ متاثر ہوا، کیتھرائن نے چٹکی لی،

"خدا کرے، یہ پکی اور معقول باتیں شہنشاہ معظم کی سمجھ میں آجائیں!"

اس کے سر پہ ہاتھ پھیریئے، اسے صرف یہ تاثر دیجئے کہ جو کچھ ہوا غلط فہمی کے باعث ہوا، ورنہ تو بڑی اچھی، پیاری سی، سعادت مند اور خوش اطوار بیٹی ہے!

(حیرت سے) کیا کہا؟ —

"صرف یہی نہیں، جمال پر بھی کوئی سختی نہ کیجئے، اس کے لئے بھی کوئی ... الفاظ کم از کم صوفیہ کی موجودگی میں استعمال نہ کیجئے،

"تم پاگل ہو گئی ہو ملکہ، لیکن مجھے پاگل بنانے کی کوشش نہ کرو؟"

"نہ میں پاگل ہوں، نہ آپ کو پاگل بنانے کی کوشش کرتی ہوں — بے شک اس کی کوشش ہونی چاہیئے کہ یہ دونوں آپس میں نہ مل سکیں، لیکن اس سلسلہ میں کوئی ... نہ دیا جائے، کوئی پابندی نہ عائد کی جائے، کسی طرح کا احتساب نہ کیا جائے!"

"اس تمام دردِسر کے بجائے، آسان صورت یہ ہے کہ ان دونوں کی شادی کر ... نہ میں یہ کہتی ہوں، نہ میں یہ چاہتی ہوں، — اگر صوفیہ کے ساتھ نرمی ... اور انسانیت کا برتاؤ کیا جائے گا۔ تو اسے راہِ راست پر لانا آسان اور ممکن ہے لیکن اگر اس پہ سختی کی گئی، تو وہ بھی ایک ضدی لڑکی ہے، ہرگز سر نہیں جھکائے گی، ابھی بلا کر دیکھ لیجئے، اگر آپ نے اس سے اعترافِ قصور اور توبہ کا مطالبہ کیا وہ صاف الفاظ میں انکار کر دے گی، اگر آپ نے اس سے یہ کہا کہ جمال کا خیال دل سے نکال ... تو ہرگز وہ سرِ تسلیم خم نہیں کرے گی۔ میں اس کی فطرت اور سرشت کو جانتی ہوں آپ نہیں جانتے۔ ننگی تلوار لے کر جلاد کو اس کے سر پہ کھڑا کر دیجئے، تب بھی وہ سر نہیں جھکائے گی — وہ صوفیہ ہے!

"بہت فخر ہے آپ کو اپنی صاحبزادی پہ —؟

"بے شک — ہونا بھی چاہیئے!"

وزیرِ اعظم اب تک خاموشی سے بادشاہ اور ملکہ کی باتیں سن رہا تھا اب اس نے بھی لبوں کو جنبش دی اور عرض کیا۔

"اگر جان کی امان پاؤں تو میں بھی کچھ عرض کر دوں؟"

جٹینانی

جنوا کے کمانڈر جٹینانی نے آتے ہی اپنی شجاعت، دلیری، بہادری اور فنونِ جنگ میں مہارت کا سکہ بٹھا دیا، ہر شخص اس کی تعریف میں رطب اللسان تھا، اور ویسے بھی وہ بہت خلیق و شفیق، خوبصورت اور خوبرو واقع ہوا تھا، قسطنطنیہ میں اس کی اس طرح پذیرائی ہوتی تھی، جس طرح ایک شہریار کی ہونی چاہیئے۔ ابھی تک سلطان محمد کی طرف سے باقاعدہ محاصرہ تو نہیں شروع ہوا تھا، لیکن جو چھوٹی بڑی جھڑپیں فریقین کی فوجوں میں ہوتی تھیں، ان میں جٹینانی نے کبھی پیٹھ نہیں دکھائی بلکہ بڑے استقلال اور جرأت سے لڑا۔ اس کا طرزِ جنگ ایسا تھا کہ حریف کے چھکے چھڑا دیتا تھا، وہ جب بھی کسی چھاپہ مار دستہ کے ساتھ گیا، کامیاب و کامران واپس آیا۔ شہر کے رؤسا اور امراء و وزراء اور حکام، مذہبی پیشوا کلیسا کے عہدیدار وزیرِ اعظم اور وزیرِ جنگ، ملکہ کینواڈ اور شہنشاہ قسطنطین سب ہی اس کے مداح و معترف تھے، جہاں جاتا ہاتھوں ہاتھ لیا جاتا، جس مجلس میں پہنچ جاتا۔ دیدہ و دل فرشِ راہ کر دیئے جاتے، جٹینانی کی نگاہ میں جادو تھا، باشندگانِ شہر اسے اپنا محسن مانتے تھے جنگ آزمودہ اور کارآزمودہ سپاہی اس کے پسینہ پر خون بہانے کو تیار رہتے تھے۔ سب کے حوصلے اس شخص کے آنے سے بڑھ گئے اور وہ جو ایک دہشت سی پیدا ہو گئی تھی وہ بالکل جاتی رہی تھی۔ ہر شخص اپنی جگہ پر مطمئن تھا۔ جٹینانی اس جنگ کو مزید

کچھ دیر تک غور کرنے کے بعد قسطنطین نے پوچھا،

اور جمال کے ساتھ کیا کیا جائے؟ —— اور درخاں کا شدید اصرار ہے کہ اسے بے تامل قتل کر دیا جائے تو بھی اس مشکل سے نبٹنا آسان ہو جائے گا، جب جمال پاشا ہی نہیں رہے گا، تو خود شہزادی کے خیالات بدل جائیں گے؟"

کیتھرائن نے وزیرِ اعظم سے سوال کیا۔

"کہیئے کیا فرماتے ہیں آپ؟ کیسی ہے یہ تجویز؟"

"میرے خیال میں تو یہ تجویز مناسب نہیں ہے —— جمال کو بے شک عزت کے ساتھ نظر بند رکھا جائے، لیکن جیل سے باہر نکال باہر کیا جائے اور اس پر کوئی سختی نہ کی جائے، اگر اسے قتل کر دیا گیا، تو اس کا ردِ عمل بہت برا ہوگا اور پھر شاید ہم بھی شہزادی کو راہِ راست پہ نہ لا سکیں!"

بادشاہ نے مجلس برخاست کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں، ملکہ کو اجازت ہے جو چاہیں کریں!"

یہ کہہ کر سنجیدہ قدم اٹھاتا آہستہ آہستہ باہر چلا گیا!

ندہ ہے تو ہزار مواقع حاصل ہو جائیں گے، لیکن اگر ہم ہی بٹ گئے تو کہاں کا اختلاف اور کہاں کا اتحاد؟

بادشاہ نے خوش ہو کر کہا،

تم جیسے اولوالعزم اور بہادر شخص سے ہمیں یہی توقع تھی،

گرانڈ ڈیوک نوڈراس نے گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا،

"میں نے یہ بھی سوچا کہ جب ہمیں کلیسائے روم سے تعاون کرنا ہی ہے تو خوشدلی سے کیوں نہ ہو"

بادشاہ نے اسے گلے سے لگا لیا اور جذباتی انداز میں کہا،

"یہ تم ہی کر سکتے تھے!"

چلتے چلتے گرانڈ ڈیوک نوڈراس نے اصرار کے ساتھ عرض کیا،

"جہاں پناہ تو ضرور تشریف لائیں گے، لیکن میری آرزو یہ تھی کہ ملکہ معظمہ، شہزادی صوفیا اور شہزادی جولیا بھی اس موقع پر غریب خانہ کو رونق بخشیں۔

بادشاہ نے وعدہ کر لیا،

"ہم سب آئیں گے اور ضرور آئیں گے ـــــ لیکن کیا تم نے جٹینانی کو بھی مدعو کیا ہے؟"

گرانڈ ڈیوک نوڈراس نے ہنستے ہوئے جواب دیا۔

"بغیر دولہا کی بارات سے کیا فائدہ؟ ـــــ واقعہ یہ ہے کہ جٹینانی نے اس مختصر سی مدت میں جو کارنامے انجام دیئے ہیں، وہ آب زر سے لکھے جائیں گے، میں تو اس خوبصورت، خوب سیرت، دلیر اور شجاع نوجوان سے محبت کرنے لگا ہوں، عالیجاہ میں نے اسے بلایا ہے اور اس نے وعدہ کر لیا ہے کہ ضرور آئے گا!"

یہ سن کر بادشاہ خوش ہو گیا، اس نے کہا،

"یہ تم نے بہت اچھا کیا - واقعی جٹینانی، اپنے وطن، اپنے مذہب، اپنی قوم پر فخر کا مرتبہ رکھتا ہے، کاش وہ ہمارا ہم وطن ہوتا، کاش وہ یہاں کا باشندہ ہوتا۔"

جیت لے گا، یہی ہر شخص کے دل کی آواز تھی۔

اگرچہ گرانڈ ڈیوک نوٹراس، قسطنطین کی پالیسی سے متفق نہ تھا اور کلیسائے یونان اور کلیسائے روم کا اتحاد تو اسے ایک آنکھ نہیں بھاتا تھا، لیکن چونکہ جنگ سر پر کھڑی تھی، اس لئے ایک محبّ وطن کی طرح اس نے تمام اختلافات فراموش کر دیئے۔ اور صدقِ دل کے ساتھ جنگی مساعی کو کامیاب بنانے میں لگ گیا چونکہ وہ افواجِ قسطنطنیہ کا سپہ سالارِ اعظم اور لوگوں کی نظر میں غیر معمولی عقیدت و احترام کا حامل تھا۔ اس لئے اس نے سمجھا کہ جو غلط فہمیاں یا تلخیاں ہیں وہ رفع ہو جائیں۔ اس سلسلہ میں اس نے پہلا اقدام یہ کیا کہ مقدس پوپ کے نمائندے کارڈینل ایسڈور کے اعزاز میں ایک بہت بڑا عشائیہ ترتیب دیا، اس موقع پر فوج کے تمام حکام اور عمائدِ شہر مدعو تھے، شہنشاہ قسطنطین نے بھی نہایت مسرت کے ساتھ یہ دعوت قبول کر لی تھی، بلکہ انہوں نے گرانڈ ڈیوک نوٹراس کا شکریہ بھی ادا کیا تھا کہ ایک وطن دوست کی حیثیت سے انہوں نے اپنا فرض خود محسوس کیا، شہنشاہ نے فرمایا۔

"میں چاہتا تھا کہ پہل تمہاری طرف سے ہو، کیونکہ کارڈینل ایسڈور کو تمہارے خیالات معلوم ہیں، وہ جانتا ہے، تم اتحادِ کلیسا سے کتنے خفا اور برہم ہو۔ تمہاری کوشش اس کا دل صاف کر دے گی، لیکن یہ بات میں زبان پر اس لئے نہیں لایا کہ جس ایثار سے کام لے کر تم نے اتحادِ کلیسا اپنی مرضی کے بالکل خلاف قبول کر لیا، اس کے بعد اس طرح کی تحریک کر کے تمہارے جذبات مجروح کرنا مجھے مناسب نہ معلوم ہوا۔"

گرانڈ ڈیوک نوٹراس نے کہا۔

"جہاں پناہ! میری رائے میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی ہے۔ میں اب بھی وہی ہوں جہاں پہلے تھا، لیکن دو باتوں نے مجھے خاموش رہنے پر مجبور کر دیا، ایک آپ کی وضعداری کہ آپ سنے میرے تلخ اور تند الفاظ سنے اور خاموش رہے اور دوسرے، عثمانیوں کو شکست دینا بہت بڑا مقصد ہے، اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وقت کا تقاضا ہے کہ کسی ایثار سے گریز نہ کیا جائے۔ ہمیں اپنے باہمی اختلافات سلجھانے کے لئے

سازباز

صوفیہ خانم کے زنداں سے نکل کر پھر اپنے محل میں واپس آچکی تھی، اس کے
اعزاز و اکرام اور خاطر مدارات میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جاتا تھا، نہ اس پر اعتراض
تھا کہ وہ جمال پاشا کے ساتھ، اور نہ کیوں جا رہی تھی، کیتھرائن اس طرح انجان بنی ہوئی
تھی جیسے وہ کچھ جانتی ہی نہیں، جمال پاشا کا بھی ذکر چل پڑتا تو اس کے لئے وہ اچھے الفاظ
استعمال کرتی، جولیا سے بھی اس نے ڈانٹ ڈپٹ یا کسی طرح کی پوچھ گچھ نہیں کی تھی،
جمال کے بارے میں نہ زاد دل کے بارے میں، قسطنطین البتہ کھنچا کھنچا اور الگ الگ سا
تھا لیکن برہمی اور خفگی کے اثرات اس پر بھی نہیں تھے۔ گویا وہ سب کچھ معاف کر چکا
ہے یہ ایک معمولی بات تھی جو ہو گئی، اب نہ اس کے ذکر کی ضرورت ہے نہ اس پر بحث و گفتگو کی۔
لیکن اس فیاضانہ اور روادارانہ برتاؤ کے باوجود صوفیہ کا دل بجھا ہوا تھا، اضمحلال
... اس کے ہجوم میں کھوئی رہتی، کبھی رونے لگتی، کبھی خاموش ہو جاتی، لیکن
... التفات و محبت، محل کی باندیوں اور کنیزوں کی خدمت اور وزیر اعظم کی محبت بھری
... سوال کا جواب اس کے پاس خاموشی کے سوا کچھ نہ تھا، لوگوں کے سامنے وہ
... رہتی اور جب تنہائی میسر آتی تو جی بھر کے رو لیتی،
... تن من دھن سے اس کی بے لوث خدمت میں لگی ہوئی تھی وہ اس سے
... کہانیاں سناتی، لطیفے بیان کرتی، ہنسانے کی اور دل بہلانے کی کوشش

گرانڈ ڈیوک نے ایسی بات کہہ دی جس نے بادشاہ کے افسردہ دل کو ایک نئی خوش آئند آرزو سے معمور کر دیا، اس نے کہا۔

" اگر عالی جاہ چاہیں تو جٹینانی یہاں کا باشندہ بن سکتا ہے، ہمیشہ کے لئے غلامی لکھ سکتا ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ شہنشاہ معظم اس پر لطف و کرم کی بارش کریں اور پھر وہ ان کا غلام بن کر نہ رہ جائے؟ اور میں نے تو اندازہ کیا ہے، وہ خود بھی شہنشاہ معظم کی عقیدت و محبت اپنے دل میں بہت زیادہ رکھتا ہے، جب کبھی بھی گفتگو کا موقع ملا اس نے یہی کہا۔

" بازنطینی سلطنت کی آبرو، شہنشاہ قسطنطین کے دم سے قائم ہے، ہم میں سے ہزاروں آدمی بھی کام آجائیں تو کوئی مضائقہ نہیں، لیکن شہنشاہ کا سایہ خدا سلامت رکھے، اس کی حکومت کو زوال نہ آئے!"

یہ باتیں اس نے ایسے تاثر اور جذبہ کے عالم میں کہیں کہ ایک ایک لفظ اس کے دل کی آواز اور سچائی کا گواہ تھا،

شہنشاہ اور زیادہ خوش ہوگیا، وہ گویا ہوا،

" ٹھیک کہتے ہو، جٹینانی کے بارے میں میرا تاثر بھی یہی ہے، جھوٹ اور منافقت سے اس کی طبیعت کو لگاؤ نہیں ـــــ اچھا اب تم جا سکتے ہو"

گرانڈ ڈیوک نوٹر اس نے جاتے جاتے پھر یاد دہانی کی،

اور ملکہ معظمہ ـــ

بادشاہ نے زیر لب تبسم کے ساتھ فرمایا۔

" ہاں بھئی سب آئیں گے!"

جوڑ توڑ، ساز باز، سازش اور خفیہ تحریک کے چلانے میں وہ ماہر تھی ان پابندیوں کے باوجود، کئی مرتبہ بھیس بدل کر نہ جانے کس طرح وہ جمال پاشا سے ملاقات کر چکی تھی ... تو تھا، صوفیہ کا پیام جمال کو اور جمال کا صوفیہ کو پہنچا آتی، اس سے زیادہ اس ... بس میں کچھ نہیں تھا، جمال اگر شہر کے جیل خانہ میں ہوتا جب بھی شاید کوئی صورت نکل ... بھی وہ محل کے ایک خاص حصہ میں بس تھا اور چوکی پہرہ اتنا سخت تھا کہ پرندہ ... پر مار سکتا تھا، وزیر اعظم اور شہنشاہ ہر روز "قیدی" کا حال پہرہ داروں سے خود ... لیتے تھے، اور درخاں براہِ راست خود اس کا نگراں تھا، اس کا بس چلتا تو اسے ... ہلاک کر ڈالتا، لیکن وزیر اعظم نے مصلحتوں کا جو دفتر اس کے سامنے کھول کر رکھا تو ... ناخواستہ وہ خاموش ہو گیا —— لیکن مطمئن ہو کر نہیں،

صوفیہ اسی پریشانی میں بیٹھی تھی کہ جولیا آئی، اس نے کہا،

"آخر کب تک غم کرتی رہو گی، کبھی خوش بھی نظر آؤ گی یا نہیں؟"

صوفیہ نے مختصر سا جواب دیا،

"نہیں ——"

پھر ٹھنڈی سانس لے کر بولی،

جسے نصیب ہو روزِ سیاہ میرا لیا
وہ شخص دن نہ کہے رات کو تو کیونکر ہو

خوشی میرے پاس کہاں؟

یہ کہتے کہتے اس کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں۔

جولیا نے اس کے آنسو پونچھے، اور گویا ہوئی،

"تمہاری اس غمگینی کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ دلچسپی کا کوئی سامان نہیں ہے!"

صوفیہ نے جواب دیا،

"جہاں تم موجود ہو، وہاں دلچسپی کے اور ساز و سامان کی ضرورت ہی کیا ہے؟"

جولیا نے ... کی ان سنی کرتے ہوئے کہا،

کرتی، لیکن اس کا دل کچھ اس طرح مرجھا چکا تھا کہ کھلنے کا نام نہ لیتا کسی طرح!

اور بالکل یہی کیفیت جمال پاشا کی تھی!"

جمال کی جان کو کتنے غم چمٹے ہوئے تھے، ایک فکر تو اسے یہ تھی کہ معرکہ آرائی کا وقت قریب آتا جا رہا ہے اور وہ ایک شاندار محل نما جیل میں محبوس ہے آزاد ہوتا تو اپنی تیغ اصیل کے جوہر دکھاتا، سرخ رو ہوتا، دشمنوں کے چھکے چھڑاتا اور اپنی جان فرض منصب پر نثار کر دیتا اور خوش ہوتا —— شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم —— لیکن پھر کی ان دیواروں اور لوہے کے ان دروازوں کو توڑ کر نکلنا آسان ہے؟

آسان ہو بھی تو کیا یہ ممکن ہے کہ جس پیکرِ وفا نے میری خاطر، اپنے ماں باپ، خاندان، قصرِ شاہی، وطن کو لات ماری اور سب سے منہ موڑ کر یکہ و تنہا میرے ساتھ چل کھڑی ہوئی۔ اسے ہدفِ ابتلا و اذیت چھوڑ کر چلا جاؤں۔ کیا میری غیرت اسے گوارا کر سکتی ہے؟ —— اب تو اہنی دیواروں سے اور لوہے کی آہنی سلاخوں سے سر پھوڑ کر مرنا اور جان دینا ہے۔

ادھر صوفیہ کی یہ آرزو تھی کہ جس طرح بھی ہو سکے جمال یہاں سے نکل جائے۔ وہ اپنے باپ کو اور اس کے مزاج کو اچھی طرح جانتی تھی، بے شک کسی مصلحت سے مجبور ہو کر اس نے جمال کی زندگی پر اب تک ہاتھ نہیں ڈالا ہے، لیکن یہ کیفیت ہمیشہ نہیں رہے گی، جیسے ہی اس نے مناسب سمجھا، سب سے پہلا کام یہی کرے گا کہ اس کے جسم و جان کا رشتہ منقطع کر دے گا۔

جولیا جب بھی اسے خوش کرنے کی کوشش کرتی، ہنسانا چاہتی، تو وہ سوگوار اور افسردہ انداز میں کہتی۔

"جب تک جمال پاشا قید ہیں، ہیں زندگی اور موت کی کشمکش میں گرفتار رہوں گی، جس دن وہ رہا ہو جائیں گے، اس دن سے مجھے کوئی غم نہیں رہے گا۔ مجھے خوش دیکھنا اور ہنسانا چاہتی ہو تو میری بجائے جمال پاشا کی خبر لو،

اور یہ سن کر جولیا ساری چوکڑی بھول جاتی!"

۔۔۔ کرنے کی ضرورت کیا تھی؟

جولیا: بندہ بشر ہے، ہو گئی غلطی، انتقام نہ لو، معاف کر دو، آئندہ ایسا نہیں کریں گے،

صوفیہ: بہرحال میں نہیں جانے کی،

جولیا: صوفیہ ——

صوفیہ: سن رہی ہوں،

جولیا: ہر معاملہ میں اپنی ضد اور خودسری سے کام نہ لیا کرو،

صوفیہ: ضد اور خودسری کا کوئی سوال نہیں ہے —— یہ تو اپنی اپنی طبیعت ہے کسی کو مجلس آرائیوں میں لطف آتا ہے، کسی کو نہیں آتا، کسی کو دعوتوں میں مزہ ملتا ہے کسی کو تنہائی میں، بدقسمتی سے انہیں لوگوں میں ہوں، جنہیں نہ مجلس آرائیوں میں لطف آتا ہے نہ دعوتوں میں لذت ملتی ہے، جس کا جی چاہے جائے جو نہیں جانا چاہتا وہ کیوں جائے،

جولیا: واہ واہ کیسی زوردار تقریر کی ہے ہماری شہزادی صاحبہ نے؟

صوفیہ: (عاجز آکر) جولیا زیادہ بک بک نہ کرو میری طبیعت اس وقت بہت پریشا[illegible]

جولیا: لیکن دعوت میں جانے سے وہ پریشانی دور ہو جائے گی،

صوفیہ: نہیں ہو گی، —— ہو ہی نہیں سکتی کسی طرح!

جولیا: یہ بتاؤ، کیا واقعی تم چاہتی ہو کہ جمال پاشا آزاد ہو جائیں؟

صوفیہ: یہی تو میری آرزو ہے اور اس کے سوا چاہتی کیا ہوں؟

جولیا: بس تو پھر چلو دعوت میں؟

صوفیہ: یہ بھی اچھی کہی، اس پریشانی کا اور دعوت میں جانے کا کیا تعلق؟

جولیا: بہت گہرا تعلق ہے، سنو،

صوفیہ: سن تو رہی ہوں،

جولیا: یوں نہیں —— کان لاؤ پاس،

صوفیہ نے کان جولیا کے منہ سے لگا دیا، وہ بڑی دیر تک آہستہ آہستہ کچھ کہتی

خبرآج ذرا منہ کا مزا بدلنے کا، یعنی تبادلۂ آب و ہوا کرنے کا موقع ملے گا،

صوفیہ: وہ کیونکہ؟

جولیا: آج گرانڈ ڈیوک نٹوراس نے مقدس پوپ کے نائندے کارڈینل اسیڈور کے اعزاز میں نہایت شاندار اور پُر تکلف دعوت کا اہتمام کیا ہے، شہنشاہ اور ملکہ معظمہ بھی شریک ہوں گے اور سنا ہے وہ جنوبی فوج کا نوجوان کمانڈر جٹینانی بھی خاص طور پر مدعو کیا گیا ہے، جو یوسف وقت بھی ہے اور رستم دوراں بھی، خوبصورت ایسا کہ لوگ اس کے جمال و رعنائی کو حسن یوسف سے تشبیہ دیتے ہیں اور بہادر ایسا ہے کہ بعض ستارہ شناسوں کا خیال ہے کہ مستقبل کا فاتح اعظم بھی ہوگا ـــ بڑا دلچسپ مجمع ہوگا، واقعی طبیعت بہل جائے گی وہاں جاکر،

صوفیہ: توکیا تم بھی جارہی ہو؟

جولیا: ہاں میں بھی، اور تم بھی؟

صوفیہ: جی معاف کیجئے، میں تو جانے والی نہیں،

جولیا: پاگل ہوگئی ہو کیسے نہیں جاؤ گی۔

صوفیہ: نہیں جاتے ہماری مرضی،

جولیا: شہنشاہ کا حکم ہے کیا ان کی نافرمانی کرو گی؟

صوفیہ: شہنشاہ خود جائیں، میں تو نہیں جانے کی کسی قیمت پر بھی۔

جولیا: توکیا اب پھر ایک نیا فتنہ کھڑا کرو گی۔

صوفیہ: جو کچھ بھی ہو،

جولیا: ملکہ معظمہ شہنشاہ سے وعدہ کرچکے ہیں کہ صوفیہ آئے گی اور گرانڈ ڈیوک اس کارڈینل اسیڈور، جان جٹینانی اور دوسرے عمائد کو خوشخبری سنا چکے ہیں کہ صاحبہ بھی رونق افروز ہوں گی، کیا ایک ہی وقت میں تم سب کو ذلیل کرو گی اور منہ میں کالک لگواؤ گی؟

صوفیہ: فیصلہ کن لہجہ میں، آخر ان سب کو مجھ سے پوچھ کر اجازت لے

...ے ہے بہ فخر کا موقع ہے کہ ہم لوگ اس کے مہمان ہوں۔ اسی لئے میں نے وعدہ کر
...ب تو جانا ہی پڑے گا۔

...سوفیہ گویا مجبور ہو کر گویا ہوئی،

...پ بس ماننیں تو چلی چلوں گی ——— کیا آج ہی جانا ہے؟"

...اور زیادہ خوش ہو گئیں،

"...بیٹی آج ہی جانا ہے، بس تھوڑی دیر میں!"

...جولیا سے مخاطب ہوئیں،

...تم وہی کیا کر رہی ہے، نہ خود تیار ہوئی، نہ صوفیہ کو تیار کیا اب تک تو بھی اب
...ہو گئی ہے!"

...جولیا مسکرانے لگی، اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔

...کے جانے کے بعد جولیا نے صوفیہ سے کہا،

"...کیوں جی، بڑی حرفوں کی بنی ہوئی ہو تم بھی!"

...صوفیہ نے انجان بن کر پوچھا،

"...کیا ہوا بھئی؟"

...بولی،

...ہم سے کتنے نخرے ہو رہے تھے اور ملکہ کے سامنے چٹکی بجانے میں راضی ہو گئیں!"
...صوفیہ مسکراتے ہوئے کہا،

...نے پہلے سے نہ راضی کر لیا ہوتا، تو صاف انکار کر دیتی اماں حضور سے
... ——— وہ تم ہی ہو کہ جو کام چاہتی ہو لے لیتی ہو مجھ سے!"

رہی، پھر اس کا منہ پرے ہٹاکر مسکراتی ہوئی بولی،

"جھوٹی کہیں کی!"

جولیا نے سنجیدگی سے پوچھا،

"کبھی آج تک میں جھوٹ بولی ہوں تم سے؟ یا آج ہی اور ایسے نازک مس...
بولوں گی!"

صوفیہ کے چہرے پر پھر رونق آچکی تھی، وہ تبسم کی بجلیاں گراتی ہوئی بولی

"ہمیں تو یقین نہیں آتا کسی طرح!"

جولیا نے برجستہ کہا،

"ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے؟ —— دیکھ لینا،

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ ملکہ معظمہ تشریف لے آئیں، آج بہت دنوں کے بعد
انہوں نے صوفیہ کے چہرے پر مسرت کے آثار دیکھے، بے قابو ہو گئیں اسے گلے
لگا کر رونے لگیں، صوفیہ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، جولیا بھی اس منظر سے بہت
متاثر ہوئی، اس نے بڑی معصومیت کے ساتھ آنسو پونچھتے ہوئے کہا،

"سمجھ میں نہیں آیا، ہم سب رو کیوں رہے ہیں؟"

اس بے ساختہ فقرے پر صوفیہ ہنس پڑی، اور ملکہ بھی مسکرانے لگیں،

انہوں نے فرمایا۔

"آج کتنے دنوں کے بعد میں نے اپنی بچی کو ذرا خوش دیکھا ہے! لیکن ...
ابھی تک تیار نہیں ہوئیں، وقت بہت کم ہے اور آج گرانڈ ڈیوک نوراس کے ...
میں چلنا ہے ہم سب کو،

صوفیہ نے بچوں کی طرح اٹھلاتے ہوئے کہا،

"میں نہیں جاؤں گی، میرا جی نہیں چاہتا؟"

ملکہ نے پیار اور شفقت سے اس کے سر پہ ہاتھ پھیرا،

"نہیں بیٹی، انکار نہیں کرنا، بری بات ہے بے چارہ ڈیوک نوٹی ...

...نے بڑھ کر اس کا استقبال کیا، کارڈنیل کی خدمت میں حاضر ہو کر وہ کورنش
...شاہ قسطنطین کے سامنے سر ادب جھکا کر اس نے تعظیمی مراسم انجام دیئے
...بے تکلفی کے ساتھ مجمع میں جا کر گھل مل گیا، جدھر نکل جاتا دیدہ و دل فرش
...نے، بیگمات اور نواب زادیاں تو اس طرح اس پر صدقے قربان ہو رہی تھیں۔

...پر پڑنے؛

...نے جولیا سے پوچھا،

...شخص ہے یہ؟"

...نے بتایا،

...افواج جنوا کا کمانڈر جان جسٹینانی، جس کے حسن و جمال اور شجاعت و دلیری

...ہے ـــــ سچ کہنا کیسا ہے؟"

...نے مسکراتے ہوئے جواب دیا،

...دل سے اچھا ہے!"

...جل گئی،

...بھی کچھ کہہ دوں گی ـــــ جمال پاشا سے اچھا نہیں ہے؟"

...نے چڑاتے ہوئے کہا،

...کی جوتی کی خاک کے بھی برابر نہیں ہے!"

...اور زیادہ بگڑ گئی۔

...ہے آپ کے جمال پاشا کتنے پانی میں ہیں ـ ـــــ بس آدمی ہیں،
...زیادہ خوب رو اور حسین بھی نہیں ہیں کہ جسٹینانی جیسے یوسف ثانی سے

...

...نے تیوری چڑھا کر کہا،

...میں ہو جولیا؟ ـــــ آخر جمال پاشا اور جسٹینانی کا مقابلہ کیوں

دعوت

گرانڈ ڈیوک نٹوراس نے شاہانہ پیمانہ پر دعوت کا اہتمام کیا تھا جس محل میں
ڈیوک کا قیام تھا اسے دلہن کی طرح آراستہ کیا گیا تھا، روشنی کا یہ عالم کہ ساری محفل
نور معلوم ہو رہی تھی، شہر کے تمام سربرآوردہ اصحاب، ان کی بیگمیں، لڑکیاں،
زرق برق لباس میں ملبوس جلوہ آرا تھیں۔

پوپ کے نمائندے کارڈینل اسیڈور جب پہنچے تو حاضرین نے سر و قد کھڑے
ہو کر ان کا استقبال کیا، سب سے آخر میں شہنشاہ اپنی ملکہ معظمہ شہزادی صوب
جولیا کے ساتھ تشریف لائے شہنشاہ کا استقبال کارڈینل نے بھی کھڑے ہو کر
جٹینانی اب تک نہیں آیا تھا۔ حاضرین میں سے ہر شخص حتیٰ کہ خود شہنشاہ
کی آمد کا اشتیاق اور فخر کے ساتھ منتظر تھے، بیگمات، نوابزادیاں اور روسا
کی صاحبزادیاں اور سوسائٹی میں بلند مرتبہ رکھنے والی خواتین بار بار دروازے
تک رہی تھیں کہ شاید جٹینانی آتا ہو —— کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اس کی دید کی
منتظر نہ ہو جسے دیکھنے وہ اسے دیکھنے اور اس سے باتیں کرنے کا متمنی

آخر خدا خدا کر کے انتظار کا دور ختم ہوا،

جٹینانی با ہزاراں جاہ و تمکین وارد ہوا، اور ہر نگاہ جا کر اس پر جم گئی
حسن ترکانہ اور قامت مردانہ نے سارے حاضرین میں ایک ہلچل سی پیدا

"اس عزت افزائی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں!"

پھر گرانڈ ڈیوک نٹوراس نے شہزادی جولیا سے تعارف کرایا، کچھ رسمی باتیں ہوئیں اور اس کے بعد ڈیوک اور جسٹینانی آگے بڑھ گئے، ان کے جانے کے بعد جولیا نے پوچھا،

"دیکھا ــــ یہ تھا جسٹینانی!"

صوفیہ بے پروائی سے بولی،

"ہاں دیکھ لیا!"

جولیا نے سوال،

"لیکن اس نے باریاب ہونے کی اجازت کیوں طلب کی؟ اور تم نے یہ کیا حماقت کی کہ اجازت دے دی؟" ــــ اب تو وہ ہر وقت بیٹھا رہا کرے گا؟"

"میں نے تو پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ وقت مقرر کر کے آ سکتا ہے اور وقت مقرر کرنا اور اجازت دینا میرے اختیار میں ہے!" ــــ جس انداز میں اس نے اجازت طلب کی تھی، اس کا جواب یہی ہو سکتا تھا!"

جولیا ہنسنے لگی،

بڑی سمجھدار ہو، مجھے تو ڈر تھا کہیں انکار نہ کر دو، ہاں بھئی تمہارے مزاج کا ٹھیک پتہ بھی تو نہیں ہے، گھڑی میں کچھ، گھڑی میں کچھ، خوش ہوئیں تو بلبل ہزار داستان بنی ہوئی ہیں، خفا ہوئیں تو بات کرنے کی بھی روادار نہیں،

"ہاں بھئی میں تو بہت بری ہوں، تم نے بھی کس سے ناطہ جوڑ لیا ہے؟"

"پھر خفا ہو گئیں ــــ مذاق میں بھی تم خفا ہو جاتی ہو!"

صوفیہ نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ چکر کاٹ کر ایک مرتبہ پھر جسٹینانی ادھر آ گیا، اس مرتبہ ڈیوک اس کے ساتھ نہیں تھا، اس نے شہزادی سے عرض کیا،

"شہزادی نے مسکراتے ہوئے کہا،

"مجھے بڑی خوشی ہو گی آپ کے پاس بیٹھ کر اور کچھ باتیں کر کے، لیکن اس وقت میں معافی چاہتی ہوں، بعض سہیلیوں سے مجھے ملنا ہے!"

جولیا ہنسنے لگی،

"خفا ہوگئیں؟ ــــ بس اتنی بات میں خفا ہوگئیں؟"

صوفیہ نے سنجیدگی کے ساتھ کہا،

"پھر کیوں اس طرح کی باتیں کرتی ہو؟"

جولیا نے کانوں پر ہاتھ دھرتے ہوئے کہا،

"توبہ ہے بھئی، اب ایسی غلطی نہیں ہوگی کبھی!"

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ گھومتا گھومتا جسٹینانی بھی ادھر آنکلا، گرانڈ ڈیوک ٹو...

اسکے ساتھ تھا اور سربرآوردہ حضرات ر دآمین سے اس کا تعارف کراتا جاتا تھا، شہزا...

صوفیہ کے سامنے پہنچ کر وہ ٹھٹکا، پھر اس نے ادب سے جھک کر کہا،

"شہزادی صاحبہ کی خدمت میں جنوا کے کمانڈر یکتائے زمانہ بہادر اور ماہر فن...

جنگ، جان جسٹینانی کو آپ کی خدمت میں باریاب کرنے کی عزت حاصل کرتا ہے...

شہزادی کھڑی ہوگئی، اس نے مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھادیا، جسٹینانی نے...

مصافحہ کیا، اور بولا،

آج کا دن میری زندگی کا سب سے قیمتی اور یادگار دن ہے، دنیا کی سب...

زیادہ حسین وجمیل شہزادی کی خدمت میں باریاب ہونے کا اعزاز مجھے حاصل ہو...

جواب میں شہزادی مسکرادی اور پھر اپنی جگہ بیٹھ گئی، جسٹینانی اور گرانڈ ڈیوک...

اسی طرح مودب کھڑے رہے، جسٹینانی کا اب یہاں سے ہلنے کو جی نہیں چاہ...

اس نے کہا،

"اگر یہ فدوی خاص کبھی کبھی شہزادی کی خدمت میں حاضر ہونے کی جرأت کرے...

تو ناگوار تو نہ ہوگا!"

شہزادی کے ماتھے پر بل پڑ گئے، لیکن اس نے کہا،

"آپ جب چاہیں وقت مقرر کرکے آسکتے ہیں!"

جسٹینانی خوش ہوگیا،

"لیکن غلط تو نہیں سمجھتی!"

جسٹینانی نے جواب دیا،

"یہ آپ جانیں؟ میں کیا رائے دے سکتا ہوں اپنے متعلق؟"

مارگریٹ نے جولیا سے سوال کیا۔

"کیوں جولیا تمہاری کیا رائے ہے۔ جسٹینانی کے بارے میں؟"

جولیا نے جواب دیا،

"ایسی باتیں رو در رو پوچھی جاتی ہیں؟"

مارگریٹ اور جسٹینانی نے مل کر ایک قہقہہ لگایا، اب وہی سوال مارگریٹ نے صوفیہ سے کیا،

"آپ بتائیے شہزادی صاحبہ، ہمارے جسٹینانی کے بارے میں آپ کیا رائے رکھتی ہیں؟"

صوفیہ نے چند لمحے تامل کے بعد کہا،

"حسن و جمال عورت کا دیکھا جاتا ہے مرد کا نہیں۔ اگر جسٹینانی صاحب معرکۂ کارزار میں مردانہ وار تلوار چلا سکتے ہیں، پیٹھ کے بجائے صرف سینہ پر زخم کھا سکتے ہیں، لڑتے لڑتے اپنی گردن کٹا سکتے ہیں، تو ان کے اچھے اور بہت اچھے آدمی ہونے میں شبہ نہیں، لیکن اگر عورتوں کے مجمع میں حسن و جمال کی داد لینے کے شائق ہیں، تو پھر ان کی پوچھ اس حلقہ کے سوا کہیں اور نہیں ہو سکتی جہاں وہ جادوگر مشہور ہیں!"

یہ باتیں سن کر جسٹینانی تلملا اٹھا اور مارگریٹ جھینپ گئی۔ لیکن اس نے گفتگو کا پہلو بدلتے ہوئے کہا،

"شہزادی صاحبہ آپ کو نہیں معلوم جسٹینانی بہت بڑا سورما بھی ہے، میدان جنگ میں اس کی دھاک بیٹھی ہوئی ہے، بڑے بڑے شہ زور اس کے نام سے لرزتے ہیں، بڑے بڑے معرکے اس نے نہایت کامیابی کے ساتھ سر

اور پھر وہ جولیا سے مخاطب ہوئی،

چلو جولیا، ــــ مارگریٹ دڈیوک کی بیٹی سے ملنا بہت ضروری ہے، میں نے اس سے وعدہ کیا تھا، وہ میرا انتظار کر رہی ہوگی۔

جولیا نے جواب دیا،

"لیکن وہ تو خود ہی آ رہی ہیں اس طرف!"

صوفیہ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو مارگریٹ سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی، مارگریٹ بھی اپنی جگہ بہت حسین تھی، لیکن صوفیہ سے اسے وہی نسبت تھی، جو چاند سے ستاروں کو ہوتی ہے، مارگریٹ نے شکایت آمیز لہجہ میں کہا،

"کتنی دیر سے شہزادی صاحبہ کا انتظار کر رہی تھی میں، لیکن آپ، ــــ پھر اس کی نظر جٹینانی پر پڑی اور بے ساختہ اس نے منہ سے نکلا ــــ

"اوہ آپ، ــــ

اور پھر اس نے برق ریز تبسم کے ساتھ مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھا دیا اور بولی،

"کتنی خوشی ہوتی ہے آپ سے مل کر، جب بھی آپ سے ملتی ہوں، ایسا معلوم ہوتا ہے، کوئی دیرینہ آرزو پوری ہو گئی، آپ یہاں ہیں اور مجھے خبر ہی نہیں۔ کیا صوفیہ شہزادی سے آپ کا تعارف ہے؟ ــــ شہزادی صاحبہ یہ ہیں جان جٹینانی، جنہیں لوگ جادوگر کہتے ہیں اور میں کہتی ہوں، واقعی یہ جادوگر ہیں، ان کی باتوں میں جادو ہے، ان کی آنکھوں میں جادو ہے، جب سے یہ آئے ہیں قسطنطنیہ کی خوب رو، خوش جمال اور مہ لقا عورتیں ان کے نام کا وظیفہ پڑھ رہی ہیں، لیکن یہ ایسے سنگ دل واقع ہوئے ہیں کہ کسی سے سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے ــــ نہ جانے اپنے آپ کو کیا سمجھتے ہیں!"

جٹینانی نے ایک قہقہہ لگایا۔

"میں تو اپنے آپ کو کچھ بھی نہیں سمجھتا، آپ ہی سمجھتی ہیں نہ جانے کیا کیا کچھ" مارگریٹ نے کسی جھجک اور حجاب کے بغیر فخر و ناز کے ساتھ کہا،

جلسۂ رنگ و نور!

اودر خاں بھی اس دعوت میں شریک تھا، جٹینانی کی شجاعت اور دلیری کے افسانوں نے اس کا گرویدہ بنا دیا تھا، جٹینانی اس کے مستقبل کا کمانڈر انچیف تھا، اس نے طے کر لیا تھا کہ ادرنہ کے تختِ حکومت پر بیٹھنے کے بعد سب سے پہلا کام یہ کرے گا کہ جٹینانی کو سپہ سالارِ عساکرِ قاہرۂ دولتِ عثمانیہ بنا دے گا، جس بہادر کی تیغ زنی کے باعث وہ سلطان محمد کو شکستِ فاش دے گا۔ کیا اس کی اتنی قدر افزائی بھی نہ کرے؟

جٹینانی جب صوفیہ کی دل خراش باتوں سے روٹھ کر اور مارگریٹ کو وہیں چھوڑ کر آگے بڑھا تو چند ہی قدم پر اودر خاں مل گیا، اودر خاں نے اسے دیکھتے ہی گلے لگا لیا بے انتہا تپاک، اگرم جوشی اور محبت کے ساتھ پوچھا۔

میرے دوست کہاں کی گل گشت کرتے پھر رہے ہو،

اے تماشا گاہِ عالم روئے تو

تو کجا بہر تماشا می روی

یہ کہہ کر اس نے قہقہہ لگایا، کوئی اور وقت ہوتا تو جٹینانی بھی کوئی ایسا ہی پھڑکتا ہوا جواب دیتا، لیکن اس وقت کیفیت کچھ اور تھی ——— کیا لطف انجمن کا جب دل ہی بجھ گیا ہو! ——— صوفیہ کی باتوں نے دل میں خراش پیدا کر

کٹے ہیں، یورپ کے تاجدار اس پر فخر کرتے ہیں!"

صوفیہ نے یہ باتیں توجہ سے سنیں اور قبل اس کے کہ جواب میں کچھ کہے جویا بول پڑی۔

"لیکن میدانِ جنگ کا سورما بھاگا کیوں جا رہا ہے؟"

مارگریٹ نے نظر اٹھا کر دیکھا تو قسطنطینی جا چکا تھا!

جثینانی: یقیناً قسمت آزمائی کروں گا۔ میں نے آج پہلی مرتبہ اسے دیکھا ہے
کہہ نہیں سکتا کہ دل کا حال کیا ہو رہا ہے؟"

اوور خاں: "کیا ہو رہا ہے؟"

جثینانی: ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے پہلو میں دل ہے ہی نہیں،

اوور خاں: (ہنستے ہوئے) میرے بھائی کس چکر میں پڑے ہو، عشق ویسے ہی خانہ
خراب ہوتا ہے اور پھر اس بُت پر فتنہ صوفیہ کا؟ خدا کی پناہ سارے حربے آزما لو،
وہ قریب بھی نہیں پھٹکنے دے گی۔

جثینانی: میں نے اس سے اجازت لے لی ہے کہ کبھی کبھی حاضر خدمت ہو
جایا کروں،

اوور خاں: خوب، بہت خوب، اور اس نے اجازت دے بھی دی ہے؟

جثینانی: کیا جثینانی کی درخواست رد کی جا سکتی ہے؟ شہزادہ صاحب یہ پہلی
عورت ہے جس کی طرف میں بڑھا ہوں، ورنہ —

اوور خاں: ورنہ دنیا کی ساری عورتیں پروانہ وار آپ پر قربان ہوتی ہی رہتی ہیں؟

جثینانی: (مسکراتے ہوئے) اور کیا کچھ شک بھی ہے، وہ دیکھئے (مارگریٹ کی طرف
اشارہ کر کے) ہزار جان سے فریفتہ ہے مجھ پر لیکن میں منہ بھی نہیں لگاتا۔

اوور خاں: بے وقوف ہو،

جثینانی: یہ کیوں جناب؟

اوور خاں: مارگریٹ وفادار لڑکی ہے، وہ اگر محبت کرتی ہے تو زندگی کی
آخری سانس تک نباہ بھی کرے گی، کیوں کہ عورت صرف ایک ہی مرتبہ محبت کرتی ہے
اور اس نے تم ہی سے محبت کی ہے، لیکن یہ صوفیہ؟ یہ بھی عورت ہے اور جمال سے
پسند کرتی ہے اور جب تک زندہ ہے، اسی کا دم بھرتی رہے گی — بانی کو مٹھی
میں لینے کی کوشش نہ کرو میرے دوست،

جثینانی: آپ کو مغالطہ ہے شہزادہ صاحب، جثینانی کی محبت ٹھکرائی نہیں

دی تھی، اور وہ اس مجمع رنگ و نور سے دامن کشاں ہو کر، جلد از جلد اپنی جا...
پر واپس چلا جانا چاہتا تھا، اس نے ٹالنے کے طور پر کہا۔
"کہیں نہیں ـــــ"

اودر خان: کہاں سے آرہے ہو؟

جٹینانی: (اشارہ سے صوفیہ وغیرہ کی طرف اشارہ کرکے) وہاں سے

اودر خاں: (منہ بنا کر) دونوں ایک سے ایک بڑھ کر فتنہ گر ہیں۔

جٹینانی: ہوں گی، بظاہر تو بڑی شوخ اور تیز طرار نظر آتی ہیں۔

اودر خاں: جی ہاں شوخی اور تیزی طراری کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہو...
جولیا نے اپنی شوخی کے دام میں پہلے اس خاکسار کو اسیر کیا اور اس کے بعد...
پر جان دینے لگیں۔

جٹینانی (دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے) اور یہ شہزادی صوفیہ؟

اودر خاں: ارے بھائی کچھ نہ پوچھو، بڑے آدمیوں کی چھوٹی باتیں بھی...
بڑی حیرت انگیز ہوتی ہیں، یہ ساحرہ، جس کا نام صوفیہ ہے جانتے ہو کس کے...
میں گرفتار ہے؟

جٹینانی: میں کیا جانوں، لیکن قصہ دلچسپ معلوم ہوتا ہے، اگر ...

اودر خاں۔ (جمال پاشا اور صوفیہ کی ساری سرگزشت سنانے کے بعد) ...
حسین شہزادی صوفیہ صاحبہ، کہیے طبیعت خوش ہوئی، ان سے مل کر؟

جٹینانی: یقین نہیں آتا ـــــ صوفیہ میں نخوت اور پندار بہت ...
اور سچ پوچھئے تو مجھے یہی چیز بہت پسند ہے، عورت میں اگر وقار نہ ہو تو ...
کہاں رہی، "ایسی باوقار اور تمکنت مآب عورت ایک ذلیل ترک، ایک ...
ایک بزدل سپاہی سے محبت کرے، یقین کرنے کو جی نہیں چاہتا۔

اودر خاں، تو ہرگز یقین کرنے کی زحمت نہ گوارا فرمایئے، بلکہ خود ...
دیکھئے شاید کہ ہمیں بعینہ بر آرد پر و بال۔

خاں: وہ تو میرے ہی چارج میں ہے۔ جب چاہو دیکھ لو، باتیں کر لو اور
کسی بات پر یوں ہی برہم ہو کر خنجر گھونپ دو، نامراد کے سینہ پر کینہ ہیں؟
جشنانی: (قہقہہ لگاتے ہوئے) خیر ایسا تو نہیں کروں گا، لیکن اسے دیکھنا او
ضرور چاہتا ہوں۔
خاں: تو ایسا کیوں نہیں کرتے، دعوت سے فارغ ہو کر میرے ساتھ چلو،
دیکھ لینا، میرا معمول ہے صبح اٹھ کر اور رات کو سونے سے پہلے ایک مرتبہ
کو دیکھنے جاتا ہوں کہ موجود ہے یا نہیں؟
جشنانی: اتنی احتیاط کیوں؟
خاں: ارے صاحب وہ بجلی ہے، چھلاوا ہے، ذرا موقع ملا اور ہوا
گیا!
جشنانی: پھر تو بہت دلچسپ آدمی ہے۔
خاں: اسی لئے تو دعوت دیتا ہوں کہ چلو میرے ساتھ ——— رقیب دیکھ
بھی ہو جائے گی اور بعض جنگی معاملات پر صلاح و مشورہ بھی کر لیں گے۔
جشنانی: آپ کی دعوت مجھے منظور ہے، لیکن آج نہیں کسی اور دن،
خاں: کیوں آج کیوں نہیں؟ کسی اور دن کیوں؟
جشنانی: خبر گرم ہے کہ قسطنطنیہ کا محاصرہ سلطان محمد کی فوجیں امروز و فردا
کر دیں گی، مجھے نقشہ جنگ ترتیب دینا ہے۔
خاں: جب تک جشنانی ہم میں موجود ہے، ایک ہزار سلطان محمد سے
کوئی خطرہ نہیں اور محاصرہ اگر شروع ہونے والا ہے تو آج یا کل تو نہیں
دس پانچ دن لگ ہی جائیں گے، نہیں بھائی تمہیں ہمارے ساتھ
چلنا ہوگا۔

ہو رہی تھیں کہ شہنشاہ ملکہ معظمہ کے ساتھ ادھر آتے ہوئے نظر آئے
ان سے رخصت ہو کر اب محل سرا واپس چلے جا رہے تھے ... لیا

جا سکتی، ممکن ہے صوفیہ جمال سے محبت کرتی ہو، لیکن جٹینانی سے دو چار
اسے پھر دیکھے گا کہ وہ ہزار جان سے کیسے چاہتی ہے؟ اس وقت میں
سلام کروں گا،

ادورخاں: میں عقیدت سے سرِ نیاز خم کروں گا آپ کے سامنے
ان ہونی بات ہو سکے،

جٹینانی: لیکن یہ جمال پاشا واقعی کوئی بہت ہی خوبصورت،

ادورخاں: لاحول ولا قوۃ —— بس ایک آدمی ہے، تمہارا اس کا
حقیقت یہ ہے وہ تمہارا حریف بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا، دنیا کی کون
ہے جو اس میں نہیں، اور دنیا کی کون سی خوبی ہے جو تم میں نہیں،

جٹینانی: پھر بھی آپ مشورہ دیتے ہیں کہ میں جمال کے حق میں صوفیہ
دستبردار ہو جاؤں؟ —— نہیں شہزادہ صاحب ایسا نہیں ہو سکتا ——
رسد بجاناں یا جاں زتن برآید، اب تو دل میں صوفیہ کا سودا سمایا ہے یا
یا ہم جہاں سے گزر جائیں گے،

ادورخاں: جمال کا کانٹا اگر راستہ سے ہٹ جائے تو پھر کوئی رکاوٹ
نہیں رہ جائے گی، وہ مجبور ہو جائے گی تمہیں چاہنے اور پوجنے پر،

جٹینانی: لیکن یہ کانٹا ہٹے کس طرح؟ —— آخر
قید کیوں کر لیا ہے؟ مار کیوں نہیں ڈالتے؟

ادورخاں: کیا کہوں سوائے اس کے رموزِ سلطنت خوش
ورنہ وہ ہے تو اس قابل کہ ہلاک کر دیا جائے، میں تو بار بار اصرار کر چکا ہوں
وہ ہوں ہاں کر کے ٹال جاتے ہیں، تم بھی زور لگاؤ، تمہارا کہنا وہ ہرگز
گے، تمہاری بات رد کرنا ان کے بس میں نہیں ہے۔

جٹینانی: لیکن ایک مرتبہ میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں ——
سے شہزادی صوفیہ محبت کرتی ہے ایسا شخص معمولی تو بہرحال نہیں ہو سکتا،

اور صوفیہ بھی ان کے ساتھ تھیں۔ شہنشاہ کو دیکھ کر یہ دونوں خاموش ہو
نے شفقت اور لطف و کرم کی ایک نظر جٹینانی پر ڈالی اور پوچھا،

"کیا راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں؟"

جٹینانی کے جواب دینے سے پہلے اودرخاں بول پڑا،

"میں انہیں دعوت دے رہا ہوں کہ ہمارے ساتھ چلیں اور
قصرِ شاہی میں رہیں۔

شہنشاہ نے تبسم کناں فرمایا،

"اور یہ دعوت ضرور منظور کر لی گئی ہو گی، کیونکہ جس خوش قسمت
اودرخاں دعوت دیں وہ اسے رد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔
ٹھیک ہے نا؟"

جٹینانی نے جواب دیا،

"جی ہاں! میں نے ان کی دعوت بڑے فخر اور مسرت کے
کر لی ہے!"

اودرخاں نے مداخلت کی،

"لیکن آج نہیں ——— کسی اور دن!"

شہنشاہ نے شفقت سے جٹینانی کے شانے پر ہاتھ ر

"نہیں بھئی! ہمیں اودرخاں کی خاطر بہت عزیز ہے
آج ہی قبول کرنا پڑے گی ورنہ انہیں صدمہ ہو گا اور ان کے صد
صدمہ ہو گا!"

جٹینانی نے خمیدہ ہو کر عرض کیا،

"اگر یہ بات ہے تو بندہ ابھی چلنے کو تیار ہے!"

اودرخاں نے کہا،

"لیکن اس میں شکریہ ادا نہیں کروں گا، کیونکہ تم نے میرے

اور صوفیہ بھی ان کے ساتھ تھیں، شہنشاہ کو دیکھ کر یہ دونوں خاموش ہو گئے
نے شفقت اور لطف و کرم کی ایک نظر جٹینانی پر ڈالی اور پوچھا؛
کیا راز و نیاز کی باتیں ہو رہی ہیں؟"
جٹینانی کے جواب دینے سے پہلے اودرخاں بول پڑا۔
" میں انہیں دعوت دے رہا ہوں کہ ہمارے ساتھ چلیں اور ایک
قصرِ شاہی میں رہیں۔
شہنشاہ نے تبسم کناں فرمایا،
" اور یہ دعوت ضرور منظور کر لی گئی ہو گی، کیونکہ جس خوش قسمت
اودرخاں دعوت دیں وہ اسے رد کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا —
ٹھیک ہے نا؟"
جٹینانی نے جواب دیا،
" جی ہاں! میں نے ان کی دعوت بڑے فخر اور مسرت کے ساتھ
کر لی ہے۔"
اودرخاں نے مداخلت کی،
" لیکن آج نہیں —— کسی اور دن!"
شہنشاہ نے شفقت سے جٹینانی کے شانے پر ہاتھ رکھ
" نہیں بھئی! ہمیں اودرخاں کی خاطر بہت عزیز ہے
آج ہی قبول کرنا پڑے گی ورنہ انہیں صدمہ ہو گا اور ان کے صدمے
صدمہ ہو گا!"
جٹینانی نے خمیدہ ہو کر عرض کیا۔
" اگر یہ بات ہے تو بندہ ابھی چلنے کو تیار ہے!"
اودرخاں نے کہا،
" لیکن میں اس شکریہ ادا نہیں کروں گا، کیونکہ تم نے

اودر خاں نے ایک قہقہہ لگایا، اور ساقی گلفام کی طرف شوخ نظروں سے دیکھتے ہوئے

"یہ تمہاری توہین ہے!"
پھر جسٹینانی سے گویا ہوا۔
"یہ شراب جو تم پی رہے ہو دو آتشہ ہے، شراب کا نشہ تو الگ رہا، یہ بتاؤ کیا
ان ہاتھوں سے پی رہے ہو وہ نشہ آور نہیں ہیں؟"
جسٹینانی نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور بولا۔
"ہاں کہیے، پھر تو واقعی بات ہی دوسری ہے!"
اسی طرح کی باتوں میں رات کے دو بج گئے، بساطِ عیش اٹھی، اودر خاں نے جسٹینانی
سے کہا

"بہت رات ہو گئی، اب آرام کرنا چاہیے!"
جسٹینانی نے جواب دیا،
"ہاں میرا بھی اب سونے کو جی چاہ رہا ہے ___ لیکن تمہارا وہ قیدی؟"
اودر خاں نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ جواب دیا۔
"ہاں ابھی چلتے ہیں، جمال کو ___ جسے ہماری شہزادی صوفیہ نے جمال پاشا
کا لقب مرحمت فرمایا ہے ___ شب بخیر کہے بغیر کس طرح سو سکتے ہیں!"
پھر اودر خاں جسٹینانی کو ساتھ لے کر جمال پاشا کے محبس کی طرف روانہ ہوا، دو
پہرے دار جو کسی کے ساتھ کھڑے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے۔
اودر خاں نے ایک پہرہ دار سے پوچھا۔
"سب ٹھیک ٹھاک ہے؟"
اس نے ادب سے سر جھکا کر عرض کیا،
"جی سب ٹھیک ٹھاک ہے سرکار!"
اودر خاں نے آگے بڑھتے ہوئے کہا،

قیامت

اودرخاں جٹینانی کو اپنے ساتھ لے کر قصر شاہی میں پہنچا شہنشاہ معظم اپنے راحت کدے میں تشریف لے گئے، صوفیہ اور جولیا اپنے شبستان میں پہنچ گئیں۔

پہلے تو شراب کا ایک دور چلا۔ اودرخاں نے خم کے خم لنڈھائے ... نے بھی جام پر جام چڑھائے۔

دور چلے، دور چلے ساقیا
اور چلے اور چلے ساقیا

بس یہی نعرہ دونوں کی زبان پہ تھا، ایک ساقی مہوش، ... کے ہاتھ میں شراب کی صراحی تھی اور وہ رقصِ بے محابا کے ساتھ ... چھلکا چھلکا کر، ان مدہوشوں کی متاعِ دانش پر ڈاکہ ڈال رہی تھی ...

اودرخاں نے کہا،

"میرے میخانہ کی شراب بہت تیز ہے، بہک نہ جانا!"

جٹینانی نے مونچھوں کو تاؤ دیتے ہوئے کہا۔

تیز؟ —— یہ تو پانی ہے، میں تو اس سے زیادہ تیز و تند شراب ... ہوں، سچ پوچھو تو کئی جام چڑھا چکنے کے باوجود نشہ نہیں ہوا ...

وہ حضرت بنگلے کے قریب پہنچے، جٹینانی نے سوال کیا،
یہیں رہتے ہیں حضرت جمال پاشا؟
اودرخاں نے اس طنز سے کچھ لطف نہیں لیا، نفرت بھرے انداز میں کہا،

"ہاں —"

بنگلے کے تمام کمرے تاریک تھے، صرف ایک کمرے میں روشنی ہو رہی تھی۔ اودرخاں نے بڑھ کر دروازے پر دستک دی، مگر کوئی جواب نہ ملا، کچھ دیر انتظار کے بعد پھر دستک دی مگر اب بھی صدائے برنخواست، جٹینانی نے کہا،

"معلوم ہوتا ہے آپ کا قیدی بے خبر سو رہا ہے —— جوانی کی نیند! چلیے چلیں، صبح دیکھا جائے گا۔"

لیکن اودرخاں نے اسے معمولی بات نہیں سمجھا، وہ کہنے لگا،

"یہ خلافِ معمول دستک کا جواب نہ دینا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں نے بھی سرِ شام اسکو دورہ نہیں کیا، ہمیشہ آدھی رات کے بعد جب سونے کا ارادہ کرتا ہوں، تب آتا ہوں، روز اگر پہلی دستک پر وہ بیدار ہو کر دروازہ کھول دیتا تھا تو آج کئی دستکوں کے بعد بھی خاموش رہنے کا مطلب کیا ہوا؟"

جٹینانی نے یہ طویل تقریر سن کر اور ایک ٹھوکر لگائی دروازے پر، کمزور دروازہ اگر ہوتا تو شاید ٹوٹ جاتا، لیکن اندر سے کوئی جواب نہ ملا، اب تو جٹینانی بھی پریشان ہو گیا، اس نے کہا،

"کہیں کچھ بیمار تو نہیں تھا؟"

اودرخاں نے طنز بھرے لہجہ میں کہا،

"بیمار؟ —— اتنا تندرست آدمی میری نظر سے آج تک نہیں گزرا۔ وہ جانتا ہے کہ بیماری کسے کہتے ہیں —— ایسے خبیث فطرت لوگ نہ بیمار پڑتے ہیں نہ مرتے ہیں —— لیکن سوال یہ ہے کہ اب کیا کیا جائے؟"

جٹینانی نے جماہی لیتے ہوئے کہا۔

"دروازہ کھولو، ہم اندر جائیں گے!"

پہرہ دار نے آہنی پھاٹک کا آہنی قفل کھولا، اودرخاں جیتانی کے ساتھ اندر داخل ہوا، تھوڑی دور جانے کے بعد ایک اور پھاٹک نظر آیا، پہرے دار نے اس کا تالا بھی کھولا، پھر یہ دونوں آگے بڑھے، چند قدم آگے بڑھنے کے بعد ایک اور پھاٹک نظر آیا، جیتانی نے بے تاب ہو کر پوچھا:

"یہ کیا مذاق ہے؟ کیا رات بھر پھاٹک ہی پھاٹک کھلتے اور بند ہوتے رہیں گے؟ —— جمال پاشا آدمی ہے یا دیو؟ یا جنات؟ یا جادوگر؟ آخر ایک جانِ ناتواں کے لئے اتنے اہتمام کی کیا ضرورت ہے؟"

اودرخاں ہنسنے لگا،

"تم نہیں جانتے میرے بھائی —— وہ شخص جسے تم جمال پاشا کہہ رہے ہو بڑی بری بلا ہے، اس کی آتنی ہی حفاظت کی ضرورت ہے، اس وقت اگر وہ رہا ہو جائے، تو ہمارے لئے، تمہارے لئے، شہنشاہ کے لئے ناقابلِ عبور مشکلات پیدا کر سکتا ہے!"

جیتانی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

"پھر وہی سوال کرنا چاہتا ہوں، آخر اس سانپ کو پالنے کی کیا ضرورت ہے؟"

تلخ لب و لہجہ میں اودرخاں نے وہی کہا جو پہلے کہا تھا۔

"رموزِ سلطنت خویش خسرواں دانند —— یہ پٹی ہمارے وزیر اعظم صاحب اور ملکہ معظمہ نے پڑھائی ہے، —— نہ جانے کیا مصلحت ہے اس میں؟"

جیتانی نے اودرخاں کو اطمینان دلاتے ہوئے کہا،

"شہنشاہ سے اس مسئلہ پر بھی گفتگو کروں گا!"

اودرخاں نے خوش ہو کر کہا،

"ضرور ضرور —— لیکن میرے سامنے تاکہ میں بھی اپنے دلائل پیش کر سکوں"

باتیں کرتے کرتے یہ لوگ، تینوں پھاٹکوں کو طے کرنے کے بعد ایک کوٹھڑی

ادور خاں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"بھاگ گیا ـــــ لیکن کس طرح؟ یہاں سے بھاگنا ممکن کس طرح ہوا؟ تینوں پھاٹک بند، پہرے دار موجود، قفل لگا ہوا، کیا وہ ہوا تھی کہ بادِ بہار کی طرح نکلا چلا گیا۔"

پھر وہ پہرے داروں کی طرف پلٹا۔

"نمک حراموں! یہ تمہاری سازش ہے، ضرور اس باغی سے تم نے مل کر یہ سازش کی ہے، یاد رکھو اس کا انعام صرف یہ ہو سکتا ہے کہ صبح ہوتے ہی تمہاری گردن اڑا دی جائے۔"

دونوں پہرے دار بید لرزاں کی طرح کانپنے لگے، ادور خاں کے قدموں پر گر پڑے، انہوں نے روتے ہوئے کہا،

"جس طرح کی چاہے قسم لے لیجئے، ہم پرانے نمک خوار اور جان نثار ہیں، بھلا بادشاہ کے دشمن سے ہم ساز باز کر سکتے ہیں؟ ہم پر رحم کیجئے، ہمارے بال بچوں پر رحم کیجئے، ہم نہیں جانتے وہ کہاں گیا؟ کیسے گیا؟"

دفعتاً جشینانی بول پڑا،

"یہ تو میں نہیں جانتا وہ کہاں گیا، لیکن یہ جانتا ہوں، کیسے گیا؟"

پھر ادور خاں کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھا، اس نے روشن دان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ادھر سے گیا ہے ـــــ اتنی کڑاکے کی سردی میں روشندان کھلا رہنے کے کیا معنی؟ اور ہاں یہ دیکھئے ایک ثبوت اور ـــــ میز ـــــ میز پر پھر ایک میز، اس میز پر پھر ایک کرسی! یہ تھا وہ ایک زینہ جس سے وہ روشندان تک پہنچا اور وہاں سے نیچے کود گیا!"

ادور خاں نے تلملاتے ہوئے کہا،

"پھر تو اسے مر جانا چاہئے، اتنی اونچائی سے نیچے کودنے کے معنی، سوا

"زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، مر بھی گیا ہے تو اچھا ہی ہے، مقصد یہی تھا، اب چلیے سو رہیں، صبح خود ہی معلوم ہو جائے گا کہ مر گیا یا بے ہوش ہوا تھا"

لیکن اودرخاں نے یہ تجویز نامنظور کر دی۔ اس نے ذرا آگے جا کر پہرہ داروں کو آواز دی، فوراً وہ ڈرتے ڈرتے آئے، اودرخاں نے پوچھا،

"کیا جمال نے رات کا کھانا کھایا؟"

"کھایا سرکار؟"

"اس کی طبیعت کیسی تھی؟"

"آج تو بہت خوش تھے ـــــ کچھ گنگنا بھی رہے تھے؟"

"یہ تو نہیں معلوم، میں نے حسبِ معمول نو بجے کھانے کے برتن اٹھائے انہوں نے دروازہ اندر سے بند کر لیا، میں پھاٹک بند کرتا ہوا باہر آگیا!"

"مگر دستک کے جواب میں بولا کیوں نہیں؟" "اب تک سو کیوں رہا ہے؟"

"میں کیا جانوں سرکار؟"

"دروازہ توڑ دو ـــــ مجھے کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے!"

جسٹینانی کو جیسے ایک نیا خیال مل گیا۔

وہ بولا،

"ہاں صاحب میں نے غور نہیں کیا تھا۔ بیشک دال میں کالا ہو سکتا ہے لیکن نہیں یہاں پرندہ پر بھی نہیں مار سکتا۔

اتنے میں دونوں پہرے داروں نے مل کر دروازہ توڑ دیا۔ اودرخاں سب سے پہلے اندر داخل ہو گیا، اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی، پھر پکارا،

"جمال ـــــ جمال ـــــ"

مگر جمال کہاں تھا، جو کوئی جواب دیتا،

اتنی دیر میں جسٹینانی بھی اندر آگیا، اس نے کہا۔

"یہاں تو کوئی بھی نہیں ہے!"

سے زیادہ حواس باختہ کر دیا ہے، جہاں پرندہ پر نہیں مار سکتا، وہاں کون سازش کر سکتا ہے —— یہ خیال ہو سکتا تھا کہ پہرے دار ملے ہوں گے، لیکن روشندان سے کودنے کا ثبوت اس خیال کی تردید کرتا ہے، روشندان سے کودنے کے لیے سازش کی کوئی ضرورت نہیں،

اودرخاں نے ان دلیلوں کو ذرا اہمیت نہ دی، اس نے کہا،

"آیئے ذرا تلاشی تو لیں، شاید کوئی کام کی چیز مل جائے، شاید سازش یا کسی حقیقت پر روشنی پڑ سکے!"

جستینانی نے کوئی جواب دیئے بغیر کارروائی شروع کر دی، دونوں میزوں پر ہوتا ہوا کرسی پر چڑھا اور روشندان میں منہ ڈال کر جھانکنے لگا اور اسے پکارا،

"سازش، سازش —— بے شک سازش ——"

یہ سنتے ہی اودرخاں بھی بڑی پھرتی اور تیزی سے جستینانی کے پاس پہنچ گیا اور روشندان میں منہ ڈال کر جھانکنے لگا، جستینانی نے ریشم کی رسی کی طرف، جو روشندان کے ایک تختے سے بندھی ہوئی تھی، اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"وہ اس رسی کا سہارا لے کر اترا ہے، —— سوال یہ ہے کہ رسی کہاں سے آئی؟ ضرور کسی نے دی ہے، اور اسی نے دی ہے، جو اس کا راز دار، ہمدرد اور جاں نثار ہو، کیونکہ اس طرح اس نے خود اپنی جان بھی خطرے میں ڈال لی ہے۔ نہ جانے تو ہی کون ہو سکتا ہے وہ؟"

بے ساختہ اودرخاں کے منہ سے نکلا،

"صرف جولیا —— یہ حرکت اسی کی ہو سکتی ہے!"

جستینانی نے ایک شبہ اور وارد کیا،

"لیکن آپ تو کہتے تھے، صوفیہ عاشق ہے جمال پاشا پر، یہ جولیا کہاں سے ٹپک پڑی؟"

ہلاک ہونے کے کیا ہیں؟"

جٹینانی نے بے پروائی سے کہا،

قید تنہائی سے آدمی اتنا ہی عاجز آجاتا ہے کہ پھر خودکشی آسان ہوجاتی ہے بہر حال آدمی بہادر تھا، اس طرح جان جوکھم میں ڈالنا یا خودکشی کر لینا آسان نہیں ہے ــــ واہ جمال پاشا واہ!

اودر خاں نے ان باتوں کی طرف ذرا بھی توجہ نہیں کی، اس نے پہرہ داروں سے کہا،

وہ یقیناً بھاگ نہیں سکتا، اسی طرف سے کودا ہے یا مر چکا ہوگا، یا زخمی پڑا ایڑیاں رگڑ رہا ہوگا، جاؤ، زندہ یا مردہ اٹھا لاؤ، اپنے ساتھ کچھ اور سپاہیوں کو بھی لیتے جاؤ۔

پہرے دار تعمیل حکم کے لئے روانہ ہو گئے، جٹینانی نے ہنستے ہوئے سوال کیا،

"سپاہیوں کی کیا ضرورت ہے، کیا جمال پاشا کی لاش بھی جنگ کر سکتی ہے؟"

اودر خاں نے جھلاتے ہوئے لہجے میں جواب دیا،

"نہیں جی وہ مر نہیں سکتا، بڑا سخت جان ہے، ــــ لیکن میں اب شہنشاہ کو کیا منہ دکھاؤں گا؟"

جٹینانی نے تسلی دی،

"تو کیا آپ نے اسے بھگا دیا ہے؟ وہ اگر اپنی جان خطرہ میں ڈال کر بھاگ گیا، تو آپ کی کیا خطا ہے؟ آپ کی جگہ شہنشاہ ہوتے تو وہ بھی کیا کر لیتے؟"

"مجھے تو اس میں سازش نظر آتی ہے!"

(ہنستے ہوئے) سازش؟ شہزادہ صاحب اس حادثے نے آپ کو وہمی

پہرے دار نے اس کمرے کے ملحق ایک اور کمرہ کھولا اور رنگ برنگ کی پندرہ بیس ویسی ہی رسیاں اٹھا لیں،

جشنبانی نے ان رسیوں کو ہاتھ میں لے کر خوب اچھی طرح دیکھا بھالا، پرکھا اور پھر گردن ہلاتے ہوئے کہا،

"ہاں وہ روشندان والی رسی انہی میں سے ہے، دیکھئے نا کئی رسیوں کو جوڑ کر اتنی لمبی رسی بنالی گئی ہے کہ روشندان سے نیچے زمین تک اس کی لمبائی پہنچ گئی!"

پھر وہ پہرے دار سے مخاطب ہوا۔

"مگر ان رسیوں کا یہاں کام کیا تھا؟ یہ بھی تو بتاؤ؟"

پہرے دار نے کہا، قیدی کے آنے سے بہت پہلے — کئی سال ہے — شہزادی اپنی سہیلیوں کے ساتھ یہاں گھنوڑں اور میروں کھیلا کرتی تھیں!"

اور رخاں نے ڈانٹا،

"اسے کیا بکتا ہے شہزادی اپنی سہیلیوں کے ساتھ رسیوں سے کھیلا کرتی تھیں، ہمیں بیوقوف بناتا ہے؟"

جشنبانی نے نرمی اور ملاطفت کے انداز میں پہریدار سے پوچھا،

"لیکن ان رسیوں سے کیا کام لیا جاتا تھا؟"

پہرے دار نے بتایا،

"جھولا — انہی رسیوں کا تو جھولا پڑا کرتا تھا، اب بھی پڑا ہے، آئیے دکھاؤں آپ کو۔

جشنبانی پہرے دار کے پیچھے پیچھے ہو لیا، اور ایک دوسرے کمرے میں پہنچا جہاں واقعی ایک رنگا رنگ اور زرکار جھولا، ایسی ہی رسیوں کا پڑا ہوا تھا، اطلس اور کمخواب کے پردے پڑے ہوئے، مخمل کے گاؤ تکیے

اودرخاں نے انتہائی کراہت کے ساتھ کہا۔

"ارے بھئی تم نہیں جانتے جولیا کو، وہ صوفیہ کے لئے سب کچھ کر گئی۔ شیر کے منہ میں ہاتھ دے سکتی ہے، ملک الموت سے پنجہ لڑا سکتی ہے، اس کی پڑیا ہے۔ یہ جولیا کی بچی اچھی خاصی ـــــ کتنے دنوں تک اس نے مجھے بیوقوف بنایا ہے۔ سوچتا ہوں تو خون کھولنے لگتا ہے!"

جسٹینانی کو ہنسی آگئی،

تو گویا آپ جولیا کو ہدفِ انتقام بنانا چاہتے ہیں، اس نے آپ کو بیوقوف بنایا، آپ اس کی جان لینے کے درپے ہو گئے؟ نہیں شہزادہ صاحب یہ بات آپ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

اودرخاں جواب دینے والا تھا کہ دونوں پہرے دار لرزاں و ترساں آگئے انہوں نے بڑے درد بھرے انداز میں کہا،

"نیچے تو کوئی نہیں ہے سرکار، کوئی بھی نہیں ہے، ہم نے باغ کا کونہ کونہ چھان مارا، مگر کوئی ہو تو ملے،

اودرخاں نے خون آشام نظروں سے دونوں پہریداروں کو دیکھا اور وہی ریشم کی رسّی انہیں دکھاتے ہوئے پوچھا،

"یہ کیا ہے؟ ـــــ کیا چیز ہے یہ؟"

"ریشم کی رسّی ہے سرکار!"

"ریشم کے بچّے ـــــ سوال یہ ہے کہ یہاں یہ کیسے آگئی؟ کون لایا اسے؟ کیا ضرورت تھی اس کی یہاں؟"

"لیکن سرکار ایسی تو بہت سی ریشمی رسیاں موجود ہیں!"

"کیا بکتا ہے ـــــ جھوٹا کہیں کا!"

جسٹینانی نے پوچھا۔

"کہاں ہیں وہ بہت سی رسیاں، ہمیں دکھاؤ، ہم دیکھنا چاہتے ہیں!"

"مرنجو! تم نے پہلے نہیں بتایا کہ یہاں ریشم کی رسیاں بھی موجود ہیں!"

جشنانی نے ایک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا،

"شہزادہ صاحب آپ بھی کیسی باتیں کرتے ہیں، بھلا ان بیچاروں میں اتنی عقل کہاں کہ وہ یہ بات سوچ لیتے، جو آپ جیسے مدبر اور یگانۂ روزگار، دانشور کے ذہن میں بھی نہیں آئی!"

اورد خاں نے مایوسی اور صدمہ کے عالم میں تقریباً روتے ہوئے کہا،

"لیکن اب کیا ہوگا؟"

"ابھی بہت کچھ ہوسکتا ہے!"

"(خوش ہوکر) کیا ہوسکتا ہے؟ کیا جمال پکڑا جاسکتا ہے؟"

"مزدور قطعاً ___ اسے بھاگے ہوئے ابھی زیادہ مدت نہیں گزری ہے زیادہ سے زیادہ چند گھنٹے ہوئے ہوں گے، وہ یہاں سے بھاگ تو گیا لیکن نہ اس کے پاس گھوڑا ہے، نہ کوئی سواری، رات کا وقت ہے تاریک اندھیری اور بھیانک رات، دشمن کا ملک ہے اور اس ملک میں وہ اجنبی نہیں، سب جانتے ہیں۔ معتوبِ شاہ ہے، جنگ کے اندیشہ کی وجہ سے، کڑا چوکی پہرہ ہر جگہ پر موجود ہے، روشندان کے ذریعہ کوئی بھاگتا تو بہت آسان ہے ا لیکن قسطنطنیہ شہر سے باہر نکل جانا قطعاً ناممکن ہے، یقیناً گرفتار کر لیا جائے گا لیکن اگر اس کی گرفتاری کا سہرا آپ اپنے سر باندھنا چاہتے ہیں، تو چلئے میرے ساتھ ___"

"تمہارے ساتھ چلوں کہاں؟"

"ہم دونوں مسلح ہوکر اپنے اپنے سمندِ باد پا پر سوار ہوکر اسے تلاش کریں۔ ممکن ہے وہ کہیں مل ہی جائے گا اور اسے پکڑ کر شہنشاہ سے داد تحسین آمیز حاصل کیجئے اور ذکر بھی کر دیجئے گا کہ جشنانی کی وجہ سے یہ قیدی پھر ہاتھ آگیا، وہ خوش ہوں گے اور ان کی خوشی، صوفیہ کے حصول میں مجھے مدد دے گی!"

لگے ہوئے،

"یہ دیکھئے سرکار!"

جسٹینانی نے فیصلہ کن انداز میں کہا،

"پہرے دار بے قصور ہے، ساری ذمہ داری شہزادہ صاحب صرف آپ ہی کی ہے، آپ کی غفلت سے قیدی نے فائدہ اٹھایا اور آزاد ہو گیا!"

اودر خاں کا چہرہ یہ الزام سن کر سفید پڑ گیا، سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ اس نے لرزتے ہوئے پوچھا،

"وہ کیسے میرے بھائی؟"

جسٹینانی نے بتایا،

"جمال پاشا کو ——"

"دکرٹک کی جمال کہیئے، وہ جمال پاشا نہیں تھا؟"

"ہاں جمال کو یہاں قید کرتے وقت بنگلہ کا اچھی طرح جائزہ لے لینا چاہئے تھا، اور ایسی تمام چیزیں جن سے موقع پا کر فائدہ اٹھا سکنے کا امکان درخشاں ہوتا یہاں سے ہٹا دینی چاہیئے تھیں، آپ نے تین تین پھاٹکوں پر قفل تو چڑھا دیا اور ساتھ ہی ساتھ فرار کی تمام سہولتیں بھی مہیا کر دیں، ان پھاٹکوں کے مقفل ہونے کے بعد وہ جب چاہتا۔ پوری یکسوئی اور اطمینان کے ساتھ وہ کر سکتا تھا، جو آج کر گزرا۔

اودر خاں نے عذر پیش کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن میں تو بخدا اس کمرہ کے سوا جس میں وہ قید تھا، یہاں کے کسی اور کمرے پر نظر نہیں ڈالی،

جسٹینانی نے ہنستے ہوئے کہا،

"اسی عقلمندی کا تو خمیازہ بھگت رہے ہیں آپ؟"

اودر خاں پھر پہرے داروں پر برس پڑا،

دو بہادر ایک بزدل

اودرخاں اور جٹینانی نے اپنے ساتھ ایک درجن مسلح سپاہیوں کو لیا، اور جمال خاں کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے، جس روشندان سے جمال کودا تھا، عین اس کے نیچے پہنچ کر، اودرخاں نے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا۔

"ادھر دیکھئے، سامنے ——— یہ ایک جنگل ہے، جو بہت دور تک چلا گیا ہے، تلوار کی طرح تنگ اور تیر کی طرح سیدھا، بہت گھنا جنگل ہے اور ٹھیک اس جگہ ختم ہوتا ہے جہاں دولتِ عثمانیہ کی سرحد شروع ہوتی ہے، یہ نہایت دشوار گزار جنگل ہے، نمایاں، نالے، کھائی، خندق، قدم قدم پہ دامن پکڑنے کو موجود جھاڑیاں اور خار مغیلاں کے جھنڈ، ہر تھوڑے فاصلے پہ روک بنے کھڑے ہیں، سانپ اور بھیڑیئے، چیتے، شیر اور دوسرے خطرناک اور بھیانک جانور اس جنگل کی زینت ہیں، میں اس طرف کئی دفعہ شکار کے لئے آچکا ہوں، اور ہر مرتبہ نہایت تلخ تجربہ کر کے واپس گیا ہوں، یہ جنگل گو ایک ملک کی سرحد سے شروع ہو کر دوسرے ملک کی سرحد پر ختم ہوتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بتایا۔ اتنا دشوار گزار ہے کہ کوئی فوج ادھر سے نہیں گزر سکتی اور اس طرح ایک قدرتی حد بن گیا ہے، دونوں ملکوں کے درمیان، یہ جنگل نہ ترکوں کے لئے خطرہ ہے، نہ عیسائیوں کے لئے، کیوں کہ ترک ادھر سے عیسائیوں پر حملہ نہیں کر سکتے اور عیسائی

"دبے انتہا مسرور ہوکر، میرے عزیز دوست، جمال کی گرفتاری کا سہرا اپنے سر باندھنا نہیں چاہتا، صرف تمہارے سر باندھوں گا، اس کارنامہ پر یقیناً شہنشاہ الطاف و عنایات کی بارش کرنے پر مجبور ہو جائیں گے، اور پھر واقعی صوفیہ کا حصول بہت آسان ہو جائے گا —— مبارکباد قبول کرو، اب صوفیہ تمہاری ہے۔"

اودرخاں اور جبٹینانی اپنی قیام گاہ پر پہنچے، جلدی جلدی تیار ہو کر جمال پاشا کی تلاش میں روانہ ہو گئے!"

"کیوں نہیں ہے؟ —— ہر پانچ چھ میل کے فاصلہ پر کوئی نہ کوئی ٹیلہ موجود ہے، جہاں پگڈنڈیاں آکر جمع ہوتی ہیں، —— لیکن اس سوال سے مطلب؟"

"میرے خیال میں بہتر یہ ہوگا کہ ہم سب جو کل ۲۸ افراد ہیں، دو دو کی ٹولیوں میں بٹ جائیں اور ہر ٹولی ایک نئی پگڈنڈی پر ہو لے اور اس طرح ہم سب اسے تلاش کرتے ہوئے پہلے ٹیلے کے پاس جمع ہو جائیں، اگر مل جائے تو ٹھیک، ورنہ پوری طرح منتشر ہو جائیں اور دوسرے ٹیلے پر آکر مل جائیں، اس طرح اس کی گرفتاری یقینی ہو جائے گی، کیونکہ یہ تو بہرحال طے ہے کہ وہ جنگل ہی میں ہے کہیں نہیں گیا ہے، یہاں کے سوا کہیں اور جا ہی نہیں سکتا۔"

اودرخاں نے بڑی خوشی سے یہ تجویز منظور کر لی اور دو دو آدمیوں کی ٹولی الگ الگ پگڈنڈیوں پر جمال کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی، جو راستہ ناک کی سیدھ میں جاتا تھا وہ نسبتاً فراغ تھا، اس پر اودرخاں اور جسٹینانی ہر طرف دیکھتے اور تاکتے ہوئے چلے۔

اب صبح ہو چلی تھی، روشنی پھیلنے لگی تھی، کافی دور چلنے کے بعد اودرخاں نے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ ہے پہلا ٹیلہ، یہاں ہم اپنے ساتھیوں کا انتظار کریں گے!"

دفعتاً سامنے کی طرف دیکھتے ہوئے جسٹینانی نے اودرخاں سے کہا،

"دیکھئے گا —— وہ سامنے، جی ہاں ذرا داہنی طرف، یہ کون بیٹھا ہوا ہے اور کیا کر رہا ہے؟"

اودرخاں نے دیکھا اور خوشی سے بے قابو ہوتے ہوئے کہا،

"پکڑ لیا —— پا لیا —— یہ جمال ہے، —— نماز پڑھ رہا ہے"

"جلدی چلو، اس سے بہتر موقع نہیں مل سکتا، ادھر وہ سجدے میں سر جھکائے اور ادھر ہم اس کی گردن صاف اڑا دیں،

ادھر سے ترکوں کو تاخت و تاراج نہیں کر سکتے، یہ دوسری بات ہے کہ دونوں ملکوں کے کچھ چھپے ہوئے چور، ڈاکو، لٹیرے اور قزاق کہیں جائے اماں نہ پاکر، روپوش ہو جاتے ہیں، اور پھر سختیوں یعنی بھوک، پیاس، دھوپ، بارش، وغیرہ سے تنگ آکر یہیں دم توڑ دیتے ہوں،

جٹینانی نے ایک نظر سامنے کی طرف ڈالتے ہوئے کہا،

" واقعی بڑی پُرخطر اور ہولناک جگہ معلوم ہوتی ہے۔"

اودرخاں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

" جناب ـــــ اور ہمیں یہیں کا چپہ چپہ چھاننا ہے!"

" آپ کے خیال میں جمال پاشا یہیں پناہ گزیں ہوگا؟"

" اور کہاں ہو سکتا ہے، آبادی کی طرف رخ کرنے کی جرأت ہی نہیں کر سکتا، یہی ایک ایسی جگہ ہے، جہاں یا قسمت یا نصیب کہہ کر گام فرسائی کا حوصلہ کر سکتا ہے۔"

" ٹھیک ہے تو آئیے چلیں ـــــ لیکن پھونک پھونک کر قدم رکھئے گا، کہیں ایسا نہ ہو کہ پیچھے سے آکر وار کر دے!"

" میں تو اس مبارک دن کا منتظر ہوں میں نے فیصلہ کر لیا ہے، آج ہر قیمت پر جمال کو ہلاک کر کے رہوں گا، قصرِ شاہی میں جب تک وہ شاہی قیدی تھا، میں مجبور تھا، لیکن یہاں جنگل میں اس کا خون حلال ہو چکا ہے مجھ پر!"

باتیں کرتے کرتے یہ لوگ جنگل کے اندر کافی آگے نکل آئے تھے، جٹینانی نے سوال کیا،

" آپ تو اس جنگل میں کئی مرتبہ شکار کے لئے آ چکے ہیں، کیا یہاں کوئی جگہ پر کوئی مرکزی مقام نہیں ہے؟ میرا مطلب ہے، ایسا مقام، جہاں منتشر ٹولیوں میں بٹنے کے بعد ہم مجتمع ہو سکیں!"

اودرخاں نے ماہرِ جنگلات کی حیثیت سے بتایا،

پ شریف اور بہادر شخص ہیں، میں جب نماز پڑھ رہا تھا، اس وقت آپ نے
ے جو کچھ کہا تھا، میں نے سن لیا تھا، اس لئے میں آپ سے مخاطب ہوتا ہوں۔
ے گرفتار کرنے آئے ہیں؟"
جیشانی کو جال کے روپ میں ایک نہایت باوقار، شائستہ اور شجاع شخص نظر
چند باتوں نے اس کا دل موہ لیا، اس نے نرمی اور ملاطفت کے ساتھ

ابراہیم جان جیشانی ہے، میں اس جنوبی فوج کا کماندار ہوں، جو شہنشاہ قسطنطین
ہے، آپ کی باتوں سے میں نے بھی اندازہ لگا لیا، کہ آپ بہادر اور
قدر انسان ہیں، لیکن بھاگنا بہادروں کا شیوہ نہیں، آیئے میرے ساتھ چلئے
یقین دلاتا ہوں، آپ کے ساتھ کسی طرح کی زیادتی نہیں ہونے پائے گی، آپ
معزز جنگی قیدی کی حیثیت سے قید رہیں گے، اور جنگ ختم ہونے کے بعد قطعاً
ہے جائیں گے، پھر اگر آپ چاہیں تو میرے پاس ایک دوست ایک بھائی
برابر کے ساتھی کی حیثیت سے ہمیشہ رہ سکتے ہیں، کیونکہ اس جنگ میں
شکست یقینی ہے!" یقین کیجئے، میرا ملک آپ کی حد سے زیادہ قدر کرے گا"
نے ایک نظر جیشانی پر ڈالی اور مسکراتے ہوئے کہا،
آپ کے الفاظ سے خلوص ٹپکتا ہے اور میں خلوص کا بندہ ہوں، ترکوں کی فتح ہو
زندگی بھر آپ مجھے اپنا دوست پائیں گے ـــــ آپ نے فرمایا ہے
بہادروں کا شیوہ نہیں، لیکن میرے دوست جنگ کی حالت میں دشمن کی قید
جانا، اپنے ملک کی بہت بڑی خدمت ہے، آپ نے جو پیش کش کی ہے
شکرگزار ہوں، مجھے مستقبل کا علم نہیں، ورنہ شاید میں بھی اس طرح کی پیشکش
آپ نے مجھے یقین دلایا ہے کہ اگر میں آپ کے ساتھ چلا چلوں تو میرے
زیادتی نہیں ہوگی، میں ایک معزز جنگی قیدی کی حیثیت سے نظر بند
اختتام جنگ کے بعد رہا کر دیا جاؤں گا۔

جسٹینانی نے رہروی جاری رکھی، اور جمال کے بالکل سامنے پہنچ کر اپنا گھوڑا روک لیا، اودرخاں اترنے لگا، جسٹینانی نے روکا۔

"کہاں؟ ___ کیا ارادہ ہے؟"

اودرخاں نے ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا،

"مجھے چھوڑ دو، میں اسے قتل کردوں گا، اب یہ بچ کر نہیں جاسکتا۔"

جسٹینانی نے اور مضبوطی سے اسے پکڑلیا۔

"یہ بزدلی ہے، ایک نہتے آدمی پر اس حالت میں کہ وہ عبادت کر رہا ہے، حملہ نہ کردں گا، نہ کرنے دوں گا، وہ اب بھاگ نہیں سکتا، وہ پیدل ہے، ہم سوار ہیں، وہ تنہا ہے، ہم دو ہیں، اور ابھی کئی ہو جائیں گے، وہ نہتا ہے، ہم مسلح ہیں، بیشک ہم اسے گرفتار کرلیں گے، لیکن بزدلانہ طور پر حملہ نہیں کرسکتے!"

اودرخاں پیچ وتاب کھاکر رہ گیا۔

اتنی دیر میں جمال نماز فجر سے فارغ ہوچکا تھا، اس نے دیکھا ایک گھوڑے پر فرعون صفت اودرخاں متمکن ہے۔ دوسرے پر کوئی عیسائی سردار، سلام پھیرنے کے بعد وہ خاموشی سے اٹھا اور ان دونوں کے سامنے آکر کھڑا ہوگیا۔

اودرخاں نے کڑک کر کہا۔

"تو جہاں جاکے چھپا ہم نے وہاں دیکھ لیا ___ اب ایک قدم آگے بڑھانا، اب تمہاری زندگی ہمارے ہاتھ میں ہے، اپنی جگہ سے جنبش بھی کی تو قتل کردیئے جاؤگے۔

جمال پاشا نے ایک حقارت بھری نظر اودرخاں پر ڈالی اور جسٹینانی سے کہا،

"یہ شخص میرے ملک، میری قوم، اور میرے مذہب کا غدار ہے، اس سے گفتگو کرکے اپنی توہین اور اس کی عزت افزائی کرنا میں پسند نہیں کرتا، آپ سے میرا تعارف نہیں ہے، میں نہیں جانتا، آپ کون ہیں، لیکن میں نے اندازہ

کافر ہے تو تلوار پہ کرتا ہے بھروسہ
مومن ہے تو بے تیغ بھی لڑتا ہے سپاہی

اور میں اس جواب کو عمل سے ثابت کر دکھاؤں گا۔"

جبنائی کو اس مختصر سی عمر میں بہت سی جنگوں میں شرکت کا اتفاق ہوا تھا، بڑے بڑے سورماؤں اور سازشیوں کو دیکھنے اور ان سے باتیں کرنے کا موقع ملا تھا۔ لیکن جو نہتا آدمی، اس وقت ایک چٹان کی طرح سامنے کھڑا تھا، اس تیور، اس آن اور اس شان کا کوئی آدمی اس کی نظر سے نہیں گزرا تھا۔ اس میں رعونت نہیں تھی، تعلی نہیں تھی، وقار تھا، دبدبہ تھا، یہ نہتا تھا لیکن ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے اس کے رعب سے جنگل لرز رہا ہے، یہ کم گو تھا، لیکن اس کی کم گوئی دس ہزار جنگی نعروں پر بھاری تھی،

کچھ دیر تک جبنائی خاموشی سے اسے دیکھتا رہا، پھر وہ گھوڑے سے اترا اور بالکل پاس جاکر، اس کے شانہ پہ ہاتھ رکھا اور کہنے لگا۔

"میرے دوست ضد نہ کرو!"

جمال نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا اور گویا ہوا۔

"کاش میں آپ کا ارشاد قبول کر سکتا!"

اتنے میں اودر خاں بھی اپنے گھوڑے سے اتر آیا اور آکر جٹینانی کے پاس اور بالکل سامنے کھڑا ہو گیا، اس نے کہا۔

"نمک حرام، تو مجھے غدار کہتا ہے، بزدل کہتا ہے، ـــــ کیوں؟"

یہ کہہ کر اودر خاں نے تلوار سونت لی، قبل اس کے کہ جٹینانی اسے روکے تلوار جمال کے سر پہ پہنچ چکی تھی، لیکن جمال نے بجلی کی سی تیزی سے جھکائی دی، ایک طرف ہٹ گیا، پھر بجلی کی سی تیزی سے اس کی کلائی پہ ہاتھ ڈالا اور ایک ہی جھٹکے میں تلوار چھین لی اور ایک مرتبہ پھر بجلی کی سی تیزی سے ایسا بھرپور وار کیا، کہ اودر خاں اس ضرب کی تاب نہ لا کر، ایک آہ کر کے گر پڑا، جٹینانی اسے اٹھانے کے لیے جھکا اور دوسرے لمحہ جمال اچک کر اودر خاں کے گھوڑے پر بیٹھا، اس نے جٹینانی

جسٹینانی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

" ہاں، —— اور میں اپنی تلوار کی قسم کھا کر آپ کو یقین دلاتا ہوں!"

جمال پاشا نے پُراعتماد لہجہ میں کہا،

" قسم نہ کھایئے، میں آپ کو سچا انسان سمجھتا ہوں، کیونکہ ایک بہادر آدمی ... پر سچا ہوتا ہے، جو سچا نہ ہو، وہ بہادر ہو ہی نہیں سکتا، یہی بات اگر اس غدار اور ... نے کی ہوتی، تو میں یقین کر لیتا کہ جھوٹ بول رہا ہے، کیونکہ بزدل اور غدار کبھی سچے نہیں ہوتے، لیکن آپ کو سچا سمجھنے کے باوجود میں معذور ہوں!"

جسٹینانی نے حیرت بھری نظروں سے جمال پاشا کو دیکھا اور پوچھا،

" کیا کہا؟ مجبور ہو؟ —— تم ہمارے ساتھ واپس جانے سے انکار کرتے ہو؟"

" پھر ہمیں قوت آزمائی کرنی پڑے گی!" اور یاد رکھو، تم نہتے ہو، ہم ... ایک ہو، ہم دو ہیں اور ہمارے ساتھی اب آتے ہی ہوں گے!"

" اس کے باوجود میں لڑوں گا، —— آپ مجھے نہیں لے جا ... میری لاش لے جا سکتے ہیں!"

" کیا تم نے خودکشی کا فیصلہ کر لیا ہے؟"

" جی ہاں —— لیکن ایک آدھ کو مار کے!"

" تم دھمکی دیتے ہو؟"

" جی نہیں —— صرف اظہار واقعہ کر رہا ہوں!"

" لیکن تم کس طرح لڑو گے ہم سے؟ کس ہتھیار سے؟"

" (ہنس کر) یہ نہ پوچھئے، میرا جواب آپ کی سمجھ میں نہیں آنے کا!"

" لیکن ہم تمہارا جواب سننا چاہتے ہیں!"

" میرا جواب ہے۔

بوں جھکے کیا دیکھ رہے ہو؟ کوئی تماشہ ہو رہا ہے، اٹھاؤ اودر خاں کو جس
ر بے محل میں پہنچاؤ، خون بہت نکل گیا ہے، اگر فوراً دوا دارو نہ ہوئی، تو
ہد کی خطرہ میں ہے ——— تم لوگ پیچھے پیچھے آؤ، میں آگے جاتا ہوں تاکہ
ہنشاہ کو صورتِ حال سے مطلع کر دوں،

وہ لوگ اودر خاں کو اٹھانے اور لادنے میں لگ گئے اور جٹینانی گھوڑے
ہرپٹ دوڑاتا شہر کی طرف چل کھڑا ہوا۔

سے کہا،

" میرے معزز دوست میں اب اجازت چاہتا ہوں، میں زندگی بھر تمہیں یاد رکھوں گا، تم بہت اچھے، بہت اونچے اور نہایت شریف آدمی ہو"

پھر اس نے ایڑ لگائی اور چند لمحوں کے اندر آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، جٹینانی نے پیچھا کرنا چاہا، لیکن اودر خاں کو بے ہوشی کی حالت میں تنہا چھوڑ جانا بھی مناسب نہ تھا، وہ بے بسی سے جمال پاشا کو جاتے دیکھتا رہا، اور جب تک وہ نظروں سے اوجھل نہیں ہو گیا، ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا، پھر اس نے اپنے آپ سے ہنستے ہوئے کہا،

" عجیب شخص ہے یہ بھی ـــــ اور کتنا سحر طراز بھی، صوفیہ اگر اس سے محبت کرتی ہے، تو اس کے حسنِ انتخاب کی داد دینی پڑتی ہے، اپنے آپ کو [illegible] ہوں تو محسوس کرتا ہوں کہ اگر میں اس کی جگہ ہوتا تو شاید اس بے جگری کا مظاہرہ نہ کر سکتا ـــــ جمال پاشا آپ بہت خوب آدمی ہیں، طبیعت خوش ہوئی آپ سے مل کر!"

اودر خاں بے ہوش تھا اور خون میں نہایا ہوا تھا، جٹینانی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کرے، اور کیا نہ کرے، اس نے جس طرح ہو سکا زخم پر پٹی باندھی، اب سوال یہ تھا کہ اسے شہر کس طرح لے جایا جائے۔ دوسرے لوگ بھی واپس نہیں آئے تھے، اتنے میں کانوں نے گھوڑوں کے ٹاپوں کی آوازیں سنی اور تھوڑی دیر میں، وہ ایک درجن سوار، جو جمال کے تعاقب میں جنگل کا کونہ کونہ چھان رہے تھے، بے نیل و مرام واپس آئے۔

ان سواروں میں سے ایک نے جٹینانی سے کہا،

" نہیں ملا کمبخت ـــــ نہ جانے کہاں چھپ رہا ہے جا کر"

جٹینانی نے اودر خاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

" وہ یہاں تھا، اور یہ تحفہ دے گیا ہے تمہارے سردار کو!"

سب لوگ اودر خاں پر جھک پڑے۔ جٹینانی نے ڈانٹا،

گرفتار کرائے گا، اسے بیش قدر انعام دیا جائے گا، جو اس کا سر لائے گا اسے پچاس ہزار روپے عطا کئے جائیں گے جو اسے زندہ پکڑ لائے گا۔ وہ ایک لاکھ روپے پائے گا۔

اس اعلان نے بہت سے طالع آزماؤں میں حوصلہ پیدا کیا اور وہ سرپٹ گھوڑے دوڑاتے جنگل میں گھس گئے۔ کسی نے کوئی راستہ اختیار کیا کسی نے کوئی لیکن وہ گوہر ایک دانہ ہاتھ نہ آنا تھا نہ آیا، بلکہ جاتے جاتے ایک اور چرکا دے گیا۔ جنگل کے عین اختتام پر چند سواروں نے جمال کو جا لیا اور اسے گھیرے میں لے لیا۔ اسے حکم دیا کہ ہتھیار ڈال دے، گھوڑے سے اتر آئے ورنہ مرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ لیکن جس جمال نے ساوورخال اور جٹینائی جیسے مردانِ رزم کی پروا نہیں کی تھی، وہ ان ایک درجن کم حوصلہ اور بزدل سپاہیوں کو کب خاطر میں لاتا تھا، وہ ذرا کے ذرا رکا، پھر اس نے مسکراتے ہوئے کہا،

"اگر روک سکتے ہو تو روکو ورنہ میں یہ چلا!"

یہ کہہ کر اس نے ایڑ لگائی، اور اس کا سمندِ بادپا، دشمن سواروں کی صف کو توڑتا ہوا آگے بڑھا، بعض منچلوں نے راستہ روکنے کی کوشش کی، لیکن ایک ہی وار میں ڈھیر ہو گئے، سر کہیں، دھڑ کہیں، وہ اس طرح اس غول سے نکل گیا جیسے آنکھ سے تنکا نکلتی ہے۔

جو لوگ انعام کے لالچ میں گئے تھے، ان میں سے دو تین اپنی جان گنوا بیٹھے، اور جو اس کے تعاقب میں گئے تھے، اپنا سا منہ لے کر واپس ہوئے، وہ جنگل سے اپنے ملک کی سرحد میں داخل ہو گیا ـــــ جسے غزور ہو آئے کرے شکار مجھے!

اس واقعہ نے قسطنطین کو اور زیادہ برافروختہ اور برہم کر دیا، وہ دانت پیس کر رہ گیا، لیکن بے بس تھا، جمال اگر اس کے سامنے ہوتا تو یقیناً بوٹیاں چیل کوؤں کو کھلا دیتا۔

(۸)

زلزلہ

قصرِ شاہی سے جمال کا فرار، جنگل میں اودرخاں سے دلیرانہ مٹ بھیڑ، اودرخاں کا زخمی ہو کر نیم جان ہو جانا، جسٹینانی کا شہنشاہ اور ملکۂ معظمہ کارڈینل اسپنڈرا دو گرانڈ ڈیوک نوٹراس، وزیرِ اعظم اور وزیرِ جنگ کے سامنے فاش اور برملا، بغیر کسی ذہنی تحفظ کے جمال کی دلیری، استقامت اور شجاعت کا اعتراف ـــــ یہ ایسی دلچسپ اور چٹ پٹی خبر تھی کہ آن کی آن میں، جیسے جنگل کی آگ پھیلتی ہے، شہر کے گلی کوچے میں مشتہر ہو گئی، ہر شخص کی زبان پر جمال کا ذکر تھا یا اودرخاں کا اور خود محل کا یہ عالم تھا کہ وہ زیر و زبر ہو رہا تھا، زلزلہ آیا ہوا تھا، سارے قصرِ شاہی کی شخصیتوں کے لئے یہ اتنا بڑا حادثہ ہے کہ اس نے ذرا دیر کے لئے انہیں توازنِ دماغی سے محروم کر دیا، اس سے بڑھ کر بدنامی اور رسوائی کی بات کیا ہو سکتی تھی کہ اتنا بڑا دشمن یوں فرار ہو جائے، اودرخاں جیسا سورما اور جسٹینانی جیسا دلاور بھی اسے نہ روک سکے، بلکہ ایک زخمی ہو جائے اور دوسرا اس کی شان میں قصیدے پڑھنے لگے، زندگی میں شہنشاہ کو بہت سے ایسے حالات سے پالا پڑا تھا، جو خوشگوار یا ناخوشگوار تھے، لیکن ایسا حادثہ صرف آج ہی پیش آیا تھا،

شہنشاہ نے اودرخاں کے تنِ نیم جاں کو جراحوں اور طبیبوں کے حوالے کیا اور جسٹینانی سے ساری روئداد سننے کے بعد اعلان کیا کہ جو شخص جمال کو زندہ یا مردہ

"کچھ ہوش میں ہو، ایسی باتیں کہیں تو مجھ سے بُرا کوئی نہ ہوگا،"

اتنے میں جینانی بالکل قریب آپہنچ گیا، اس نے کہا،

"کیا میں حاضر ہو سکتا ہوں؟"

جولیا نے جواب دیا۔

"آجایئے ــــ تشریف لایئے،"

جینانی اندر آگیا، صوفیہ نے بھی اخلاق اور تپاک کے ساتھ استقبال کیا،

ایک کرسی پر بیٹھا ہوا بولا۔

"میں آپ دونوں کی گفتگو میں حارج تو نہیں ہوا؟"

جولیا مسکراتی ہوئی گویا ہوئی۔

"جی بالکل نہیں ــــ ہم ابھی آپ ہی کا ذکر ہو رہا تھا"

"میرا ذکر؟ ــــ پھر تو وہ بڑا خوش قسمت ہے، مجھ سے بھی زیادہ۔

اگر مجھ سے بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے؟"

"سنا ہے جمال پاشا سے آپ کے دو دو ہاتھ ہو گئے؟"

"نہیں شہزادی صاحبہ اس کی نوبت تو نہیں آنے پائی، ایک ہی ہاتھ میں

اس نے دور خاں کو چور رنگ کر دیا، بڑے خوش قسمت ہوں گے اگر بچ جائیں؟"

"آپ نے بھی اپنے ساتھی کی مدد نہیں کی؟"

"میں نہ ہوتا تو ان کی گردن اڑ چکی ہوتی!"

"لیکن آپ دو آدمی تھے، وہ اکیلا تھا، آپ مسلح تھے، وہ نہتا تھا، پھر

بھی اس نے دور خاں کو نیم جان کر دیا اور صاف نکلا چلا گیا!"

"جھوٹ کیوں بولوں، واقعہ تو یہی ہے!"

"لیکن ہم نے تو آپ کی بہادری کے بھی بڑے بڑے قصے سنے ہیں۔ آپ کو

کیا ہو گیا تھا؟ آپ نے کیوں نہیں مقابلہ کیا؟"

"موقع نہیں ملا!"

جمال کے فرار کی خبر، صوفیہ کو بھی پہنچ چکی تھی، جمال نے جو کچھ اور رخال سے سلوک کیا تھا اور جو کوئی اس کی باتیں جٹینانی سے ہوئی تھیں اس کی بھی اڑتی سی خبر اسے مل چکی تھی، لعدمیں انعام کی حرص میں جو سوار اس کے تعاقب میں گئے تھے وہ جس طرح ناکام ونامراد اپنے چند ساتھیوں کو قتل کرا کے واپس آئے تھے، یہ خبر بھی مل چکی تھی، جولیا نے کان کے پاس منہ لیجا کر، سرگوشی کرتے ہوئے کہا،

"سن رہی ہو اپنے جمال پاشا کے کارنامے ____؟"

صوفیہ نے محبّت بھری نظروں سے اسے دیکھا اور بولی،

"ہاں سن رہی ہوں ____ اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست! ____ بُرا کام کیا جولیا تم نے!"

وہ کانوں پر ہاتھ دھرتی ہوئی بولی!

"خداوند یسوع مسیح کے لئے چپ رہو، کیوں مجھ بے گناہ کو بدنام کرتی ہو، دیوار ہم گوش دارد، کسی نے سن لیا اور شہنشاہ سے جا لگایا، تو تمہارا تو کچھ بگڑے گا نہیں میری ہڈیاں سرمہ کر دی جائیں گی، نا بابا میں نے کچھ نہیں کیا، نہ میں اس کے پاس بھیس بدل کر گئی، نہ میں نے اسے ریشمی رسیوں کا راز بتایا، نہ میں نے اسے جان سلامت لے کر بھاگ جانے کا مشورہ دیا، میں بالکل بیگناہ ہوں، شہزادی صاحبہ ____"

"یہ آخری جملہ اتنی بے ساختگی کے ساتھ اداکاری کرتے ہوئے جولیا نے کہا، کہ صوفیہ کو بے اختیار ہنسی آگئی۔

جولیا منہ بنا کر بولی،

"اب مذاق بھی اڑا لیجئے مجھ بد نصیب کا!"

صوفیہ کوئی جواب دینے والی تھی کہ جٹینانی آتا ہوا نظر آیا، جولیا نے چپکے سے کہا،

استقبال کے لئے تیار ہو جائیے' اپنے نئے عاشقِ جاں باز کا!"

صوفیہ بگڑ گئی،

جان کی بات یہ ہے کہ اس واقعہ نے آپ کی بہادری بھی روزِ روشن کی طرح
کردی، نہتے دشمن پر حملہ نہ کرنا، نماز پڑھتے ہوئے دشمن پر، اس کے ایک ہم
کے اصرار کے باوجود، اس کی جان لینے سے احتراز کرنا، آپ کی بہادری کا
بڑا ثبوت ہے!"

مریہ اس گفتگو میں کوئی حصہ نہیں لے رہی تھی، اب اس نے بھی قفلِ
توڑا اور کہا،

"بڑی عالی ظرفی کا مظاہرہ کیا آپ نے،"

جنبانی نے شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا،

"ذرہ نوازی ہے آپ کی، ورنہ میں نے وہی کیا جو ایک انسان کو کرنا چاہیئے

جوبانے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا،

"اب دیکھنا چاہیئے میدانِ جنگ میں آپ دونوں کی ملاقات ہوتی ہے

جنبانی ہنسنے لگا،

"ضرور ہوگی، وہ نچلا نہیں بیٹھ سکتا!"

"پھر کیا ہوگا؟"

ہنستے ہوئے، پھر لڑائی ہوگی!"

"میری دعا ہے کہ آپ کا آمنا سامنا نہ ہو!"

"بد دعا ہوئی!"

"بد دعا ہے، آپ دونوں بہادر ہیں، اور آپ دونوں کو زندہ
کسی ایک کی ہلاکت بھی انسانیت کی ہلاکت ہے!"

فلسفیانہ بات کہہ دی آپ نے!"

مسکراتا تبسم ہو کر، مجھے فلسفہ سے بڑی دلچسپی ہے، ارسطو، افلاطون،

"(ہنستے ہوئے) کیا مطلب؟"

"وہ آدمی تھا یا برق جہندہ حیرت ہوتی ہے کہ اتنی سرعت اور تیزی سے اس نے اوورخاں سے تلوار چھینی، اسی سے زخمی کیا، پھر اُچک کر اسی کے گھوڑے پر بیٹھا اور نو دو گیارہ، میں تو منہ دیکھتا رہ گیا —— واقعہ یہ ہے کہ وہ بہادری میں یکتا ہے!"

"اسے بھگوڑا کہنا ظلم ہے، وہ اگر موقع سے فائدہ نہ اٹھاتا تو بزدل ہوتا۔"

"تو آپ کے نزدیک وہ اچھا آدمی ہے!"

"ہاں اچھا بھی اور بہادر بھی!"

"اس کی بہادری کے بڑے گن گانے لگے ہیں آپ، خیر تو ہے؟"

"میں نے واقعی اس جیسا بہادر آج تک نہیں دیکھا" —— میں اوورخاں کے ساتھ جب اس کی تلاش میں نکلا، تو کچھ دور جانے کے بعد وہ ایک جگہ نماز پڑھتا نظر آیا۔ اوورخاں نے کہا، جیسے ہی وہ سجدے میں جائے اس کی گردن مار دینی چاہیئے، میں نے منع کیا کہ یہ بزدلانہ حرکت ہوگی، اب یہ بھاگ نہیں سکتا۔ نماز ختم کرے، تو ہم گرفتار کر لیں گے، ہماری یہ باتیں وہ سن رہا تھا اگر وہ چاہتا تو نماز توڑ کر ادھر ادھر کہیں چھپ جاتا، لیکن نہایت اطمینان اور یکسوئی سے جیسے کوئی خطرہ اس کے سر پہ نہیں منڈلا رہا ہے، وہ نماز پڑھتا رہا، نماز پڑھ چکا تو نیچے آ کر کھڑا ہو گیا اور اس طرح باتیں کرنے لگا، جیسے وہ کسی معمولی آدمی سے بات کر رہا ہے اور اوورخاں کو رُو در رُو اس نے غدار کہا اور یہاں تک کہہ دیا کہ اس سے بات کر کے وہ اپنی توہین اور اس کی عزت افزائی کرنا نہیں چاہتا، یہ باتیں وہ شخص کر رہا تھا جس کے پاس نہ شمشیر تھی، نہ خنجر، نہ تیر، نہ تبر اور جس کے سامنے حملہ آور سے مسلح دو آدمی کھڑے تھے —— اگر ایسا آدمی بھی بہادر نہیں ہے تو دنیا میں کوئی بہادر نہیں ہے!"

"(مسکراتے ہوئے) آپ کہتے ہیں تو ہم بھی اسے بہادر مانے لیتے ہیں!"

اس لئے کہ نمیں مار خاں نہیں ہیں!"

تو اچھا ہے پاپ کٹ جائے گا، سچ کہتی ہوں، جنگ کی یہ ساری فتنہ سامانیاں اودرخاں کی لائی ہوئی ہیں، یہ اپنے فائدے کے لئے ایک ملک کی قسمت سے کھیل رہا ہے!"

نہیں ایسا نہ کہئے حالات ایسے ہیں کہ جنگ ضرور ہونی چاہیئے اور ہو کر رہے میری دعا ہے کہ ہمارے شہنشاہ کامیاب ہوں!"

یہ دعا تو ہر عیسائی ہی کی ہے، لیکن اودرخاں کے پیشِ نظر ہماری کامیابی نہیں اپنی کامیابی ہے، وہ یہ نہیں چاہتا کہ ہم جیتیں، وہ صرف یہ چاہتا ہے کہ کسی طرح اورنہ کے تاج و تخت پر قابض ہو جائے، وہ انتہائی خودغرض آدمی ہے!"

میرا اندازہ تو میرا بھی اس کے متعلق ایسا ہی ہے، لیکن اب تو بہرحال جنگ اتنی ضروری ہے جتنا اس وقت دن کا ہونا!"

سقراط بقراط، سب میرے ہم وطن ہی تو ہیں، آخر کچھ نہ کچھ اثر تو ہونا ہی چاہیئے!"

"(قہقہہ لگاتے ہوئے) آپ دلچسپ بھی بہت ہیں!"

"یہ آپ کا حسن ظن ہے، ورنہ صوفیہ کا خیال تو یہ ہے کہ میں اپنی بک بک سے دوسروں کو دردِ سر میں مبتلا کر دیتی ہوں، سچ کہیئے گا آپ کے سر میں تو درد نہیں ہونے لگا؟"

"بالکل نہیں ——— نہ ہو سکتا ہے؟"

"(صوفیہ سے مخاطب ہو کر) سن رہی ہو؟ اب نہ کہنا کبھی، ورنہ پھر لڑائی ہو جائے گی!"

صوفیہ نے جواب دیتے ہوئے کہا،

"لیکن میرا سر پھٹا جا رہا ہے درد کے مارے!"

جٹینانی ہنسنے لگا، جولیا کچھ سوچتی ہوئی بولی!

"جٹینانی صاحب ایک کام اگر آپ کر دیں تو ہم بھی لوہا مان جائیں آپ کا!"

وہ آمادگی اور مستعدی کے ساتھ بولا۔

"ضرور کروں گا، جو حکم ہو ——— فرمایئے!"

"کسی طرح اودرخاں اور حجال پاشا کو بھڑا دیجئے!"

جٹینانی نے لطف لیتے ہوئے پوچھا۔

اس میں کیا مصلحت ہے؟"

"ذرا لطف رہے گا!"

"بہت خوب اچھا لطف ہے آپ کا ——— کسی کی جان گئی آپ کی ادا ٹھہری، اودرخاں کا اور حجال کا اگر مقابلہ ہو گیا، تو یقین کیجئے، بیچارہ اودرخاں اپنی جان سلامت نہیں لے جا سکے گا، میں نے بہت اچھی طرح اندازہ کر لیا ہے کتنے پانی میں ہیں!"

"وہ تو اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھتے ہیں!"

ی، رجائے ماندن نہ پائے رفتن، والا معاملہ تھا، پھر سونے پر سہاگہ
ں کی نند کلاسیاں اور نازک مزاجیاں، جب سے جمال پاشا نے
زخمی کیا تھا، وہ اپنے ہوش و حواس کھو بیٹھا تھا اور بعض وقت تو دیوانوں
جیسی باتیں کرنے لگتا تھا، یہ حالت دیکھ کر شہنشاہ اس کی صحت اور زندگی سے
مایوس ہو جاتا تھا اور ایسا محسوس کرنے لگتا تھا، جیسے جنگ شروع بھی نہ ہوئی
اور ختم ہو گئی، آمنے سامنے فوجیں پہنچی بھی نہیں اور شکست ہو گئی، دشمن
سے مقابلہ بھی نہیں ہوا اور وہ جیت گیا،

آج بھی حسب معمول شہنشاہ اودر خاں کی عیادت کو گیا۔ ملکہ بھی اس کے
ساتھ تھی، جولیا اور صوفیہ بھی، بڑے لطف و کرم کے ساتھ شہنشاہ
نے پوچھا،

"کہو اودر خاں اب تمہاری طبیعت کیسی ہے؟"

اودر خاں نے جولیا کو خون فشاں نظروں سے دیکھا، پھر صوفیہ پر ایک
نگاہ ڈالی، اس کے بعد جواب دیا،

"میں اچھا نہیں ہو سکتا!"

شہنشاہ نے تسلی دیتے ہوئے کہا،

"اچھے ہو جاؤ گے میرے بھائی!"

"زخم تو بڑی حد تک مندمل ہو گیا ہے!"

اودر خاں نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا،

"جو زخم دوش شانہ اور سینہ پر آیا تھا، مندمل ہو رہا ہے لیکن وہ زخم تو
مندمل نہیں ہو سکتا، جو دل میں لگا ہے!"

شہنشاہ کو شہزادیوں کی موجودگی میں ان باتوں سے کوفت ہوئی۔ اس
کو ڈر تھا کہ اب یہ کوئی داستانِ معاشقہ شروع کر دے گا، چنانچہ بات کا
رخ بدلتے ہوئے بولا،

جنرل کا دورہ

قسطنطین نے طے کر لیا تھا کہ جلد از جلد ادرنہ پر حملہ کر دیا جائے۔
لیکن اس فیصلہ کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہو سکتی تھی جب تک مغربی
ممالک سے مزید فوجیں نہ آجائیں، اور درخال تندرست و توانا نہ ہو جائے اب تک
جو فوجیں یورپ سے آئی تھیں، وہ بہت کم تھیں، خود قسطنطنیہ کے باشندے
ہونے والی جنگ کے سلسلہ میں اس جوش و خروش کا اظہار نہیں کر رہے تھے جس
کی ان سے توقع تھی، یونانی اور رومی کلیسا کے اتحاد نے انہیں غم و غصہ سے بھر
کر دیا تھا، وہ اسے اپنی توہین سمجھتے تھے کہ ان کا کلیسا روم کے کلیسا کا ایک ذیلی
ادارہ بن جائے، گرانڈ ڈیوک نوٹراس نے سینٹ ایاصوفیہ کے اجتماع میں شہنشاہ
اور کارڈینل اسیڈورس کے سامنے یہ جو کہا تھا کہ وہ کارڈینل کی کلاہ کے مقابلے میں ترکوں
کے عمامے دیکھنا پسند کرتا ہے تو یہ صرف اس تنہا کی آواز نہیں تھی، بلکہ قسطنطنیہ کے
باشندوں کے دل کی آواز تھی، ایک بہت بڑی رکاوٹ اور درخال کی علالت تھی
وہ اب تک نقل و حرکت کے قابل نہیں ہوا تھا اور چونکہ جنگ اس کے نام پر لڑی
جا رہی تھی، اس لئے اس کا تندرست ہونا اور میدان جنگ میں موجود رہنا ضروری
اور لازمی تھا۔
قسطنطین اپنی فکروں میں گھرا ہوا تھا، ہر راہ عمل مسدود نظر آ

کی جا رہی ہے جٹینانی کو اس کا نگران بنایا گیا ہے!"
ادورخاں نے ماتھے پر شکن ڈالتے ہوئے کہا،
"جٹینانی ـــــــ وہ بھی غدار ہے، وہ بھی جمالی کا شیدائی ہے وہ
کی دشمن سے ملا ہوا ہے، وہی تھا جس نے مجھے اس پر حملہ کرنے سے
روکا تھا، وہی تھا، جس نے اس کے حملے سے مجھے نہیں بچایا ـــــ اسے
گرفتار کرلو، قید کر دو، وہ کشتنی اور گردن زدنی ہے!"
شہنشاہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا،
"اچھا بھئی تم کہتے ہو تو اسے بھی قید کر لیں گے، لو اب تو خوش ہو؟"
ادورخاں خوش ہو گیا،
"رادول کو بھی تم نے مدد کے لئے لکھا ہے؟"
شہنشاہ نے افسردگی کے ساتھ جواب دیا۔
"ہاں لکھا، مگر اس نے صاف انکار کر دیا ہے، اس نے جواب دیا ہے کہ
وہ سلطان محمد کی فوج میں ہے نہ کہ قسطنطین کی!"
ادورخاں نے یہ سن کر زہر خند کرتے ہوئے جولیا سے کہا،
"آپ بھی راہ راست پر اسے نہ لا سکیں،"
جولیا کوئی سخت جواب دینے والی تھی۔ لیکن شہنشاہ نے بات ختم

"وہ بڑا خود سر اور ضدی آدمی ہے، کسی کی نہیں سنتا!"
شہنشاہ ادورخاں نے اٹھنے کی کوشش کی اور چیخ چیخ کر کہنا شروع

"بچاؤ، جٹینانی مجھے بچاؤ، دیکھو وہ مردود پھر مجھ پر حملہ کر رہا ہے۔

پھر وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کے منہ سے جھاگ نکلنے لگی، اس پر تشنج

" سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا، فکر نہ کرو!"
اودر خاں نے کروٹ لیتے ہوئے کہا،
" جب تک جمال کی مدد کرنے والے اس محل میں موجود ہیں میں
اچھا نہیں ہو سکتا!"
جمال کی مدد کے لفظ پر صوفیہ اور جو لیا کے کان کھڑے ہوئے۔ دل
دھڑکنے لگا، کہیں اس کم بخت کو ہماری کارگزاری کا علم تو نہیں ہو گیا! اتنے
میں شہنشاہ نے فرمایا۔
" اس محل میں کس کی مجال ہے جو ہمارے اور تمہارے دشمن کی مدد کر
سکے؟ ___ یہ وہم اپنے دل سے نکال دو!"
اودر خاں نے بیٹھنے کی کوشش کی، لیکن نہ بیٹھ سکا، اس نے کہا۔
اگر یہ بات ہے تو جمال میرے سامنے کیوں نہیں پیش کیا جاتا کہ میں
اپنے ہاتھ سے اس کی گردن اڑا دوں، کیا اسی لئے میں نے اسے گرفتار
کیا تھا کہ وہ میرے سینہ پر،
شہنشاہ نے سمجھ لیا۔ اودر خاں پر جنوں کا دورہ پڑا ہے۔ اس
نے بات بناتے ہوئے کہا،
" ابھی تم میں اتنی طاقت کہاں آئی ہے کہ کسی کی گردن مار سکو۔ اس
لئے ہم نے اسے قید کر رکھا ہے کہ بستر علالت سے اٹھنے کے بعد پہلا
کام تم سے یہی لیا جائے گا کہ اس کی گردن مار دو!
اودر خاں ہنسنے لگا۔
" کیا واقعی جمال قید ہے؟"
شہنشاہ نے یقین دلاتے ہوئے کہا۔
" ہاں بھئی قید ہے اور اس مرتبہ تو اس کی بڑی سخت نگرانی

کا دورہ پڑ گیا، وہ ہاتھ پاؤں ٹپکنے لگا اور ذرا دیر کے بعد بے ہوش ہو گیا،
شہنشاہ نے اٹھتے ہوئے ملکہ سے کہا،
"اس شخص نے اور زیادہ ہمیں پریشان اور حواس باختہ کر رکھا ہے"
پھر شہنشاہ ملکہ کے ساتھ اپنے کمرہ میں چلا گیا، جہاں وزیر اعظم اس کا منتظر تھا۔
صوفیہ اور جولیا اپنے کمرہ میں آ گئیں جہاں جسٹینانی نہ جانے کب سے بیٹھا انتظار
کی زحمت برداشت کر رہا تھا!

بتِ پُرفن

جٹینانی کو دیکھ کر جولیا نے پُرتپاک استقبال کرتے ہوئے کہا،

"عجیب اتفاق ہے، جب کبھی آپ کا ذکر ہوتا ہے ضرور آپ کی زیارت ہو جاتی ہے، آپ کو بلانے اور ملنے کا یہ بڑا اچھا لٹکا ہاتھ آ گیا ہے، نہ نامہ و رت نہ نامہ بری، نہ سلام کی نہ پیام کی، بس ذرا آپ کا چرچا کیا اور چشم زدن میں موجود ہوئے آپ!"

جٹینانی نے ایک نظر صوفیہ پہ ڈالی، یہ اندازہ کرنے کے لئے کہ آیا یہ بھی ہماری باتیں؟ پھر جولیا سے مخاطب ہُوا۔

"خوب، آپ کی اس معصومیت کا آج ہی مجھے علم ہوا، لیکن ازراہِ کرم یہ بھی بتائیے کہ کون اس ناچیز کا ذکر کر رہا تھا؟"

جولیا نے بڑی سادگی سے ہنستے ہوئے کہا،

"ذرا سوچ لینے دیجئے!"

پھر کچھ دیر گویا سوچ چکنے کے بعد، دفعتہً گردن اٹھا کر بولی،

"یاد آ گیا، ابھی شہنشاہ کے سامنے شہزادہ اودرخاں آپ کا تذکرہ کر رہے تھے — بڑے شاندار الفاظ میں!"

بے دلی اور کسی حد تک مایوسی کے ساتھ جٹینانی نے کہا،

"وہ تو یہ بھی کہہ رہا تھا کہ جب وہ مردود، یعنی جمال پاشا، میری تلوار کی زد میں تھا اور میں نہایت آسانی کے ساتھ اس کی گردن قلم کر سکتا تھا، تو اس نے مجھے وار نہیں کرنے دیا اور جب اس مردود، یعنی جمال پاشا نے مجھ پر تلوار چلائی، تو یہ کھڑا ٹک ٹک تماشا دیکھتا رہا، مجھے بچانے کے لیے اس نے اپنی جگہ سے جنبش تک نہیں کی۔ ـــ"

جیننانی نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا اور دانت پیستے ہوئے کہا،

"بزدل، جھوٹا ـــ میں نہ بچاتا تو اس کی گردن قلم ہوگئی تھی،"

شہزادی صوفیہ بولی،

"اددرخاں کی بکواس پر اعتبار کون کرتا ہے، کوئی اگر سورج کو کہے، کہ تاریک ہے اور ستارے کو کہے کہ آفتاب سے زیادہ روشن ہے تو کون یقین کرے گا؟ قسطنطنیہ کا بچہ بچہ جانتا ہے، آپ کی شجاعت اور شہامت کا کیا عالم ہے؟"

جولیا نے مزید روغن قاز ملا،

"ہر شخص کی زبان پہ آپ کی بہادری، دلیری اور جذبۂ قومی کا ترانہ ہے، ـــ آپ غدار ہوتے یا دشمن سے ملے ہوتے، تو یہاں آنے کی ضرورت ہی باقی نہ تھی، سیدھے اور نہ چلے جاتے، اس لئے کہنا ہے سلطان محمد بہادر دل و جگر دار ہے" ـــ باقی رہی اددرخاں کی بکواس تو اس کا خیال بھی نہ کیجئے!"

شہزادی صوفیہ نے جولیا کی تائید کرتے ہوئے کہا،

"اور کیا ـــ مہ نوری فشاند وگ بانگ می زند!"

جولیا نے بھی مصرعہ پر گرہ لگا دی،

"کارواں گزرتا رہتا ہے اور کتے بھونکتے رہتے ہیں!"

ان باتوں سے خاص طور پر صوفیہ کی باتوں سے جیننانی کو اپنی اہمیت کا

"جی ہاں انہیں تو میرا تذکرہ شاندار الفاظ میں کرنا ہی چاہیئے، اس سلطنت وہ آس لگائے بیٹھے ہیں، سلطان محمد کے سر سے تاج خسروی اتار کر میں ان کے سر پہ رکھ دوں گا، سلطان محمد کا ہاتھ پکڑ کر تختِ حکومت سے گھسیٹوں گا اور انہیں بٹھا دوں گا!"

جولیا حیرت اور استعجاب کی کیفیت اپنے اوپر طاری کرتے ہوئے بولی۔

"عجیب آدمی ہیں شہزادہ صاحب بھی، آپ سے ملتے ہیں تو اس طرح کی باتیں کرتے ہیں اور دوسروں کے سامنے کچھ اور بکنے لگتے ہیں!"

جٹینانی کے کان کھڑے ہوئے۔

"کیا کہہ رہے تھے؟ شہزادہ والا تبار!"

جولیا نے گویا بات نہ بڑھنے پائے، اس لئے معصومیت بھرے لہجہ میں کہا!

"— ہوگا، جانے بھی دیجئے، کیا فائدہ ان باتوں سے؟ — ویسے آج کل وہ بیمار بھی ہیں اور بیماری میں آدمی اول فول بکا ہی کرتا ہے!"

اول فول کا ذکر سن کر، اور زیادہ جٹینانی کو وحشت ہوئی۔ وہ حقیقت معلوم کرنے کے درپے ہو گیا، آخر جب اس نے بہت زیادہ اصرار کیا تو جولیا نے بتایا۔

"شہزادۂ والا تبار، شہنشاہ معظم سے کہہ رہے تھے، جٹینانی غدار ہے دشمن سے ملا ہوا ہے، جمال کا شیدائی ہے، اسے گرفتار کر لیجئے، بند کر دیجئے۔"

جٹینانی کا چہرہ غصہ سے تمتما اٹھا، اس نے درشت لہجہ میں کہا،

"وہ اس طرح کی باتیں کر رہا تھا میرے بارے میں؟ میں غدار ہوں، دشمن سے ملا ہوا ہوں؟ مجھے گرفتار کر لینا چاہیئے؟ مجھے قید کر دینا چاہیئے؟"

جولیا جٹینانی کے غصہ کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔

ہوں یہ آپ کا شہزادہ والا تبار، مجھے تو ایک آنکھ نہیں بھاتا!"

جٹینانی نے اطمینان سے بیٹھتے ہوئے کہا،

"اس میں کوئی بات ہی ایسی نہیں ہے جو کسی کو پسند آئے، سچ ہی تو کہا ہے کسی دل جلے شاعر نے، جیسے بالکل اور رخال کے لئے،

کوئی خوبی نظر آتی نہیں تجھ میں ظالم
اے فلک پری وصد عیب اسے کہتے ہیں

جولیا ہنس پڑی اور تبسم کی بجلیاں گراتی ہوئی بولی،

"صد عیب" کا مجموعہ تو بے شک ہے وہ شہزادہ والا تبار، لیکن کیا بوڑھا بھی ہے! وہ تو اپنے آپ کو نوجوان و گلفام سمجھتا ہے، اگر کہیں اس کے کان میں بھنک پڑ گئی، تو پھر کمانِ کیانی اور گرز گراں ہے کر آپ کی جان کا لاگو ہو جائے گا۔"

شہزادی صوفیہ نے اور شہ دی،

"جی نہیں اتنی ہمت نہیں ہے شہزادہ والا تبار میں، جو ایک نہتے آدمی سے اپنی تلوار چھنوا بیٹھا، زخمی ہو گیا، اپنے گھوڑے سے محروم ہو گیا اور نیم جاں ہو کر بھاگا، وہ جٹینانی صاحب کے سامنے کس منہ سے آئے گا، اس کے لئے بڑا دل گردہ چاہیئے!"

جولیا نے عارفانہ انداز میں کہا،

"بیچارے کے پاس گردہ ہے یا نہیں، لیکن دل تو بہت بڑا ہے، کم از کم اس کا اپنا تو یہی خیال ہے!"

جٹینانی نے اس تذکرہ سے عاجز آتے ہوئے کہا،

"احمق ہے، چھوڑیئے اس کا تذکرہ کچھ اور باتیں کیجئے۔

احساس ہوا اور وہ خوش ہو گیا، لیکن ایک کھٹک ابھی باقی تھی،

"تعجب ہے شہنشاہ نے خاموشی سے باتیں سُن لیں؟"

جولیا نے سچ کی طرح جھوٹ بولتے ہوئے کہا۔

"کہاں سن لیں؟ انہوں نے تو ایسا پھٹکارا ہے، شہزادہ دالاتبار کو کرورا تشنج کا دورہ پڑ گیا اور بیہوش ہو گئے ——— نہ معلوم سچ مچ یا جھوٹ موٹ ——— ارے ہاں جولیا تو ہے ہی۔

ان الفاظ نے جسٹینانی کا دل بالکل صاف کر دیا، وہ گویا ہوا،

"میں شہنشاہ سے کہنے والا ہوں کہ اس دھوکے کی ٹٹی کی آخر ضرورت ہی کیا ہے؟ اگر ہم میں اتنی طاقت ہے کہ اورنہ کو فتح کر لیں اور سلطان محمد کو شکست فاش دے دیں، تو اودرخاں کو آگے بڑھانے اور اس کی آڑ میں اقدام کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ ——— سیدھی سی بات ہے اورنہ فتح ہوگا، تو اس کا حکمران اودرخاں یا کوئی اور مسلمان نہیں ہوگا، وہ تاجِ قسطنطنیہ کا ایک مقبوضہ اور ماتحت، اور مفتوحہ علاقہ بن جائے گا!"

جولیا نے اور زیادہ اُکساتے ہوئے اور جوش دلاتے ہوئے کہا۔

جبھی تو میں بھی کہتی ہوں، دکھ سہیں بی فاختہ کوے انڈے کھائیں، فتح ہو، جسٹینانی کے بازوئے تیغ زن کی بدولت، اور تختِ شہریاری نصیب ہو، شہزادۂ دالاتبار اودرخاں کو، آپ کہیں یا نہ کہیں، میں خود شہنشاہ سے کہوں گی، ——— کیوں صوفیہ؟"

صوفیہ جو اس گفتگو سے خاصا لطف لے رہی تھی، گویا ہوئی،

"ہاں اور کیا ——— لیکن ہمارے کہنے سے ممکن ہے، شہنشاہ کو کچھ غلط فہمی ہو، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ خود (جسٹینانی سے مخاطب ہو کر) آپ یہ بات چھیڑ دیں"

جولیا نے اپنایت اور خلوص کے لہجہ میں کہا،

"لیکن ہمارے سامنے، تاکہ ہم پُرزور تائید کر سکیں!" ——— سچ کہتی

محاصرہ

آخر وہ وقت آگیا، جس کا ایک عرصہ سے انتظار کیا جا رہا ہے!

۲۶ ربیع الاوّل ۸۵۷ھ (۶ اپریل ۱۴۵۲ء)، کو سلطان محمد کی فوجوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لیا[1]

لیکن قسطنطنیہ کا محاصرہ کر لینا آسان تھا، اسے فتح کرنا آسان نہ تھا، قسطنطنیہ کوئی معمولی شہر نہ تھا، یہ ایک قلعبند شہر تھا، اس کی مضبوط، مستحکم اور ناقابلِ تسخیر فصیلیں ایک ہزار سال[2] سے اس شہر کی ہر بیرونی حملہ سے حفاظت کرتی چلی آ رہی تھیں، بڑے بڑے طاقت ور دشمن باہزاراں جاہ و جلال، مور و ملخ کا سا لشکر لے کر، آلات و اسلحۂ جنگ کی نمائش کرتے، اپنی کثرتِ فوج پر اتراتے، اپنی قوتِ اقدام و ہجوم پر فخر کرتے آئے، —— آئے اور سر پھوڑ کر واپس چلے گئے، ان کی قسمت میں یہی لکھا تھا کہ ساحل تک آسکیں اور اس سے ٹکرا کر واپس چلے جائیں۔

قسطنطنیہ کو آج تک کوئی فتح نہیں کر سکا تھا —— کوئی نہیں!

پھر اگر سلطان محمد نے بھی قسمت آزمائی کی ہے، تو وہ کیا کرے گا؟ محمد کے پاس نہ بے حساب لشکر ہے، نہ غیر محدود وسائل و ذرائع،

---

[1] تاریخ دولت عثمانیہ [2] تاریخ دولت عثمانیہ

خاک و خون

شہر کے معمولات میں اور اہل شہر کے مشاغل میں کوئی فرق نہیں آیا تھا
وہی رقص کی صدائیں، وہی چنگ و رباب کی جنوں خیز کارفرمائیاں، وہی عیش و
وہی بادہ و شبینہ وہی عشرتِ امروز!

دونوں فوجیں، اب تک ایک دوسرے کے مقابلے میں نہیں آئی تھیں، جھڑپوں کا سلسلہ جاری تھا، کبھی شہنشاہ کی فوج دو قدم آگے بڑھ جاتی، کبھی سلطان محمد کی فوج اقدام کرتی ہوئی کسی چپہ ارض پر قابض ہو جاتی ان جھڑپوں بس معرکہ آرائیوں کی صورت اختیار کر لیتی تھیں۔

یونانیوں نے غیر متوقع شجاعت اور استقلال کا
ثبوت دیا جسٹینانی کی فوجی مہارت خاص طور
پر نمایاں تھی، وہ اپنی قابلیت کا جوہر دکھا کر
بار بار سلطان سے خراج تحسین وصول کر رہا
تھا ــــ [1]

اب تک اس کی شجاعت اور دلیری کی دھاک صرف قسطنطین اور اہل قسطنطنیہ پر بیٹھی ہوئی تھی، اب سلطان کے لشکر میں بھی اس کا چرچا ہونے لگا تھا۔

ایک روز سلطانی لشکر کے ایک دستہ کی قسطنطین کے ایک دستہ فوج سے مڈبھیڑ ہو گئی، اس دستہ فوج کی کمان جسٹینانی کے ہاتھ میں تھی، ترک بڑی بہادری سے لڑ رہے تھے، لیکن جسٹینانی کی بہادری بھی شک و شبہ سے بالاتر تھی، وہ انتہائی دلیری سے سپاہیوں پر ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا تھا اور اپنی جان کی پروا کئے بغیر تلوار چلا رہا تھا، اس کی تلوار نے بہت سے ترک سپاہیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا قریب تھا کہ دشمنوں کے پاؤں اکھڑ جائیں کہ جمال پاشا جسے اب واثقی نے پاشا کا خطاب دے دیا تھا، اپنے مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ میدانِ

---

[1] تاریخ دولت عثمانیہ۔

اس کے پاس جہازوں کی بجائے کشتیاں ہیں[1]، اس کا سازوسامان بھی اتنا نہیں جو ہمیشہ چل سکے، موسم اس کا مخالف اور باشندگانِ قسطنطنیہ کا دمساز ہے۔

محمد کو بھی اسی طرح واپس جانا پڑے گا، جس طرح دوسرے فاتح اور کشور کشا فتح قسطنطنیہ کی حسرت لے کر واپس گئے۔

بلکہ یہ شاید واپس بھی نہ جاسکے —— جسٹینانی نے اعلان کر دیا تھا کہ مہمان اپنی مرضی سے آسکتا ہے، واپس نہیں جاسکتا، اس کے لئے آمدن بہ ارادت رفتن بہ اجازت کا اٹل اصول ہمیشہ سے چلا آیا ہے، وہ اپنی مرضی سے آیا ہے، لیکن اب ہم اسے جانے نہیں دیں گے، وہ یہیں رہے گا، یہیں مرے گا، اور اس کے ساتھ اس کی آرزوئیں اور حسرتیں بھی دفن ہو جائیں گی۔

جسٹینانی کا وجود، قسطنطین اور اہلِ قسطنطنیہ کے لئے ایک نعمت غیر مترقبہ سے کم نہ تھا، جب تک وہ نہیں آیا تھا، شہنشاہ سے لے کر ایک عام آدمی تک سب ہی پریشان تھے، لیکن جب اس نے اس سرزمین پر قدم رکھا تھا، اور کمان سنبھالی تھی، ایک عام آدمی سے لے کر شہنشاہ تک سب کا حوصلہ بلند ہو گیا تھا، سب کو یقین تھا، فتح ہماری اور صرف ہماری ہے۔

یہی وجہ ہے کہ جب سلطان محمد کی فوجوں نے محاصرہ کیا، تو شہر کی رونق، گہما گہمی اور طوفانِ نشاط و انبساط میں کوئی فرق نہیں آیا،

مجلس آرائیوں کا سلسلہ اسی طرح جاری تھا، رنگ و راگ کی محفلیں حسبِ سابق اب بھی جمتی تھیں، بزمِ رقص و سرود اب بھی منعقد ہوتی رہتی تھی، شراب کا دَور اب بھی چلتا تھا، نغمۂ و موسیقی کی آوازوں سے اب بھی شہر کے در و دیوار

ساقی بجلوہ دشمنِ ایمان و آگہی
مطرب بہ نغمہ رہزنِ تمکین و ہوش ہے

---

[1] تاریخ دولتِ عثمانیہ

جٹینانی نے ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا،

"میرے عزیز دوست، تمہیں جب دیکھتا ہوں تو یہی آرزو میرے دل میں مچلنے لگتی ہے، تم سامنے آتے ہو تو جی چاہتا ہے تلوار توڑ کر پھینک دوں لیکن —— قدرت بڑی بے درد ہے، اس نے مجھے ایک طرف اور تمہیں دوسری طرف پھینک دیا ہے، ہم میں اتنا یارا نہیں کہ قدرت سے مقابلہ کر سکیں! —— یہ تو کہو کیسی گزر رہی ہے؟"

جمال پاشا نے تلوار کو میان میں رکھتے ہوئے کہا،

"اچھی گزر رہی ہے، جو دم ہے غنیمت ہے —— لیکن تمہارے دوست [illegible]کونے میدان میں!؟"

جٹینانی نے قہقہہ لگاتے ہوئے کہا،

"شہزادہ والا تبار کا ذکر کر رہے ہو؟ ارے بھئی وہ شیر قالین ہے، وہ لڑنا کیا جانے؟ تم نے اس روز جو تواضع کی تھی، بے چارہ اب تک اس سے سنبھل نہیں پایا ہے۔ اب تو اس پر جنوں کے دورے پڑنے لگے ہیں، وہ گھبرا گھبرا کر چیخ پڑتا ہے، وہ آ رہا ہے، وہ مجھ پر حملہ کر رہا ہے، بچاؤ، مجھے بچاؤ!"

جمال پاشا نے ہنستے ہوئے اور دوستانہ انداز میں جٹینانی کے شانہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا،

"بڑا بزدل ہے؟"

جٹینانی نے جواب دیا،

"بلکہ کہنا چاہیے بزدلوں کا سردار ہے؟"

جمال پاشا نے مسکراتے ہوئے کہا،

"میں بھی کہنے والا تھا، لیکن تمہاری خاطر سے الفاظ زبان تک آتے آتے رک گئے!"

جٹینانی اپنی ہنسی نہ ضبط کر سکا، کہنے لگا،

کارزار میں مردانہ وار گھس پڑا، اس کے پہنچتے ہی نقشہ بدل گیا اور ترک سپاہی پھر جی توڑ کر لڑنے لگے، جمال پاشا اپنے سپاہیوں کا دل بڑھا رہا تھا، جشینانی اپنے سپاہیوں کا، اور جب موقعہ ملتا، یا ضرورت ہوتی تو یہ دونوں خود بھی تلوار سونت کر پل پڑتے، جشینانی کی فوجی مہارت اور چابک دستی پر بے ساختہ سلطان کے منہ سے کلماتِ تحسین و آفرین نکل جاتے، وہ ایک ٹیلہ پر کھڑا دور سے یہ نظارہ دیکھ رہا تھا، یکایک اس نے دیکھا کہ جمال پاشا اور جشینانی ایک دوسرے کے مقابل پہنچ گئے، دونوں کی تلواریں فضا میں بلند ہوئیں اور فوراً جھک گئیں اور پھر دونوں مسکرا مسکرا کر باتیں کرنے لگے،

جشینانی کے منہ سے بے ساختہ نکلا، "جمال پاشا تم — ؟"

" جمال پاشا نے جواب دیا۔

" ہاں — مجھے تم سے ملنے کی بڑی حسرت تھی، مگر، افسوس کہ ہماری ملاقات میدان جنگ میں ہو رہی ہے۔"

جشینانی نے مسکراتے ہوئے کہا۔

لیکن میدانِ جنگ کو بزمِ احباب بنا لینا کیا مشکل ہے، اس واقعہ کے بعد تو ہماری پہلی ملاقات جنگ سے نہیں شروع ہونی چاہیئے۔ میں اپنے فرض سے مجبور ہوں، تم اپنے فرض سے، ہم دونوں کو ایک دوسرے کے مقابلے میں آنا اور لڑنا ہی پڑے گا، لیکن آج نہیں پھر کسی دن، ویسے میں نے کافی ترکی مار لئے ہیں اور تم بھی کافی "دشمنوں" کا شکار کر چکے ہو، حساب کتاب تو برابر ہی ہے!"

جمال پاشا نے جواب دیا،

" میں نے آپ جیسا حریف اور حلیف نہیں دیکھا — کاش ہم دونوں ایک دوسرے کے دوست ہوتے، ایک دوسرے کے جان نثار ہوتے، ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے!"

...ناری بات سمجھ میں آتی ہے، لیکن ایک سوال کا جواب دے سکو گے ؟ یا مکل پیچ ہے ؟"

...جالیات نے اشتیاق کے ساتھ کہا،

"...— پوچھو کیا پوچھتے ہو!"

...شیبانی نے تبسم زیر لب سوال کیا۔

"...شہزادی صوفیہ بھی تو باطل ہی کے ساتھ ہیں!"

"...لیکن وہ لڑنے کے لئے میدان میں کب آئی ہیں ؟"

...شیبانی نے پھر سوال کیا،

"...انہی تو کیا کرتے ؟ کیا تمہاری یہ تلوار ان کا استقبال کرنے کے لئے اسی

...بے ابھی بیکی ہے ؟"

...نے انکار میں جواب دیا،

"...ان پر تلوار نہ چلاتا!"

...شیبانی نے پھر ایک چٹکی لی،

...اس لئے کہ اس سے محبت کرتے ہو؟ کیا محبت حق سے بھی بڑی چیز ہے ؟

...کی نسخ حاصل کر لیتی ہے ؟ باطل سے بھی سمجھوتہ کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے؟"

...بانلنے جواب میں کہا،

"...درست، — اس لئے نہیں بلکہ اس لئے کہ اسلام نے عورت، بچہ

...پر تلوار اٹھانے سے منع کیا ہے!"

...نے واپس جانے کے لئے مصافحہ کرتے ہوئے ایک قہقہہ لگایا۔

"...ابن ہو، تم سے کوئی نہیں جیت سکتا۔"

" چوٹ کر گئے یاروں پر؟"

جمال پاشا نے سنجیدگی سے جواب دیا

" تم پر چوٹ کرتے وقت یہ ہاتھ لرزنے لگیں گے ——— تم میرے محسن ہو اس روز تم نے عمداً مجھے نکل جانے کا موقعہ دیا، تم زبان سے نہ کہو، لیکن یہ واقعہ میرے دل پر نقش ہے، زندگی بھر اسے نہیں بھول سکوں گا کہ دنیا میں ایسے " دشمن " بھی ہوتے ہیں!"

جٹینانی نے ایک تاثر کے ساتھ کہا،

" آپ بھی مجھے دشمن کہتے ہو؟ کیا تمہاری نظر میں میری بھی اتنی ہی حیثیت ہے؟"

جمال پاشا شرمندہ سا ہو گیا، اس نے معذرت آمیز انداز میں کہا،

" یہ تو ایک سخن گسترانہ بات تھی، ورنہ تمہیں میں اپنا دوست ہی نہیں بھائی سمجھتا ہوں؟"

جٹینانی نے چٹکی لی،

" بھائی سمجھتے ہو، لیکن تلوار سے کر جان لینے اور جان دینے کو موجود! کیسا تضاد ہے؟"

جمال پاشا نے ایک نفس سرد کے ساتھ کہا۔

" میرے دوست! حق اور باطل کی آویزش میں، بڑے سے بڑا رشتہ بھی حائل نہیں ہوتا، ماں باپ۔ بہن۔ بھائی، یہ سب بڑے محبوب رشتے ہیں لیکن ان رشتوں سے بھی کہیں بڑا۔ کہیں مضبوط اور ناقابل انفصال رشتہ ہے سچائی کا حق کا، میں نہیں چاہتا کہ تم سے لڑوں، لیکن حق مجھے مجبور کر رہا ہے تمہاری جگہ اگر میرا باپ ہوتا، بھائی ہوتا تو بھی میں یہی کرتا، خواہ اس کے بعد خودکشی کیوں نہ کر لیتا!"

جٹینانی نے متبسم ہو کر کہا۔

شخص کو اپنا کہہ سکتا۔

جمال پاشا سلطان کی باتوں سے بہت متاثر ہوا، اس نے عرض کیا،

"سلطان والاشان اس جان نثار اور فدوی خاص کی عزت افزائی کے لئے جو ... ہے، وہ میرا بہترین معاوضہ، بہترین انعام، اور بہترین صلہ ہے، میری آرزو ... ایک ہی ہے یہ کہ زندہ رہوں تو سلطان کا غلام بن کر اور مروں تو سلطان ... کر۔"

سلطان نے سراپا شفقت بن کر فرمایا،

"ہمیں یقین ہے، ——— ہمیں تمہارے ایک ایک لفظ کا یقین ہے؛"

اور عین اسی وقت جب سلطان اور جمال پاشا میں یہ باتیں ہو رہی تھیں، ... بھرے ہوئے اور مشتعل لہجہ میں جٹینانی سے کہہ رہا تھا۔

"انور خاں چاہے جتنا جھوٹا آدمی ہو، لیکن یہ تو اس نے سچ ہی کہا، تم جمال ... کے شیدا ہو؟"

جٹینانی نے شاہ ذی جاہ کے رُخ پر غضب کی طرف دیکھا ——— بھی ... مسکراتے ہوئے کہا،

"واقعی انور خاں نے زندگی میں اگر کوئی سچی بات کہی ہے تو یہی ہے!"

شہنشاہ نے غصہ کو دباتے ہوئے لیکن درشت لہجہ میں پوچھا،

"لیکن اس میل جول کا اثر جنگ پر کیا پڑے گا؟"

جٹینانی نے کہا،

"جنگ سے اور اس میل جول سے کیا تعلق؟ میدانِ جنگ میں پہنچنے ... ختم ہو جاتا ہے ——— یہی بات جمال بھی کہہ رہا تھا، اس نے کہا ... تمہاری جگہ میرا باپ یا بھائی ہوتا، تب بھی میں کوئی رعایت نہ کرتا اور ... برابر بھی ہے!"

شہنشاہ نے ایک وکیل کی طرح جرح کرتے ہوئے استفسار کیا۔

انکشاف

جمال پاشا جب اپنا دستہ فوج لے کر سلطان کے پاس آیا تو ساری گفتگو
دہرا دی، جو اس کے اور جسٹینانی کے مابین ہوئی تھی، سلطان زیرِ لب تبسم کے
ساتھ یہ تفصیلی روداد سنتا رہا۔ پھر اس نے کہا،

" یہ شخص واقعی بہادری میں یکتا ہے!"

جمال پاشا نے ادب کے ساتھ جواب دیا۔

" اس میں کیا شبہ ہو سکتا ہے سلطان والا شان، وہی بات پھر کہنا چاہتا
جو اس سے کی تھی کہ اس دنیا میں ایسے " دشمن " بھی ہوتے ہیں۔"

سلطان ہنسنے لگا،

" میرے دل میں اس شخص کی بہت عزت ہے، اس نے جو سلوک ...
میں ایسا محسوس کرتا ہوں کہ اس کا بار مجھ پر ہے، تمہارا باپ راہِ وفا میں شہید
گیا، تمہارے بھائی نے حق پر جان دے دی، اب تم ہی ایک یادگار رہ گئے
میری دلی آرزو ہے کہ یہ یادگار باقی رہے، زندہ رہے، ترقی کرے، پھلے پھو...
اسے جب کوئی گزند پہنچتے دیکھتا ہوں تو میرا مضبوط قلب کمزوری محسوس کر...
لگتا ہے، اس عزیز اور گراں بہا متاع کی جب کوئی حفاظت کرتا ہے تو مجھے
محسوس ہوتا ہے، جیسے کسی نے میری ذاتِ خاص پر احسان کیا ہے۔ ...

...کے بغض، کینہ، حسد اور دشمنی کے سوا کچھ نہیں رکھتا تھا، لیکن جمال کے پیکر ...ے شجاعت، اور شہامت، کا مجسمہ نظر آیا، میں دشمن بن کر گیا تھا، دوست بن کر ...گیا!

جولیانے شاید مزید وضاحت طلب کرتے ہوئے پوچھا،

"لیکن آپ اس کے دشمن بن کر کیوں گئے تھے؟ کیا بگاڑا تھا۔ اس غریب ...نے آپ کا؟"

دفعۃً جٹینانی سنجیدہ ہوگیا، اس نے رکتے رکتے کہا،

"...نہ پوچھیئے تو اچھا ہے!"

یہ سنتے ہی صوفیہ کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ اس کے دل کی دھڑکن تیز ہوگئی۔ اس ...نے چاہا کہ جولیا کو مزید پوچھ گچھ سے منع کردے، لیکن ایسا نہ کرسکی، جولیانے ...اصرار کے انداز سے کہا،

"...نہ بتایئے تو اچھا ہے!"

جٹینانی نے ایک نظر شہزادی صوفیہ پر ڈالی پھر گویا ہوا،

"میں چاہتا تھا کہ شہزادی کا دل جیت لوں مجھے بتایا گیا تھا کہ وہ جمال پر مائل ...ہے، ...میرے دل میں حسد، دشمنی اور بغض کی آگ بھڑکنے لگی، یہی جذبہ مجھے ...لے گیا تھا اگر۔

جولیانے گھبراتے ہوئے سوال کیا۔

"مگر — آگے کہیئے، کہہ ڈالیئے، ہم میں سے کوئی بھی آپ جیسے کھرے ...انسان کو آدمی کی بات کا برا نہیں مان سکتا۔"

جٹینانی نے اپنے حواس اور جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا،

"مگر جب میں نے اسے دیکھا، تو محسوس کیا، خوبروئی میں اس کا کوئی جواب ...نہیں، جب میں نے اس کی یہ آن اور شان دیکھی کہ اپنے سلطان کے بہت بڑے ...دشمن، بہت زیادہ با اقتدار اور با اختیار دشمن کے سامنے بھی وہ جھکنے پر تیار

" لیکن آج بھی تو تم دونوں کی میدان جنگ ہی میں ملاقات ہوئی تھی؟"
جسٹینانی نے ہنستے ہوئے کہا،

" جی ہاں ــــ اس پہلی ملاقات کو میں خون سے داغدار کرنا نہیں چاہتا تھا۔"

شہنشاہ نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی کے ساتھ لیکن غصے کے عالم میں زور زور سے پاؤں دھرتا ہوا دوسرے کمرے میں چلا گیا، اس موقع پر جولیا اور صوفیہ بھی موجود تھیں، صوفیہ نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ــ

" اس کا تو ہمیں وہم و گمان بھی نہیں تھا کہ دونوں میں اتنے پینگ بڑھ چکے ہیں!"

جولیا فکر مند لہجہ میں، گویا جسٹینانی کو ٹٹولتی ہوئی بولی،

" لیکن آپ نے شہنشاہ کو خفا کر لیا، اور اب وہ موا اودرخاں اور زیادہ شہنشاہ کو آپ کی طرف سے بدظن کرنے کی کوشش کرے گا!"

جسٹینانی نے تیوری پر بل ڈال کر پوچھا،

" تو کیا کرے گا؟"

صوفیہ نے مداخلت کی۔

" کر کیا لے گا؟ کیا کر سکتا ہے، ــــ البتہ اس طرح اچھے بھلے ناراض ہو جائیں گے! ــــ لیکن کسی کی خاطر سے کوئی اپنی وضع تو نہیں بدل سکتا، آپ بہادر ہیں، بہادروں کے قدر شناس ہیں، آپ کی نظر سے ایک بہادر گزرا آپ اس سے دوستی کرنے پہ مجبور ہو گئے۔"

جسٹینانی قطع کلام کرتا ہوا گویا ہوا۔

بالکل یہی بات ہے شہزادی صاحبہ! اور اب میں پہلی بار آپ کے لئے اس راز کا انکشاف کرتا ہوں کہ میں اودرخاں کے ساتھ جال کی تلاش میں اس کا دشمن بن کر نکلا تھا، میں واقعی اسے قتل کر دینا چاہتا تھا، میں اپنے دل میں

مژدہ اے جوشِ جنوں

جٹینانی چلا گیا، جولیا اور صوفیہ اسے دیکھتی رہ گئیں، کافی دیر تک دونوں خاموش رہیں، دفعتہً کچھ سوچتی ہوئی جولیا بولی۔

"واقعی صوفیہ تمہارے خوش قسمت ہونے میں شبہ نہیں، کیسی کیسی گتھیاں سلجھانے میں دور کر دیتی ہو، حیرت ہوتی ہے!"

صوفیہ خاموشی سے جولیا کی باتیں سنتی رہی، پھر بولی،

"آخر اس طویل تقریر کا کچھ مطلب بھی؟"

جولیا نے آسمان کی طرف ایک عارف کامل کی طرح دیکھتے ہوئے کہا،

"قربان جاؤں قدرت پروردگار کے — اگر یہ جٹینانی ہاتھ دھو کے اور لٹھ لے کے تمہارے پیچھے پڑ جاتا تو کیا ہوتا؟"

صوفیہ چڑتی ہوئی بولی۔

"کیا ہوتا؟ — کچھ نہ ہوتا!"

جولیا نے بڑبڑاتے ہوئے کہا۔

"اس بھول میں نہ رہیے گا، شہزادی صاحبہ معظمہ سلامت — جٹینانی کا نہیں اب اس وقت، نہ شہنشاہ اس کی بات ٹال سکتے ہیں نہ ملکہ، کارڈینل اس کا پشت پناہ۔ گرانڈ ڈیوک نٹورا اس اس کا مداح اور ثناخواں — اور

نہیں تو میرے دل میں اس کی عزت پیدا ہو گئی۔ پھر جب میں نے دیکھا کہ وہ موت سے بے خوف ہو کر، اس نے اودرخال سے تلوار چھین لی۔ اس کے گھوڑے پر بیٹھ گیا اور اسے لہولہان اور نیم جان کر کے ہوا کی طرح نکلا چلا گیا، تو میرے دل میں اس کی محبت پیدا ہو گئی، آج پہلی مرتبہ یہ راز بھی آپ پر منکشف کرتا ہوں کہ میں نے اسے نکل جانے دیا۔ میں نے چشم پوشی سے کام لیا۔ ورنہ ذرا ہی ایک درجن مسلح سپاہی آ گئے تھے، میں انہیں اس کے تعاقب میں دوڑا سکتا تھا، اور وہ یقیناً ان کے ہاتھوں گرفتار ہو جاتا۔

جولیا نے ایک سوال اور کر ڈالا۔

"لیکن آپ نے اسے نکل جانے کا موقع کیوں دیا؟ یوں تو اپنے فرض سے غفلت کی۔

جٹینانی نے کہا،

"ہاں ــــ لیکن شہزادی کے لئے میرے دل سے آواز آئی کہ شہزادی کا انتخاب قابلِ رشک ہے، مجھے شہزادی کے دل کو صدمہ نہ پہنچانا چاہیئے، میں انہیں نہیں حاصل کر سکتا، لیکن ان کی خدمت تو کر سکتا ہوں۔"

گفتگو کا یہ آخری جملہ ختم کر کے وہ دفعتہً اٹھا اور باہر چلا گیا۔

پھر ذرا دیر خاموش رہ کر ملامت آمیز نظروں سے جولیا کو تکتی ہوئی وہ بولی۔
"بڑی وہ ہو تم بھی، خود تو وہم کا اظہار کر کے الگ ہو جاتی ہو اور دوسروں کو مستقل پریشانی میں مبتلا کر دیتی ہو!"

جولیا نے محبت بھری نظروں سے اسے دیکھا اور کہنے لگی۔
"بس اتنے ہی میں پریشان ہو گئیں؟ میں تو مذاق کر رہی تھی، جیٹھانی بڑے جگر کا آدمی ہے، وہ ہرگز نہ تمہیں دھوکا دے سکتا ہے۔ نہ جمال پاشا کو!"

کچھ سوچتی ہوئی صوفیہ بولی،
"یہی تو میں کہتی ہوں، تم خواہ مخواہ کے شاخسانے نکالنے لگیں بیٹھ کر!"
"میری باتوں کی کیا فکر کرتی ہو، معلوم ہی ہے اگر بک بک نہ کر دوں تو کھانا ہضم نہ ہو۔"

"لیکن بتاؤ تو سہی، اگر واقعی جیٹھانی کی نیت بدل گئی تو کیا ہوگا؟"
(ہنستے ہوئے) "پھر تو مزا آ جائے گا، شہزادی صوفیہ کی بڑی دھوم دھام کے ساتھ شادی ہو جائے گی۔ اس کے ساتھ اور جمال پاشا اس غم میں زہر کھا لیں گے!"

صوفیہ نے کوئی جواب نہیں دیا، لیکن اس کی آنکھیں آب گوں ہو گئیں، جولیا اس سے لپٹ گئی اور اس کے گلے میں باہیں ڈال کر بولی۔
"بہت کمزور دل ہو صوفیہ ——— ایسی ان ہونی بات سوچنے سے حاصل کیا؟ مذاق کو بھی سچ سمجھ لیتی ہو، اور اس پر سنجیدگی سے غور کرنے لگتی ہو! بچوں کا سا مزاج کیوں پایا ہے تم نے؟"

صوفیہ نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ ایسا معلوم ہوا جیسے محل میں ہلچل مچ گئی ہے، شور و غل اور ہنگامہ کی سی کیفیت، بھاگنے، دوڑنے کی آوازیں
صوفیہ نے پریشان ہو کر جولیا کی طرف دیکھا اور کہا۔
"ذرا دیکھنا تو سہی یہ کیا ہو رہا ہے؟"

مجھے تو اڑتی سی خبر یہ ملی ہے، کہ شہنشاہ اور ملکہ نے فیصلہ کر لیا تھا کہ تمہیں جٹینانی سے بیاہ دیں گے، اس لئے قصرِ شاہی میں حاضر ہونے اور تمہارے شبستانِ عیش میں حسبِ مرضی حاضر ہونے کی اسے اجازت تھی، لیکن بھائی وہی مثل ہوئی جسے اللہ رکھے اسے کون چکھے۔؟ سچ کہتی ہوں ——— رسید بود بلائے دلے بخیر گذشت؛ البتہ ایک اندیشہ میرے دل میں دھڑکن پیدا کر رہا ہے خدا کرے وہ بے بنیاد ہو!"

صوفیہ نے غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"بے بنیاد ہی ہوگا، لیکن کہو تو سہی، کیا ہے وہ اندیشہ؟"

"یہ کہ کہیں حضرت جٹینانی پھر نہ پھسل جائیں، اس وقت تو بڑے جذبۂ خلوص اور جوشِ صداقت کے ساتھ جمال پاشا کے حق میں تم سے دستبردار ہو گئے ہیں، لیکن اگر نیت بدل گئی تو کیا ہوگا؟"

صوفیہ نے بے پروائی اور تنجر کے ساتھ کہا۔

"کچھ نہیں ہوگا ——— لیکن وہ ایسا آدمی نہیں معلوم ہوتا!"

"اچھا یہ بھی اندازہ کر لیا آپ نے؟ وہ کس طرح؟"

"وہ جمال پاشا کا سچّا دوست ہے!"

"ہاں کہتا تو یہی ہے!"

"اور کر کے نہیں دکھا چکا ہے، کیا وہ واقعہ بھول گئیں، جب اس کا اور جمال پاشا کا میدانِ جنگ میں آمنا سامنا ہوا ہے تو اس نے تلوار میان میں کر لی اور بڑی دیر تک دونوں میں دوستانہ باتیں ہوتی رہیں اور دونوں طرف کے سپاہی حیرت سے یہ تماشہ دیکھتے رہے، سلطان پر تو نہیں معلوم کیا ردِ عمل ہوا لیکن ہمارے شہنشاہ تو کافی خفا ہو گئے تھے جٹینانی سے ——— اگر وہ منافق ہوتا تو نہ میرے سامنے اتنی صفائی سے اپنے خیالات ظاہر کرتا، نہ جمال پاشا سے یوں دوستی کی پینگ بڑھاتا،

...ی پھر گویا ہوئی،
"لیکن کوئی غریب باندی آگئی شہزادۂ والاتبار کی زد میں تو کیا ہوگا؟"
جولیا نے اطمینان دلایا۔
"کچھ نہیں ہوگا ــــ محل کے داروغہ نے سپاہیوں کو حکم دیا ہے کہ
شہزادۂ عالی تبار کو پورے ادب واحترام کے ساتھ ذرا بھی تکلیف پہنچائے بغیر
گرفتار کریں اور آرام سے لے جاکر ان کے راحت کدے میں لٹا دیں ــــ اب
...ں غل کی آواز آرہی ہے، شہزادۂ والاتبار دست بدستے دگرے، پابد ستے
...رے پہنچا دیے گئے ہیں، اپنے راحت کدے میں،

جولیا اُٹھ کر دروازہ تک گئی اور وہیں جا کر کھڑی ہو گئی، پھر ہنستی ہوئی آئی اور کہنے لگی،

" چلو تم بھی دیکھ لو چل کر —— بڑا دلچسپ تماشہ ہو رہا ہے!"

صوفیہ نے جانے سے انکار کر دیا،

" میں نہیں جاتی، بس بتا دو سن لوں گی!"

جولیا نے ہنستے ہوئے کہا،

" شہزادہ دالاتبار، جمال پاشا کو قتل کرنے کے لئے نکلے ہیں، ہوا میں تلوار چلا رہے ہیں، ہر ضرب پر نعرہ لگاتے ہیں، وہ مارا مردود کو، بڑا بہادر بنا پھرتا تھا، اور اس کے بعد ٹھوکر کھا کر گر پڑتے ہیں اور چیخنے لگتے ہیں، دوڑو دوڑو، بچاؤ، مجھے بچاؤ، وہ پھر مجھ پر تلوار لے کر حملہ کرنے آ رہا ہے۔ پھر آنکھیں بند کر لیتے ہیں، اور زور زور سے سانس لینے لگتے ہیں، لوگ سمجھاتے ہیں کہ جمال یہاں کہاں، وہ تو عسکر سلطانی میں پہنچ گیا۔ وہ یہاں کسی طرح نہیں آسکتا، لیکن انہیں یقین نہیں آتا، کبھی کسی کنیز کی طرف اشارہ کر کے سہمے ہوئے انداز میں کہتے ہیں۔

" یہ ہے تو —— یہی ہے!"

اور کبھی کسی دوسری کنیز پر نگاہ انتخاب پڑتی ہے اور چیخنے لگتے ہیں،

" اس کے ہاتھ سے تلوار چھین لو، اس کی گردن قلم کر دو، اسے مار ڈالو،"

اور پھر تلوار سنبھال کر کسی تیسری کنیز کی طرف لپکتے ہیں اور نعرہ لگاتے ہیں،

" جٹینا تی کو بھی مار ڈالو، یہ دشمن ہے، غدار ہے، جمال کا دوست ہے سلطان سے درپردہ ملا ہوا ہے!"

محل کی کنیزیں اور باندیاں سہمی سہمی ادھر ادھر بھاگ رہی ہیں اور دم بخود بنے ڈر رہے ہیں سب کو،

صوفیہ دلچسپی کے ساتھ جولیا کے منہ سے یہ داستان حیرت بیان سنتی

کونسل منعقد ہوئی، جس میں گرانڈ ڈیوک نٹوراس، پوپ کے نمائندہ خاص کارڈنیل ایڈرڈ
جبنانی، ملکہ معظمہ اور شہنشاہ معظم بنفس نفیس شریک تھے۔

کونسل کا افتتاح کرتے ہوئے، شہنشاہ نے حاضرین سے فرمایا،

"اس وقت جو مسئلہ حد درجہ نازک اور پیچیدہ بنا ہوا ہے، وہ رسد کا انتظام ہے
۔۔۔ رسد کسی طرح بھی نہیں پہنچ سکتی اور جو سامانِ غذا پہلے سے ذخیرہ کیا گیا تھا
۔۔۔ ختم ہونے کے قریب ہے، اگر پندرہ بیس روز تک یہی کیفیت قائم رہی، تو شہر
۔۔۔ اور بھوکوں مرنے لگیں گے، ان کا اتحاد ختم ہو جائے گا، ان میں بے اطمینانی پیدا ہو
۔۔۔ اور پھر بغیر جیتے ہوئے ہی دشمن جیت جائے گا!"

۔۔۔ مدبر اعظم نے شہنشاہ کی تائید کرتے ہوئے ایک اور انکشاف کیا، اس نے کہا،

"خوراک اور اجناس کا ذخیرہ تو ختم ہی ہے لیکن حسبِ ضرورت سامان جنگ بھی
۔۔۔ ہے۔"

کارڈنیل ایڈرڈ نے عالم مراقبہ سے سر اٹھایا اور فرمایا۔

"پھر کیا ہونا چاہیئے؟ ۔۔۔ اس دشواری کا حل کیا ہے؟"

گرانڈ ڈیوک نٹوراس نے فرمایا،

"صرف ایک ہی صورت ہے یہ کہ باہر سے رسد پہنچے!"

شہنشاہ نے اعتراض کیا،

"لیکن باہر سے رسد کس طرح پہنچ سکتی تھی؟ دشمنوں نے ہر طرف سے ناکہ بندی
۔۔۔ کر رکھی ہے، بظاہر کوئی امکان نہیں نظر آتا کہ باہر سے مدد پہنچ
۔۔۔"

جبنانی اب تک خاموش بیٹھا تھا، اور سب کی نظریں اس پر جمی ہوئی
۔۔۔ اس نے کہا،

"خشکی کے راستہ سے تو واقعی رسد نہیں پہنچ سکتی، لیکن بحری راستہ سے
۔۔۔ سکتی ہے!"

اندرونِ خانہ

ادرنہ اور قسطنطنیہ کی فوجوں میں اب زیادہ شدت اور پابندی کے ساتھ جھڑپیں ہونے لگی تھیں، محاصرہ روز بروز تنگ ہوتا جا رہا تھا، جسٹینانی کی فرزانگی نے اب تک اہل شہر کو بے حوصلہ نہیں ہونے دیا تھا، لیکن اندرونی حالات اتنے نازک ہو چکے تھے، کہ اگر اہلِ شہر کو ان کا علم ہو جاتا، تو یقیناً بہت زیادہ افراتفری اور بے اطمینانی پھیل جاتی،

سلطان محمد کی فوجوں نے محاصرہ اتنا تنگ کر لیا تھا کہ اب باہر سے رسد کا پہنچنا قسطنطنیہ میں ناممکن ہو گیا تھا۔ خشکی کے راستے سے جو حملے ہو رہے تھے۔ ان میں سے کوئی حملہ بھی اب تک ایسا نہیں ہوا تھا، جسے فیصلہ کن قرار دیا جا سکتا تقریباً برابر کی چوٹ چل رہی تھی، اس لئے کہ محاصرین لاکھ بہادر اور باہمت ہوں، وہ ان ضخیم اور جسیم دیواروں کو توڑنے میں اب تک کامیاب نہیں ہو سکے تھے۔ جو گزشتہ ہزار سال سے ہر یلغار اور ہر یورش کے مقابلے میں قسطنطنیہ کی حفاظت کرتی چلی آئی تھیں، توڑنا کیا معنی اب تک ان دیواروں میں رخنہ بھی پیدا نہ کر سکے تھے، لیکن بایں ہمہ، رسد کے نہ پہنچ سکنے سے زیادہ سے زیادہ ابتر ہوتے جا رہے تھے۔

ایک روز اسی مسئلہ پر غور کرنے کے لئے بادشاہ کے خاص کمرہ میں

...نا ضروری ہے، کوئی اور وفادار اور کارگزار شخص بھیجا جائے، جس قدر جلد وہ
...اسی تیزی اور سرعت سے رسد یہاں پہنچ جائے گی!
...ڈیرک نٹوراس نے نہایت پرشکوہ اور شاندار الفاظ میں جیٹنانی کا
...کیا اور پھر اعلان کیا۔
...میں اپنے بیٹے کو اس کام پہ مامور کرتا ہوں، وہ دشمن کی نگاہ سے بچ کر
...طرح بھی ممکن ہو گا، جنوا جائے گا، اور آپ کا پیام پہنچا دے

جیٹنانی نے اطمینان کا سانس لیا اور کہا،
...پھر اطمینان رکھیے، جنوا سے رسد وقت سے پہلے اگر خداوند یسوع مسیح
...منظور ہوا آ جائے گی اور پھر ہم دشمن کے حملوں کا منہ توڑ جواب دے
...دیں گے!"

شہنشاہ نے محبت بھری نظروں سے جیٹنانی کی طرف دیکھا اور فرمایا۔
...منہ توڑ جواب تم نے کچھ کم دیئے ہیں، سلطان محمد جب تک زندہ ہے،
...تمہارے اعصاب آسا حملوں کو نہیں بھول سکے گا، یوں کہو، جنوا سے رسد
...آنے کے بعد تم فیصلہ کن حملہ کر دو گے، اور سلطان کی قوت پارہ پارہ کر کے رکھ
...دو گے، وہ جو خواب دیکھ رہا ہے، اسے خوب پریشان ثابت کر دو گے، قسطنطنیہ
...کی حدود تک وسیع ہو جائے گی اور اس ساری مملکت کے اصل سربراہ، قائد
...اور ہیرو تم اور صرف تم ہو گے؟"
...درباریوں نے یہ الفاظ سن کر جوش سے قابو ہو کر تالیاں بجائیں۔ شہنشاہ نے
...پر ہاتھ جاری رکھتے ہوئے فرمایا۔
"...قسطنطنیہ کے محسن ہو، تم قسطنطنیہ کے محافظ ہو، تم نے یونانیوں کی لاج رکھ
...عیسائیت کا پرچم بلند کیا۔ تم نے دنیائے عیسائیت کی وہ گراں بہا اور
...ناقابلِ فراموش خدمت انجام دی ہے، جو تاریخ میں آب زر سے

وزیراعظم نے کچھ سوچتے ہوئے فکرمند لہجہ میں کہا،

"آ تو سکتی ہے، لیکن ایک تو سلطان محمد اس راستہ سے بھی رسد کے راستے میں پوری پوری مزاحمت کرے گا، دوسرے وہ کون ملک ہے، جو بحری راستے سے رسد پہنچانے کے لئے تیار ہو جائے گا؟ جبکہ صورت حال یہ ہے کہ مقدس پوپ کے فرمان کے باوجود، مغربی یورپ کے ممالک سے اب تک جب دکھاوا مدد بھی مل سکی ہے، نہ اب ملنے کی امید ہے، کیونکہ دشمن کی فوجیں محاصرہ کئے پڑی ہیں۔ ایمان کی بات یہ ہے کہ اگر جنوا نے ہماری بروقت اور خاطر خواہ مدد نہ کی ہوتی تو شاید محاصرہ کی سختیوں اور دشواریوں کو بھی ہم اب تک نہ جھیل سکتے!"

جسٹینانی نے اطمینان اور اعتماد کے ساتھ کہا،

"جنوا بحری راستہ سے ضرور رسد پہنچا سکتا ہے اور میں یقین دلاتا ہوں کہ اس فرض کے ادا کرنے میں نہ کسی خطرہ کو خاطر میں لائے گا۔ نہ کسی رکاوٹ کو"

یہ الفاظ سن کر سب کے سوکھے ہوئے چہرے پھول کی طرح کھل اٹھے، اور ان کی آنکھوں میں امید کی روشنی چمکنے لگی، شہنشاہ نے ممنون نگاہوں سے جسٹینانی کو دیکھا اور سوال کیا،

"لیکن جنوا سے جب تک مدد آئے گی۔ اس وقت تک یہاں حال کیا ہو گا؟"

جسٹینانی نے پُراعتماد لہجہ میں جواب دیا۔

"شہنشاہ معظم آپ فکرمند کیوں ہوتے ہیں؟ ابھی آپ نے فرمایا تھا کہ پندرہ بیس دن کی رسد موجود ہے، یہ مدت بہت کافی ہے، جنوا کے پاس مضبوط تیز رفتار اور بلند و بالا جہازوں کا بیڑا موجود ہے۔ میرا خیال ہے زیادہ سے زیادہ بارہ دن میں ہمیں مطلوبہ رسد مل جائے گی، سوال جو کچھ ہے وہ یہ کہ میرا پیغام لے کر جنوا جائے گا کون؟ میں خود چلا جاتا۔ لیکن یک بیک محاصرین نے مسلسل اور تابڑ توڑ جھڑپوں کا جو سلسلہ شروع کر رکھا ہے، اس کے پیش نظر میرا

خط

...ڈیوک نٹوراس نے اپنا وعدہ پورا کیا، اور دوسرے ہی دن اپنے لڑکے
...کر دیا، جسٹینانی نے جو خط جنوا کے سربراہِ مملکت کے نام لکھا تھا وہ بڑا
...خطیبانہ تھا، اس نے کہا تھا۔ اس نازک وقت پر اگر ہم نے اپنا فرض ادا
...کوتاہی کی تو آنے والی نسلیں، اپنے اسلاف پر فخر کی بجائے شرم کریں
...پوری جمعیت اور پوری طاقت، کے ساتھ محاصرہ کئے ہوئے ہے، میں
...جس طرح ہو سکا ہے اہلِ شہر کے حوصلہ، استقامت اور عزم کو قائم رکھا ہے۔
...بھوکوں کو کھانا نہیں کھلا سکتا، ہاں خود اُن کے ساتھ فاقے کر سکتا ہوں، میں
...نہیں پہنا سکتا، ہاں خود پھٹے پرانے کپڑے پہن سکتا ہوں، لیکن میری یہ
...کے کیا کام آئے گی؟ اس طرح نہ ان کا تن ڈھک سکتا ہے نہ پیٹ بھر سکتا
...اس جنگ کا انحصار اب تمام تر باشندگانِ شہر کے عزم و حوصلہ ہی پر
...جنوا کے سوا کسی یورپین ملک نے کوئی قابلِ ذکر امداد شہنشاہِ قسطنطین
...اب یہ کام جنوا کے فیاض، ہمدرد، دیندار اور جوشِ ملی کے پیکرِ مجسم،
...کردہ اہلِ شہر کے حوصلہ کو ٹوٹنے نہ دے، ایک مرتبہ یہ حوصلہ ٹوٹ گیا
...کوئی طاقت قسطنطنیہ کو مفتوح ہونے سے نہیں بچا سکے گی! اور یہ تاریخ کا
...ہوگا، خشکی کے تمام راستے محاصرین نے بند کر دیئے ہیں، صرف بحری راستہ

لکھی جائے گی، بڑے سے بڑا انعام بھی تمہارے لئے ہیچ ہے، ہم اگر یہ کہیں
کہ انعام میں اپنی قیمتی سے قیمتی چیز تمہیں بخش دیں گے، تو بھی تمہاری بے لوث
خدمات کا یہ پورا معاوضہ نہیں ہوگا!" —— لیکن انسان وہی کچھ کرسکتا ہے جو
اس کے بس میں ہوتا ہے، ہم بھی وہی کچھ تمہیں عطا کر سکتے ہیں، جو ہمارے امکان میں
ہے، اگو وہ تمہارے لئے کچھ حیثیت نہ رکھے، لیکن ہمارے لئے سب کچھ ہے، بہت
کچھ ہے!"

...میں بیٹھیں گے اور باتیں کریں گے!"

...ریٹ یہ باتیں سن کر خوشی سے بے قابو ہو گئی، آنسو خشک ہو گئے۔ کملایا
...ھر تر و تازہ ہو گیا! جسٹینانی اس کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر ٹہلتا ہوا، صحنِ چمن میں
...رٹ میں بیٹھ گیا، اس نے پوچھا۔
...تم اس قدر مضمحل اور افسردہ کیوں نظر آ رہی ہو؟
...ریٹ کی آنکھوں میں پھر آنسو جھلکنے لگے۔

...ب کو کیا؟"

...پھر وہ رونے لگی،
جسٹینانی کی آنکھوں سے رحم کے جذبات جھلکنے لگے، اس نے اپنایت اور التفات
...اس کے شانے پر ہاتھ رکھا اور بولا۔
...بات ہے مارگریٹ؟ کچھ کہو تو، بتاؤ تو ــــ تمہارے آنسو دیکھ کر
...ا ہے، اگر مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو گئی ہے، جو ناگوار گزری ہو تو
...معذرت کرنے کو تیار ہوں ــــ لیکن تمہارے یہ آنسو نہیں دیکھے جاتے،
...بولو"

...مارگریٹ نے آنسو پونچھ لئے،

کھلا ہے اور خوش قسمتی سے دشمن کی بحری طاقت بے حد کمزور ہے۔ اس کے پاس ایک بیڑا بھی نہیں، صرف ڈیڑھ سو کے قریب کشتیاں ہیں، یہ پودے نے ہمارے نیل ہیکر اور کوہ آسا جہازوں کو نہیں روک سکتے، بڑی آسانی سے جنوا کے جہاز سمندر سے گزر کر ساحلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں!"

آخر میں جٹینانی نے لکھا تھا،

یہ جنگ حقیقی معنوں میں مذہبی جنگ ہے، اکثر یورپ کے حکمران اپنی متحدہ کوششوں میں اتنی بار ترکوں سے شکست کھا چکے ہیں کہ اب ان میں ہمت نہیں کہ وہ ترکوں سے مقابلہ کرنے کی جرأت کریں، یہی وجہ ہے کہ کسی ملک نے بھی قابل ذکر امداد اس سلسلہ میں نہیں کی ہے۔

لیکن شاہان یورپ کی روش کچھ بھی ہو، میں تو کفن سر سے لپیٹ کر میدان جنگ کو دوڑ چکا ہوں، قسطنطنیہ کی یہ جنگ یا تو میں جیتوں گا، یا اسی سرزمین میں دو گز زمین میری لاش کو پناہ دے گی۔

جٹینانی نے یہ خط گرانڈ ڈیوک نوٹراس کے لڑکے کو حوالہ کرنے سے پہلے اسے سنا دیا، ڈیوک اس خط سے بہت متاثر ہوا، اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اس نے جٹینانی کو سینہ سے لگاتے ہوئے کہا،

"کاش اس طرح کے سپوت دنیائے عیسائیت چند اور پیدا کر سکتی پھر تو ہم مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے حرفِ غلط کی طرح مٹا سکتے تھے!"

جٹینانی خط دے کر واپس جا رہا تھا کہ دروازے پر اسے مارگریٹ مل گئی، اس کا چہرہ اترا ہوا تھا، معلوم ہوتا تھا بہت دیر تک روتی رہی ہے، اس نے کہا،

"آپ واپس جا رہے ہیں مجھ سے بغیر ملے ہوئے، —

اور پھر اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی، گلا رندھ گیا،

جٹینانی جاتے جاتے رُک گیا، اس نے بات بنائی،

"نہیں مارگریٹ تم سے ملے بغیر میں کس طرح جا سکتا تھا؟ —— آؤ ہو سکے

...آپ کے لئے جمع ہو گئی ہیں میرے غمخانۂ قلب میں!"

جشنانی کے لبوں پر پھیکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی، پھر اس نے کہا،

"مارگریٹ تم غلط فہمی میں مبتلا ہو، یہ ساری باتیں جو تم نے کہیں، طنز سے بھر پور ... لیکن میں اس لئے بُرا نہیں مانتا کہ حقیقت سے انہیں دور کا واسطہ بھی نہیں ہے!"

مارگریٹ کا کچھ حوصلہ بڑھا، دل نے کچھ اطمینان سا محسوس کیا، کہنے لگی،

"تو کیا میں جھوٹ بول رہی ہوں؟"

جشنانی نے کہا،

"نہیں سچ بول رہی ہو، —— بے شک جو لیا میرا پُر تپاک استقبال کرتی ہے شہزادی صوفیہ بھی اخلاق و تپاک سے پیش آتی ہیں، اور در خال والی بات ... ہے، میں اس سے نفرت کرتا ہوں، نہ میں اس کا رقیب ہوں نہ یہ ننگ گوارا کر سکتا ہوں، ہاں یہ صحیح ہے کہ شہنشاہ معظم نے اپنی سب سے قیمتی پونجی، اور وہ ... صوفیہ ہی ہو سکتی ہے، مجھے عطا کرنے پر آمادگی ظاہر فرمائی ہے، —— لیکن میرا جہاں تک تعلق ہے، یہ پیش کش قبول کرنے کی نہ میں اہلیت رکھتا ہوں، ... ت!"

مارگریٹ کی جن آنکھوں میں آنسو کے موتی جگمگا رہے تھے ان میں خوشی ... تھی، اس نے جوش مسرت سے بے خود ہو کر پوچھا،

"کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں؟ کس طرح یقین کر لوں کہ کوئی شخص صوفیہ کو ... کرنے سے انکار کر سکتا ہے؟"

جشنانی نے سنجیدگی اور متانت کے ساتھ کہا،

"واقعی صوفیہ ایسا گوہر یک دانہ ہے کہ جس گھر میں جائے گی وہ جگمگا اُٹھے ... دل کی وہ مکین بنے گی، وہ دنیا کا سب سے زیادہ خوش نصیب دل ... وہ کونسی خوبی ہے جو اس میں نہیں، قدرت نے اپنی تمام صناعیاں ... میں جمع کر دی ہیں، حسن و جمال، رعنائی و زیبائی، خوبی و خوب روئی

مارگریٹ

مارگریٹ نے آنسو پونچھ لئے اور خاموش بیٹھ گئی، جٹینانی نے نظر ترحم سے اسے دیکھا اور پوچھا۔

"آج تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ یہ طوفان اشک کیوں امنڈا آرہا ہے؟"

وہ گلو گرفتہ آواز میں بولی،

"آپ کسی کا حال کیا جانیں؟ —— تم کو آشفتہ نصیبوں کی خبر سے کیا! لیکن میرے آنسوؤں کو چھوڑیئے، آپ کو مبارک باد دینا تو میں بھول ہی گئی۔"

جٹینانی نے متحیر ہو کر دریافت کیا،

"کس بات کی مبارک باد دینا چاہتی تھیں تم؟"

وہ کہنے لگی،

"کئی باتوں کی —— آپ نے سارے شہر کو اپنا مداح اور ثناخواں بنا لیا ہے اس کی، کارڈینل ایڈورڈ آپ کے گن گاتے ہیں اس کی، شہزادہ اودورخال کے آپ رقیب بنے ہوئے ہیں اس کی، شہزادی جولیا سے آپ کا ربط ضبط بڑھ رہا ہے اس کی شہزادی صوفیہ کی بارگاہ ناز میں آپ کو اذن عام حاصل ہے اس کی، اور شہنشاہ معظم قسطنطین آپ سے اتنے خوش ہیں —— اتنے خوش ہیں کہ سب سے قیمتی گراں بہا متاع نذر کرنے کو تیار ہیں اس کی، دیکھئے کتنی ساری

جیانی جیسے شخص سے محروم ہو جانا کیا دنیا کی سب سے بڑی بدبختی نہیں

نہیں مارگریٹ یوں نہ کہو، واقعہ یہ ہے کہ صوفیہ جیسی عورت سے محروم ہو جانا
سب سے بڑا المیہ ہے، لیکن قسمت کے آگے زور کس کا چلتا ہے؟"
تو کیا آپ اب بھی صوفیہ سے محبت کئے جا رہے ہیں؟"
"وہ تو زندگی بھر کرتا رہوں گا!"
ایسی یک طرفہ محبت سے کیا حاصل ہوگا آپ کو!"
کچھ نہیں، ــــ اور یہی سب کچھ ہے!"
اب تو آپ فلسفہ طرازی کرنے لگے اور مجھے فلسفہ سے ہے چڑ!"
مسکرا کر اچھا تو خاموش ہوا جاتا ہوں، چلو قصّہ ختم ہوا۔
لیکن سوال یہ ہے کہ زندگی کا یہ خلا کس طرح پورا کریں گے آپ؟"
کیا ضرورت ہے اسے پورا کرنے کی ــــ نہ سہی!"
تو کیا ساری زندگی یوں ہی بسر کر دیں گے کسی کی یاد میں؟"
بے شک زندگی کسی کی یاد میں بسر کرنی ہے اور کر دوں گا، لیکن راہب بننے کا
نہیں ہے!"
یعنی آپ شادی بھی کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں؟"
یقیناً ــــ جلد از جلد اس فریضہ سے سبک دوش ہو جانا چاہتا ہوں،
سے انکار کئے بغیر شہنشاہ سمجھ لیں کہ ان کی عزیز ترین متاع کا میں متمنی
ہوں، جو انعام وہ مجھے مرحمت فرمانا چاہتے تھے، میں کسی طرح بھی اس کا
نہیں قرار دیا جا سکتا!"
اس طرح تو وہ آپ سے خفا ہو جائیں گے ــــ اور یہ بُرا ہوگا؟"
میں جو کام کرتا ہوں، وہ اپنے ضمیر کی رہنمائی میں کرتا ہوں، کبھی آج تک
سوچا کہ دوسرے اس کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں؟ خوش ہوتے ہیں،

ہر چیز میں وہ بے مثال اور یکتا ہے، اگر وہ میری بن سکتی تو میں وفورِ مسرت سے دیوانہ ہو جاتا۔ لیکن مارگریٹ وہ میری نہیں بن سکتی، وہ کسی اور کی ہے۔"

مارگریٹ نے حیرت کے ساتھ سوال کیا،

"ارے یہ راز بھی آپ جانتے ہیں؟"

جسٹینانی نے جواب دیا،

"ہاں میں سب کچھ جانتا ہوں ـــــ مارگریٹ وہ کسی اور کی ہے وہ میری نہیں بن سکتی، شہنشاہ اس کا ہاتھ میرے ہاتھ میں دے سکتے ہیں، لیکن اس کے دل پر ان کا بس نہیں چل سکتا۔ اس کے دل میں کوئی اور بس رہا ہے، اور میں نہیں چاہتا کہ ایسا سودا کروں، جو جبر و جور پر مبنی ہو، صوفیہ بظاہر میری بن جائے اور حقیقۃً زندگی بھر روتی رہے، آنسو بہاتی رہے، وہ میری بیوی ہو اور چاہے کسی اور کو میرے دل میں اس کے لئے اتنی گنجائش ہے کہ ناخوش اور مغموم دیکھنا گوارا نہیں کر سکتا، میں ہرگز اس کے راستہ کا پتھر نہیں بننا چاہتا، میری دعا ہے کہ اس کی مرادیں پوری ہوں، میں اس کی حسرتوں اور آرزوؤں پر ڈاکہ نہیں ڈالنا چاہتا!"

مارگریٹ پیکرِ حیرت بنی یہ باتیں سن رہی تھی، جسٹینانی نے آخر میں کہا،

"تمہاری غلط فہمی اب بھی رفع ہوئی یا نہیں؟ یا اب بھی طعنہ دیتی رہو گی؟"

مارگریٹ شرمندہ ہو گئی اس نے جواب دیا۔

میں تو واقعی کسی اور ہی خیال میں تھی، ـــــ لیکن یہ تو آپ نے اچھا ہی کیا کہ صوفیہ کے خیال سے دستبردار ہو گئے، شادی وہی کامیاب ہوتی ہے جو محبت پر مبنی ہو، جہاں محبت نہ ہو، وہاں زندگی کے نباہ کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔"

"ہاں تمہاری اس نصیحت پر میں نے عمل کیا ہے!"

"بہت اچھا کیا ہے، صوفیہ کے خیال سے دستبردار ہو کر آپ نقصان میں نہیں رہے، خود اس کے گھاٹا اٹھایا۔

"یہ کیسے مارگریٹ!"

...یکیوں؟ — اتنی جلدی کیوں پسپائی اختیار کر لی آپ نے؟"

...اس لئے کہ اگر تم محبت کرتی ہو تو مجھ سے بھی محبت چاہو گی اور یہ مطالبہ ...ب ہو گا اور چونکہ میں اس مطالبہ کو پورا نہیں کر سکتا، اس لئے عافیت ...ہے کہ پسپائی اختیار کر لوں!"

...آپ ایثار کر سکتے ہیں، تو میں کیوں نہیں کر سکتی؟" ——— اور ...کے مقابلہ میں تو میرا ایثار پھر بھی کم درجہ کا ہوگا —— !

...ایثار کی بات کچھ سمجھ میں نہیں آئی، اگر سمجھا سکو تو ——"

...آپ ہونے سے محبت کرتے ہیں، وہ آپ سے محبت نہیں کرتی، کسی اور سے ...ہے، صوفیہ آپ کو مل سکتی ہے، لیکن آپ اس کا دل نہیں توڑنا چاہتے ...عادت بردار ہو جاتے ہیں اس سے

...بہو ٹھیک ہے، لیکن

...ئے تو یہی ! ——— میں آپ سے محبت کرتی ہوں، آپ مجھ سے محبت ...نے لیکن آپ مجھے نہیں مل سکتے تھے، لیکن حالات ایسے ہیں کہ آپ ...سکتے ہیں۔ آپ اگر میرے بن سکتے ہیں تو اس مطالبہ سے روگردانی ...ت عقلی کو کیوں نہ قبول کر لوں؟ بھلے سے آپ مجھ سے محبت نہ کریں۔ ...تو آپ کے پاس رہ کر تشنہ نہیں رہے گی؟ اسے تو آسودگی مل جائے ...کی محبت زبانی، میں آپ کو پا لوں، یہ کوئی معمولی بات تو نہیں ہے، ...نازک سے بہت کچھ سمجھ سکتی ہوں، صرف اسی چیز پر زندگی قربان ...یں۔

———

...انتہائی انہماک اور توجہ سے مارگریٹ کی باتیں سنتا رہا، پھر بولا۔

...عجیب ہو تم بھی ——— واقعی تمہاری اس منطق کا میرے پاس جواب نہیں ہے!"

...باتیں ہو رہی تھیں کہ مارگریٹ کی ماں میری آ گئی، اسے دیکھ کر دونوں ...گئے، دل ہی دل میں میری بھی یہ تمنا لئے ہوئے تھی کہ مارگریٹ اور

یا خفا ہوتے ہیں، میں شہنشاہ کی خدمت کرنے آیا ہوں، وہ خدمت انجام دے کر رخصت ہو جاؤں گا، مجھے نہ وزارت چاہیئے نہ منصب، خفا ہو کر وہ میرا کیا لے لیں گے؟"

"آپ تو بڑے عجیب آدمی ہیں؟"

"ہاں مارگریٹ! بعض وقت میں بھی سوچنے لگتا ہوں کہ کچھ عجیب سا آدمی ہوں"

"لیکن شادی کس سے کریں گے؟ کسی سے وطن میں طے ہو چکی ہوگی؟"

"نہیں ایسا تو نہیں ہے!"

"پھر کیا ہوگا؟"

"اگر میری ہی طرح کی کوئی عجیب لڑکی مل گئی تو نبھ جائے گی اس سے، ایسی لڑکی جسے نہ میری محبت کی پروا ہو، نہ جو مجھ سے دعوائے الفت کی طلب گار ہو۔ کیا تم یہ ایثار کر سکتی ہو؟ ــــ مارگریٹ کو خاموش دیکھ کر) شاید نہیں اچھا جانے دو، کوئی بات نہیں!"

"اتنی جلدی میرے بارے میں فیصلہ کس طرح کر لیا آپ نے؟"

"میں تمہیں مجبور نہیں کر سکتا کسی لڑکی سے یہ کہنا کہ میں تم سے محبت نہیں کرتا، نہ کر سکوں گا، نہ کروں گا، پھر بھی تم مجھ سے شادی کر لو، بڑی مہمل سی بات ہے، لیکن یہ مہمل سی بات تم سے بے تکلفی کے ساتھ میں نے اس لئے کہہ دی کہ جب سے میں یہاں آیا ہوں تم مجھ پر لطف و کرم کی مسلسل بارش کر رہی ہو، اس سے میں نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ ہم ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے کے باوجود اگر ایک دوسرے کے رفیق زندگی بن جائیں، تو ہماری یہ بے تکلف دوستی یقیناً بڑی آسانی سے نبھ جائے گی!"

"لیکن میں تو محبت کرتی ہوں آپ سے!"

"ہاں مجھے اس کا شبہ تھا، اب تم نے کہا تو یقین کر لینا پڑا، بہر حال اگر ایسی بات ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں!"

دوران راستہ میں میری نے شکایت کی۔
"بیٹے اب تم نے آنا جانا بہت کم کر دیا ہے، میں تو سمجھ رہی تھی خفا ہو گئے
ہو ہم سے؟"
اس خیالِ خام کی تردید کرتے ہوئے اس نے کہا،
"کم آنا تو اس لئے تھا کہ آج کل مصروف بہت زیادہ ہوں، رہی خفگی، تو اگر
چھوٹے بڑوں سے خفا ہو سکتے ہیں تو بے شک میں خفا تھا!"
میری کو ہنسی آگئی،
"کیسی باتیں بنانا جانتا ہے یہ لڑکا ——!"
جٹینانی نے مصنوعی سنجیدگی کے ساتھ کہا،
"بلکہ اگر سچ پوچھئے تو میرے کم آنے کی وجہ یہ ہے کہ مجھے باور کرا دیا گیا تھا۔
آپ مجھ سے بیحد برہم ہیں اور میرا زیادہ آنا جانا پسند نہیں کرتیں!"
میری چلتے چلتے رک گئی، اس نے پلٹ کر جٹینانی کو گھورا اور بڑے تند
لہجہ میں کہا
"کس نے باور کرایا تھا؟ کس نے یہ غلط بات کہی تھی تم سے؟"
"تفصیل میں جانے سے کیا فائدہ؟ بہر حال مجھے یقین ہو گیا ہے، کہ وہ اطلاع
غلط تھی، اور اب اس طرح کی باتوں پر میں کبھی اعتبار نہیں کروں گا!"
"بیٹے یہ تو تمہاری سعادت مندی ہے، لیکن وہ تھا کون کہنے والا؟ اس
کا نام تو بتاؤ —— کیا مارگریٹ نے کہا تھا؟"
"میں نے عرض تو کیا، میں نام لے کر بات بڑھانا نہیں چاہتا، جو ہونا تھا۔
ہو گیا، اب اس کے ذکر سے کیا حاصل؟"
مارگریٹ نے ہنستے ہوئے ماں سے کہا،
"جھوٹ، بالکل جھوٹ!"
لیکن میری کو بیٹی کی بات پر یقین نہیں آیا،

جسٹینانی عقد کے رشتہ میں بندھ جائیں، لیکن یہ بات زبان پر لانے کی جرأت نہیں کر سکی تھی، شہنشاہ کے مبہم، لیکن واضح اعلان نے رہی سہی اُمید بھی ختم کر دی تھی، لیکن اس وقت مارگریٹ اور جسٹینانی کو گوشہ خلوت میں مصروف گفتگو دیکھ کر دل میں خوشی کی لہریں اٹھنے لگیں، اور وہ دبی ہوئی امید پھر تازہ ہو گئی، اس نے بڑے پیار بھرے لہجہ میں کہا،

"بیٹی مارگریٹ، یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو؟"

مارگریٹ نے جسٹینانی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

"یہ آگئے تھے، ان سے باتیں کرنے لگی تھی ذرا۔"

میری اور زیادہ پیکرِ محبت بن کر گویا ہوئی،

"تو بیٹی یہاں بیٹھ کر باتیں کرنے کا کیا ہے؟ جسٹینانی کو کم از کم میں تو غیر نہیں سمجھتی، اپنا لڑکا سمجھتی ہوں، اسے اپنے کمرے میں لے جاؤ، بٹھاؤ، کھاؤ کھلاؤ، خاطر تواضع کرو، خالی خولی باتوں میں رکھا ہے؟"

جسٹینانی نے معذرت کرتے ہوئے کہا،

"اس نوازش کا شکریہ —— لیکن اس وقت تو زیادہ دیر نہیں ٹھہر سکوں گا، کچھ ضروری امور سرانجام دینے ہیں، آپ مجھے بیٹا سمجھتی ہیں، تو میں کب آپ کو ماں نہیں سمجھتا، اپنا گھر ہے، پھر کسی وقت حاضر ہو جاؤں گا، اور آپ کے بن کہے مانگ کر کھاؤں گا!"

میری کی ان باتوں سے تسلی نہیں ہوئی،

"نہیں بیٹے یا تو آتے نہ ہوتے، آئے ہو تو یوں جا نہیں سکتے، اب تو رات کا کھانا کھائے بغیر تم یہاں سے نہیں جا سکتے کسی طرح!"

مارگریٹ نے اصرار کرتے ہوئے جسٹینانی سے کہا،

"بس اب زیادہ تکلف نہ کیجئے، آئیے،

جسٹینانی نے انکار پر اصرار مناسب نہ سمجھا، چپ چاپ مارگریٹ کے ساتھ

شہنشاہ معظم مجھے شرمندہ نہ کیجئے، میں جو کچھ کر رہا ہوں، وہ آپ کی خوشنودی کے لئے نہیں بلکہ فرض سمجھ کر کر رہا ہوں، اور فرض کے انجام دینے پر نہ کوئی سپاس و تحسین کا مستحق ہوتا ہے نہ انعام و بخشش کا، یہ میرا فرض تھا جو میں نے ادا کیا ہے۔

قسطنطین نے ممنون نگاہوں سے اسے دیکھا اور کہا،

"تم بڑے عالی ظرف ہو!" ——— دعا کرو جنوا کا بیڑہ خیریت کے ساتھ پہنچ جائے، میں نے سنا ہے، سلطان محمد کو اس کی آمد کا حال معلوم ہو گیا ہے اور وہ اسے روکنے اور رسد چھین لینے کا تہیہ کر چکا ہے!"

جسٹنانی نے بے پروائی کے ساتھ جواب دیا،

"آپ پروا نہ کیجئے، خشکی کی جنگ میں تو ممکن ہے محمد کی فوجیں ٹک جائیں اور وہ کچھ دیر تک ہمارا مقابلہ کر سکیں، لیکن بحری جنگ میں شکست کے سوا اسے کچھ نہیں حاصل ہو سکتا۔"

اور واقعتہً ہوا بھی ایسا ہی،

بری فوج کے حملہ کا ابھی کوئی معمولی اثر بھی ظاہر نہ ہونے پایا تھا کہ وسط اپریل میں ایک معمولی سی بحری جنگ پیش آگئی، ایک یونانی اور چار جنوی جہاز اہلِ قسطنطنیہ کے لئے سامان رسد لا رہے تھے، بحر مارمورا کو عبور کرنے کے بعد جب وہ آبنائے باسفورس میں بمشکل داخل ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ ۱۴۰ ترکی کشتیاں ان کی راہ میں حائل ہیں۔ جس وقت یہ جہاز بندرگاہ کے قریب پہنچے، ترکی بیڑے نے حملہ کر دیا، لیکن جنوی جہاز عثمانی کشتیوں کے مقابلہ میں بہت اونچے اور طاقتور تھے، انہوں نے عثمانی کشتیوں پر پتھر برسانا شروع کر دی۔ جس سے ان میں انتشار پیدا ہو گیا اور یہ انتشار ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے اور بھی بڑھ گیا، سلطان ساحل پر کھڑا ہوا

مسلمانوں کی شکست

جٹینانی نے جو مکتوب جنوا بھیجا تھا، وہ بے اثر نہ رہا۔

اطلاع ملی کہ جنوا کے جہازوں کا ایک بیڑہ ضروری سامان رسد لے کر روانہ ہو چکا ہے اور امروز و فردا میں پہنچا چاہتا ہے۔

اس خبر نے جملہ اربابِ حل و عقد میں خوشی کی ایک لہر دوڑا دی، آن کی آن میں ساری پریشانیاں رفع ہو گئیں،

شہنشاہ نے جٹینانی کی پیٹھ ٹھونکتے ہوئے کہا،

" ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند، اب ہمارے پاس صرف تین دن کی رسد اور باقی ہے ۔ اس کے ختم ہو جانے کے بعد خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ کیا ہوتا؟ —— تم نے کئی موقعوں پر ہمیں آفتوں اور مصیبتوں سے بچایا ہے، اس نازک موقع پر بھی تم ہی کام آئے، واقعہ یہ ہے کہ کسی طرح تمہارا شکریہ ادا ہی نہیں ہو سکتا، تمہارے بار احسان سے نہ قسطنطین سبک دوش ہو سکتا ہے نہ قسطنطنیہ!"

جٹینانی نے سراپا انکسار و فروتنی بن کر جواب دیا۔

فتح کا پیش خیمہ

سطنطنیہ میں اس کامیابی پر جشن منایا جارہا ہے ۔ ہر شخص دفورِ
ت سے دیوانہ ہو رہا تھا،

براز ان جہازوں کے آنے کے بعد کھلا کر رسد بالکل ختم ہو چکی تھی،
گر در وزا اور یہ جہاز نہ آتے، یا سلطان محمد کی فوجوں نے انہیں گرفتار کر
ہوتا تو قسطنطنیہ کے باشندے بھوکوں مرنے لگتے اور یہ لڑائی فوراً شکست پر
ختم ہو جاتی،

جنوی جہازوں کے نکل جانے کا سلطان محمد کو بہت صدمہ ہوا، لیکن
اس صدمہ نے اس کی قوتِ کار اور جذبۂ جہاد میں اور اضافہ کر دیا، اس ناکامی
سے وہ مایوس اور بد دل نہیں ہوا، بلکہ اس کی یہ ناکامی اس کے سمندِ عزم کے لئے
مہمیز ثابت ہوئی، اس نے اپنی کوششیں اور زیادہ تیز کر دیں اور زیادہ جوش و
خروش کے ساتھ دشمن کو شکست دینے، اور اب ایسے کسی واقعہ سے نہ
دوچار ہونے کی تدبیر کرنے لگا۔

جنوی جہازوں کی اس شاندار فتح کا اخلاقی اثر محصورین پر بہت اچھا
ہوا ۔ ان میں جرأت و استقلال کی ایک نئی روح پیدا ہو گئی، تاہم

یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ اس سے ضبط نہ ہو سکا، اور اس نے بے اختیار اپنا گھوڑا پانی میں ڈال دیا، لیکن ترکی بیڑا اس وقت تک اس قدر منتشر ہو چکا تھا کہ عیسائی جہازوں کو نکل جانے کا موقع مل گیا اور اہل قسطنطنیہ کے نعرے ہائے مسرت کے ساتھ بندرگاہ میں پہنچ گئے۔

ن دُور ہے، اور اس منزل تک پہنچنا آسان سمجھا جا رہا تھا، اس کی حیثیت بھی
انی سے زیادہ نہیں تھی، بعض مبصر تو یہ محسوس کرنے لگے تھے کہ سلطان
مندانہ اقدام دُور رس نتائج کا حامل ہو گا، جو بہت ممکن ہے سقوطِ
ننبہ کی صورت میں ظاہر ہو!

صرف اس روح کا پیدا ہو جانا ہی مدافعت کے لئے کافی نہ تھا، بحری رسد کے بعد پھر کوئی رسد انہیں باہر سے نہ مل سکی، دوسری طرف محمد نے بھی اپنی پہلی بحری شکست کے بعد محاصرہ کی سختی کے لئے ایک زیادہ موثر تدبیر سوچی، اسے اندازہ ہو چکا تھا کہ آبنائے باسفورس کے اس حصہ میں جہاں پانی زیادہ گہرا تھا، ترکی بیڑا عیسائیوں کے طاقتور جہازوں کے مقابلہ میں مشکل سے کامیاب ہو سکتا تھا، لہذا اس نے اپنی کشتیوں کی ایک بڑی تعداد بندرگاہ کے بالائی حصہ میں منتقل کر دینا چاہی، جہاں پانی تنگ اور چھچھلا تھا اور جس میں یونانی اور جنوی جہاز اپنی قدوقامت کی وجہ سے کامیاب نہیں ہو سکتے تھے، سمندر کے راستے بندرگاہ کے اس حصہ تک پہنچنا ممکن نہ تھا، اس لئے محمد نے ایک اور صورت اختیار کی، جو اس کی ذہانت اور آہنی عزم و استقلال کی ایک غیر فانی مثال ہے۔ باسفورس اور بندرگاہ قسطنطنیہ کے درمیان پانچ میل کا فاصلہ ہے، اس نے اس درمیانی پہاڑی زمین پر لکڑی کے تختوں کی ایک سڑک بنوائی اور ان تختوں کو چربی سے خوب چکنا کرا دیا، اور ایک رات کے اندر اسی کشتیاں بیلوں سے کھنچوا کر بندرگاہ کے اس حصہ میں پہنچا دیں، قسطنطنیہ کا یہ حصہ اب تک بالکل محفوظ تھا، ترکی کشتیوں کے پہنچ جانے سے اب یہ بھی حملہ کی زد میں آ گیا، اور قسطنطین کو مجبوراً سپاہیوں کا ایک دستہ شہر کے دوسرے حصہ سے ہٹا کر اس میں منتقل کرنا پڑا[1]۔

سلطان کی اس تدبیر اور ترکیب نے اسی حوصلہ پر ایک کاری ضرب لگائی، جو اب تک باشندگانِ قسطنطنیہ میں ثبات و استقلال کا موجب بنا ہوا تھا، اس واقعہ نے ثابت کر دیا کہ گو عارضی حملہ پر یونانی فوجیں کیسی ہی کامیابی کیوں نہ حاصل کر لیں، لیکن آخری اور فیصلہ کن فتح کی منزل ابھی

---

[1] تاریخ دولتِ عثمانیہ

...پر پڑتے تھے، ترکوں کے گولے فصیلوں سے ٹکراتے تھے اور گر پڑتے تھے۔
...باری سے ترک سپاہی زخمی اور ہلاک ہوتے تھے، ترکوں کی گولہ باری
...ایک گونج پیدا ہوتی تھی اور فصیل کی ایک اینٹ بھی اپنی جگہ سے
...تی تھی،

...روز تک سلطان محمد، یہ تماشا دیکھتا رہا، ایک روز اس نے اپنے مشیرانِ
...، وزرائے مملکت اور سالارانِ عساکر کو جمع کیا اور تلخ و درشت لہجہ

...معلوم ہوتا ہے یہ مورچہ تم سے سر نہیں ہو سکتا، ہم نے طے کر لیا ہے،
...خود، دشمن کے گولوں کی بارش میں اپنے رخشِ تیز گام پر سوار ہو کر آگے بڑھیں
...یا تو دشمن کو شکست دیں گے ورنہ خود کام آجائیں گے، اپنے بھائیوں اور
...کی بے بسی کی موت ہم نہیں دیکھ سکتے،

سلطان یہ کہہ رہا تھا اور دفورِ تاثر سے اس کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا، حاضرین پر
...ہوا تھا، کسی میں ہمت نہیں تھی کہ کچھ کہہ سکے،

...زغال پاشا نے ہمت کی، اس نے سرِ ادب سے جھکا کر عرض کیا،
...جب تک غلام زندہ ہیں، سلطان ذی شان کو زحمت کرنے کی ضرورت

سلطان نے برہم ہو کر کہا،
...کیا وہ خوش نما اور سحر آگیں الفاظ تھے، جنہوں نے اب تک ہم کو روکا، لیکن
...عمل کو نہیں جھٹلا سکتے، ہم دیکھ رہے ہیں کہ اتنے دنوں کے محاصرہ کے
...ایک دشمن زیر نہیں کیا جا سکا، —— کیا اس میدان میں اس لیے
...ڈالا ہے کہ صرف ہلاک ہوتے رہیں؟"
...پاشا عرض والتجا کے لہجہ میں گویا ہوا۔
سلطان ذی شان کے لئے یہ زیبا نہیں ہے کہ ہم غلاموں کی موجودگی میں وہ

(۹)

للکار

جنوا کے جہازوں نے رسد پہنچا دی، جہاں تک ممکن تھا ساز و سامان جنگ بھی بھیج دیا! ـــــ ساتھ ہی ساتھ جنگ نے زیادہ شدید صورت اختیار کر لی، شروع میں صورت یہ تھی کہ جٹینانی کی فوجیں جب بڑھتیں تو وہ دُور تک ترکوں پہ حملہ کرتی ہوئی آگے بڑھتی چلی جاتیں، سلطانی لشکر اقدام کرتا، تو کافی دُور تک یونانیوں کو پسپا کرتا ہوا چلا جاتا، سلطان کی فوج کھلے میدان میں تھی، وہ چوٹ کھاتی اور کھاتی رہتی، یونانیوں کو یہ سہولت تھی کہ جب موقع دیکھتے باہر نکل آتے، جب خطرہ نظر آتا نہایت اطمینان سے فصیلوں کی اوٹ میں ہو جاتے یہ ایسی سدِ سکندری تھی۔ جس کا کوئی توڑ اب تک سلطانی لشکر مہیا نہ کر سکا تھا جمال پاشا نے اور اس کے ساتھیوں نے بے جگری، دلاوری، سرفروشی اور ہمت و جرأت کا ریکارڈ توڑ دیا۔ لیکن فصیل کی ایک اینٹ کو بھی اپنی جگہ سے جنبش نہ دے سکے، اس صورتِ احوال کا اثر ترکی لشکر کے حوصلہ پہ بھی پڑ رہا تھا، مسلسل اور تابڑ توڑ اقدامات کا نتیجہ بھی اب تک صفر ہی تھا، اور اس کے برعکس دشمن چونکہ ترک سپاہیوں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ تھا، لہٰذا اس کے حوصلے بھی بلند تھے اور وار بھی کاری تر فصیل کی آڑ میں بیٹھ کر کھلے میدان میں ترک سپاہیوں پہ گولہ باری کرنے کی جو سہولت اسے حاصل تھی، اس سے ترک بالکل محروم تھے۔ دشمن کے گولے ترکوں کے

کوئی خطرہ مول لیں۔"

سلطان محمد گرج کر بولا۔

" اور سلطان ذی شان کے لئے یہ زیبا ہے کہ اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے وفاداروں اور جان نثاروں کو خاک و خون میں غلطاں دیکھتے رہیں؟

اگر سلطان ذی شان کا یہی تصور ہے تمہارے دل میں تو کان کھول کر سن لو، میں ایسی سلطانی سے انکار کرتا ہوں، پھر مجھے سپاہی بننے دو، مجھے خاک و خون میں لتھڑنے دو، مجھے بھی اپنے سپاہیوں کے ساتھ جو میرے بھائی اور میرے ساتھی ہیں مرنے دو، میں ہرگز موت سے نہیں ڈرتا، وہ موت میرے لئے بے حد خوشگوار ہے، جو دوستوں اور ساتھیوں کی محبت میں آئے، وہ تاج خسروی اور تاج شہریاری میرے لئے ناقابل برداشت ہے، جس کی بنیاد، خلق خدا کے خون ناحق، جان نثاروں کی سر بریدہ نعشوں اور دوستوں کے کٹے ہوئے ملبوں پر رکھی گئی ہو۔"

جمال پاشا نے کچھ عرض کرنا چاہا، مگر سلطان نے اپنی تقریر جاری رکھی۔

" جمال پاشا تم مجھے بہت عزیز اور محبوب ہو، اس لئے بھی کہ تمہارا شہید باپ بھی مجھے محبوب تھا اور تمہارا احسان ہار بھائی بھی، اور اس لئے بھی کہ خود تم بھی محبوبیت کے اوصاف بدرجہ اتم رکھتے ہو، تم نے قسطنطنیہ میں رہ کر جو کچھ کیا اور جو کچھ کر کے وہاں سے یہاں آئے، وہ تمہاری منزلت و عقیدت اور عزت کے لئے بہت کافی ہے، لیکن اس کے معنی یہ نہیں ہیں کہ تم مجھ سے ایسی بات منوا لو، جو میرے ضمیر، عقیدہ اور فیصلہ کے خلاف ہے!

ذرا دیر کے لئے سلطان رکا۔ پھر پورے رعب و داب سلطانی کے ساتھ گویا ہوا۔

" تم چھڑپوں کا سلسلہ جاری رکھو، جنبانی سے آنکھ مچولی کھیلتے رہو، اپنے سواروں کو لے کر طلایہ گردی کرتے رہو، میں نہیں روکتا، لیکن تم بھی یہ دن دکھ

پیش نہ کرو۔ اگر میں تمہارا کہا مان لوں تو جانتے ہو کیا ہو گا؟

ذرا دیر جمال پاشا کے جواب کا انتظار کر کے اور پھر اسے خاموش دیکھ کر سلطان نے یہی سوال دوہرایا۔

" جانتے ہو جمال پاشا کیا ہو گا؟"

جمال پاشا نے ڈرتے ڈرتے کہا،

" سلطان ذی شان بہتر جانتے ہیں۔"

سلطان ذی شان نے فرمایا،

" اس کا نتیجہ یہ ہو گا کہ میرا یہ لشکر ہمت ہار جائے گا، اس کا حوصلہ ٹوٹ جائے گا، اس کی جرأت جواب دے جائے گی، میں اگر حملہ کرتا ہوا کام آ گیا تو بھی کوئی ڈر نہیں، میری موت تم لوگوں کی آنکھیں کھول دے گی، تم پہلے سے زیادہ جرأت اور دلیری کے ساتھ لڑو گے تم سب مل کر، اپنے سروں کی ٹکر سے اس شہر پناہ کی فصیل کو ٹکڑے ٹکڑے کر دو گے —— لیکن شاید میری زندگی سے یہ کام نہیں ہو سکتا، پس یہ کام میری موت کر سکتی ہے، زندگی نہیں کر سکتی۔ مجھے مرنے دو، مجھے زندہ رکھنے کی کوشش نہ کرو!"

یہ کہتا ہوا سلطان اپنی جگہ پر بیٹھ گیا،

خیمہ میں پر سکوت مرگ سا طاری تھا!

کسی میں جنبش لب کا یارا نہیں تھا!

جمال پاشا نے اپنی ٹوٹی ہوئی ہمت پھر مجتمع کی، اور کہنے لگا،

" سلطان ذی شان ایک موقع —— صرف اور ——"

سلطان نے نظر اٹھا کر جمال پاشا کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

" کیسا موقع چاہتے ہو تم؟"

جمال پاشا نے عرض کیا،

" غلام کو صرف ایک دن کی مہلت دیجئے، صرف ایک دن کا موقع دیجئے!"

سلطان کے لبوں پر تبسم مچلنے لگا، اس نے شفقت کے ساتھ پوچھا،

"اس ایک دن میں، اس ایک موقعہ سے کیا فائدہ اٹھا لوگے تم؟"

جمال پاشا نے ایک آہنی عزم کے ساتھ، جب کہ اس کی آنکھوں سے شرارے ٹپک رہے تھے جواب دیا،

"میں فصیلوں میں شگاف کر دوں گا، یہ پتھر کی، لوہے اور فولاد سے زیادہ مضبوط فصیلیں، جو ایک ہزار سال سے پہاڑ کی طرح اپنی جگہ پر کھڑی اور چٹان کی طرح اپنی جگہ قائم ہیں، ان میں رخنے ڈال دوں گا، شگاف کر دوں گا — توڑ دوں گا انہیں، اور پھر — اور پھر ہمارا لشکر نقارے بجاتا دشمن کے شہر میں داخل ہو جائے گا!"

سلطان جمال پاشا کی اس دلیرانہ گفتگو سے متاثر ہوا، لیکن ان باتوں پر اسے یقین نہیں آیا۔

"میرے عزیز، میں تمہیں جھٹلاتا نہیں، لیکن یہ سوال بار بار میرے دل میں اٹھ رہا ہے کہ جو کام اتنے دنوں میں ہمارے سپہ سالاران سپاہ نہ انجام دے سکے، حالانکہ انہیں آئے ہوئے بھی کافی دن ہو گئے ہیں، تم بھی اپنے انجام نہ دے سکے اب دفعتاً ایک دن میں کیسے انجام دے لوگے؟"

جمال پاشا پہلے سے زیادہ تھوڑے عزمیت اور استقامت کے ساتھ گویا ہوا۔

"سلطان ذی شان، میرا دل کہتا ہے کہ یہ کام ہو جائے گا — ان شاء اللہ اگر نہ ہو سکا، تو کم از کم یہ تو ہو سکتا ہے کہ میں جان قربان کر دوں، شہادت کے مرتبہ پر فائز ہو جاؤں؟ پھر اس کے بعد بے شک سلطان کو حق ہے کہ جو چاہیں کریں، پھر کوئی جمال نہ ہو گا، جو سلطان ذی شان کا عنان گیر ہو سکے، وہ تو آتا پر نثار ہو کر اپنے خالق کے حضور میں پہنچ چکا ہو گا!"

جمال کے ان الفاظ نے جہاں سلطان ذی شان کو حد درجہ متاثر کیا،

وہاں دوسرے سالاران سپاہ نے بھی شرمندگی اور ندامت محسوس کی، سب نے یک زبان عرض کیا،

"شہنشاہ والا جاہ، جمال پاشا کی درخواست مان لیجئے، ہم سب اس کے ساتھ ہیں، ہم سب نے یہ فیصلہ کر لیا ہے کہ یا تو کامیاب و کامران ہو کر واپس آئیں گے، یا اپنی لاشوں کے ڈھیر لگا دیں گے اور ہماری لاشوں کا یہ ڈھیر اتنا بلند ہو گا کہ دوسرے مجاہد اور غازی ان پر چڑھ کر دشمن کی فصیل پار کر جائیں گے!"

سلطان کا مقصد اس جذبۂ ایثار و قربانی کو ابھارنا تھا، وہ پورا ہو گیا، اس نے جمال پاشا اور دوسرے سپہ سالاروں کو مخاطب کر کے جواب میں کہا،

"ہم تمہاری یہ پیش کش منظور کرتے ہیں، ایک دن کا نہیں تین دن کا موقعہ دیتے ہیں، تم نے جو کچھ کہا ہے، وہ کر دکھاؤ، یاد رکھو، ہم میں سے کوئی بھی اپنی جان کا مالک نہیں ہے، یہ عطیہ خداوندی ہے، یہ قدرت ذوالجلال والاکرام کی امانت ہے، پھر اس سے بڑھ کر بات اور کیا ہو سکتی ہے، کہ یہ امانت ہم اس کو لوٹا دیں، اس طرح ہم اپنے فرض سے بھی سبکدوش ہو جائیں گے، اور اپنی دیانت بھی ثابت کر دیں گے، کتنی سچی بات ہے یہ بھی۔

جان دی، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا!

کسی کی امانت اگر ہم واپس لوٹا دیں، تو یہ فرض کا ادا کرنا ہے، اور اب وقت آ گیا ہے، کہ اس فرض کے ادا کرنے میں کسی طرح کی کوتاہی روا نہ رکھی جائے!"

سب نے گوش ہوش سے یہ باتیں سنیں اور جمال پاشا کی سربراہی میں سب نے بدولت سلطان سے یہ وعدہ کیا کہ اب ہم اس وقت تک واپس نہیں آئیں گے جب تک قسطنطنیہ میں داخل ہونے کا راستہ نہ پیدا کر لیں۔

اور اس طرح وہ مجلس جو سلطان ذی شان کے جلال و عتاب سے شروع ہوئی تھی، جمال و کرم پر ختم ہوئی، سلطان نے اطمینان کا سانس لیا اور رخصت ہو گیا، جمال پاشا اور اس کے ساتھی بھی ایک نئے عزم اور ولولے کے ساتھ اپنی اپنی قیام گاہ پر واپس آ گئے، اور کل کی تیاری کرنے لگے — فیصلہ کن کل!

رخنہ

جمال کی سرکردگی میں جاں نثاروں اور سرفروشوں کا ایک قافلہ فصیل کا مورچہ ...نے کے لئے بڑھا، اس قافلہ کی روانگی کے وقت سلطان محمد نے ایک ولولہ انگیز ...ی اس نے فصیل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

...ایک ہزار سال پرانی دیواریں تمہارا انتظار کر رہی ہیں کہ آؤ اور ہمیں پامال ...تے ہوئے آگے بڑھو، یہ ہزاروں برس پرانا شہر تمہارے استقبال کے لئے بیتاب ...ہے، یہ اب تک کفر اور شرک کا مرکز رہا تھا، اب حق اور صداقت کا مرکز بننے ...کے لئے بے قرار ہے، اس قدیم شہر کے باشندے تمہیں سر آنکھوں پر بٹھائیں گے، ...شا کر تم سچائی کے پیامی بن کر جا رہے ہو، اس ملک کی تہذیب و تمدن ...ت ہر چیز میں گھن لگ چکا ہے، ہر چیز میں گندگی آ چکی ہے، یہ تمہارا کام ہے ...اور لذت تجدید سے وہاں کے در و دیوار کو، وہاں کے ہر فرد و بشر کو ...

دیکھو، دیکھو — ان میناروں کی طرف دیکھو، یہ سینٹ اباصوفیا کے ...ہیں،

سینٹ اباصوفیہ — دنیا کا سب سے بڑا گرجا، کلیسائے یونان کا مرکز ...کی تعمیر اس لئے ہوئی تھی، کہ اس میں خدا کی پرستش کی جائے، یہ

...عظمت، نہ نسل، نہ خاندان، نہ بوریۂ فقر، نہ مسندِ امارت، نہ غربت نہ امارت
...تقویٰ کی ہو، جو متقی ہو، وہ سب کا سرتاج ہے، خواہ وہ گدائے راہ نشین
...ہو، جو متقی نہیں ہے وہ ذلیل و خوار ہے خواہ تاجدارِ شہریار ہی کیوں نہ ہو،
عزیزو، دوستو اور ساتھیو!
کیا تم نے یہ پکار سن لی؟
سب نے بیک آواز جواب دیا،
"سن لی!"
سلطان نے گداز اور تاثر کے عالم میں کہا،
"کیا تم سب موت سے پنجہ لڑانے اور زندگی کا بارِ گراں ہلکا کرنے کو تیار ہو؟"
سب نے جواب دیا،
"بے شک تیار ہیں!"
سلطان نے آسمان کی طرف دیکھا اور دستِ دعا بلند کرتے ہوئے کہا،
"خدایا! اپنے ان حقیر، خطا کار، عصیاں شعار، بندوں کی یہ آرزو پوری
...ے، یہ اپنی سربلندی کے لئے نہیں، کلمہ حق بلند کرنے جا رہے ہیں، جاہ و
...منصب کے لئے نہیں، زر و مال کے لئے نہیں دولت و ثروت کے لئے نہیں،
...تیری خوشنودی حاصل کرنے جا رہے ہیں، تیری رضا جوئی کے لئے
...جانیں قربان کرنے جا رہے ہیں!"
ان کی یہ نذر قبول کر،
انہیں کامیاب اور شاد کام کر، انہیں ہمت، جرأت اور حوصلہ عطا فرما
...وہ جذبہ پیدا کر دے،
"کیا جس نے صحرا نشینوں کو یکتا"
ان کی یہ حقیر سی پونجی قبول کر لے!
بارالہا! —— ہم گنہگار ہیں، لیکن تیرے بندے ہیں، تو ان کا ساتھ

خدا کا گھر تھا،

لیکن اس گھر میں اب بتوں کی پوجا ہوتی ہے، تین خداؤں کی پرستش ہوتی ہے ان گنت ولیوں، بزرگوں اور بندگانِ خدا کے سامنے سر جھکا دیا جاتا ہے

"یہ مینارے تم سے فریاد کر رہے ہیں!"

سینٹ آیا صوفیا کی یہ کوہ پیکر، اور باعظمت سنگی عمارت تمہیں بلا دا دے رہی ہے کہ آؤ اور مجھے خدائے واحد و یکتا کی عبادت و ریاضت کے لئے خاص کر دو، مجھے اس مصیبت سے نجات دلاؤ، یہ تصویریں یہ بت یہ مجسمے، یہ مرقعے، جو میری دیواروں پر لٹک رہے ہیں، میرے سینہ کا داغ ہیں، انہوں نے میرے دل کو زخمی کر دیا ہے انہوں نے میرے تقدس کو مجروح کر دیا ہے، میرا یہ وسیع، عریض اور کشادہ صحن ان مجاہدوں کے لئے ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہا ہے، جو یہاں آئیں اور خدائے واحد کے سامنے سر بسجود ہوں، یہ میری محرابیں، یہ میرے ستون، تثلیث اور نوبت کے مناظر دیکھتے دیکھتے ایک اشکِ مجسم بن کر رہ گئے ہیں، کہاں ہیں وہ غازیانِ تہور شعار، جو خطرات اور مہالک کو دعوت دیتے، موت سے مقابلہ کرتے، کانٹوں کو دور کرتے، زخمی ہوتے، مرتے، لٹتے، گرتے پڑتے یہاں آئیں اور ایک مرتبہ یہاں کی دنیا بھی وہ منظر دیکھ لے، جس کا چشمِ حجاز صدیوں سے نظارہ کر رہی ہے۔

. وہی منظر،

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

میری یہ عمارت ادنیٰ و اعلیٰ، غریب و امیر، زردار اور نادار کے امتیاز پر قائم ہے، یہاں وہی لوگ آسکتے ہیں جو خوش پوشش ہوں، دولت مند ہوں، صاحب طبل و علم ہوں، خواہ کتنے ہی سیاہ کار ہوں، ہے کوئی جو مجھے اس ابتلا سے نجات دے، اور یہاں وہ لوگ آکر رکوع و سجود میں مصروف ہوں جو ابن والی مار شما، غریب و امیر، ادنیٰ و اعلیٰ کے امتیاز کو ٹھکراتے ہوں، جن کے نزدیک دار

رف ایک دُھن تھی، صرف ایک جذبہ تھا، صرف ایک جوش تھا جو انہیں
ں کی طرح آگے بڑھائے لئے جا رہا تھا، ان میں سے ہر ایک کے دل
یہ اور آرزو کی نئی دنیا پیدا ہو چکی تھی، ہر شخص خود اپنے دل سے مخاطب
کہہ رہا تھا

جس سمت بھی جی چاہے صفتِ سیل چلا چل
وادی یہ ہماری ہے وہ صحرا بھی ہمارا

یہ ابھی فصیل سے بہت دُور تھے، لیکن ان کے قدم اس طرح اُٹھ رہے
یسے کسی فاتح اور کشور کشا کے اٹھتے ہیں،

قلعے کے دوسرے محاصرین بھی اپنے کام سے غافل نہ تھے، جمال پاشا
یادگی میں جوش کر بڑھا تھا، وہ توپ خانہ بھی اپنے ساتھ لے کر گیا تھا اور
فصیل کے سامنے پہنچتے ہی زبردست گولہ باری کا سلسلہ شروع کر دیا،
بنیامت کی گولہ باری تھی،

اس سے پہلے بھی سلطان کی توپوں نے کئی دفعہ گولے اگلے تھے،
اس سے پہلے بھی عساکرِ سلطانی نے کئی مرتبہ چڑھائی کی تھی،
اس سے پہلے بھی کئی بار محاصرین نے فصیل کے مورچہ کو سر کر لینے کی
کوششِ ناتمام و ناکام کی تھی۔
لیکن آج کی بات ہی کچھ اور تھی،
اس سے پہلے حملوں اور جوابی حملوں کا سلسلہ جاری رہتا تھا، وقت مقررہ
ہوتا تھا اور وقت معینہ پر ختم ہو جاتا تھا،
لیکن آج مسلسل اور متواتر سلطانی توپ خانہ سے ان کہنہ لیکن فولاد کی سی
ورجان کی سی مستحکم دیواروں پر گولہ باری ہو رہی تھی،
شمن بھی غافل نہیں تھا۔
وہ اینٹ کا جواب پتھر سے دے رہا تھا،

دے ان پر فضل وکرم کی بارش کر!"

حق پرستوں کی اگر کی تونے دل جوئی نہیں
طعنہ دیں گے بت کہ مسلم کا خدا کوئی نہیں

یورپ کے کفرزار میں، یہ تیرے چند بندے، زندگی سے منہ موڑ کر موت سے رشتہ جوڑ کر روانہ ہو رہے ہیں، یہ اسلام کی روح ہیں، یہ اسلام کے ترجمان ہیں، یہ اسلام کے سپاہی ہیں!"

دعا مانگتے مانگتے سلطان کا گریہ تیز ہوگیا اور آنسوؤں کے قطرے اس کی آنکھوں سے ٹپکنے لگے،

دعا سے فارغ ہو کر، اس نے جمال پاشا سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا۔

"جاؤ میرے عزیز قدم آگے بڑھاؤ، خدا تمہارا حافظ وناصر ہو!"

جمال پاشا نے اور اس کے ساتھیوں نے، اللہ اکبر کا فلک شگاف نعرہ لگایا، پہلے جمال نے قدم آگے بڑھایا، پھر اس کے ساتھیوں نے قدم بہ قدم چلنا شروع کر دیا،

اس وقت ان سب پر جوش وجنوں کی عجیب کیفیت طاری تھی،

سلطان کی اثر انگیز تقریر نے ایک قیامت خیز ولولہ ان کے سینوں میں پیدا کر دیا تھا، جو کام کل تک مشکل اور دشوار نظر آرہا تھا، اب وہی معمولی اور آسان نظر آرہا تھا۔

سلطان کی سحر انگیز دعا نے ان لوگوں پر جادو کر دیا تھا،

ان کے دل اس وقت خوف وخشیت الہٰی کا مرقع بنے ہوئے تھے، دنیا کی ہوس، زر ومال کی تمنا، فرزند وزن کی محبت، مال غنیمت کی آرزو یہ سب چیزیں بہت پیچھے رہ گئی تھیں اور جیسے جیسے ان کے قدم آگے بڑھتے جاتے تھے یہ چیزیں اور پیچھے اور دور اور زیادہ بعید ہوتی چلی جارہی تھیں۔

امان نہ تھا، جن کے آدمی تابڑ توڑ ہلاک اور زخمی ہو کر گر رہے تھے، ان کا
داب تک بلند تھا، نہ ان کے حملوں کی شدت میں کمی آئی تھی نہ ان کا جوش و
ٹھنڈا پڑا تھا، نہ ان کے جذبہ فداکاری و سرفروشی میں کوئی فرق آیا
ایک گرتا تھا تو دو اس کی جگہ لے لیتے تھے، جیسے یہ کوئی خاص بات ہی
ہے، جیسے ایک کا گرنا اور دوسرے کا آگے بڑھنا ایک معمولی سی بات ہے
ایک کا مرنا اور دوسرے کا اس کی جگہ لے لینا کوئی غیر معمولی واقعہ ہی نہیں جیسے
کا زخمی ہونا، اور دوسرے کا اس کا قائم مقام بن جانا، زندگی کے معمولات میں
ہی ہیں!

مسلمانوں کے اس اثبات و عزم نے دشمن کے چھکے چھڑا دیئے، اس کے
ہوش و حواس پرّاں کر دے!

سلطان اس جنگ کا منظر دیکھ رہا تھا اور جمال پاشا کی برق وشی اور سیماب پا
یاں دیکھ دیکھ کر بے ساختہ اس کے منہ سے احسنت اور مرحبا کی صدائیں
رہی تھیں، آج جمال پاشا ایک انسان کے روپ میں نہیں۔ ایک مافوق
ان کے رنگ میں نظر آ رہا تھا، گولے اس کے داہنے بائیں سن سن کر کے
رہتے تھے، کوئی سر کے اوپر سے گزر جاتا، کوئی پاؤں کے پاس آکر اس طرح
گویا قدم بوسی کی حسرت لے کر آیا ہے، اور وہ خوف و خطر سے دور، موت سے
پروا، پیکرِ برق بنا اپنا کام کر رہا تھا، سلطان نے سوچا، جمال نے سچ ہی
تھا، یا جان دے کر آئے گا، یا کامیاب ہو کر، اتنی طویل مدت گزر گئی، لیکن
فصیل میں ایک رخنہ بھی نہ پیدا ہو سکا، ایک شگاف بھی نہ پیدا کیا جا سکا، آخر یہ
کب تک لڑے گا، ایسا معلوم ہوتا ہے اب یہ نہیں واپس آئے گا، اس
لاش ہی آئے گی

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

جنوا سے آئی ہوئی فوجی مدد اس وقت بہت کام آئی، توپوں کے جواب میں قسطنطنیہ کے سپاہیوں نے بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی،

جسٹینانی پوری مستعدی و سرگرمی اور جوش و خروش کے ساتھ اپنی فوج کی کمان کر رہا تھا، اس کا حوصلہ بڑھا رہا تھا، وطن، مذہب اور شہنشاہ کے نام پر کٹ مرنے اور دشمن کے پرزے پرزے کر دینے کی ترغیب دے رہا تھا، وہ اس وقت پرکالۂ آتش، ایک شعلۂ جوالا نظر آ رہا تھا، بڑھ بڑھ کر حملے کرتا، بار بار اپنے سپاہیوں کو اکساتا اور بڑھاتا، اس کے توپ خانے سے بھی متواتر اور مسلسل توپیں چل رہی تھیں،

گولے بھی ایک دوسرے سے ٹکراتے تھے اور ٹھنڈے ہو کر گر پڑتے تھے کبھی فصیل کی دیواروں پر گرتے تھے اور دھماکہ پیدا کر دیتے تھے۔ کبھی کبھی تو دیواریں لرز جاتی تھیں،

آٹھ گھنٹے تک مسلسل، بغیر کسی وقفہ کے یہ جنگ جاری رہی،

پھر نو گھنٹے ہوئے، پھر دس گھنٹے گزر گئے، پھر گیارہواں گھنٹہ گزر گیا، لیکن فصیل میں کوئی رخنہ نہیں پیدا ہو سکا، دیواروں میں کہیں سے شگاف نہیں ہوا۔

اب تک کی جنگ میں طرفین کے بہت سے آدمی کام آ چکے تھے عیسائیوں کے کم، مسلمانوں کے زیادہ، عیسائیوں کے کم اس لئے کہ وہ محفوظ جگہ پر تھے اور مسلمانوں کے زیادہ اس لئے کہ وہ کھلے میدان میں تھے،

لیکن بارہواں گھنٹہ شروع ہوتے ہی پانسہ پلٹنے لگا، حالات بدلنے لگے، صورت احوال یکسر منقلب ہو گئی۔

جو محفوظ جگہ پر تھے اور جنہیں جانی نقصان کم برداشت کرنا پڑا تھا، تھک گئے، ان کے حملوں کی شدت میں کمی آ گئی!

اور جو کھلے میدان میں لڑ رہے تھے، جن کے پاس حفاظت اللہ کا ذکر

ہر ایک ہیں سے سپاہی گھوڑے پر سوار ہو کر گذر سکتا ہے، اب رات کا
وچکا تھا، اس لئے ہم واپس آ گئے، صبح انشاء اللہ ہم قسطنطنیہ کی سرزمین
ں فاتح کی حیثیت سے۔"

ے سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکا۔ اس کے قدم لڑکھڑائے اور وہ بے ہوش
ا۔

سلطان جمال پاشا کی زندگی سے اور اپنی فوج کی کامیابی سے بالکل مایوس ہو چکا تھا،

دفعتہً اس کے کانوں میں ایک سامعہ نواز صدا گونجی،

" اللہ اکبر"

اور پھر پے بہ پے نعرے بلند ہونے لگے،

اور پھر اس نے دیکھا کہ اس کی فوج واپس آ رہی ہے،

لیکن یہ آنے والے گو اپنے بہت سے ساتھیوں سے محروم ہو چکے تھے، گو ان کے جلو میں لاشوں اور زخمیوں کی فوج تھی۔ لیکن ان کے چہروں پر یاس کے بجائے نشاط و انبساط کی کیفیت طاری تھی!

سب سے پہلے خون میں نہایا ہوا جو شخص سلطان کے سامنے آیا، وہ جمال پاشا تھا،

سلطان اسے دیکھتے ہی لپکا اور اس سے بغل گیر ہوا، خود اس کا لباس شاہی بھی جمال کے خون سے رنگین ہو گیا، اس نے کہا،

"میرے عزیز تم نے حق ادا کر دیا ـــــ یہ ناکامی ہزار کامیابیوں سے بڑھ کر ہے، کم از کم دشمن نے یہ اندازہ تو کر لیا ہے کہ ہمارے سپاہی کیسے جیالے اور دلاور ہیں، ـــــ

جمال نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا،

لیکن سلطان ذی شان آپ کے غلام ناکام نہیں آئے ہیں،

سلطان نے سراپا جوش اشتیاق بن کر سوال کیا،

"پھر ـــــ

جمال نے بتایا،

"فصیل کی دیواروں میں ہم نے تین بہت بڑے شگاف[1] کر دیے ہیں

---

(۱) تاریخ دولت عثمانیہ

تہلکہ

رات کی تاریکی میں دونوں فوجوں نے لڑائی بند کردی اور اپنے اپنے پڑاؤ پر
چلی گئیں، جس طرح سلطان محمد میدانِ جنگ کی دم بدم خبریں حاصل کرتا رہتا تھا،
شہنشاہ قسطنطنیہ نے بھی تازہ بہ تازہ خبروں کے حاصل کرنے کا انتظام کر
رکھا تھا اور ہر بات کی اسے فوراً اطلاع ملتی رہتی تھی۔
پہلے پہل جب مسلمانوں کے حملہ کی اسے خبر معلوم ہوئی تو وہ مسکرایا، اور
بولا:

"بھیڑیے کی جب موت آتی ہے تو شہر کی طرف رُخ کرتا ہے!"
پھر جب تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد یہ اطلاعیں ملنے لگیں کہ ہمارے توپچی
اطمینان سے کھلے میدان میں دشمن پر گولے پھینک رہے ہیں، اور مسلمان
اور مسلمانوں کی لاشوں کا ایک انبار لگتا جا رہا ہے تو وہ اپنا قہقہہ ضبط نہ کر سکا۔
بولا:

"یہ دیوانے لوگ اسی طرح اپنی جان سے گزر جائیں گے، کاش او ورخاں اچھا ہوتا
اور مسلمانوں کے سامنے جا کر کھڑا ہو جاتا، اپنے نئے ہونے والے سلطان کو دیکھ کر
خوش ہو جاتے، لیکن وہ غریب تو موت اور زیست کی کش مکش میں مبتلا ہے
اور ممکن ہے کہ تھوڑی ہی دیر میں اس کی روح قفسِ عنصری سے پرواز کر جائے گی۔

یورش

…ے کی خبرِ مرگ لے کر ہمارے پاس آئے ہو؟ —— جاؤ اس کی لاش اس میدان میں …یکھا دو، جہاں اس کے ہم قوم لڑ رہے ہیں!"

…ادر وغزنے ادب سے سر جھکایا اور خاموشی سے چلا گیا، اسے گئے ہوئے …ے چند لمحے ہوئے ہوں گے کہ وزیرِ اعظم اور گرانڈ ڈیوک تھیوڈراس اور کارڈینل ایڈرڈر …ان جبتینانی آتے ہوئے نظر آئے، ان سب کے چہروں پر نشاط و انبساط کی کیفیت …ہی بلکہ چہرے لٹکے ہوئے، آنکھیں جھکی ہوئی، انداز و اطوار سے سراسیمگی اور پریشانی …یہ کیفیت دیکھ کر ایک نامعلوم خطرے سے شہنشاہ والاجاہ کا دل دھڑکنے لگا، وہ …ہوا اور اس نے ان ناخواندہ مہمانوں کی پذیرائی کرتے ہوئے کہا۔

"خوش آمدید —— بتائیے کیا جنگ ختم ہو گئی؟"

وزیرِ اعظم نے جواب دیا،

"جی ہاں ختم ہو گئی!"

شہنشاہ نے خوشی سے بے قابو ہو کر کچھ اور پوچھنا چاہا تھا کہ کارڈینل ایڈرڈر …یا،

"اس تاریکی میں اب مسلمانوں کے لئے بھی جنگ جاری رکھنا ممکن نہ تھا!"

شہنشاہ کے دل میں پھر ایک نامعلوم سے خطرے نے سر اٹھایا، اس نے لبوں کو …نے کیلئے جنبش دی ہی تھی کہ گرانڈ ڈیوک تھیوڈراس نے کہا،

"…جبتینانی نے حق ادا کر دیا، شجاعت اور بہادری کا، میں بار بار سوچتا ہوں کہ اگر …میدان ہمارے درمیان نہ ہوتا، تو کیا ہوتا؟ اس مردِ غازی کو خداوند یسوع مسیح …نے دستگیری اور نصرت کے لئے بھیجا ہے!"

شہنشاہ نے بڑھ کر جبتینانی کو گلے سے لگایا اور فرمایا۔

"مجھے جبتینانی پر ناز ہے یہ ایسا درِّ بے بہا ہے جس پر مجھے میری مملکت …ساری دنیائے عیسائیت کو ناز ہے، تاریخ میں اس کے کارنامے آبِ زر …لکھے جائیں گے!"

بے چارہ اودرخاں، بدنصیب ترک قوم ــــــ!

لیکن جب گیارہ گھنٹے تک مسلسل جنگ، اور خونریز جنگ کی خبریں ملتی رہیں، تو وہ گھبرا گیا اور کہہ اٹھا،

"یہ کیسا تماشہ ہے، مسلمان مر بھی رہے ہیں، زخمی بھی ہو رہے ہیں اور مسلسل ... لڑتے بھی جا رہے ہیں ــــــ یہ آدمی ہیں یا جن؟ کیا اتنے طویل عرصہ تک وہ سپاہ میدانِ جنگ میں ڈٹی رہ سکتی ہے، جس کے افراد بے تحاشہ مر رہے اور زخمی ہو رہے ہوں؟"

"کہیں مجھے دھوکا تو نہیں دیا جا رہا ہے؟"

"مجھے غلط فہمی میں تو مبتلا رکھنے کی کوشش نہیں کی جا رہی ہے؟"

کیا جسٹینانی کی ساری مہارت آج کے دن ختم ہو کر رہ گئی ہے؟"

شہنشاہ نے صبح سے اب تک کھانا نہیں کھایا تھا، پانی نہیں پیا تھا، کسی قسم کی تفریح اور دلچسپی میں حصہ نہیں لیا تھا،

یہاں تک کہ جنگ کا بارہواں گھنٹہ شروع ہو گیا،

سب سے پہلے داروغہ محل حاضر ہوا، اور ہاتھ باندھ کر شہنشاہ کے سامنے کھڑا ہو گیا،

شہنشاہ نے نگاہِ غلط انداز سے اسے دیکھا اور پوچھا،

"کیا کوئی خبر لائے ہو؟"

داروغہ محل نے عرض کیا،

شہنشاہ والاجاہ! میں نہایت افسوسناک خبر لے کر آیا ہوں ــــــ شہزادہ اودرخاں اس جہاں سے رخصت ہو گئے!

شہنشاہ والاجاہ نے خشونت اور برہمی کی پوری شان سے کہا،

احمق ــــــ یہاں سوال ہماری موت اور زندگی کا ہے، ہمارے ملک ہماری قوم اور ہمارے دین کی موت و زیست میں اس وقت کش مکش ہو رہی ہے، اور تو ایک

...دشمن سر پر کھڑا ہے، ایک مہینہ میں بھی نہیں بھرا جاسکتا!"

...نی نے بھی لبوں کو جنبش دی۔

...ہیں اس کے لئے بھی تیار رہنا چاہیئے کہ اس کامیابی سے فائدہ اٹھا کر

...ت زوردار اور زبردست حملہ صبح ہی سے شروع کردے!"

...ہنشاہ پہ پھر بدحواسی نے قبضہ جما لیا، اس نے پوچھا،

...نا نقصان اٹھانے کے بعد بھی دشمن ہم پہ حملہ کرنے کی جرأت کر سکتا

...جبنانی نے ایک سپاہی کی طرح صاف گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا،

...یابی کی اُمید میں بڑے سے بڑا نقصان برداشت کیا جاسکتا ہے، وہ بھی

...ت میں کہ کامیابی کا امکان قوی ہے، اور نقصان کا احتمال کمزور۔"

...ہی کے ساتھ شہنشاہ کے منہ سے نکلا،

...کہہ رہے ہو جبنانی؟"

...نانی نے ایک سپاہی کی طرح لگی لپٹی رکھے بغیر جواب دیا۔

...شہنشاہ والاجاہ کو تاریکی میں نہیں رکھنا چاہتا، کوئی شبہ نہیں یہ شگاف اتنے

...دن رات کام کرنے کے باوجود ایک مہینہ میں بھی انہیں نہیں بھرا جا

...خداداد موقع سے دشمن اگر فائدہ نہ اٹھائے تو بیوقوف ہے، آخر وہ

...لئے آیا ہے۔ تفریح کے لئے تو نہیں آیا، اتنے عظیم نقصانات اٹھانے

...کر ہمارا پھاٹک کھلا ملتا ہے تو وہ کیوں نہ بڑے سے بڑا خطرہ مول لے

...ہجوم کی پالیسی پر عمل پیرا نہیں ہوگا؟ — لہٰذا میرا تو خیال ہے۔

...حملہ کرے گا، اور یہ حملہ اب تک کے تمام حملوں کے مقابلہ میں کہیں زیادہ

...خطرناک ہوگا، —

...شاہ نے قطع کلام کرتے ہوئے کہا،

...نانی تمہاری ان باتوں سے تو ہمارا حوصلہ پست ہوا جا رہا ہے، اگر کہیں

وزیراعظم نے جوش وخروش کے ساتھ آواز میں آواز ملائی۔

"بے شک، بے شک!"

شہنشاہ والاجاہ نے دریافت فرمایا۔

"تو کیا دشمن کی کمر ٹوٹ گئی؟ —— اب تو وہ ایسی جرأتِ ناروا کا مظاہرہ نہیں کرے گا؟"

وزیرِاعظم نے رکتے رکتے کہا،

"نہیں کمر تو نہیں ٹوٹی، بلکہ ——

اس سے آگے کچھ کہنے کی ہمت نہ ہوئی، شہنشاہ کا دل پھر بڑے زور زور سے دھڑکنے لگا، اس نے اپنے تاثرات واحساسات پر قابو پاتے ہوئے کہا،

"وزیرِاعظم تم خاموش کیوں ہو گئے؟ کیا ابھی کچھ اور بھی کہنا ہے؟ کوئی اور خبر بھی ہے، جو ہمارے سمعِ اقدس تک پہنچانا چاہتے ہو؟"

وزیرِاعظم نے رکتے ہوئے کہا۔

"فصیلوں کے اندر شگاف ڈالنے میں دشمن کامیاب ہو گیا!"

یہ سن کر شہنشاہ کا چہرہ زرد پڑ گیا، اس نے مری ہوئی آواز میں کہا،

"شگاف؟ —— کوئی بات نہیں، ہمارے آدمی چار پانچ روز میں بھر لیں گے"

وزیراعظم نے دست بستہ عرض کیا،

"مشکل ہے عالی جاہ!"

شہنشاہ نے اپنے دل کو تسلی دینے کے لئے جس اُمید کا سہارا لیا تھا، وہ بھی ٹوٹ گئی۔

"کیا مشکل ہے وزیرِاعظم؟"

وزیرِاعظم نے بتایا،

"تین شگاف پڑے ہیں اور بڑے زبردست —— ہر شگاف اتنا بڑا ہے کہ اس میں سے سوار گزر سکتے ہیں۔ نہایت اطمینان سے ان شگافوں کو اس

...می، وہ دُور ہوگئی، باقی حاضرین پر بھی ایسا ہی سحر انگیز اثر ہوا۔
...ب سے پہلے مقدس پوپ کے نمائندہ اعظم کارڈینل اسیڈومہ نے زبان
...بنش دی اور فرمایا،
...بینانی ہمیں تمہاری ذات اور تمہاری صلاحیت پر پورا پورا اعتماد ہے۔"
...یر اعظم نے بھی تائید کی،
...ی وجہ ہے کہ ہم نے تمہیں اس معرکہ آرائی کا غیر مسئول ذمہ دار قرار دیا ہے؟"
...انڈ ڈیوک نوٹور اس نے فرمایا۔
...ماری اہلیت اور صلاحیت پر شک کرنا محسن کشی ہے، تم ہمارے محسن ہو
...وں کے نجات دہندہ ہو، دین مسیحی کے بے لوث اور جانباز خدمت گزار ہو
...ضرورت تھی کہ کٹھنائیاں برداشت کرکے، وطن سے منہ موڑ کے، دوستوں،
...ں، رشتہ داروں، ماں، باپ، بھائی، بہن سے قطع علائق کرکے راستہ
...ہیں اور دشواریاں سہہ کر تم یہاں تک آتے؟ کیا وطن میں راحت و آسائش کے
...حاصل نہ تھے تمہیں؟"
...انڈ ڈیوک کی اس زوردار تقریر میں مارگریٹ کی سفارش پنہاں تھی لیکن
...اندرونِ خانہ سے واقف نہ تھے، انہوں نے خیال کیا کہ شاید روانیٔ کلام
...وہ کوئی ایسی بات کہہ گئے ہیں جو بے موقع اور نامناسب تھی۔ اس کی
...ڈ ڈیوک کو یہ باتیں کہنا پڑیں، چنانچہ وہ بھی جوش میں آکر کہہ اُٹھے۔

سپردم بتو مایۂ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

...پھر ایک مرتبہ آگے بڑھ کر جیٹینانی کے گلے سے لگا لیا!
...کوئی غلط فہمی تھی بھی تو اس خوشگوار ماحول میں وہ فوراً دور ہوگئی۔
...ظم نے گفتگو کا سلسلہ شروع کرتے ہوئے کہا،
...اب ہمیں اپنی سرگرمیاں اور تیاریاں دوچند کر دینی چاہئیں؟"

اس طرح کی باتیں تم نے اپنے ماتحت افسروں اور سپاہیوں کے سامنے بھی کر دی
تو وہ بھاگ کھڑے ہوں گے،

جٹینانی نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا،

" ماتحت افسروں اور سپاہیوں سے یہ باتیں کرنے کی نہیں ہیں، نہ میں ان کے سامنے جواب دہ ہوں، لیکن آپ کو تاریکی میں رکھنا دیانت کے خلاف ہے، آپ اس ملک کے مالک ہیں، اس مملکت کے سربراہ ہیں، اس قوم کے قائد اور سالار ہیں، آپ کے ایک اشارہ پہ جنگ شروع ہو سکتی ہے، اور صلح بھی ہو سکتی ہے آپ کے ایک اشارہ پہ آپ کی قوم سر بھی کٹا سکتی ہے، اور سر کاٹ بھی سکتی ہے، آپ پالیسی بناتے ہیں، آپ کی پالیسی پر سب چلتے ہیں۔ سب کو چلنا پڑتا ہے، لہذا آپ کے سامنے روشنی اور تاریک، امید افزا، اور مایوس کن حوصلہ افزا اور حوصلہ شکن ہر پہلو پیش کرنا میرا فرض ہے ——— باقی رہا اس جنگ کا انجام تو شہنشاہ والاجاہ میں نجومی اور ستارہ شناس نہیں ہوں کوئی پیش گوئی نہیں کر سکتا، لیکن اپنے بارے میں پورے وثوق اور اطمینان کے ساتھ عرض کر سکتا ہوں کہ دشمن کے اس ریلے کو روکنے میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا جائے گا، دشمن اگر طوفان بن کر آئے گا تو اسے طوفان ہی سے مقابلہ بھی کرنا پڑے گا۔ وہ اگر کفن سر سے لپیٹ کر آئے گا، تو یہاں بھی اسے ان لوگوں سے سابقہ پڑے گا، جو میدان جنگ میں پہنچنے کے بعد زندگی سے ہاتھ دھو لیتے ہیں، ——— جنگ یقیناً ہو گی اور پوری ہولناکی کے ساتھ ہو گی۔ لیکن ہمارے دشمن بھی یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہم نے کوئی کوتاہی یا بزدلی دکھائی یا دون ہمتی کا مظاہرہ کیا۔ ——— میں اس سے زیادہ کچھ نہیں کہنا چاہتا۔

تو خود حدیثِ مفصل بخواں ازیں مجمل،

جٹینانی کے ان حیات آفریں الفاظ نے شہنشاہ کے ڈگمگاتے ہوئے قدموں میں پھر ثبات و استقلال پیدا کر دیا، اس کے چہرے پر جو افسردگی اور مر

مشورے

ادھر قسطنطین اور قسطنطنیہ کے ارباب حل و عقد میں آئندہ نقشہ جنگ بن رہا تھا، ادھر سلطان محمد اپنے خیمہ میں بیٹھا صلاح کاروں اور مشیروں سے تبادلۂ خیالات کر رہا تھا اور آئندہ کے نقشہ جنگ پر بحث و گفتگو ہو رہی تھی۔

تمام سرداروں، مشیروں، صلاح کاروں اور سپہداروں کی متفقہ رائے یہ تھی کہ صبح پو پھٹتے ہی ہمیں یورش کر دینی چاہیئے۔

سلطان نے باری باری ایک ایک سے رائے لی، لیکن سب کا جواب ایک کا تھا،

"سپیدۂ سحر کے نمودار ہوتے ہی عساکرِ سلطانی کو قسطنطنیہ کی طرف کوچ کر دینا چاہیئے!"

یہ جواب سن کر سلطان کچھ دیر خاموش سر جھکائے غور و فکر کرتا رہا، پھر اس نے سر اٹھایا، حاضرین بالتمکین پر ایک نظر ڈالی اور کہا،

"نہیں، — جمال پاشا نے جو راستہ کھول دیا ہے، اب اسے کوئی نہیں روک سکتا، یورش کے راستوں میں اب کوئی رکاوٹ باقی نہیں رہ گئی ہے۔ ہم جب چاہیں ان پر حملہ کر سکتے ہیں اور امید ہے کہ خدائے بزرگ و برتر ہماری مدد کرے گا۔ بلکہ ہماری یہ جنگ اسی کے لئے ہے، لیکن کیا فائدہ ہے، اگر دشمن کو ایک

شہنشاہ نے بے پروائی اور استغنا کے ساتھ کہا،

"کیوں خواہ مخواہ ایسی باتوں میں سر کھپاتے ہو، جن سے براہ راست تمہارا کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ جسٹینانی کا کام ہے، وہ جس طرح اور جو کچھ مناسب سمجھے گا، کرے گا!"

شہنشاہ کے اس ارشاد کے بعد مجلس برخاست ہوگئی!

اور اگر اس سے زیادہ ہم کچھ چاہتے ہیں، تو یہ ہماری نادانی ہے،
بجا ارشاد ہوا، جیسی رائے عالی ہو، ہم خدام بارگاہ سر اطاعت خم کر
یں گے!"
تمہاری وفاداری اور جاں نثاری سے ہمیں توقع بھی یہی تھی!"
لیکن سلطان ذی شان ایک سوال ابھی اور باقی ہے!"
وہ کیا؟ —— وہ کون سا سوال ہے؟"
سوال یہ ہے کہ قسطنطین، جو اب تک شہنشاہ بنا ہوا ہے، جو بادشاہت
کرنے اڑ رہا ہے، جو عیش و تنعم کی زندگی بسر کر رہا ہے، وہ کیونکر اسے گوارا کرے
تخت حکومت سے اتر کر بوریۂ فقر پر بیٹھ جائے؟ وہ کس طرح اسے پسند کر
ے گا کہ خدائی کرتے کرتے بندۂ ناچیز بن جائے؟ کیا ہماری پیش کش وہ رد
نہ کر دے گا؟"
اگر رد کر دے گا، تو اس کی ذمہ داری اس پر ہوگی، ہم تو اپنے انسانی اور
دینی فرض سے سبک دوش ہو جائیں گے؟" —— اور پھر ہم اسے بھی
محروم رکھنا نہیں چاہتے!"
کیا جس طرح رادول کو آپ نے ولاچیا کی حکومت بخش دی ہے، اور
صرف باجگزار بنانے پر اکتفا کر لیا ہے، یہی قسطنطین کے ساتھ بھی کریں
گے؟ وہ بدستور قسطنطنیہ کا بادشاہ رہے گا اور صرف اطاعت اور باجگزاری کے
بدلے پر اسے سب کچھ سونپ دیا جائے گا؟"
نہیں یہ نہیں ہوگا، رادول اور قسطنطین میں فرق ہے، ولاچیا اور قسطنطنیہ
میں بھی فرق ہے، ولاچیا، ادرنہ کے بجائے حکومت اسلامیہ کے پایۂ تخت
بننے کی صلاحیت نہیں رکھتا تھا اور قسطنطنیہ کو خدا نے اب تک صرف اس لئے
قائم رکھا ہے کہ وہ دولت عثمانیہ کا پایۂ تخت بنے، لہٰذا یہ تو ناممکن ہے کہ قسطنطین
کو قسطنطنیہ کی بادشاہت سونپ دی جائے، یہ ہرگز نہیں ہو سکتا!"

موقعہ اور دے دیا جائے،

ایک سردار نے بصد ادب دریافت کیا،

"سلطان عالی شان آپ دشمن کو کیسا موقع دینا چاہتے ہیں؟"

سلطان نے تبسم کناں فرمایا،

"ہم اس کے پاس پیام بھیجیں گے کہ اسے قسمت سے جنگ نہ کرنی چاہیے۔ حالات بدل چکے ہیں، پانسہ پلٹ چکا ہے، ہمارے فنونِ قاہرہ جب چاہیں عدو دِ قسطنطنیہ میں داخل ہو سکتے ہیں —— لیکن ہم چاہتے ہیں یہ داخلہ دوستانہ ہو۔ ایک فاتح اور کشور کشا کا داخلہ نہ ہو"

"سلطان ذی شان کی رائے تدبر سے خالی نہیں ہو سکتی، لیکن سوال یہ ہے کہ اب ہمارا داخلہ صرف فاتح اور کشور کشا ہی کی حیثیت سے ہو سکتا ہے، یہ داخلہ دوستانہ کس طرح ہو سکتا ہے؟"

"(ہنستے ہوئے) ہو سکتا ہے ہم قسطنطین کو پیش کش کریں گے کہ اگر وہ جنگ سے ہاتھ اٹھائے، قسطنطنیہ کو خالی کر دے، تو باشندگانِ شہر کی سلامتی جان و مال کی ہم ذمہ داری لیتے ہیں، ——

"لیکن جن لوگوں نے خون پانی ایک کر کے یہ راستہ پیدا کیا ہے، جو اس شہر کو فتح کرنے کی طاقت رکھتے ہیں، کیا وہ ثمراتِ فتح سے محروم رہ جائیں گے کیا وہ مالِ غنیمت سے بھی محروم رہیں گے؟"

"(ایک عزم کے ساتھ) ہاں —— یہ جنگ ہم نے مالِ غنیمت کے لئے نہیں لڑی ہے۔ یہ جنگ خدا کے لئے لڑی جا رہی ہے، بندگانِ خدا کا خون بہانے سے حتی الامکان ہمیں احتراز کرنا چاہیئے، ہم چاہتے ہیں کہ قسطنطنیہ پر اسلامی پرچم لہرانے لگے، یہی ہماری خدمت، محنت اور فداکاری کا بہترین معاوضہ ہے۔

نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

"اس کی گردن اڑا دینی چاہیئے، اس لئے کہ اس نے غداری کی ہے!"

"نہیں ــــ ہم سے یہ نہیں ہو سکتا!"

"تو کم از کم اس کی آنکھوں میں سلائی پھروا دینا چاہیئے، تاکہ وہ اندھا ہو جائے اور پھر کبھی کسی سازش کی جرأت نہ کر سکے!"

"یہ بھی بہت بڑی سزا ہے ــــ ہم نے یہ سوچا ہے کہ ایک قافلہ کے ساتھ اسے حجازِ مقدس روانہ کر دیں گے، ممکن ہے کہ اس مبارک اور مقدس سرزمین کی برکت سے وہ اپنے گناہوں پر پشیمان ہو کر تائب ہو جائے اور باقی زندگی یادِ خدا میں صرف کر دے!"

"پھر سلطان ذی شان نے کیا سوچا ہے؟"

"ہم اسے اگر وہ چاہے تو موریا کی حکومت بخش دیں گے، وہاں رہ کر وہ حسب دستور بادشاہت کر سکتا اور طمطراق کی زندگی بسر کر سکتا ہے۔ یہی نہیں ہم اس کی حکومت کے قیام و دوام کی ذمہ داری بھی لیں گے۔ دشمنوں سے اسے بچائیں گے اور ہر طرح سے اس کی امداد کریں گے۔"

"یقیناً اس پیش کش کو وہ قبول کرے گا!"

"ہاں چاہیئے تو ایسا ہی ——— لیکن ہمارا نمائندہ بن کر کون جائے گا، اس کے پاس؟ ——— جمال پاشا زخموں سے چور چور اور نڈھال نہ ہوتا، تو اس سے بڑھ کر خوبی کے ساتھ اس فرض کو انجام دینے والا کوئی نہ تھا، لیکن وہ بستر علالت پر دراز ہے، اگر ہم اشارہ بھی کر دیں تو اسی حالت میں وہ جانے پر تیار ہو جائے گا، لیکن یہ ظلم ہے؟"

"بجا ارشاد ہوا ——— جمال پاشا اگر نہیں جا سکتے تو کیوں نہ عدیل پاشا کو بھیج دیا جائے!"

(کچھ سوچتے ہوئے)، عدیل پاشا؟"

"جی ہاں، ——— وہ عرصۂ دراز تک سلطان والاشان کے سفیر عالی مرتبت کی حیثیت سے متعدد ممالک میں مقیم رہے ہیں، یورپ کی کئی زبانیں جانتے ہیں اور وہاں کے آداب و مراسم سے بھی اچھی طرح واقف ہیں۔ یقیناً بڑی خوبی کے ساتھ اس فرض کو وہ انجام دے لیں گے۔

"ہمیں تمہاری اس رائے سے اتفاق ہے، عدیل پاشا اس کام کے لئے موزوں ترین شخص ہے!"

"لیکن سلطان والاشان اوورخاں کا کیا ہوگا؟ اس کے لئے کیا سوچا ہے آپ نے؟"

"(مسکراتے ہوئے) بتاؤ تمہاری رائے کیا ہے؟ وہ کس سلوک کا مستحق ہے؟"

اور اس فیصلہ پر پہنچتے ہی ساری دہشت کافور ہوگئی، اس عزم مستقل نے اس میں حوصلہ پیدا کر دیا، اب وہ بالکل مطمئن تھا، نہ کوئی غم تھا، نہ صدمہ، نہ اضطراب نہ پریشانی،

یا تو نیند نہیں آرہی تھی، یا اس دہشت اور فکر سے آزاد ہو کر ایسا سویا جیسے گھوڑے بیچ کر سو رہا ہو۔

صبح اٹھا تو طبیعت بشاش تھی، کل کی پریشانی اور اضطراب کا کہیں پتہ نہیں تھا، ضروری امور کے تصفیہ کے لئے وہ اپنے خاص کمرہ میں جا بیٹھا۔ ذرا دیر کے بعد وزیر اعظم بھی گیا اور بعض اہم معاملات پر یہ دونوں تبادلۂ خیالات کرنے لگے، ابھی ان دونوں میں گفتگو جاری تھی، کہ گرانڈ ڈیوک نٹوراس نے اذن باریابی طلب کیا، جملہ امورِ جنگ کا اصل ذمہ دار اور فوجِ یونان کا سپریم کمانڈر بھی تھا، بے تامل شہنشاہ نے اسے طلب کر لیا، اس نے آتے ہی عرض کیا،

"سلطان محمد کا ایک ایلچی عدیل پاشا در دولت پر حاضر ہے اور اذن باریابی چاہتا ہے،

شہنشاہ کے ماتھے پر بل پڑ گئے،

"سلطان کا ایلچی ـــــ بلاؤ، دیکھیں کیا پیغام لے کر آیا ہے؟"

ڈیوک باہر گیا اور ذرا دیر میں عدیل پاشا کو ساتھ لے کر حاضر ہوا ـــ عدیل پاشا شہنشاہ سے انہی آداب کے ساتھ ملا۔ جس طرح ایک سفیر، ایک بادشاہ سے ملتا ہے، اس کے اس انداز سے شہنشاہ خوش ہوا، اس نے پوچھا،

"کیا پیام لے کر آئے ہو عدیل پاشا؟"

عدیل پاشا نے جواب دیا،

ناقابلِ قبول

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ مایوسی انسان کے سمندِ عزم پر مہمیز کا کام کرتی ہے، اور وہ اپنے ارادہ اور فیصلہ میں اٹل ہو جاتا ہے، پھر وہ ناکامیوں سے نہیں گھبراتا۔ سخت سے سخت دشواریوں کا مقابلہ کرنے کی سکت اس میں پیدا ہو جاتی ہے۔ انسان کی سب سے بڑی کمزوری موت کی دہشت ہے، مایوسی کی شدت اس کی دہشت کو ختم کر دیتی ہے اور وہ موت سے بھی پنجہ لڑانے کو تیار ہو جاتا ہے۔

بالکل یہی کیفیت اس وقت قسطنطین کی تھی!

اسے جب یہ اطلاع ملی کہ ترکوں نے فصیل میں شگاف ڈال دیا، اور اب سلطان محمد کا فیصلہ کن حملہ یقینی ہے تو وہ گھبرا گیا تھا اور جب جسٹینانی نے حوصلہ افزا تقریر کی تو اس کی دہشت کچھ کم ہو گئی تھی، رات کو سونے کے لئے لیٹا تو پھر ترکوں کی یورش اور یلغار کا تصور آنکھوں کے سامنے پھرنے لگا۔ اور پھر اس پر دہشت طاری ہونے لگی، لیکن بہت جلد، اپنی اس کیفیت پر وہ غالب آگیا، اس نے فیصلہ کر لیا کہ جس طرح اب تک حکومت اقتدار اور سربلندی کی زندگی بسر کرتا آیا ہے، زندہ رہے گا تو اس طرح ورنہ پھر موت سے بہتر اس درد کا کوئی درماں نہیں۔

ارت سے ٹھکراتے ہیں، ہمارا اور اس کا فیصلہ تلوار سے ہوگا ـــــ تلوار
آخری ہوتا ہے۔ اور قابلِ قبول بھی!
پھر اس نے عدیل پاشا سے نظر ملاتے ہوئے کہا،
ب تم جا سکتے ہو!"
عدیل پاشا واپس چلا آیا!

"شہنشاہ والاجاہ، میں اپنے سلطان ذی شان کا ایلچی بن کر حاضر ہوا ہوں۔ ہمارے سلطان کی یہ خواہش ہے کہ بندگانِ خدا کا خون جہاں تک ہو سکے بہانے سے احتراز واجب ہے، لہٰذا ان کی تجویز یہ ہے کہ آپ بنفسِ نفیس قسطنطنیہ کی کنجی سلطان کے حوالے کر دیں، اگر آپ نے یہ تجویز مان لی، تو سلطان دو وعدے کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ اہل شہر کی جان و مال سے نہ صرف تعرض نہیں کیا جائے گا۔ بلکہ اس کی پوری پوری حفاظت کی جائے گی، دوسرے یہ کہ آپ کو موریا کی بادشاہت عطا کر دی جائے گی[1] تاکہ آپ اسی طرح عیش و نعم کی زندگی آئندہ بھی بسر کر سکیں، جیسے اب تک بسر کرتے چلے آرہے ہیں ——

قسطنطین نے زہر خند کرتے ہوئے سوال کیا۔

"بس یا کچھ اور بھی کہنا ہے؟"

عدیل پاشا نے جواب دیا،

"بس میں یہی عرض کرنا چاہتا تھا!"

شہنشاہ نے کرخت اور درشت لہجہ میں عدیل پاشا کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"اگر ہم سلطان محمد سے یہ کہیں کہ وہ اورنہ ہمارے حوالہ کر دے، اور ہم اسے ولاچیا کا بادشاہ تسلیم کر لیں گے تو کیا وہ منظور کرے گا!"

اور پھر قبل اس کے کہ عدیل پاشا جواب میں کچھ کہے، شہنشاہ نے گرج کر کہا،

"اپنے سلطان سے کہہ دو، اس کی پیش کش ہمارے لئے ناقابل قبول ہے —— ہر خود دار انسان کے لئے ناقابلِ قبول ہے، ہم اسے

---

[1] تاریخ دولت عثمانیہ

...مسلمانوں نے بھی اس سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
...کے یقین پر گیارہ بار قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا تھا، مسندِ امام حنبل کی روایت
...حضورؐ نے فرمایا۔
...ضرور قسطنطنیہ کو فتح کر لوگے اور وہ فوج بھی خوب ہے اور
...امیر بھی خوب ہے"

...نیز بخاری مسلم اور مسند ابن حنبل میں مروی ہے کہ آپؐ نے فرمایا
...میری امت کی پہلی فوج جو قیصر کے شہر پر حملہ آور ہوگی، اللہ تعالیٰ
...اس کو بخش دیا ہے"

چنانچہ اس سعادت اور مغفرت کے حصول کے لئے سب سے پہلے
...معاویہ نے ۴۸ھ (۶۶۸ء) میں ایک لشکر قسطنطنیہ کی فتح کے لئے
...روانہ کیا، اس مہم میں بہت سے صحابہ کرامؓ نے بھی شرکت فرمائی، مثلاً حضرت
...ایوب انصاری، حضرت ابن عباس، حضرت ابن عمر، حضرت ابن زبیر،
...حضرت عبادہ بن صامت، حضرت ابوالدردا، وغیرہ، بعض روایتوں میں ہے
...اس لشکر کے سپہ سالار حضرت سفیان بن عوف تھے، بعض کے نزدیک اس
...کی قیادت یزید بن معاویہ کے ہاتھ میں تھی، محمد فرید بک نے لکھا ہے۔ کہ
...مسلمانوں نے سب سے پہلے ۳۴ھ (۶۵۴ء) میں حضرت علیؓ کے زمانہ
...خلافت اور امیر معاویہؓ کی سرکردگی میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا۔[۲] فان ہیمر
...نے بھی تشریح کی ہے کہ عربوں نے قسطنطنیہ کا محاصرہ پہلی مرتبہ ۶۵۴ء
...(۳۴ھ) میں کیا اور اس فوج کے سپہ سالار امیر معاویہ تھے، لیکن
...اور تاریخوں سے اس بیان کی تصدیق نہیں ہوتی، بظاہر فرید بک کی

---

[۱] ...کرسی جلد ۱ ص ۱۲۶، ۱۲۷ (بحوالہ، فان ہیمر تاریخ دولت حکومت عثمانیہ،
[۲] تاریخ دولت عثمانیہ ص ۴۱

یلغار

عدیل پاشا نے شہنشاہ کا جواب سلطان تک پہنچا دیا۔ وہ مُسکرا مُسکرا کر عدیل پاشا سے ملاقات کی روداد سنتا رہا، پھر اس نے کہا،

"جواب ہمارے لئے خلافِ توقع نہیں لیکن اتمام حجت کر لینا ہمارا فرض تھا الحمد للہ ہم اپنے فرض سے سبک دوش ہو گئے۔"

پھر اس نے سپہ سالاروں اور حکام فوج کو اپنے خیمہ میں طلب کیا، اور انہیں مطلع کر دیا۔

"کل صبح کی نماز پڑھ کر قسطنطنیہ پر ہم دھاوا بولیں گے!"

سلطان کے اس اعلان نے تمام فوج میں جشن کی سی کیفیت طاری کر دی، اور سب لوگ اشتیاق و آرزو کے ساتھ آنے والے کل کا انتظار کرنے لگے، —— کل انہیں قسطنطنیہ پر حملہ کرنا تھا جس پر عہدِ قبل مسیح سے لے کر اب تک بار بار حملے ہو چکے تھے، لیکن جسے اب تک کوئی فتح نہ کر سکا تھا۔

"قسطنطنیہ کی بنیاد بازنطین کے نام سے ۶۵۸ء قبل مسیح میں پڑی تھی، اس وقت سے لے کر آج تک انتیس بار، اس شہر کا محاصرہ ہو چکا تھا، لیکن صرف آٹھ مرتبہ دشمن کی فوج اس کے اندر داخل ہو

جو بات آج تک نہ ہو سکی تھی، وہ اب ہونے والی تھی!
آج مسلمان قسطنطنیہ کی طرف اس عزم کے ساتھ بڑھ رہے تھے کہ
...وہ کچھ ہو جائے قسطنطنیہ کو فتح کر رہیں گے اور نصرت الٰہی ان کی پشتیبان
تھی!

روایت فان ہیمر ہی سے ماخوذ معلوم ہوتی ہے۔ فان ہیمر نے مسلمانوں کے دوسرے محاصرہ کی تاریخ ۴۷ھ (۶۶۷ء) درج کی ہے۔ اور یزید بن معاویہ کو سالار لشکر لکھا ہے، فریڈیک نے بھی یہی لکھا ہے، لیکن وہ اسے خلافت علیؓ کا زمانہ بتاتے ہیں، حالانکہ آپ اس محاصرہ سے سات سال قبل ۴۰ھ میں شہید ہو چکے تھے، بہرحال تیسرا محاصرہ فان ہیمر اور فریڈیک کی روایت کے مطابق ۵۲ھ (۶۷۲ء) میں ہوا، امیر معاویہ نے حضرت سفیان بن عوف کو اس فوج کا سپہ سالار مقرر کیا تھا، اس کے بعد حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانہ خلافت میں مسلمہ نے ۹۷ھ (۷۱۵ء) میں قسطنطنیہ کا محاصرہ کیا، پھر پانچواں حملہ خلیفہ ہشام کے عہد میں ۲۱ھ (۷۲۹ء) میں ہوا، چھٹا مہدی عباسی کے زمانہ میں ۱۶۴ھ (۷۸۰ء) میں ہارون رشید کے زیر قیادت ہوا اور ساتواں ہارون الرشید کے سپہ سالار عبدالملک نے ۸۱۲ھ (۷۹۸ء) میں کیا، عربوں کے بعد عثمانی ترکوں کی باری آئی اور سلطان بایزید یلدرم نے دوبارہ محاصرہ کیا اور اگر تیمور اور بایزید کے درمیان تصادم نہ ہو گیا ہوتا تو ۸۰۵ھ (۱۴۰۲ء) میں قسطنطنیہ کا ترکوں کے ہاتھ میں آجانا بظاہر یقینی تھا، بایزید کی وفات کے بعد اس کے لڑکے شہزادہ موسیٰ نے یہ حوصلہ پورا کرنا چاہا، لیکن شہزادہ محمد کی مصلحت بینی اور بھائیوں کی باہمی جنگ نے قسطنطنیہ کے لئے سپر کا کام دیا، آخری بار سلطان مراد ثانی نے ۸۲۵ھ (۱۴۲۱ء) میں اس شہر کی فتح کا عزم کیا، مگر شہنشاہ قسطنطین کی منت اور اظہار اطاعت سے متاثر ہو گیا اور محاصرہ اٹھا لیا،

غرض سلطان محمد ثانی سے پہلے مجاہدین اسلام گیارہ بار قسطنطنیہ کا محاصرہ کر چکے تھے، لیکن کامیابی کا سہرا اس فاتح کا منتظر تھا اور صحابہ کرامؓ کے مقدس خون نے جس چمن زار کی آبیاری کی تھی، اس کے پھولوں کا تاج اسی فیروز بخت کے لئے تیار ہو رہا تھا[1]

---

[1] تاریخ دولت عثمانی

یہ پہلا معرکہ تو نہیں ہے، اگر تم زندہ ہو تو ایسے ایسے نہ جانے کتنے معرکوں میں
ن کروگے، حصّہ لوگے اور کامیاب ہوگے!"

سلطان کی ان باتوں سے جمال پاشا کی ڈھارس بندھی اور پھر وہ اپنے مطالبہ
پر اصرار نہ کرسکا،

جمال پاشا کے پاس سے رخصت ہوکر سلطان پھر اپنے خیمہ میں آگیا، اور عبادت
میں مصروف ہوگیا،

لشکر میں ساری رات، کل کی لڑائی کے لئے تیاریاں ہوتی رہیں، تلواروں
پر دھار رکھی جاتی رہی، توپوں کو ٹھیک کیا جاتا رہا، سلاح جنگ پر صیقل کی جاتی رہی۔
سلطان محمد ان تمام باتوں اور کاموں سے بے خبر، خدائے واحد کی بارگاہ میں سجدہ
ریز رہا، اور گڑگڑا کر مسلمانوں کی کامیابی اور فیروزمندی کی دعائیں مانگتا رہا، آنکھوں
سے جوئے اشک رواں تھے اور لب پر دعا کا ترانہ،

"۲۰ جمادی الاوّل ۸۵۷ھ (۲۹ مئی ۱۴۵۳ء) کی رات ترکوں نے تسبیح و تحلیل
میں گزاری، فریضہ فجر ادا کرنے کے بعد حملہ شروع ہوا، حملہ مختلف سمتوں میں ہو رہا تھا،
لیکن سب سے زیادہ زور اس حصّہ پر تھا، جو دروازہ سینٹ رومانس سے قریب
تھا وہاں کی دیوار ترکی فوجوں کی گولہ باری سے کافی حد تک مجروح ہو چکی تھی، عثمانی
اور یونانی سپاہیوں کی تعداد میں کوئی مناسبت نہ تھی، لیکن دوپہر سے پہلے تک
انتہائی کوشش اور فتح کی پوری امید کے باوجود عثمانی فوج کا ایک سپاہی بھی شہر میں
داخل نہ ہوسکا، قسطنطین اور اس کے ساتھیوں نے اس روز حیرت انگیز شجاعت کا
ثبوت دیا اور ترکوں کی باڑھ کو بے حد پامردی سے روکتے رہے، لیکن محمد بھی
عزم و استقلال کا مجسمہ تھا، وہ ابتدائی ناکامیوں سے متاثر نہ ہوا اور اب خود اپنے
ینی چری دستوں کو لے کر آگے بڑھا، یونانی اس وقت تک بالکل خستہ ہو چکے تھے، ان
میں کسی تازہ حملہ کی تاب نہ تھی، اسی درمیان میں جسٹینانی کو جو گویا مدافعت کی روح
تھا ایک کاری زخم لگا، جس سے وہ کچھ ایسا خائف ہوا کہ جنگ سے بالکل کنارہ کش

قسطنطنیہ فتح ہوگیا

سلطان کے اس اعلان کی اطلاع بسترِ علالت پر جمال پاشا کو بھی ہوگئی کہ ترکوں کی فوج ظفر موج کل نمازِ فجر سے فارغ ہو کر قسطنطنیہ پر دھاوا کرے گی، وہ بیقرار ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ اُس نے کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سعادت سے میں محروم رہوں!"

لیکن زخموں کے ٹانکے کھل گئے، خون پھر بہنے لگا، وہ بے بس ہو کر پھر بستر پر گر پڑا، اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔

سلطان کو اس واقعہ کی اطلاع ہوئی، وہ بہ نفسِ نفیس جمال پاشا کے خیمہ میں تشریف لائے، اسے تسلی اور تشفی دی اور فرمایا۔

"گو علالت اور نقاہت نے تمہیں مجبور کر رکھا ہے، لیکن تم بھی مجاہدین کی صف میں شامل ہو، تم اس گروہ سے الگ کب ہو، جو قسطنطنیہ کو فتح کرنے کے لئے جا رہا ہے، خدا نیت دیکھتا ہے، تمہاری نیّت کا اجر ضرور بارگاہِ خداوندی سے ملے گا، بے شک تم شہادت کے مرتبہ پر نہیں فائز ہو سکے، لیکن غازی تو بن گئے — اور پھر مایوس کیوں ہوتے ہو؟ ابھی تمہاری عمر ہی کیا ہے؟ کچھ

معبد اباصوفیا

یہ بہت بڑی اور ناقابلِ فخر کامیابی تھی، قسطنطنیہ کی فتح تاریخ کا یادگار اور عبرت انگیز
واقعہ تھا،

کسی کو بھی یقین نہیں تھا کہ بازنطینی حکومت کی یہ آخری یادگاریوں ختم ہو
... قسطنطین جیسا شہنشاہ والاجاہ یوں عروسِ مرگ سے ہم کنار ہو سکتا ہے
...طنطنیہ جیسا ناقابل تسخیر شہر یوں مسلمانوں کے قبضہ میں آسکتا ہے،

لیکن مسلمانوں کی تاریخ جنگ وحرب اس طرح کے معجزات سے بھری ہوئی
... انہوں نے ہر طرح کے ہمت شکن اور روح فرسا حالات کے باوجود، بڑی بڑی
... جیتی ہیں اور دنیا انگشت بدنداں رہ گئی ہے،

قسطنطنیہ کی فتح بھی اسی طرح کا ایک معرکہ تھا، ــــــ ناقابلِ فراموش، ظہر
... قریب سلطان محمد فاتح اپنے وزراء اور امراء سلطنت کے ساتھ شہر میں داخل ہوا،
...ٹ صوفیا کے گرجے کے پاس پہنچ کر وہ گھوڑے سے اترا اور اس عالی شان
...بد میں داخل ہو کر جس میں گیارہ سو برس سے تین خداؤں کی پرستش ہوتی آئی تھی،
... واحد کی تسبیح وتہلیل کے لئے سربسجدہ ہوا، اور موذن کو حکم دیا کہ اللہ کے
... کو اس کی عبادت کے لئے آواز دے، فتح کے دوسرے روز محمد نے شہر کا
...زہ لیا، جب قیاصرہ کے شاہی محل میں پہنچا، اور اس کے ویران اور اجڑے ہوئے

ہو گیا، ایسے نازک وقت میں جب محمد اپنی پوری قوت کے ساتھ حملہ کر رہا تھا جسٹینانی کا اپنے ساتھیوں کو چھوڑ کر چلے جانا گویا شہر کو دشمن کے حوالے کر دینا تھا، لیکن قسطنطین کے شدید اصرار کے باوجود وہ کچھ دیر بھی نہ ٹھہرا، اور وہ فوراً پناہ گاہ میں چلا گیا۔ اس کے ہٹتے ہی عیسائیوں میں کمزوری کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ قسطنطین نے خود موقع پر پہنچ کر کمان اپنے ہاتھ میں لی، مگر ینی چری کا حملہ اتنا سخت تھا کہ شہنشاہ اور اس کے بہادر سپاہیوں کی جانبازی زیادہ دیر تک مقابلہ نہ کر سکی۔ ینی چری کا سردار آغا حسن اپنے تیس ہمراہیوں کے ساتھ دیوار پر چڑھ گیا، اگرچہ آغا حسن اور اس کے اٹھارہ ساتھی فوراً مار کر گرا دیئے گئے۔ تاہم باقی کامیاب رہے اور اس کے بعد ہی ترکی دستے یکے بعد دیگرے پہنچتے گئے، یونانیوں کے لئے اب کوئی اُمید باقی نہ رہی۔ قسطنطین نے اپنی سُرخ عبا جو قیاصرہ کی امتیازی پوشاک تھی۔ اتار کر پھینک دی اور ترکی فوج کے بڑھتے ہوئے طوفان میں گھس کر ایک جانباز اور سرفروش سپاہی کی طرح لڑتا ہوا مارا گیا۔

چند لمحوں کے اندر قسطنطنیہ فاتحوں کے پے در پے دستوں سے بھر گیا۔

فاتح اور مفتوح

قسطنطنیہ فتح ہو گیا!

اب مسلمان اس شہر کے مالک تھے!

مسلمانوں کے سامنے یورپ کے تاجداروں کی مثالیں موجود تھیں کہ انہوں نے
جب کسی مسلمان ملک پر قبضہ کیا تو اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی، وہاں کے مسلمانوں
کو بے دریغ کیا، انہیں جبراً عیسائی بنا لیا اور جو عیسائی نہیں بنے، انہیں یا قتل کر دیا.
یا سارا مال و متاع چھین کر، بیک بینی و دو گوش جلا وطن کر دیا،

مسلمان اگر چاہتے، تو وہ بھی یہ کر سکتے تھے،

اور ایسا کرنا کچھ عجیب نہ ہوتا، اس زمانہ کی عام وضع یہی تھی، فاتح آقا بن جاتا تھا
اور مفتوح غلام اور ان غلاموں سے ہر چیز چھین لی جاتی تھی، حتیٰ کہ یہ اپنے مذہبی رسوم
عبادات و مراسم تک میں فاتح کی مرضی کے غلام بن جاتے تھے،

لیکن کیا سلطان محمد نے بھی ایک فاتح کی حیثیت سے قسطنطنیہ میں داخل
ہو کر یہی کیا؟

یکم جون ۱۴۵۳ء کو سلطان نے امن کا اعلان کیا اور ان تمام عیسائیوں کو جو قسطنطنیہ
سے بھاگ گئے تھے، واپس آنے کی دعوت دی۔ اس نے ان کی جان و مال کی حفاظت

ایوانوں پر نظر پڑی تو بے اختیار اس کی زبان پر یہ شعر آگیا۔

پردہ داری می کند در قصر قیصر عنکبوت
بوم نوبت می زند بر گنبد افراسیاب

قسطنطنیہ میں داخل ہونے کے بعد ترکوں نے جو کچھ کیا وہ تاریخ کا کوئی معمولی واقعہ نہ تھا، قرون وسطیٰ کے دستور جنگ میں مفتوحین کی جان و مال تمام تر فاتح کی ملک ہوتی تھی، جس پر اسے ہر طرح کا اختیار ہوتا تھا، یورپ کی سلطنتوں نے اس اختیار کے استعمال میں کبھی کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا، اور ظلم و تعدی کی ایسی ہولناک مثالیں پیش کیں، جو تخیل میں بھی بمشکل آسکتی ہیں، جب کبھی انہوں نے مسلمانوں پر فتح پائی، وہ سب کچھ کر ڈالا جو تاریخ مظالم کے روشن ترین کارناموں میں شمار کیا جاسکتا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ترکوں نے قسطنطنیہ میں داخل ہو کر جب دیکھا، عیسائیوں نے ہتھیار ڈال دیئے اور ان میں مدافعت کی قوت باقی نہیں رہی، تو فوراً ہی اپنی تلواریں نیام میں کرلیں اور مال غنیمت کے جمع کرنے میں مصروف ہو گئے، یہ سلسلہ تین روز تک جاری رہا۔ چوتھے روز سلطان نے امن عام کا اعلان کیا، اور سپاہیوں کے ہاتھ دفعۃً رک گئے،

"اگرچہ سلطان اور اس کے سپاہیوں نے بہت سے مظالم کئے اور یونانیوں کی پوری جماعت پر نہایت سخت مصیبت ٹوٹ پڑی، تاہم یہ نہیں کہا جاسکتا کہ فتح قسطنطنیہ کے موقع پر ویسی نفرت انگیز بدمستیوں کا مظاہرہ ہوا۔ جیسی ۱۲۰۴ء میں دیکھی گئی تھیں جب کہ محاربین صلیبی نے اس پر قبضہ کیا تھا، داخلہ کے ابتدائی چند گھنٹوں کے بعد اس موقع پر کوئی قتل عام نہیں ہوا۔ آتش زنی بھی زیادہ نہیں ہوئی، سلطان نے گرجاؤں اور دوسری عمارتوں کو محفوظ رکھنے کی پوری کوشش کی، اور وہ اس میں کامیاب رہا[1]

---

[1] لارڈ یور سلے ص ۸۸

ب ہوں فیصلہ کرتی تھی، حتیٰ کہ جرمانہ کرنے اور مجرموں کو قید کی سزا دینے کے
ارات جس کے لئے علیحدہ قید خانے تھے۔ اس کو حاصل تھے، وزرائے سلطنت اور
کام کو ہدایت تھی کہ اس عدالت کے فیصلوں کی تعمیل کریں، سابق کی عیسوی سلطنت
عایا کے مذہبی امور میں طرح طرح کی دست درازیاں کی تھیں، لیکن ترکوں نے ان میں
مل نہیں دیا، بطریق اور اس کی مذہبی مجلس کو پورے اختیارات مذہب اور مذہبی
ے کے بارے میں حاصل ہوئے، بطریق مجاز تھا کہ مذہبی مشوروں کی مجلس کو جب
ے جمع کرے اور اس کے ذریعہ سے عیسوی فقہ اور اصول کے تمام مسائل کو بغیر
ت کی مداخلت کے طے کرے اور چونکہ ایک حیثیت سے وہ سلطانی عہدہ دار
تھا، اس لئے اس کے اختیار میں تھا کہ مصیبت زدہ عیسائیوں کی حالت کی اصلاح
رح کی کرے کہ ناانصاف ترکی گورنروں کے کاموں سے سلطان کو مطلع کرے، یونانی
ف جو اضلاع میں تھے، ان کی بھی بہت عزت تھی اور عدالت کے اختیارات ان
ذر دیئے گئے تھے کہ موجودہ زمانہ تک انہوں نے اپنے علاقوں پر ترکی حاکموں کی
ومت قائم رکھی۔ [1]"

---

[1] دعوت اسلام (پروفیسر آرنلڈ) ص ۱۶۴، ۱۶۵

کا ذمہ لیا اور انہیں آمادہ کیا کہ آکر اپنے پیشوں اور کاروبار میں پھر بدستور مشغول ہو جائیں، اس کے بعد اس نے یونانی کلیسا کے بطریق کو از سرِ نو اس کے عہدے پر مامور کیا اور کلیسا کی سرپرستی خود قبول کی، ایک خاص فرمان کے ذریعہ یونانی بطریق کی ذات محترم قرار دی گئی اور نیز اس کے کلیسا کے دوسرے عہدہ دار تمام ٹیکسوں سے بری قرار دیئے گئے اور ان کو اپنے مذہبی رسوم ادا کرنے کی پوری آزادی دے دی گئی، اس زمانہ میں سلطان نے انہیں اس امر کی بھی اجازت دی کہ وہ اپنے قومی معاملات اپنی ملی عدالتوں میں طے کر لیا کریں۔ ان عدالتوں کا صدر کلیسا کے بطریق جارج گنا دیس (GENNADIUS) کو مقرر کیا، جو خود یونانیوں کا منتخب کردہ تھا، سلطان نے یونانیوں کے قانونِ نکاح اور قانونِ وراثت کو برقرار رکھا، اور ان کا نفاذ بطریق اور مذہبی عدالتوں کے سپرد کیا، ایک عیسائی مؤرخ کا بیان ہے۔

" سلطان محمد ثانی نے قسطنطنیہ پر قبضہ کرنے اور شہر میں امن ہونے کے بعد پہلا انتظام یہ کیا کہ یونانی کلیسا کا حامی اور سرپرست بنا، تاکہ عیسائی اس کی اطاعت قبول کریں، عیسائیوں پر سختی کرنے کی ممانعت کر دی اور ایک فرمان جاری کیا، جس کے بموجب قسطنطنیہ کے نئے بطریق کو اور اس کے جانشینوں اور ماتحت اسقفوں کو قدیم اختیارات جو حکومت سابقہ میں ان کو حاصل تھے۔ دیئے گئے اور جو ذریعے ان کی آمدنی کے تھے وہ بحال ہوئے اور جن قواعد سے وہ مستثنا تھے۔ ان سے بدستور مستثنا کئے گئے، گنادیوس کو جو ترکوں کی فتح کے بعد قسطنطنیہ کا پہلا بطریق ہوا۔ سلطان نے اپنے ہاتھ سے وہ عصا عنایت فرمایا جو اس کے منصب کا نشان تھا، اور ایک خریطہ جس میں ایک ہزار اشرفیاں تھیں اور ایک گھوڑا جس پر بہت پر تکلف سامان تھا اور اجازت دی کہ وہ اپنے قدیم سامانِ جلوس کے ساتھ شہر میں سوار ہو کر دورہ کرے، ترکوں نے صرف یہی نہیں کیا کہ کلیسا کے سب سے بڑے افسر کی وہی عزت و عظمت قائم رکھی جو اس کی عیسائی شہنشاہانِ روم کے وقت میں حاصل تھی بلکہ عدالت کے وسیع اختیارات بھی اس کو دیئے، بطریق قسطنطنیہ کی عدالت ایسے کل مقدمات کا جس میں فریقین مسیحی

ے اسے نہ صرف معاف کر دیا، بلکہ اپنی سرپرستی کا بھی یقین دلایا۔ اس نے ڈیوک
ویان تک نوازش کی کہ اس کی بیوی کی عیادت کے لئے گیا جو علالت اور
یت کے غم سے پریشان تھی اور نہایت ادب اور احترام کے ساتھ جس طرح
رکا اپنی ماں کو سمجھا ئے۔ اسے تسلی اور تشفی دی۔ ایسی ہی نرمی کا برتاؤ اس نے
ے بڑے بڑے افسروں کے ساتھ بھی کیا، اور ان میں سے کسی ایک کا زرِ فدیہ
خود ادا کیا، چند ہی دنوں میں اس کے عفو و کرم کا دامن تمام باشندگانِ شہر
راز ہو گیا۔[1]

---

[1] گبن، ج ۴، ص ۵۰۱

دشمن سے سلوک

سلطان محمد کے اس طرزِ عمل نے زخمی دلوں پر مرہم کا کام دیا۔
عیسائی سہمے ہوئے تھے کہ دیکھئے اب ان کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے، وہ ڈر رہے تھے کہ اب ظلم واستبداد کی تلوار ان کے حلقوم وگلو پر چلے گی، اس خیال سے ان کی جان نکلی جا رہی تھی، کہ مسلمان فاتح انہیں غلام بنا لیں گے۔

لیکن مسلمانوں نے ان کے ساتھ جس حسنِ سلوک، رواداری اور فیاضی کا برتاؤ کیا اس نے ان کی آنکھیں کھول دیں، اور وہ جو کل تک مسلمانوں کو بدترین خلائق سمجھتے تھے، آج ان کے گن گانے لگے، ان کی توصیف وتحسین میں رطب اللسان نظر آنے لگے،

سلطان محمد نے ان لوگوں سے جو اس کے بدترین دشمن تھے، اچھا سلوک کیا، وہ لوگ جو اس جنگ کے ذمہ دار تھے، اس کے رحم وکرم سے محروم نہ رہے، وہ لوگ جنہوں نے پوری شدت اور بے رحمی کے ساتھ مسلمانوں کو تہس نہس کر دینے کا فیصلہ کر لیا تھا، سلطان کے دامنِ عفو وکرم میں پناہ پا گئے، واقعہ یہ ہے کہ:۔

" اشتعال یا انتقال کے موقع پر محمد ثانی نے جو کچھ بھی کیا ہو، تاہم اس کی فطرت نرم ولطیف جذبات سے محروم نہ تھی، قسطنطنیہ کی فتح کے روز اس نے جس رحم دلی اور رقیق القلبی کا ثبوت دیا، اس کی مثال اس کے کسی ہم عصر نے کبھی پیش نہ کی، ڈیوک نوٹاس جو افواجِ قسطنطنیہ کا سپہ سالارِ اعظم تھا، جب گرفتار کر کے اس کے سامنے لایا گیا،

یسائیوں کو مذہبی آزادی کا پروانہ عطا کرنے کے لئے قسطنطنیہ کو از سرِ نو آباد کرنے
ن متوجہ ہوا۔ قسطنطنیہ کی آبادی برابر کم ہوتی جارہی تھی، سلطان کی ترغیب اور
زانی سے شہر کے اکثر باشندے جو بھاگ گئے تھے واپس آ گئے تھے، سلطنت
کے دوسرے حصوں سے بھی بہت سے یونانی، یہودی اور ترک خاندانوں
کر کے قسطنطنیہ میں آباد کیا گیا، اس کے علاوہ ہر نئی فتح کے بعد محمد نے
ممالک کے ہزاروں باشندوں کو لاکر وہاں بسایا، اس کے عہدِ حکومت کے
نطنطنیہ اپنے آخری یونانی فرمانروا کے زمانہ سے زیادہ آباد اور خوش حال تھا۔
اس شہر کی خالص یونانی حیثیت فنا ہوچکی تھی اور یونانیوں کے ساتھ ترکی،
بلغاری سردی عنصر بھی بکثرت اس کی آبادی میں شامل ہوگیا تھا۔
نطنطنیہ کی فتح عثمان کے خواب کی تعبیر تھی، یہی شہر اس کی انگشتری کا نگینہ تھا،
ن اپنی انگشتری میں سجانا چاہتا تھا، لیکن یہ سعادت ازل سے محمد فاتح کیلئے
ہی تھی، محمد نے قسطنطنیہ کو سلطنتِ عثمانیہ کا پایۂ تخت بنالیا، کسی نے اس
ی تاریخ "بلدہ طیبۃ" (۸۵۷ھ) سے نکالی، جو قرآن پاک کی ایک آیت
ستہ ہے

بلدیۂ طیّبہ

اب قسطنطنیہ کفرستان نہ تھا، اسلامستان تھا، اب وہ ایک کافر ملک نہ تھا، اسلام کا پرچم وہاں لہرا رہا تھا، اب وہاں مسلمان ہونا جرم نہ تھا، بلکہ مسلمانوں کے ہاتھ میں وہاں کی حکومت تھی۔

مسلمانوں نے پوری عالی ظرفی اور سیر چشمی کے ساتھ فرمانروائی کے فرائض سرانجام دینا شروع کئے، انہوں نے غیر مسلموں کے ساتھ زیادہ سے زیادہ دلجوئی اور نرمی و ملاطفت کا برتاؤ کیا اور انہیں حتی الامکان کسی شکایت کا موقع نہیں دیا۔ ان کی اس رواداری، وسعتِ قلب اور انسانیت نے دوستوں کا کیا ذکر، دشمنوں سے بھی خراج تحسین وصول کیا، انہیں بھی اعتراف کرنا پڑا، مسلمان جنگ کے وقت چاہے جتنے سخت ہوں، لیکن جنگ میں کامیابی کے بعد وہ سراپا لطف و کرم بن جاتے ہیں، چنانچہ غیر مسلم مورخ بھی شہادت دیتے ہیں۔

" محمد کی عظیم الشان رواداری اس کے عہد کی مسیحی یورپین حکومتوں کی سیاسی اخلاقیات سے بہت آگے تھی، اہل اسپین نے ان مسلمان مورس کو جنہوں نے اپنے گرفتار کرنے والوں (عیسائیوں) کا مذہب اختیار کرنے سے انکار کر دیا تھا۔ ان کے ملک سے نکالتے وقت محمد کے نمونہ پر عمل نہیں کیا، محمد نے یونانیوں یا قسطنطنیہ کے دوسرے باشندوں کو ترغیب یا جبر سے مسلمان بنانے کی کوشش نہیں کی،"

...نہ دفن پھر سے دریافت ہوجائے یہ مقدس مقام ایک مرتبہ پھر اپنی برکتوں کے
...یاں ہو اور اس مقام پر جامع ایوب کے نام سے ایک شاندار مسجد تعمیر کردی جائے۔
...فتح کے تیسرے روز حضرت ابوایوب انصاری رضؓ کے مزار کا انکشاف ہوا، آپ
...ھ کے محاصرہ کے دوران میں وفات پائی تھی، اور قسطنطنیہ کی فصیل سے متصل
...ئے تھے، سلطان نے وہاں ایک مسجد تعمیر کرائی۔ جس کا نام جامع ایوب ہے اور
...ے بعد سے یہ دستور ہو گیا تھا کہ تخت نشینی کے موقع پر ہر سلطان اس مسجد میں
...ان اوّل کی تلوار حمائل کرتا تھا۔ اور یہ تقریب رسم تاج پوشی کی قائم مقام سمجھی جاتی تھی۔
...اور اس وقت سے اب تک ترکیہ میں صدہا انقلابات آچکے ہیں، لیکن اس
...زت اور برکت بدستور قائم ہے اور قیامت تک قائم رہے گی!

جامع ایوب!

قسطنطنیہ پر مسلمانوں کی جس پہلی فوج نے پہلی صدی ہجری کے نصف اوّل میں چڑھائی کی تھی، اس میں صحابیٔ رسولؐ حضرت ابوایوب انصاری بھی تھے، اس معرکہ میں قسطنطنیہ فتح نہ ہو سکا، لیکن مسلمانوں کی ایک مستقل یادگار وہاں قائم ہو گئی،

حضرت ابوایوب انصاری اس جنگ کے دوران میں بیمار ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے، ان کی تربت وہیں فصیل کے نیچے بنا دی گئی،

صدیاں گزر گئیں،

اس عرصہ میں نہ جانے کتنے انقلابات آئے!

ماہ و سال کی گردشوں نے، نہ جانے کیا کیا دیکھا،

چشمِ فلک نے ایسے ایسے مناظر دیکھے، جن کی نظیر نہیں ملتی،

اور مرورِ ایام سے وہ تربت آنکھوں سے اوجھل ہوتی چلی گئی،

ایک دشمن ملک کے لوگوں کو کیا پڑی تھی کہ وہ ایک دشمن قوم کے ایک مردِ بزرگ کی قبر کی حفاظت کرتے اور اسے ایک یادگار کی حیثیت سے باقی رکھتے، یہاں تک کہ بالآخر، لوگوں کو یہ بھی یاد نہ رہا کہ وہ قبر تھی کہاں،

لیکن قدرت نے جس طرح سلطان محمد کی قسمت میں بہت سی سعادتیں لکھی تھیں، اسی طرح اس کی قسمت میں یہ سعادت بھی لکھ دی تھی کہ حضرت ابوایوب انصاریؓ

بچھڑے ملتے ہیں آج مدّت کے!

چند ہی روز میں قسطنطنیہ کی کایا پلٹ گئی۔ اب وہ صرف یونانیوں کا شہر رہ گیا، بین الاقوامی شہر بن گیا، عیسائیت کے علمبرداروں، کلیسا کے منصب داروں کے ٹھیکیداروں نے نسل ونسب، رنگ وخون، امارت اور غربت کا امتیاز ...ھا تھا۔ اس لئے پوری شدّت کے ساتھ یہ امتیاز مملکت قسطنطنیہ میں بھی ...ا اور شہر قسطنطنیہ صرف یونانی قومیت کا مرکز بن کر رہ گیا تھا۔

لیکن اسلام میں نہ نسل ونسب کی تفریق ہے نہ رنگ وخون کا امتیاز، نہ ...ت وغربت کی حدِ فاصل، اسلام تو مساواتِ عام اور اخوتِ عامہ کا علمبردار ہے ...جو اسلام کے زیرِ نگیں آتے ہی، قسطنطنیہ بھی صرف یونانیوں کے بجائے تمام ...وں کا شہر بن گیا، ہر قوم، ہر ملک، ہر وطن اور ہر ملّت کے لوگ یہیں آ آکر بسنے ...امتیازِ مذہب کی بھی تخصیص نہ رہ گئی، جس طرح یہاں مسلمان بستے تھے، اسی ...عیسائی بھی، اسی طرح یہودی بھی، اسی طرح دوسرے ادیان کے پیرو بھی ...سب کے ساتھ کامل مساوات کا برتاؤ ہو رہا تھا، اور ہر ایک کو اپنے نجی، دینی ...اور کاروباری معاملات میں پوری اور مکمل آزادی حاصل تھی — نہ کوئی پابندی، ...احتساب نہ قدغن!

اس انقلاب کا نتیجہ یہ ہوا کہ قسطنطنیہ کی رنگا رنگی میں اضافہ ہو گیا، اور اس

نیا دَور

ت نذرِ اغیار ہوجاتے تھے، ان کے مکانات تک ان کے قبضہ میں نہیں رہنے ے جاتے ہیں، خاص طور پر عیسائی ملکوں میں تو ان کی حالت بہت زیادہ وار و زبوں تھی، یہ عام، ابتدائی اور بنیادی انسانی حقوق تک سے محروم تھی، یہی وجہ ی، کہ برابر نقلِ سکونت کرتے رہتے تھے، ان کی زندگی خانہ بدوشوں کی سی زندگی و کررہ گئی تھی، آج یہاں کل وہاں، صبح کہیں شام کہیں، ان کا کوئی وطن نہ تھا جسے پنا وطن کہہ سکیں، جہاں سکون اور اطمینان کی زندگی بسر کر سکیں!

ہاں مگر ایک سر پھری قوم تھی جس کا آغوشِ شفقت و مہر ان کے لئے وا تھا، اس سر پھری قوم کے ساتھ یہودیوں نے دشمنی کا کوئی دقیقہ فروگذاشت ہیں کیا تھا، انہوں نے اس کے خلاف سازشیں کیں، خفیہ تحریکیں چلائیں، اسے و برباد کرنے کے منصوبے بنائے، اس کے دین اور اس کے داعی مذہب ہ الصلوٰۃ والسلام کے خلاف زیادہ سے زیادہ معاندانہ اور مخالفانہ سرگرمیاں ی رکھیں، اگر اس قوم نے، قومی حیثیت سے ایک لمحہ کے لئے بھی یہودیوں کو ستم نہیں بنایا، بے شک اس نے خطاکار اور زشت کار یہودی مجرموں ساتھ کوئی رعایت بھی نہیں کی، لیکن چند مجرموں کے باعث پوری ملت کو یکے از جرائم پیشہ سمجھ لیا ہو، ایسا بھی نہیں کیا!"

کیا یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ وہ سر پھری قوم مسلمان تھی!

مسلمانوں کو قومی، اجتماعی اور انفرادی حیثیت میں یہودیوں سے بہت زیادہ ائیں تھیں، لیکن انہوں نے یہودی قوم کو زندگی، عافیت اور مساوات انسانی حقوقِ عامہ سے کبھی محروم نہیں کیا، بلکہ اسے ہر طرح کی آسائشیں اور سہولتیں یں، دوسروں کے ظلم و تعدی سے اسے بچالیا، اور بے خوفی و اطمینان کی زندگی رنے کا موقعہ دیا، سارے یورپ میں، سارے غیر مسلم ممالک میں یہودیوں ساتھ وہ سلوک ہو رہا تھا جو کتوں کے ساتھ ہوتا ہے، لیکن مسلم ممالک میں سی طرح کی تکلیف نہ تھی۔

رنگا رنگی کے اضافہ کے ساتھ اس کی معیشت کا معیار بھی اونچا ہونے لگا، یہاں کی گلیوں اور کوچوں میں، جس طرح یونانی اور ترکی بولنے والے ملتے تھے، اسی طرح فارسی اور دوسری زبانیں بولنے والے بھی موجود تھے، — کسے را با کسے کارے نہ باشد۔

جس طرح دنیا جہاں کے لوگ آ آ کر ترکوں کے اس نئے دار السلطنت میں آباد ہونے اور بسنے لگے اسی طرح دنیا جہان کا مال واسباب بھی یہاں آ آ کر بکنے لگا۔ کاروبار کو فروغ حاصل ہوا اور لوگوں کی مالی حالت سدھر گئی، کاروبار کے فروغ سے مسلمان عملی طور پر زیادہ فائدہ نہیں اٹھا سکے، کیوں کہ وہ سپہ گری میں ایسے ہوتے تھے، سہ

سو پشت سے ہے پیشہ آبا سپہ گری!

البتہ عیسائیوں اور خاص طور پر یہودیوں نے بہت زیادہ فائدہ اٹھایا، اور یہ یہودی بھی عجیب لوگ تھے، — ازاں سود اندہ ازیں سفر در فائدہ!

دنیا میں کوئی مقام ایسا نہیں تھا۔ جہاں یہ آزادی، مساوات، عافیت اور اطمینان کی زندگی بسر کرتے ہوں، خدا نے انہیں دولت دی تھی اور بہت زیادہ دی تھی، خدا نے انہیں حسن وجمال عطا کیا تھا اور بے اندازہ عطا کیا تھا، خدا نے انہیں ذہین دماغ بخشا تھا اور اتنا عمدہ کہ اپنی علمی اور فنی صلاحیتوں کا انہوں نے ڈنکا بجا دیا تھا، لیکن ان حقائق اور امتیازات کے ہوتے ہوئے بھی یہ مقہور ومعتوب اور مردود تھے۔

دنیا میں کوئی ملک ایسا نہیں تھا، جہاں انہیں گوشہ امن میسر آسکتا، ہر جگہ ذلت اور خوداری کی زندگی بسر کر رہے تھے — ان کا مال چھین لیا جاتا تھا، ان کے کاروبار پر قبضہ کر لیا جاتا تھا، ان کی زمین، جائیداد،

ن یاب نہ ہو جائیں، اس وقت تک یہ تقریب ملتوی رہنی چاہیئے، سلطان کی
ں جمال پاشا کی جو منزلت اور وقعت تھی، وہ ظاہر ہی تھی، لیکن جسٹینانی کی بہادری
ت اور فنون جنگ میں مہارت سے بھی وہ متاثر تھے، چنانچہ جہاں وہ
وز جمال پاشا کی عیادت کے لئے پابندی کے ساتھ ہر روز تشریف لے جایا
تھے، وہاں جسٹینانی کی عیادت اور مزاج پرسی کے لئے اکثر و بیشتر گرانڈ ڈیوک
ور اس کے دولت کدے پر رونق افروز ہو کرتے تھے، گھنٹوں اور پہر دل
ب رکھتے تھے۔ ڈیوک سے محبت آمیز لہجہ میں گفتگو کرتے، اس کی بیوی
وہ برتاؤ کرتے جو ایک بیٹے کا ماں کے ساتھ ہوتا ہے، اس کی ہر خواہش اور
ونٹوں میں پوری کر دیتے۔ اس کی دلجوئی میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے
اس نئے انقلاب نے سب سے زیادہ اس کے دل و دماغ کو متاثر کیا تھا
ے بعض وقت تو وہ بہکی بہکی باتیں کرنے لگتی تھی اور اس کی صحت دماغی میں
نے لگتا تھا اس طرح وہ جسٹینانی کے پاس بھی تشریف رکھتے۔ اس سے لطف و مہر
ں کرتے اس کا حال احوال دریافت کرتے، طبیبوں اور جراحوں کو سختی کیساتھ
رتے کہ اس مرد میدان کی خدمت اور تیمارداری میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ
ے۔

ور اب وہ وقت آگیا تھا کہ جشن فتح و مسرت دھوم دھام اور تزک و احتشام
یا جائے، جمال پاشا اور جسٹینانی بالکل تندرست ہو چکے تھے،
س موقع پر باہر سے سلطان کے حلیف، باجگزار اور دوست بھی بڑی تعداد
کت کے لئے آئے، انہیں میں ولاچیا کا فرمانروا ارادول بھی تھا، ارادول
شاہ نے جو معاہدہ کیا تھا۔ اس میں ایک دفعہ یہ بھی تھی کہ حکومت ترکیہ
ت اور مقبوضہ و مفتوحہ اور باجگزار غیر مسلم علاقے اگر کبھی بغاوت اور
ا ارتکاب کریں گے تو ارادول اپنے تمام وسائل و ذرائع سلطان کے حوالے
گا اور پوری وفاداری کے ساتھ ان کا ساتھ دے گا،

یہی وجہ تھی کہ جبس قسطنطنیہ میں اکا دکا یہودی بھی مشکل سے نظر آتا تھا، اب وہاں یہودیوں کی ریل پیل تھی، جوق در جوق اور فوج در فوج اور موج در موج مختلف مقامات سے اس مقام امن میں آ رہے تھے، اور شاد کامی و فارغ البالی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ نہ کوئی اندیشہ نہ کوئی خطرہ، نہ کسی طرح کی فکر، نہ کسی قسم کا ہراس!

یہی حال دوسری غیر مسلم قوموں اور ملتوں کا بھی تھا، دن عید تھا، رات شب برات، ملتوں کم وبیش ایک مہینہ میں دہشت اور سراسیمگی کے وہ تمام اثرات دور ہو گئے جو انقلاب حکومت کے بعد قدرۃً پیدا ہوا کرتے ہیں، لوگوں کو جب امن و امان اور حفظ جان و مال کا یقین ہو گیا، تو وہ کامل یکسوئی کے ساتھ اپنے کام اور کاروبار میں لگ گئے۔

ایک اجنبی شخص جسے اس زبردست انقلاب کی خبر نہ ہو، یہاں آئے، یہاں کا گشت کرنے، اور یہاں کے گلی کوچوں اور بازاروں کی سیر کرنے کے بعد یہ محسوس ہی نہیں کر سکتا تھا کہ یہاں اتنا بڑا اور ہولناک انقلاب آ چکا ہے، ایک صدیوں پرانا شاہی خاندان ختم ہو چکا ہے اور ایک نئے شاہی خاندان نے اس کی جگہ لے لی ہے، ایک مخصوص مذہب اور مخصوص قوم کی حکومت کا تختہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے الٹ چکا ہے اور اس کے بجائے، ایک دوسرا مذہب، اور ایک دوسری قوم برسر حکومت ہے۔

فتح قسطنطنیہ کے بعد ہی سے عوام اور خواص کا مطالبہ یہ تھا کہ اس یادگار اور تاریخی کامیابی کی خوشی میں، نہایت وسیع اور شاندار پیمانے پر جشن مسرت منایا جائے، اس مطالبہ میں صرف مسلمان ہی شریک نہیں تھے، غیر مسلم رعایا بھی دل و جان سے شریک تھی، اور یہودیوں کے متعلق تو بجا طور سے کہا جا سکتا ہے کہ پیش پیش تھے۔

لیکن سلطان ذی شان اب تک اس مطالبہ کو ٹالتے آئے تھے!

سلطان کی خواہش تھی کہ جال پاشا اور جٹینانی جب تک کامل طور پر

رق رہنے دیئے گئے ہیں، یہی نہیں بلکہ سلطان بہ نفس نفیس ہر روز دونوں کے پاس
نے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ کسی طرح کی تکلیف تو نہیں ہے۔ سلطان کا برتاؤ
ں دونوں کے ساتھ وہی ہے جو ایک باپ کا بیٹی کے ساتھ ہونا چاہیئے اور
ہے،

یہ باتیں سن کر رادول بہت خوش ہوا، اس نے پوچھا،
"لیکن جولیا سے ملنے کی بھی کوئی صورت نکل سکتی ہے؟"
جمال نے یک بیک سنجیدگی اختیار کر کے کہا،
"لیکن تم اس سے مل کر کیا کرو گے؟ وہ تو تم سے نفرت کرتی ہے!"
یہ سن کر رادول کا چہرہ زرد پڑ گیا، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،
"نفرت کرتی ہے! —— جولیا رادول سے نفرت کرتی ہے؟"
جمال پاشا ہنسنے لگا۔
"اچھا۔ بھائی نفرت نہیں کرتی محبت کرتی ہے، چلو یوں ہی سہی
نکلنے والی بات؟ یہ ناممکن ہے، تم جولیا کو کہہ رہے ہو میں نے اب تک
دیدار بھی نہیں کیا،
رادول نے سوال کیا،
"لیکن تمہیں تو ہر طرح کے مواقع حاصل ہیں، تم کیوں نہیں ملے اس سے؟"
جمال پاشا نے جواب دیا،
"سلطان کی اجازت نہیں ہے!"
رادول یہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔
"کیوں؟" ——
ل نے جواب دیا،
ں کیا بتا سکتا ہوں، سوا اس کے کہ "رموزِ مملکت" "خویش خسرواں دانند"
دول نے پہلو بدلتے ہوئے کہا،

لیکن اگر کبھی ایسا اتفاق پیش آیا کہ کسی غیر مفتوح، عیسائی فرمانروا سے جنگ و پیکار کی نوبت آئی تو رادول آزاد ہوگا کہ پوری غیر جانبداری کے ساتھ بیٹھا رہے اور کسی کا ساتھ نہ دے، چونکہ قسطنطین سے اس کے ذاتی تعلقات تھے، اور یہ تعلقات حد درجہ دوستانہ اور خوشگوار تھے، اس لئے قسطنطنیہ کی جنگ میں اس نے کوئی عملی حصہ نہیں لیا، سوا اس کے کہ اپنے دوران قیام قسطنطنیہ میں اس نے شاہ قسطنطین کو نیک صلاح دی، اور جنگ کے ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی، البتہ سلطان سے عقیدت اور وفاداری کا ثبوت دینے میں کوئی کسر بھی نہیں اٹھا رکھی، جمال پاشاہ کو قسطنطین کی قید سے چھڑا کر ولاچیا لے آیا اور یہاں نہایت آرام اور آسائش سے اسے رکھا، اور اسے کسی طرح کی تکلیف نہیں ہونے دی،

سلطان نے رادول کا پرجوش اور پرتپاک استقبال کیا، اور محل میں اپنے ساتھ ٹھہرایا، رادول کے گہرے تعلقات جمال پاشا سے قائم تھے، اس نے اسی کے ساتھ قیام کو ترجیح دی اور محل کے اس حصہ میں مقیم ہوا، جہاں جمال پاشا ٹھہرا ہوا تھا۔

دونوں بچھڑے ہوئے دوست اسی طرح لوٹ کر ملے، جیسے ایک دوسرے کو دیکھے ہوئے مدتیں گزر چکی تھیں اور پھر دونوں میں نہ ختم ہونے والی گفتگو کا سلسلہ شروع ہوگیا، اس گفتگو میں جویا اور صوفیہ کا ذکر بھی چھڑا، جمال پاشا نے بتایا کہ سلطان نے ان دونوں کو حرم سرا میں نہایت عزت اور احترام کے ساتھ ٹھہرایا ہے، ان کے ساتھ وہی سلوک کیا جارہا ہے، جو ایک بلند مرتبت شہزادی کے ساتھ کیا جاسکتا ہے، غلاموں اور باندیوں کے پرے ہر وقت حاضر خدمت رہتے ہیں، قیام محل کے اسی حصہ میں ہے، جہاں یہ دونوں شہزادیاں ہمیشہ سے رہا کرتی تھیں، ان پر کسی طرح کی پابندی نہیں ہے، جملہ املاک و جائداد زرنقد اور جواہرات اور زیورات جو ان کے قبضہ و تصرف میں تھے، بدستور

حاضرین میں سے ہر طبقہ کے نمائندوں نے سلطان کی خدمت میں خراجِ تبریک و
ین پیش کرتے ہوئے، دلی عقیدت اور غیر متزلزل وفاداری کا اعلان و اظہار
ر سلطان کے سینہ پر اپنا خون بہا دینے کی تمنا ظاہر کی،

ان تقریروں کے بعد، سلطان کھڑا ہوا اور اس نے حمد و نعت کے بعد
ولولہ انگیز اور اثر آفرین تقریر میں، مذہب و ملت کی تفریق و امتیاز کے بغیر
کے ساتھ مساویانہ برتاؤ اور کامل عدل و انصاف کا وعدہ کیا، اس نے کہا۔
وہ شخص ضرور سزا پائے گا جو مجرم ہو، عام اس سے کہ وہ اسلام کا پرستار ہو یا
دین کا، اور وہ شخص ضرور الطاف و عنایات کا مستحق ہو گا جو آئین و قانون
زم کرے گا، خواہ وہ مسلمان ہو یا عیسائی یا کسی اور دین کا پیرو،

پھر سلطان نے گرانڈ ڈیوک نٹوراس کی تعریف و توصیف میں چند جملے کہے۔
کے بعد جٹینانی کی بہادری، تہوّر اور شجاعت کو خراجِ تحسین پیش کیا، پھر
ادول کی وفاداری، دوستی اور شرافت و انسانیت کا شاندار الفاظ میں
آخر میں جمال پاشا کی فدویت۔ جذبۂ ایثار، اور ولولۂ سرفروشی کی داستان
ور پھر اس پر فخر کا اظہار کیا،

سلطان کی تقریر سے حاضرین بہت متاثر ہوئے اور عین اس وقت کہ جلسہ
ہونے والا تھا، سلطان نے فرمایا،

ب میں آپ کو ایک خوشخبری سنانا چاہتا ہوں، شہزادی جولیا اور صوفیہ میرے
ں، پورے عزت و احترام کے ساتھ وہ رہی ہیں، لیکن یہ بہارسی زندگی
ا کے بغیر نہیں کٹ سکتی، میں نے ان دونوں شہزادیوں کی مرضی کے مطابق
ہے کہ آج ہی جولیا کی ساوول کے ساتھ اور صوفیہ کی جمال پاشا کے ساتھ
ی جائے، تبدیل مذہب کا کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا، میں نے شیخ الاسلام
لے لیا ہے، صوفیہ عیسائی رہ کر بھی جمال کی شریکِ زندگی بن سکتی ہے۔
ٹ نٹوراس اس کی وطن دوستی سے میں بہت متاثر ہوں، ان کی اہلیہ

لیکن میں تو بغیر جولیا سے ملے، بلکہ بغیر اسے اپنے ساتھ لئے یہاں سے جانے کا نہیں؟"

جمال نے قہقہہ لگایا۔

"بہت زور کر رہا ہے عشق؟ لیکن میرے بھائی ان باتوں کا یہ موقع نہیں ہے؛ چند روز صبر کرو، جشن فتح و مسرت منعقد ہو جانے دو، پھر تم جولیا کا معاملہ طے کر لینا اور میں صوفیہ پر اپنا حق ثابت کر دوں گا!"

رادول مطمئن ہو گیا!

اور آخر وہ مبارک دن آ گیا، جس کا ایک عرصہ سے انتظار کیا جا رہا ہے!

آج جشن فتح و مسرت تھا!

قسطنطنیہ کا ہر باشندہ خواہ وہ ایک خدا کا ماننے والا ہو، یا تین خداؤں کا یا ان گنت دیویوں اور دیوتاؤں کا، جوش مسرت سے دیوانہ ہو رہا تھا، سارے شہر میں چراغاں کیا گیا۔ گلی کوچے، بازار، سرکاری اور نجی عمارتیں اور دکانیں دلہن کی طرح سجائی گئی تھیں، ایسا معلوم ہوتا تھا آسمان سے جنت اتر آئی ہے۔

بنیں گے اور ستارے اب آسماں کے لئے،

رات کو ایوان شاہی کے بہت بڑے اور مرصع آراستہ پیراستہ ہال میں، جو کافوری شمعوں کی روشنی میں جگ مگ جگ مگ کر رہا تھا، جشن فتح و مسرت منعقد ہوا، اس موقع پر شہر کے تمام سر برآوردہ اصحاب جمع تھے، یونانی کلیسا کے تمام عہدے دار بھی موجود تھے، وزراء، حکام اور عمائد شہر بھی رونق افروز تھے ایک بلند چبوترے پر زرکار و زرنگار تخت شاہی رکھا تھا۔ جس پر بصد شان و تجمل سلطان والا شان رونق افروز تھے، داہنی طرف ایک نقرئی کرسی رکھی تھی، اس پر یونانی کلیسا کے اسقف اعظم تشریف فرما تھے جو عیسائیوں کے جملہ مذہبی اور قومی معاملات کے غیر مسئول انچارج تھے، اسٹیج کے نیچے بالکل سامنے کی نشستوں پر، گرانڈ ڈیوک نوٹراس، جسٹینانی، کنگ رادول، جمال پاشا اور دوسرے ایمانِ حکومت متمکن تھے۔

کا ماں کی طرح احترام کرتا ہوں، لہٰذا قدرتاً" —— ان کی بیٹی مارگریٹ کا اور میرا وہی رشتہ ہے جو بہن اور بھائی کا ہوتا ہے، اپنی بہن مارگریٹ کو اس کی مرضی سے میں جان جسٹینانی کے جائز عقد میں دیتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ دونوں کی زندگی راحت و آسائش میں بسر ہو،

شہزادی صوفیہ کی جلالت و منزلت کے پیشِ نظر میں نے فیصلہ کیا ہے کہ موریا کا تاج و تخت اسے سونپ دیا جائے۔ وہ آج سے موریا کی ملکہ اور فرمانروا ہو گی، اور یقیناً جمال سے بہتر وزیرِ اعظم اسے کوئی اور نہیں مل سکتا،

سلطان کی تقریر ختم ہو گئی اور حاضرین پر نشاط و انبساط کی ایسی کیفیت طاری ہوئی، جس کا اظہار الفاظ میں نہیں کیا جا سکتا!

کبھی ایسی جرأت کی تو میری تلوار اس کا سر قلم کر دے گی"
عائشہ سہم گئی اس نے کہا،
"نہیں تلوار چلانے کی ضرورت نہیں ہے میں نے ایک خطرہ سے آپ کو آگاہ کر دیا اس کے تدارک کی کوئی تدبیر سوچ لیجئے۔
اسلم نے محبت بھری نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے جواب دیا،
اطمینان رکھو، یہ میرا کام ہے اور میں اسے بخوبی انجام دے لوں گا!
اتنے میں کسی کے چلنے کی آہٹ سنائی دی ایک وقت اسلم اور عائشہ نے مڑ کر دیکھا جمیلہ بالکل سر پر کھڑی مسکرا رہی تھی، عائشہ نے ملامت آمیز نظروں سے اُسے دیکھا اور کہا،
"کیا ضرورت تھی آنے کی؛ اب بھی نہ آتیں!"
وہ آکر پاس بیٹھ گئی، اور شوخ نظروں سے اُسے دیکھتے ہوئے بولی،
"کیوں نہ آتی؛ تمہیں گلچھرے اڑانے کے لئے چھوڑ دیتی، یہ مطلب تھا؟"
عائشہ جھینپ گئی۔
"اب تمہاری شامت آئی ہے شاید"
جمیلہ ذرا دُور ہٹ گئی پھر بولی،
"یقیناً آئی ہے لیکن میں اس سے دُور بیٹھی ہوں،
عائشہ نے چڑاتے ہوئے کہا،
"جی ہاں، بہت دُور، جیسے ان تک کوئی پہنچ ہی نہیں سکتا ——!
جمیلہ نے اسلم کی طرف دیکھا، پھر کہنے لگی،

عائشہ :- کیا آپ کا خیال ہے ، دُنیاوی طور پر بھی بغیر کسی دشواری کے ہم ایک دوسرے کے بن سکتے ہیں ؛

اسلم :- ہاں میرا بھی خیال ہے ——— اس لئے کہ حنیف احسان مجھے اپنے فرزند کی طرح عزیز رکھتے ہیں ،

عائشہ :- وہ تو میں جانتی ہوں ، سچ پوچھئے تو بابا فرزند سے بھی زیادہ آپ کو عزیز رکھتے ہیں ، انہیں آپ پر فخر ہے ، وہ آپ سے محبت کرتے ہیں ، آپ کا نام کوئی لیتا ہے تو وفورِ مسرت سے ان کا چہرہ گلنار ہو جاتا ہے ——— لیکن میرا مطلب اس سوال سے کچھ اور تھا ۔

اسلم :- تو کہہ ڈالو اسے بھی ،

عائشہ :- کیا آپ کے ———

اسلم :- (قہقہہ لگاتے ہوئے) نہیں یہ اندیشہ بے بنیاد ہے ، میرے گھر پر میری مرضی کا راج ہے ، میری خوشی ، میرے دادا کی ، میری ماں کی ، میرے سارے گھر کی خوشی ہے ، ان کی طرف سے کوئی اندیشہ نہیں ، بالکل نہیں ۔

عائشہ :- لیکن ابھی تو آپ نے بتایا ہے کہ جبریل ان کا منہ چڑھا دوست ہے ۔

اسلم :- (حیرت سے) ہاں تو ! اس سے کیا ہوتا ہے ؛ یہ سوال کیوں کیا تم نے ؟ [illegible]

عائشہ نے وہ ساری گفتگو دہرا دی جو اس نے احسان اور عمار کو کرتے ہوئے [illegible] رات سُنی تھی ، یہ باتیں سُن کر اسلم ہنسنے لگا ، اس نے کہا ،

۔۔ عائشہ تم کتنی بھولی ہو ، بے شک جبریل میرے دادا کا دوست ہے ، اور [illegible] دوست ہے لیکن وہ ہمارے گھریلو معاملات میں مداخلت نہیں کر سکتا ، اور اگر [illegible]

تو چپکے چپکے ایک جاسوس کی طرح ہماری باتیں کیوں سنیں اور اگر سنی تھیں، تو تلوار سے سر قلم کر دینے کا ذکر کر کے اس نے ہمیں چھیڑا کیوں ؟

اسلم نے مصنوعی طور پر پریشان ہوتے ہوتے جمیلہ سے کہا،

"آپ کے جرائم کی فہرست تو واقعی بہت لمبی ہے، کس کس جرم کو معاف کرنے کی سفارش کی جائے؟ آپ ہی بتائیے،!

جمیلہ اٹھ کھڑی ہوئی،

"نہ آپ کی سفارش کی مجھے ضرورت ہے، نہ بی عائشہ کے رحم و کرم کی، آپ جانیں اور یہ، میں جاتی ہوں ———— خبردار جو میرے پیچھے پیچھے آئیں کہے دیتی ہوں"

عائشہ نے اس کا دامن پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے اپنے پاس بٹھا لیا اور بولی،

"ابھی ہم تم سے معافی مانگتے ہیں نہ جاؤ، معاف کر دو، غلطی ہو گئی تھی ہم سے!"

جمیلہ مسکرانے لگی، اس نے اسلم سے کہا،

"سن لیا آپ نے؟"

اسلم نے جواب دیا۔

"جی ہاں سن لیا، کہاں وہ برہمی کہاں یہ نیازمندی، کس بات کا اعتبار کیا جائے اور کس کا یقین نہ کیا جائے؟

جمیلہ نے بڑے ہمدردانہ لہجہ میں کہا

"یہ تماشہ میں نے اس لئے آپ کو دکھایا ہے کہ ابھی موقع ہے خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لیجئے، یہ عائشہ اس طرح کی لڑکی ہے، گھڑی میں ماشہ، گھڑی میں تولہ، ابھی خوش ابھی ناخوش، کہیں ایسا نہ ہو آپ اس سے محبت کر کے پچھتانے لگیں

۔کوئی نہیں پہنچ سکتا، میرا بھائی میری حفاظت کرے گا، اگر ضرورت ہوئی

تو اس کی تلوار سر قلم کر دے گی، !؟

عائشہ مسکرانے لگی، اسلم بھی ہنسنے لگا، اس نے کہا،

۔اس کے معنی یہ ہیں کہ آپ ہماری باتیں سُن رہی تھیں ——— یہ کونسی

شرافت ہے؟

وہ روٹھی ہوئی بولی،

۔ہاں صاحب، ہم شریف ہوتے تو اس وقت یہاں کیوں نظر آتے؟

اسلم نے اُسے منانے کی کوشش شروع کر دی،

۔ارے آپ تو خفا ہو گئیں، میرا یہ مقصد کب تھا؛ اچھا میں اپنے الفاظ واپس لیتا

ہوں !؟

جمیلہ نے دزدیدہ نظروں سے عائشہ کو دیکھتے ہوئے کہا،

۔شکریہ! ——— لیکن ضرورت اس کی ہے کہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں

——— ! ابھی یہ مجھے دھمکی دے چکی ہیں، میرا دل نازک ہے، میں دھمکیوں کو

برداشت نہیں کر سکتی!

اسلم نے عائشہ سے کہا،

۔معاف کر دو جمیلہ بہن کو!

عائشہ بولی

۔۔اس معاملہ میں آپ دخل نہ دیجئے ——— یہ مجھے یہاں چھوڑ کر

گئی کیوں؟ اگر گئی تھی تو اتنی دیر تک کیوں غائب رہی؟ اور اگر غائب رہی تو

ولولۂ جہاد

سلیمان، جبریل، احمد، طلحہ اور اسلم رخصت ہو رہے تھے، رخصت کرتے وقت احسان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے، وہ واقعی اسلم کو اپنا لختِ جگر سمجھنے لگا تھا، اسلم کی وجہ سے اُسے سلیمان سے بھی تعلقِ خاطر ہو گیا تھا، پھر اس کے عادات و اطوار اور کردار و سیرت کا بھی مقتضا تھا کہ اس کی عزّت کی جائے، اس کا احترام کیا جائے۔ جبریل سے اُسے ایک طرح کی کراہت سی محسوس ہوتی تھی، لیکن محض اس لئے کہ وہ سلیمان کا دوست اور ساتھی تھا، اس کی حد سے زیادہ خاطر تواضع پورے خلوص اور سرگرمی کے ساتھ اُس نے کی۔ طلحہ اور احمد چونکہ اسلم کے عزیز اور مخلص اور جاں نثار دوست تھے اس لئے احسان انہیں بھی اتنا ہی عزیز رکھتا تھا، جتنا ایک خاندان کا کوئی فرد کیا جا سکتا ہے، چلتے وقت سلیمان نے بڑی شدّت کے ساتھ اصرار کر کے اسے اپنے ہاں آنے کی دعوت دی، احسان نے یہ دعوت فخر اور مسرت کے ملے جلے جذبات کے ساتھ قبول کر لی، جب سلیمان روانہ ہو رہا تھا تو اس کی آنکھیں آب گوں ہو رہی تھیں، اور خود احسان کا یہ حال تھا کہ اگر وہ جلدی سے رومال سے

اسلم نے اُٹھتے ہوئے کہا،

"آپ کی اس نوازش کا شکریہ —— آدمی دُنیا کا ہر کام کر کے پشیمان ہو سکتا ہے، لیکن محبت کر کے کبھی پشیمان نہیں ہو سکتا، —— شاید آپ یہ نکتہ سمجھ نہیں سکتیں، محبت کا فلسفہ صرف وہی سمجھ سکتا ہے، جو محبت کرتا ہو، جو محبت کر چکا ہو، آپ شاید اس نعمت سے محروم ہیں"!

اسلم نے ایسی روانی سے یہ تقریر کی کہ جمیلہ کچھ جواب نہ دے سکی، حیرت سے اُسے دیکھنے لگی، اور عائشہ کا دل ہی دل میں ہنستے ہنستے اس بے بسی پر بُرا حال ہوا جا رہا تھا!

سرکشی اور طغیانی کے مقابلہ میں شمشیر آبدار تھے، لیکن اب وہ دشمنوں سے دبتے ہیں، اور اپنوں کو آنکھیں دکھاتے ہیں، وہ اسلام کے مخالفوں سے، بدترین مخالفوں سے ان لوگوں سے جو اسلام کا قلع قمع کر دینا چاہتے ہیں مصالحت کرتے ہیں ان کی طرف دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں، ان سے پیار و صلح استوار کرتے ہیں لیکن آپس میں لڑتے ہیں ایک دوسرے کا گلا کاٹتے ہیں، ایک دوسرے کا خون بہاتے اور گردن قطع کرتے ہیں، خود مسلمان کے ہاتھ سے مسلمان کی نہ جان محفوظ ہے، نہ مال، نہ آبرو

عمار تم نے ابھی کہا تھا، یہ مجاہدوں کے دستے ہیں، تم بے وقوف اور سادہ لوح آدمی ہو، اب مجاہد کہاں؟ مجاہدوں کا زور شور نورالدین زنگی کے ساتھ ختم ہو گیا، خدا اس کی تربت عنبریں کرے، جہاد کا ولولہ زنگی کے ساتھ قبر میں دفن ہو گیا، اب کون کرے گا جہاد؟ اب کہاں ہو گا جہاد —— نہیں بھئی میں نہیں مانتا یہ صرف باتیں ہی باتیں ہیں، کھوکھلی، بے مغز، بے نتیجہ، !"

احسان یہ تقریر کر کے خاموش ہو گیا، عمار نے بھی چپ سادھ لی، آقا کی گفتگو میں دخل اندازی اسے مناسب نہ معلوم ہوتی، تھوڑی دیر تک خاموشی طاری رہی، پھر احسان نے پوچھا،

"تم نے پوچھا نہیں یہ کس لشکر کے مجاہد ہیں، اور کہاں جہاد کرنے تشریف لئے جا رہے ہیں —— ؟

عمار نے بتایا

زنگی کے انتقال کے بعد عیسائیوں کے حوصلے بہت بڑھ گئے ہیں، انہوں نے سرکشی، بغاوت، اور سرکشی پر کمر باندھ لی ہے، حرص و ہوس سے مجبور ہو کر وہ

کام نہ تھا تو شاید اس کی آنکھیں آنسو برسانے لگتیں۔

سلیمان وغیرہ کو رخصت کر کے احسان اپنے خیمہ میں آکر بیٹھ گیا، اس وقت وہ بہت ملول اور افسردہ تھا، عمار بھی ایک گوشہ میں ملول اور دل خستہ بیٹھا تھا، ابھی تھوڑی دیر پہلے تک یہاں کتنی چہل پہل تھی، رونق تھی، آبادی تھی، لیکن مہمانوں کے رخصت ہوتے ہی یہ گلشن ویران نظر آنے لگا،

تھوڑی دیر بعد شور و غل کی آوازیں آنے لگیں، ایسا معلوم ہوا جیسے کوئی لشکر ادھر سے گذر رہا ہے، احسان نے عمار سے کہا۔

یہ کیسا ہنگامہ ہے، جاؤ ذرا معلوم تو کرو ماجرا کیا ہے؛

عمار باہر گیا، اور تھوڑی دیر کے بعد واپس آیا، اس نے کہا۔

"میرے آقا یہ مجاہدوں کے دستے ہیں!"

احسان کے ماتھے پر شکن پڑ گئی، وہ بولا،

"مجاہدوں کے دستے؛ ———— یہ کن مجاہدوں سے لڑنے جا رہے ہیں؛ کیا خود مسلمانوں سے نہیں؛"

پھر ایک ٹھنڈی سانس بھر کر احسان نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے ک[ہا]

آہ بدقسمت مسلمان قوم ———— یہ اس لئے صفحۂ ہستی پر نمودار ہوئی تھ[ی]

کہ دنیا کو آلائشوں سے پاک کر دے، باطل کا سر کچل دے، اور حق کا بول با[لا] کر دے، مظلوم کی حمایت کرے، اور ظالم کی کلائی مروڑ دے، لیکن آج کیا [...] کیا مسلمان واقعی مسلمان ہیں؛ کیا ان کی زندگی ٹھیک ٹھیک ویسی ہی ہے جو مسلمان کی ہونی [...] پہلے مسلمان آپس میں رحیم و کریم تھے، دشمن کے مقابلہ میں، باطل کے مقابلہ میں [...]

پہنچ چکے ہیں کہ حاجیوں کے قافلے تک محفوظ نہیں ہیں ،

احسان :- کیا کہا ——————— کیا کہا ؟!

عمار :- حاجیوں کے قافلے تک محفوظ نہیں ہیں ، ان پر بھی یہ عیسائی حملے کرتے ہیں ان کا مال و متاع لوٹ لیتے ہیں ، اور ان کے مردوں اور عورتوں کو لونڈی اور غلام بنا لیتے ہیں ،

احسان :- آہ ، آہ ——————— یہ میں کیا سن رہا ہوں

عمار :- میرے آقا ، صرف یہی نہیں ، اب تو عیسائیوں کے دم خم کا یہ حال ہے کہ وہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے پروگرام کا علی الاعلان اظہار کر رہے ہیں ، اب تک وہ صرف حاجیوں ، مسافروں اور تاجروں کے قافلے لوٹتے رہے تھے اب تک وہ صرف مسلمانوں کو لونڈی اور غلام بناتے رہے تھے ، اور اب وہ مرکز اسلام کی بے حرمتی کا فیصلہ کر چکے ہیں ، خدا انہیں غارت کرے ،

احسان :- (جوش کے عالم میں) جب تک مسلمان زندہ رہے یہ نہیں ہو سکتا آہ ، کیا کوئی مردِ مسلمان ایسا نہیں جو میدان میں آئے ، اور خدا کے ان دشمنوں کا استیصال کر دے ؛

عمار :- میرے آقا وہ مردِ مسلمان نمودار ہو چکا ہے ، وہ اپنے عساکر قاہرہ لے کر دشمن کی سرکوبی کے لئے بڑھ رہا ہے ،

احسان :- (بیتاب ہو کر) کون ہے وہ مردِ مسلمان ، وہ مردِ مجاہد و مردِ صالح کون ہے ؟ بتاؤ عمار وہ کون ہے !

عمار :- صلاح الدین ———————

مسلمانوں کے علاقوں پر تاخت و تاراج کر رہے ہیں، جہاں موقع ملتا ہے آگ لگا دیتے ہیں، عمارتیں ڈھا دیتے ہیں، لوگوں کو پکڑ لے جاتے ہیں، لڑکیوں اور عورتوں کو گرفتار کر لیتے ہیں اور پھر انہیں غلام اور لونڈی بنا کر اپنے پاس رکھتے ہیں، ان کی عزت و ناموس پر حملہ کرتے ہیں، اور اب تو ان کا یہ ارادہ ہے کہ اس پورے علاقہ سے مسلمانوں کو نکال باہر کر دیں" ———

عمار کی بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ احسان نے باآواز بلند کہا،

"ہاں عمار یہ سب کچھ ہو سکتا ہے مسلمان اب کمزور ہیں، بزدل ہیں، ڈرپوک ہیں مصلحت شناس ہیں، موقع پرست ہیں، روپیہ، دولت، جاگیر ہی ان کا دین اور ایمان ہے۔ عیش تنعم اور نشاط ہی ان کا سرمایہ حیات ہے، سیر اشکار اور مختلف قسم کی بازیاں بھی ان کا مشغلہ ہے، کیا ایسی قوم کو زندہ رہنا چاہیے؟ کیا ایسی قوم زندہ رہنے کا حق رکھتی ہے؟ کیا ایسی قوم کو کبھی قدرت نے زندہ رہنے دیا ہے ——— میرے خیال میں وقت آگیا ہے کہ اب یہ قوم ختم ہو جائے، اور خدا کسی دوسری قوم کو بھیجے ——— لیکن عمار تم ابھی کہہ رہے تھے عیسائی مسلمانوں پر بے مظالم کر رہے ہیں؟

عمار نے جواب دیا۔

"جی ہاں، یہی بات ہے، حد ہو چکی ہے ظلم کی!

احسان :- تم نے یہ بھی کہا تھا مسلمان عیسائیوں کے ہاتھوں خواری اور ذلت کی بسر کرنے لگے ہیں؟

عمار :- بجا ارشاد ہوا، میں نے یہ عرض کیا تھا، میرے آقا اب تو حالات یہاں

ان بوڑھی ہڈیوں میں وہ دم خم ہے، جو آج کل کے جوانوں میں نہیں، دیکھ لینا میدانِ جہاد میں احسان کسی سے پیچھے نہیں رہے گا،

عمار :- بے شک، بے شک، کیا میں نے اپنے آقا کو داد شجاعت دیتے بار ہا خود اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا ہے؛

احسان :- پھر تم لیکن لیکن کہہ کر میرے ارادہ اور عزم کو متزلزل کرنے کی ناکام کوشش کیوں کر رہے تھے؟

عمار :- میرے آقا، میرا مطلب کچھ اور تھا،

احسان :- تو کہہ ڈالو اسے بھی ——— کیا کہنا چاہتے ہو تم،

عمار :- ابھی جہاد آپ پر فرض نہیں ہے۔

احسان :- (بگڑ کر) کیا کہا ابھی جہاد مجھ پر فرض نہیں ہے ——— کیا میں بچہ ہوں؟ آخر تم نے مجھے سمجھا کیا ہے؛

عمار :- آپ میرے آقا ہیں، آپ مردِ بزرگ ہیں، جہاد کا میدان آپ کا انتظار کر رہا ہے ———

احسان :- اور پھر بھی مجھ پر جہاد ابھی فرض نہیں ہے ——— کیا تم مجھے غریب اور بے مایہ سمجھتے ہو، یا کیا میرے پاس دولت نہیں؟

عمار :- ہے میرے آقا،

احسان :- کیا میرے پاس سلاح جنگ کا پورا توشہ خانہ موجود نہیں؛

عمار :- بے شک ہے، میں خود ہی تو اس کا رکھوالا اور نگہبان ہوں،

احسان :- کیا میرے پاس بہترین گھوڑے اور بہترین سانڈنیاں موجود نہیں؛

احسان :۔ صلاح الدین ——— نورالدین زنگی کا پروردہ، اس کا وزیر، اس کا مشیر بہادر، یکتا، بے ہمتا، صالح، پارسا، باایمان، ——— کیا تم اسی صلاح الدین کا ذکر کر رہے ہو کیوں عمّار ؟

عمار :۔ جی ہاں میرے آقا، میں اسی کا ذکر کر رہا ہوں،

احسان :۔ (جوشِ مسرت سے بے قابو ہو کر) بس تو اب مسلمانوں کے دن پھر گئے، اب دشمن کو شکست ہوگی، اب ایک مرتبہ پھر باطل سرنگوں ہوگا اور حق سربلند، ایک بار پھر اللہ کا کلمہ اونچا ہوگا، اور دشمنانِ خدا کی زبانیں گنگ ہو جائیں گی، ایک مرتبہ پھر عدل و انصاف کا ڈنکا بجے گا، اور ظلم و سفاکی کو روپوش ہونا پڑے گا،

عمّار :۔ بے شک میرے آقا ایسا ہی ہوگا،

احسان :۔ (کچھ سوچتے ہوئے) لیکن تمہیں کچھ مغالطہ تو نہیں ہوا ہے، صلاح الدین تو مصر میں تھا وہ یہاں شام میں کیسے آگیا ؟

عمار :۔ آگیا۔

احسان :۔ بس تو مجھے اپنی زندگی کا مقصد مل گیا، میں نے اپنی زندگی کا مقصد پا لیا، سامان تیار کرو، میں بھی جہاد میں شرکت کروں گا !

عمار :۔ (حیرت سے) میرے آقا، آپ !

احسان :۔ ہاں عمّار (جوش سے بے خود ہو کر) میری یہ سفید داڑھی سرخ خون کا خضاب لگائے گی ۔

عمار :۔ لیکن ——— لیکن میرے آقا،

احسان :۔ لیکن ویکن کچھ نہیں، تم مجھے بڈھا سمجھتے ہو، ہاں میں بڈھا ہوں، لیکن میری

شادی بغیر اس کی مرضی کے نہیں ہو سکتی ،

احسان :۔ تمہارا مطلب ہے کہ عائشہ کسی سے محبت کرتی ہے ؟

عمار :۔ جی ہاں ——————— اسلم سے ، اسلم بھی اس سے محبت کرتا ہے ، دونوں ایک دوسرے کو دل وجان سے چاہتے ہیں ، شادی ایک مقدس فریضہ ہے جلد بازی سے کام لے کر اُسے غیر مقدس نہ بنایئے میرے آقا !

احسان :۔ (فکر مند لہجہ میں) پھر کیا ہونا چاہیئے ؟

عمار :۔ شادی ——————— اس کے بعد آپ میدانِ جہاد کی طرف رُخ کیجئے اور آپ کا یہ غلام ہمرکاب ہو گا ،

احسان :۔ تمہارے بغیر میں کیسے جا سکتا ہوں ؟ تم میرے دست وبازو ہو لیکن اس گتھی کو کسی طرح سلجھاؤ ،

عمار :۔ (مطمئن لہجہ میں) سلجھ جائے گی ———————

احسان :۔ کس طرح ؟ کیونکر ؟

عمار :۔ اسے میرے اوپر چھوڑ دیجئے ،

احسان :۔ کیا کرو گے تم ؟

عمار :۔ کل ہی میں یہاں سے روانہ ہوتا ہوں ، شیخ سلیمان سے گفتگو کروں گا ، اسلم خود دل وجان سے یہی چاہتا ہے ، وہ پشت پناہی کرے گا ، انشا اللہ اسے اپنے ہمراہ لے کر آؤں گا ، اور عائشہ سے رشتۂ ازدواج میں منسلک کروں گا ،

احسان :۔ لیکن جبریل ؟ ——————— ضرور دراندازی کرے گا ،

عمار :۔ میرے پاس اس کا علاج بھی موجود ہے ، وہ علاج زبان سے بھی ممکن ہے

عمار :۔ یہ سب کچھ ہے آپ کے پاس میرے آقا ،

احسان :۔ پھر کون چیز میرے عزم جہاد میں مانع ہو سکتی ہے ؟

عمار :۔ (سنجیدگی کے ساتھ فیصلہ کن انداز میں) عائشہ ———— !

احسان :۔ (چونک کر) کیا کہا عائشہ ؟ ———— عائشہ ؟

عمار :۔ جی ہاں میرے آقا ، آپ جہاد پر تشریف لے جائیں گے مگر عائشہ کیا کرے گی ؟ وہ جوان لڑکی ہے ، جب تک وہ اپنے گھر کی نہ ہو جائے ، جب تک اس کا عقد نہ ہو جائے آپ جہاد پر نہیں جا سکتے ، یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے اس سے عہدہ برآ ہوئے بغیر آپ کچھ نہیں کر سکتے حتیٰ کہ جہاد بھی نہیں کر سکتے

احسان :۔ (مغموم لہجہ میں) عائشہ ———— جب تک اس کی شادی نہ ہو جائے میں کچھ نہیں کر سکتا حتیٰ کہ جہاد بھی نہیں ————

عمار :۔ جی ہاں ، میں نے یہی عرض کیا تھا ،

احسان :۔ (جوش اور بے خودی کے عالم میں) تو عائشہ میرے لئے سنگ راہ بنے گی ———— نہیں میں ایسا نہیں ہونے دوں گا ، جاؤ قبیلہ کے کسی نوجوان کو پکڑ لاؤ ، میں ابھی اس کے ساتھ عائشہ کی شادی کئے دیتا ہوں ، اور پھر فوراً جہاد پر روانہ ہو جاؤں گا ، !

عمار :۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے میرے آقا ؟

احسان :۔ کیوں نہیں ہو سکتا اس میں کیا قباحت ہے ؟

عمار :۔ عائشہ ایک خود دار لڑکی ہے ، خود شناش اور بہادر لڑکی ہے ، عاقل و بالغ

نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبیؒ

صلاح الدین نورالدین زنگی کا پروردہ تھا، اور یہ نورالدین کوئی معمولی آدمی نہ تھا، اپنے وقت کا پارسا، عالم، عابد اور صالح فرمانروا، لیکن زندگی کس کا ساتھ دیتی ہے؛ اجل سے کون محفوظ رہا ہے؛ موت جس بے تکلفی سے کسی فقیر کے جھونپڑے میں داخل ہوتی ہے، اسی آسانی سے بڑے بڑے فاتح اور کشور کشا اور فرماں روا کے قصر عالی شان میں بھی پہنچ جاتی ہے، جب تک وہ زندہ رہا اس کے نام سے دشمن کانپتے رہے، اس لئے جس بہادری، استقامت، حوصلہ اور عزم کے ساتھ عیسائیوں کے لشکروں کا مقابلہ کیا، وہ اسی کا حصہ تھا، ساری دنیا سے اور خاص طور پر یورپ کے ہر حصہ سے، انگلستان سے، فرانس سے، اٹلی سے، جرمنی سے، بلجیم سے، آسٹریا سے، عیسائی جاں بازوں کے لشکر، شام پر قبضہ کرنے اور بیت المقدس کو چھین لینے، اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے آرہے تھے، دوسرے مسلمان فرماں روا مست مئے عیش تھے لیکن یہ من چلا، سرفروش اور بہادر نورالدین، سچے معنوں میں دین کا نور اور اجالا بنا ہوا تھا، اس کی تلوار کفر کے اندھیرے میں اس طرح چمکتی تھی، جیسے شب تار میں بجلی چمک

تلوار سے بھی، اور سیم وزر سے بھی، وہ حریص اور لالچی آدمی ہے مخلص اور صداقت شعار نہیں، اسے بڑی آسانی کے ساتھ راستہ سے ہٹایا جاسکتا ہے،!

احسان خاموش ہوگیا، گویا اس نے عمار کو اجازت دے دی کہ اس مرحلہ کو جس طرح چاہے اتمام تک پہنچائے،!

نورالدین زنگی اور صلاح الدین ایوبیؒ

صلاح الدین نورالدین زنگی کا پروردہ تھا، اور یہ نورالدین کوئی معمولی آدمی نہ تھا، اپنے وقت کا پارسا، عالم، عابد اور صالح فرمانروا، لیکن زندگی کس کا ساتھ دیتی ہے؛ اجل سے کون محفوظ رہا ہے؛ موت جس بے تکلفی سے کسی فقیر کے جھونپڑے میں داخل ہوتی ہے، اسی آسانی سے بڑے بڑے فاتح اور کشورکشا اور فرماں روا کے قصر عالی شان میں بھی پہنچ جاتی ہے، جب تک وہ زندہ رہا اس کے نام سے دشمن کانپتے رہے، اس لئے جس بہادری، استقامت، حوصلہ اور عزم کے ساتھ عیسائیوں کے لشکروں کا مقابلہ کیا، وہ اسی کا حصّہ تھا، ساری دُنیا سے اور خاص طور پر یورپ کے ہر حصّہ سے، انگلستان سے، فرانس سے، اٹلی سے، جرمنی سے، بلجیم سے، آسٹریا سے، عیسائی جاں بازوں کے لشکر، شام پر قبضہ کرنے اور بیت المقدس کو چھین لینے، اور مسلمانوں کو نیست و نابود کرنے کے لئے آرہے تھے، دُوسرے مسلمان فرماں روا مست مئے عیش تھے لیکن یہ من چلا، سرفروش اور بہادر نورالدین، سچے معنوں میں دین کا نور اور اُجالا بنا ہوا تھا، اس کی تلوار کفر کے اندھیرے میں اس طرح چمکتی تھی، جیسے شب تار میں بجلی چمک

تلوار سے بھی، اور سیم وزر سے بھی، وہ حریص اور لالچی آدمی ہے مخلص اور صداقت شعار نہیں، اسے بڑی آسانی کے ساتھ راستہ سے ہٹایا جاسکتا ہے،!

احسان خاموش ہوگیا، گویا اس نے عمار کو اجازت دے دی کہ اس مرحلہ کو جس طرح چاہے اتمام تک پہنچائے،!

اور اس وقت تک دم نہ لیا، جب تک شکست فاش نہ دے لی،

لیکن ایک دن نور الدین مر گیا، اشام کی مسندِ حکومت خالی ہو گئی،

نور الدین بادشاہ شام کے مرنے کی خبر مسلمانوں میں اس طرح پہنچی، جیسے آسمان سے بجلی گرے۔ کسی کو گمان تک نہ تھا کہ سلطان قضا کر جاتے گا۔ ۶ مئی ۱۱۷۴ء کو گھوڑے پر سوار ایک مصاحب سے اپنے معمولی حکیمانہ انداز میں زندگی کی بے ثباتی پر گفتگو کرتا نظر آیا تھا اور ۱۵ مئی کو چھپن برس کی عمر میں مرض خناق میں مبتلا ہو کر فوت ہو گیا، سلطان ملک شاہ سلجوقی کے بعد جتنے حکمران تھے، ان سب میں جس قدر ادب و تعظیم کے ساتھ مسلمانوں نے نور الدین محمود کو یاد کیا ہے کسی دوسرے بادشاہ کو نہیں کیا۔ رعایا میں وہ نیکی اور حسنِ اخلاق کا نمونہ سمجھا جاتا تھا۔ زہد و ورع کی مجسم تصویر تھا۔ یا یہ سمجھئے کہ دوسرا عمر بن عبدالعزیز تھا۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور عادل اور مہربان بادشاہ ایسا دوسرا نہ ہوا تھا۔ صلیبی مجاہدین تک اس کی صولت و حشمت کے قائل تھے، چنانچہ ولیم صوری نے اس کی نسبت لکھا ہے کہ گو ہم میں اور اس میں قوم اور مذہب کا اختلاف تھا، مگر نور الدین ایک عادل بادشاہ تھا، دانشمند اور پکا دیندار تھا۔ گو عیسائیوں پر وہ بہت سخت تھا، مگر عدل وہ صفت تھی، جس کی قدر و قیمت اس کے دل میں خدا کے بعد تھی۔ اس کی رعایا میں سے اگر کوئی شخص اُسے قاضی کے سامنے عدالت میں طلب کرتا تو وہ حاضر ہو جاتا اور قاضی سے اصرار کرتا کہ اس کے اعلیٰ مرتبہ کے خیال سے کوئی رعایت اس کے ساتھ نہ کرے۔ چنگی اور عشر و دوسرے محصول اپنی قلمرو میں اس نے بند کر دیئے تھے، سادگی اور کفایت شعاری کے ساتھ اپنی ذاتی آمدنی پر بسر اوقات کرتا۔ بیت المال کے روپیہ کو ہاتھ تک نہ لگاتا، ایک مرتبہ جب اس کی بیوی نے افلاس کی شکایت کی اور نور الدین

جاتی ہے، اس کے وسائل کم تھے، دولت کم تھی، سپاہی کم تھے، لیکن عزم و حوصلہ شجاعت و دلیری اور جوش و خروش کی کمی نہ تھی، اس نے ہر معرکہ سر کیا، اس نے ہر جنگ میں فتح حاصل کی، بڑے بڑے دشمنوں کو اس نے نیچا دکھایا، عیسائیوں کے ٹڈی دل لشکروں کو اس نے کاٹ کر پھینک دیا، وہ جب عیسائیوں کے بڑے بڑے لشکروں کو شکست فاش دیتا تھا تو اسیرانِ جنگ کی کثرت سے اندازہ ہوتا تھا کہ شاید دشمنوں کے سارے لشکر عظیم نے رضاکارانہ طور پر گرفتاری قبول کر لی ہے، اور جب میدانِ جنگ کی لاشوں پر نظر جاتی تھی تو ایسا معلوم ہوتا جیسے دشمن کا سارا لشکر عظیم مولی گاجر کی طرح کاٹ کر رکھ دیا گیا ہے،

نورالدین نہ شہنشاہوں سے ڈرتا تھا، نہ کشور کشاؤں سے، وہ صرف خدا سے ڈرتا تھا، اس کی حکومت کی بنیاد ذاتی جاہ و جلال کے لئے نہ تھی، اس لئے تھی کہ مسلمان متحد اور مضبوط ہوں، دشمن انہیں کبھی اور کسی حالت میں بھی لقمۂ تر سمجھ کر ہضم نہ کر سکے، وہ جب تک زندہ رہا، جہاد کرتا رہا، اس نے اسلام کی تاریخ میں ایک نئی شاندار اور یادگار مثال قائم کر دی، جو کام بڑے بڑے خلفائے، بڑے بڑے سلاطین سے، وقت کے بڑے بڑے فرماں رواؤں سے انجام نہ پا سکا وہ نورالدین نے اپنی کم مائگی اور بے بضاعتی کے باوجود انجام دے لیا، اگر نورالدین میدانِ جنگ میں نہ آیا ہوتا تو شاید مصر، شام، عراق، اور دوسرے تمام اسلامی مراکز عیسائیوں کا قبضہ ہو جاتا، مجاہد مسلمانوں کا وجود حرفِ غلط کی طرح صفحۂ ہستی سے مٹا دیتے، لیکن وہ نورالدین جس نے نامساعد حالات کے باوجود دنیا کی ہر طاقت سے ٹکر لی، ہر عیسائی بادشاہ سے لڑا، بڑے سے بڑے عیسائی لشکر کا، بہادری، تہور اور شجاعت کے ساتھ مقابلہ

ممالک کی قوت میں ایک رکاوٹ پیدا ہوگئی، اور پیشتر اس سے کہ کوئی بڑا منصوبہ
سوچے نورالدین کو خود اپنی قوتِ بازو سے ایک سلطنت بنانی پڑی، اور اس سلطنت
کو مشرق اور مغرب دونوں سمتوں میں محفوظ کرنا پڑا اس کی یہی مصروفیت تھی کہ مسیحی سلطنت
یروشلم کو کچھ دنوں سلامتی نصیب رہی۔ نورالدین کو شروع کی لڑائیاں جو صلیبیوں سے
لڑنی پڑیں وہ ایک قسم کے لوٹ مار کے معرکے تھے، لیکن جب ۱۱۵۴ء میں وہ دمشق پر
قابض ہوگیا اور پھر باقی ملک شام کو فتح کرتا رہا تو اس زمانے میں اس کی توجہ زیادہ تر
مصر کی طرف مبذول رہی۔ اس درمیان میں اکثر یہی دیکھنے میں آتا ہے کہ وہ افرنجیوں
سے چھوٹی چھوٹی معرکہ آرائیوں میں مصروف ہے، غرض یہ تھی کہ انہیں اپنے قریب نہ آنے
دے۔ اس میں شک نہیں کہ اس نے عیسائیوں سے قلعہ حارم اور بانیاس کو فتح کر لیا تھا
اور شمال میں مرعش تک اپنا سکہ بٹھا دیا تھا، بہرکیف اپنے انتقال سے کچھ دنوں پہلے
وہ ان مہموں میں زیادہ کوشش کا ارادہ رکھتا تھا، جب نورالدین کا بھائی سیف الدین آتابک
موصل ۱۱۷۰ء میں فوت ہوگیا تو اس نے عراق کو اپنا محکوم کر لیا تھا۔ اور گو سیف الدین کے
فرزند کو برائے نام تختِ موصل کا مالک بنائے رکھا۔ مگر حقیقت یہ تھی کہ جزیرہ اور دیارِ
بکر اور دمشق اُس کا ماتحت ہو چکا تھا۔ اس طرف سے جب کسی خدشہ کا احتمال نہ رہا اور
ذہن بھی بری کرنے کے لئے سلطنت بھی پہلے سے زیادہ وسیع ہوگئی، تو پھر اس غرض
سے فوجیں جمع کرنے لگا کہ صلاح الدین کو بڑوں کا ادب معقول طریقہ سے کرنا سکھائے۔
لیکن اتنے میں پیغامِ اجل آ پہنچا۔ اور کل منصوبے یونہی کے یونہی رہ گئے، رہی یہ بات
کہ اس میں نورالدین کو کامیابی ہوتی اور صلاح الدین کو معزول کرنے کے بعد وہ مصر اور
شام کی متحدہ فوجوں کے ساتھ افرنجیوں سے لڑتا اور انہیں ارضِ مقدس سے خارج کر دیتا

نے حمص میں اپنی تین دو کانیں جن کی سالانہ آمدنی بیس[۲۰] دینار تھی اُسے ہبہ کرنی چاہیں اور بیوی نے انہیں قبول نہ کیا تو بگڑ کر بیوی سے کہنے لگا "میرے پاس اس سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ باقی جو کچھ ہے وہ میرا اپنا نہیں ہے بلکہ رعایا کی امانت ہے"۔ اور اسی امانت کا خیال کر کے اس نے شہروں میں اہلِ شہر کی حفاظت کے لیے قلعے تعمیر کئے ۔ مدارس اور دار العلوم، خانقاہیں، بیمارستان (ہسپتال)، کارواں سرائیں رعایا کی جسمانی اور روحانی فلاح کے لئے بنوائیں، علماء اور مشائخ کی صحبت میں جو لطف کے حاصل ہوتا تھا وہ کسی اور کو نہ ہوتا تھا۔ دین کے جملہ احکام کا جیسا وہ پابند تھا، دوسرا نہ تھا۔ اس کی سنجیدہ اور متین آنکھوں کا پر سکوت عالم، بارعب پیشانی اور گندم رنگ میں ایک گھلاوٹ پیدا کرتا تھا۔ چہرہ تقریباً بے ریش تھا، اس میں ایک سچے مشرقی شریف انسان کا انداز خودداری اور صدق و صفا پایا جاتا تھا۔ جہاں کہیں وہ ہوتا خاموشی اور سکوت طاری رہتا۔

نورالدین کی عظمت و بزرگی اس کی فتوحات سے اتنی پیدا نہیں ہوئی جس قدر کہ اس کے حسنِ انتظام سے ظاہر ہوئی، اس کے ساتھ وہ ایک جری اور دلیر مرد بھی تھا۔ شہسواری میں بے مثل اور لڑائی میں سب سے آگے ہو کر لڑنے کو تیار رہتا اس نے اپنے جاگیرداروں سے فوجوں کے حاصل کرنے کا انتظام نہایت ہوشیاری سے کیا تھا۔ اپنے سپاہیوں کو جاگیریں دیں انہیں موروثی کر دیا اور ایک کتاب ایسی مرتب کی جس سے فوراً معلوم ہو جاتا تھا کہ کس جاگیردار کو طلبی پر کس قدر فوج مہیا کرنی ہے ۔ شروع ہی سے یعنی اس وقت سے جبکہ اس کے باپ عماد الدین زنگی شہید کی سلطنت تقسیم ہوئی اور اس نے اپنے بڑے بھائی سیف الدین زنگی کا حسد اور رشک دیکھا

کے تعلقات تھے - اور جس کا باپ صلاح الدین کا آقا اور سرپرست رہ چکا تھا۔ شام کی حالت ایسی ہو رہی تھی کہ جو کچھ صلاح الدین نے کیا اس کے سوا دوسرا چارہ نہ تھا اور نہ پھر یہ دیکھنا پڑتا کہ وہ سلطنت جسے عماد الدین زنگی اور اس کے فرزند نورالدین نے بڑی محنت اور جانفشانی سے قائم کیا تھا پارہ پارہ ہو کر یا تو ایسے امیروں میں تقسیم ہو جاتی جو باہم حریف اور دشمن تھے یا عیسائیوں کا اس پر قبضہ ہو جاتا۔ بے انضباطی اور بد نظمی ہر طرف پھیل رہی تھی۔ سلطان نورالدین کے فرزند الصالح اسمٰعیل کے چچا کا بیٹا یعنی آتابک موصل اسمٰعیل کی اطاعت سے نہ صرف سرتابی کر چکا تھا بلکہ وہ الرہا کے علاقہ پر اور دیگر صوبہ جات شام پر قابض و متصرف بھی ہو گیا تھا - اور جس امیر کی سپردگی میں حلب تھا وہ ان لوگوں کا جانی دشمن ہو رہا تھا جو دمشق میں الصالح اسمٰعیل کے دربار میں پیش پیش تھے، شام کے اکثر بڑے بڑے جاگیرداروں نے خود مختاری اختیار کی تھی گویا اسلام کا آج کل شام میں کوئی سردار باقی نہ رہا تھا - اور اگر افرنجی خود ہی خراب نہ ہوتے تو پھر زنگی کی سلطنت کے اجزاء کا جوان کے جی میں آتا وہ حال کرتے -

اس خراب حالت میں چونکہ صلاح الدین سلطان نورالدین کے سرداروں میں سب سے بڑا سردار تھا - اس لئے قدرتی طور پر اپنے آقائے سابق کے فرزند کو اس کے فائدہ کے لئے امداد کے وعدے اور اس کی بھلائی کے لئے نیک نصیحتیں کرنے لگا۔ مگر یہ نصیحتیں رفتہ رفتہ حکم اور فرمان معلوم ہونے لگیں۔ باوجودیکہ جو کچھ الصالح اسمٰعیل کو وہ لکھتا تھا اس میں بے حد ادب اور تعظیم کو ملحوظ رکھتا تھا۔ صلاح الدین نے ایک سفیر الصالح اسمٰعیل ابن نورالدین کے پاس اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ الصالح کو صلاح الدین کی خیر خواہی کا یقین دلائے۔ اور حکم دیا کہ خطبہ میں سلطان نورالدین کے فرزند الصالح اسمٰعیل کا نام پڑھا

قیاسی باتیں ہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ عیسائی نورالدین کی محتاط حکمت عملی سے اتنے خائف نہ تھے جس قدر اس کے جانشین (صلاح الدین) کے جوش و خروش سے ڈرتے تھے۔ نورالدین کے مرنے پر صلاح الدین بغداد اور طرابلس کے درمیان سب سے بڑا حکمران ہو گیا، سلطان نورالدین کا وارث اس کا فرزند الصالح اسمٰعیل تھا، اس کی عمر اس وقت گیارہ برس کی تھی۔ جن لوگوں کی تولیت میں یہ نابالغ دیا گیا انہوں نے اسے پر کی گیند بنا رکھا تھا۔ عراق میں عمادالدین زنگی کی اولاد کی سلطنت مختلف حاسد فرقوں میں تقسیم ہو گئی تھی، جولائی کے مہینے میں جب یروشلم کا بادشاہ امال رک مرا ہے تو نصرانی سلطنت کی موت کا گھنٹہ بھی بج گیا۔ امال رک کی سلطنت اس کے فرزند بالدون کو پہنچی مگر یہ تیرہ برس کا لڑکا تھا اور مرض جذام میں مبتلا تھا۔ عیسائی امیر طرابلس ریمند وارث کے نابالغ ہونے کی وجہ سے بادشاہی مسند پر بیٹھا۔ غرض دمشق میں الصالح اسمٰعیل اور یروشلم میں بالدون حاسد اور جاہ پرست مشیروں کے سپرد ہو گئے۔ ایسی صورت میں وہ ایک شدید حملہ آور کے مقابلہ میں کوئی بڑی مزاحمت کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ بالخصوص اس حالت میں جبکہ اس حملہ آور کے پاس ایک زبردست اور آزمودہ کار لشکر بھی موجود ہو محض جب بہت لوگوں کو ایسی حالت میں جیسے کہ صلاح الدین اس وقت رکھتا تھا اس طرف راغب کرتی کہ وہ اپنے ہمسایوں کی کمزوری سے نفع اٹھائیں لیکن صلاح الدین کی نسبت ایسا خیال کرنا تاریخ کو غلط پڑھنے کے برابر ہوگا۔ جب تک صلاح الدین یہ نہ سمجھ لیتا کہ مسلمانوں کے عام فوائد بالخصوص ان کے دین کی حفاظت کے لئے اسے دخل دینے کی ضرورت پیش ہے۔ اس وقت تک وہ اپنی سلطنت کو بڑھانے میں تامل ہی کرتا رہتا اور ایک ایک شخص کو نقصان پہنچا کر اپنا نفع مرتب کرنے کی ہوس نہ ہوتی جس سے زندگی میں

ان امیروں نے بھی کافروں سے ویسا ہی میل ملاپ کر لیا جیسا کہ اس نے کیا تھا۔

لیکن جب اگست کے مہینے میں اس نابالغ الصالح اسمٰعیل کو دمشق سے حلب بھیج دیا گیا۔ تو اُمرائے دمشق کو ایک اور سخت خطرہ لاحق ہُوا۔ اور وہ یہ تھا کہ نورالدین کے فوجی سرداروں میں جو سب سے زبردست اور پُرانا سردار تھا وہ اس وقت حلب کا حاکم تھا۔ اس نے صالح کی نگہداشت اپنے ذمہ لی۔ اور اب ایسا معلوم ہوتا تھا کہ جتنے حریف اس کے پیدا ہو گئے ہیں ان سب کو وہ پامال کر ڈالے گا۔ اور یہ پامالی پہلے دمشق سے شروع کی جائے گی۔ جب یہ صورت پیش آئی تو پہلے تو ان امیروں نے اتابک موصل (سیف الدین غازی) سے فریاد کی کہ وہ ان کی امداد کو آئے۔ جب سیف الدین غازی متوجہ نہ ہوا اور اس نے انکار کر دیا تو انہوں نے صلاح الدین کو بلوانا چاہا۔ صلاح الدین پہلے ہی تیار بیٹھا تھا۔ تقاضا کی ضرورت بھی نہ ہوئی۔ اور وہ سات سو منتخب سواروں کو ساتھ لے کر بیدھا صحرا میں سے ہوتا ہوا دمشق کے قصد سے چل پڑا۔ اور جب اس کا گذر افرنجیوں کی سرحد سے ہوا تو تقدیر پر بھروسہ کیا اور صحرائے صحیح سلامت دمشق کی طرف نکل گیا۔ جب دمشق میں داخل ہوا تو لوگوں نے خوشی کے نعرے لگائے۔ یہاں وہ اپنے باپ ایوب کے پُرانے مکان میں ٹھہرا۔ پھر شہر کے قلعہ دار نے اپنے دروازے اس کے لئے کھول دیئے۔ یہ واقعہ ۲۷ نومبر کو پیش آیا۔ اس کے بعد قصر دمشق میں صلاح الدین نے مسند جمائی اور لوگ سلام اور اطاعت کا حلف لینے آئے۔ الصالح اسمٰعیل ابن نورالدین نے شاہی خزانہ سے لوگوں کو انعام و اکرام دیئے۔ اور ان کی زبان سے اپنی تعریفیں سُنیں۔ یہ کام اس نے شام کے موجودہ بادشاہ یعنی الصالح اسمٰعیل کی طرف سے کئے تھے۔ جس کا ملوک وہ اپنے آپ کو اب تک کہا کرتا تھا۔ اور جس کی بادشاہی کو اس کا نام خطبوں

جایا کرے، اور مصر کے سکہ پر بھی یہی نام مضروب ہو - اس نے امراء دمشق کو ایک تحریر بھیجی جس میں انہیں ان کے رشک و عداوت پر ملامت کی -

اس تحریر میں صلاح الدین نے امراء دمشق کو لکھا کہ نورالدین تم میں سے کسی کو بھی اگر میری جگہ کے لائق سمجھتا یا جتنا اعتبار اس کو میرا تھا تم میں سے کسی کے اوپر ہوتا تو پھر اسی کو وہ مصر کی سلطنت سپرد کر دیتا، اگر موت مانع نہ ہو جاتی تو وہ اپنی سب سے بڑی دولت کی حفاظت میرے سپرد کرتا یعنی اپنے فرزند کی تعلیم و تربیت اور اس کی تولیت لیکن اب میں اپنے نقصان کے ساتھ دیکھ رہا ہوں کہ تم نے خود میرے آقا ابن آقا کی نگہداشت اپنے ذمہ کر لی ہے اور اس کے ولی بن بیٹھے ہو - میں حلف اطاعت لینے آقا کی خدمت میں حاضر ہوں گا، اور جو فوائد مجھے آقا کے باپ سے پہنچے ہیں ان کا بدلہ ایسی خدمت سے دوں گا جو ہمیشہ یاد رکھی جائے گی - اور پھر میں تم میں سے ہر ایک کے ساتھ وہ سلوک کروں گا جو اس کے کام کے مطابق ہو گا - خاص کر اس عدم توجہی کا بدلہ کروں گا جو بادشاہ کی سلطنت کو دشمنوں سے محفوظ رکھنے کے بارے میں کی گئی ہے -

دمشق کی مجلس وزراء چپ بیٹھی یہی نہ دیکھا کی کہ اتابک موصل سیف الدین غازی کس طرح شام کے شہروں کو لوٹ رہا ہے بلکہ افرنجیوں کو روپیہ دے کر ان کو راضی کیا یہ بات ایسی تھی جو صلاح الدین کو جلا کر خاک کر دینے والی اور ان امیروں کی طرف سے بے حد نفرت پیدا کرنے والی تھی، امرائے دمشق دونوں طرف کے ہمسایوں سے خائف رہتے تھے - ایک طرف تو اتابک موصل یعنی سیف الدین غازی تھا - اور دوسری جانب مصر کا صلاح الدین تھا - ان دونوں سے محفوظ رہنے کے لئے امرائے دمشق نے بھی وہی حرکت جو عماد الدین زنگی سے محفوظ رہنے کے لئے وزیر دمشق معین الدین نے کی تھی - یعنی

حاکم حلب گشتگین جو وزیر بھی تھا اس کی ہرگز نیت نہ تھی کہ وہ ایسے زبردست زوارڈ کے سپرد اپنے اختیارات کر دے۔ پس اُس نے اسی دن قلعہ کا دروازہ بند کرا دیا تاکہ یہ مہمان وہاں داخل نہ ہو سکے۔ ۳۰ دسمبر کو صلاح الدین نے حلب کا محاصرہ شروع کر دیا۔ اور وجہ اس محاصرہ کی یہ بتائی کہ وہ اپنے آقا اور بادشاہ کو بُرے صلاح کاروں اور مشیروں کے پنجے سے چھڑانے آیا ہے۔ مگر الصالح اسمٰعیل اپنے اس چھڑانے والے سے بھی ایسا ہی ڈرتا تھا جیسے کہ وہ گمشتگین والی حلب سے خائف رہتا تھا۔ چنانچہ اسمٰعیل قصرے نکلا اور اپنی رعایا سے رحم کی درخواست کی۔ اب ایک بڑا انبوہ اُس کے گرد جمع ہو گیا۔ اور اس لڑکے نے کچھ ایسے درد اور تکلیف کے ساتھ آنکھوں میں آنسو لا کر فریاد کی کہ مجھے تم ہرگز اس نوارو کے سپرد نہ کرنا جس نے میرے باپ کے مقبوضات اور میری میراث پر تصرف کر رکھا ہے۔ حاضرین کے دل اتنے متاثر ہوئے کہ اُنہوں نے ہمت سے کام لیا اور قلعے سے باہر نکل کر محاصرہ کرنے والوں پر بار بار ایسے سخت حملے کئے کہ صلاح الدین کو تردد پیدا ہو گیا[1]

---

[1] صلاح الدین (لین پول)

میں پڑھوا کر اور سکوں میں مضروب کرا کے تسلیم کرتا تھا۔

اپنے بھائی طغتگین کو شہر دمشق کی مسندِ حکومت دے کر صلاح الدین فوراً ان شہروں کی طرف متوجہ ہوا جو دراصل سلطان نورالدین مرحوم کے تھے۔ لیکن اب ان پر وہاں کے حاکم اور والی خود مختار بن بیٹھے تھے۔ زمانہ سخت جاڑے کا تھا، سردی شدت سے تھی اور برف ان بلند پہاڑی علاقوں میں بہت گرا تھا۔ لیکن اس کا کام ایسا تھا جس میں تاخیر مطلق گوارا نہ تھی، سرسبز اور پُر فضا البقاع یعنی نہر لیطہ کی شاداب اور ہری بھری وادی سے گذرتا ہوا ۹ دسمبر کو حمص کے متمول شہر میں وارد ہوا، یہ وہ شہر تھا جہاں قیصر روما اوریلیان کو تدمور کی ملکہ زنوبیہ (زینب) پر فتح ہوئی تھی۔ اور قیصر نے فتح کی خوشی میں دیوتاؤں پر قربانیاں چڑھائی تھیں اور پھر حمص کے قلعہ سے بچ کر جو دشمن کا مقابلہ کرنے میں نہایت مضبوط تھا۔ صلاح الدین دریائے عاصی کی شاداب وادی میں اتر کر وہاں آیا، جہاں پانی کھینچنے کے بہت سے دولاب اور چرخ چل رہے تھے (یعنی) شہر حماۃ میں پہنچا۔ یہ وہی شہر تھا جس کا یونانی نام اپی فانیا تھا اور جہاں بہادر ملکہ تدمور کو اپنے تخت اور آزادی سے محروم ہونا پڑا تھا۔ صلاح الدین کے پہنچتے ہی حماۃ نے اپنے دروازے کھول دیئے اور قلعہ شہر نے بھی ایسا ہی کیا یہی موقع تھا کہ صلاح الدین نے قسم کھا کر کہا کہ وہ سلطان الصالح اسمٰعیل کا غلام ہے اور اسی کی طرف سے یہاں آیا ہے۔ حماۃ سے چل کر صلاح الدین حلب میں وارد ہوا۔ حلب کے قلعہ کو اشہبہ کہتے تھے یہ قلعہ ایک گول اٹھی ہوئی پہاڑی پر واقع تھا۔ پہاڑی اردگرد کی ہموار سطح سے بہت بلند تھی، یہ پہاڑی اور اس پر قلعہ حسن زیبائی کی عروس معلوم ہوتا تھا، اسی قلعہ میں اس کا برائے نام بادشاہ الصالح اسمٰعیل رہتا تھا

مسلمانوں کا خون نہ بہایا جا رہا ہوتا، تو صلاح الدین کو اپنی حد سے قدم باہر نکالنے کی ضرورت نہ تھی، وہ قانع متوکل اور جاہ و جلال کی خواہش نہ رکھنے والا انسان تھا وہ اپنے آقا (نور الدین) کا وفادار اور جاں نثار تھا، ایک سپاہی کی حیثیت سے میدان جنگ میں تلوار کے جوہر دکھانے میں اُسے جو لطف آتا تھا، وہ ایک فرماں روا کی حیثیت سے مسند شاہی پر متمکن ہونے میں نہیں آتا تھا، وہ حرص و ہوس سے بیگانہ تھا اس کے دل میں کبھی یہ تمنا نہیں پیدا ہوئی کہ سونے چاندی کے انبار جمع کرے، فرماں روائی اور شان و شوکت اور جاہ و جلال حاصل کر لینے کے بعد بھی اس کی زندگی سادگی کا مرقع رہی،

صلاح الدین اس حقیقت کو اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ اگر اس نے مسلمانوں کے لوٹنے والے خود غرض، اور مفاد پرست طبقوں کو ختم نہ کیا، اگر اس نے ان نام نہاد، اور چھوٹی چھوٹی سلطنتوں کا چراغ نہ گل کیا، اگر اس نے شام کے اور عراق کے اور مصر کے تمام مسلمانوں کو ایک جھنڈے تلے جمع نہ کیا، تو اس کا انجام بڑا ہولناک ہوگا، مسلمان صفحۂ ہستی سے مٹ جائیں گے، یہ مقامات جو اسلامی تہذیب اور ثقافت کا گہوارہ رہے ہیں، عیسائی جاہ و حشم کا مرکز بن جائیں گے، اگر وہ سب کا سربراہ بننا چاہتا تھا تو اپنے لئے نہیں، اپنے خاندان کے لئے نہیں، اپنی آل اولاد کے لئے نہیں بلکہ عامۃ المسلمین کے لئے مسلمان قوم کے لئے۔

ایک غیر مسلم مورخ لین پول بھی یہی لکھتا ہے۔

اب یہ پہلا موقع تھا کہ صلاح الدین نے خود مختاری اختیار کرنی شروع کی اور اپنی بادشاہی کا اعلان کیا۔ اور الصالح اسمعیل کا نام خطبے اور سکے سے اُڑا دیا اور اس سال شام اور مصر کی مساجد میں وہ شام و مصر کا بادشاہ تسلیم کیا گیا، صلاح الدین نے اپنے

صلاح الدین

حالات بد سے بدتر ہوتے گئے ادھر زنگی خاندان کے افراد قوم، ملت اور مذہب سے زیادہ اپنے ذاتی مفاد کے لئے برسرِ پیکار تھے، امیر اور سردار اور جاگیردار، قوم کو فراموش کئے ہوئے تھے اور صرف اپنی سربلندی، اپنی منفعت، اور اپنے نام و نمود کے لئے مصروفِ سعی و عمل تھے، حتیٰ کہ اگر مصلحت دیکھتے تو دشمنوں تک سے ساز باز کرتے، اسلام کے مخالفوں تک سے یارانہ گانٹھتے اور بدترین اعدائے اسلام صلیبی مجاہدوں تک سے صلح و سلام کے تعلقات کر لیتے محض اس لئے کہ یہ خانہ جنگی کے لئے آزاد رہیں، بعض اس لئے کہ ان کے اقتدار اور جاہ و جلال میں فرق نہ آئے محض اس لئے کہ ان کا لقمۂ تر ان سے نہ چھنے، انہیں نہ اسلام کی پروا تھی، نہ مسلمانوں کی، نہ قوم کی، نہ مذہب کی، یہ صرف اپنا بھلا چاہتے تھے، صرف اپنے لئے مصروفِ جہد و عمل رہتے تھے،

اگر حالات یہ نہ ہوتے، نورالدین زنگی نے جو کام احیائے اسلام کا شروع کیا تھا وہ جاری رہتا، جہاد کا سلسلہ نہ ٹوٹنے پاتا، اور دشمن کی سرکوبی کا سلسلہ قائم رہتا، ذاتی [illegible] کے لئے مسلمانوں کی گردنیں نہ کٹ رہی ہوتیں، خانہ جنگیوں کے سلسلہ میں پانی کی طرح

سال کے موسم ربیع تک پیش نہ آیا۔ زنگی اور ایوب کے گھرانوں میں جو نزاع شروع ہوئی تھی وہ قرون حماۃ پر صلاح الدین کی فتح کے بعد بھی ختم نہ ہوئی۔ دونوں فریق لڑائی کے لئے فوجیں جمع کرنے لگے۔ سیف الدین غازی آتابک موصل دیار بکر اور جزیرے کے علاقوں میں فوجیں بھرتی کر رہا تھا۔ ۱۱۷۶ء کے موسم بہار میں وہ ان فوجوں کے لئے بیرا کے مقام سے دریائے فرات اترا۔ سیف الدین غازی کی فوج کی تعداد چھ ہزار تھی، اس میں اضافہ اس وقت ہوا جبکہ حلب سے آنے والی صالح کی فوج سیف الدین نے اپنے لشکر میں شامل کر لی۔ صلاح الدین قاہرہ سے صرف سات سو سوار لے کر چلا تھا۔ لیکن اب اس نے مصر سے فوجیں بلائیں تاکہ دمشق کی فوجوں میں انہیں شامل کرے۔

"۱۔ اپریل ۱۱۷۶ء کو جب صلاح الدین دریائے عاصی اتر لیا تاکہ دشمنوں کے اٹھتے ہوئے طوفان کو روکے تو سورج گرہن پڑا۔ ہر طرف اندھیرا چھا گیا۔ دوپہر کے وقت آسمان پر تارے نظر آنے لگے، باوجود اس بدشگونی کے صلاح الدین نے اپنا کوچ دشمن سے مقابلہ کے لئے جاری رکھا، لیکن حماۃ سے آگے نہ بڑھا تھا کہ اس بدشگونی کے بُرے نتیجے ظاہر ہونے لگے۔ صلاح الدین کے آدمی گھوڑوں سے اترے حباب الترکمان کے کنوؤں پر گھوڑوں کو پانی پلا رہے تھے، ادھر اُدھر پراگندہ تھے کہ سیف الدین غازی کا لشکر یکایک سامنے آگیا۔ اگر سیف الدین اسی وقت حملہ کر دیتا تو اُسے فتح ہو جاتی۔ مگر اسے تامل ہوا۔ جب دوسرے دن سیف الدین جنگ میں اترا یعنی یوم پنجشنبہ ۲۲۔ اپریل کو تو اس نے دیکھا کہ صلاح الدین ایک پہاڑی کی کارنال سرائے کے قریب جو تل سلطان پر واقع تھی، لڑائی کے لئے بالکل

نام کا سکہ قاہرہ میں سونے کا گھڑوا کر رائج کروایا اور قاہرہ کی ٹکسال سے اپنے نام کی اشرفیاں مضروب کر کے رائج کرائیں، عبارت یہ تھی "الملک الناصر یوسف بن ایوب جہاں تک الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہہ سکتے ہیں کہ صلاح الدین نے نوعمر صالح اسمٰعیل کو اس بات کا یقین دلانے میں تا حد امکان کوشش کی کہ وہ خیر خواہی کے ساتھ اس کی خدمت کے لئے حاضر ہے۔ لیکن اتنا ضرور ہے کہ وہ تخت کے قریب کسی اپنے حریف کا ہونا گوارا نہ کرے گا۔ صالح اسمٰعیل اس کا مطلب یہ سمجھ رہا تھا کہ اس قسم کی خیر خواہی اور خدمت نام کی ہوا کرتی ہے درحقیقت اس پر حکومت کرنا اس کی اصلی غرض ہے۔ اور الصالح کو یہ بات گوارا نہ تھی کہ کوئی اس پر حکومت کرے، غرض جب ہر قسم کی کوشش بیکار ثابت ہوئی تو پھر صلاح الدین الصالح کو بادشاہ ماننے کے فرض سے سبکدوش ہوا، پھر کوئی وجہ نہ رہی کہ وہ خود بادشاہ کا مرتبہ اختیار نہ کرتا [1]

خلیفہ بغداد نے اس کا بادشاہ ہونا منظور کر لیا۔ اور حسب دستور فرمان اور خلعت بادشاہ مصر و شام کے نام روانہ کیا۔ خلیفہ کے یہ عطایا صلاح الدین کو حماۃ میں ملے جبکہ وہ اپنے نئے فتح کئے ہوئے علاقوں کے انتظام میں مصروف تھا، یہ واقعہ مئی ۱۱۷۵ء کا ہے۔

سال کا باقی حصہ انتظامی امور اور فوجوں کی فراہمی میں گذرا اور کوئی نیا واقعہ ورپیش

---

[1] صلاح الدین پر بدخواہی کا الزام بغیر کسی ثبوت کے اکثر عاید کیا گیا ہے۔ لیکن ازحمہ الصالح اسمٰعیل مصر و شام کے برائے نام بادشاہ تھا، صلاح الدین کے حریفوں کے قبضہ میں تھا اور ان حریفوں نے صلاح الدین کو بادشاہ کے ساتھ خیر خواہی دکھانے کا کبھی موقع نہ دیا، اگر صلاح الدین اس موقع پر شام سے یونہی چلا جاتا تو ملک اس وقت صالح کے قبضہ میں نہ رہتا۔ بلکہ جاہ پرست امراء میں سے کوئی امیر اس پر مسلط ہو جاتا۔ (مؤلف)

اُن میں بعض جو اُونچے درجے کے بااثر لوگ تھے وہ دریائے فرات کے راستے اپنے اپنے گھروں کو صلاح الدین کی تعریفیں کرتے چلے گئے۔ وہ اس کے حلم وسخاوت اور دریا دلی کی تعریف وتوصیف کرتے تھے، اور اس کی رعایا بننے کے لئے دل سے آمادہ تھے۔ خود صلاح الدین کے لشکر والے فتح سے خوش اور مالِ غنیمت سے متمول ہوکر بالکل تیار تھے کہ صلاح الدین جہاں چاہے لے جاکر انہیں لڑائے،

کچھ دنوں حلب کے سامنے قیام کرکے جس کے دروازے اب تک صلاح الدین پر بند تھے اس نے اپنی فوج کے لوگوں کو جن کا خون ابھی تک گرم تھا آگے بڑھایا اور وہ ایک دن میں بزعہ پہنچ گئے۔ بزعہ پر انہوں نے قبضہ کیا، اس کے بعد منبج پر حملہ کرکے اس پر بھی قابض ہوئے، پھر وہ مغرب میں قلعہ عزیز کی طرف گئے۔ یہاں اڑتیس دن تک انہیں اس قلعہ کا محاصرہ کرنا پڑا اور اس محاصرہ میں بڑے بڑے نقصان اٹھائے بلکہ یہ سمجھئے کہ صلاح الدین کی جان پر بن گئی۔ ۱۵ مئی کو محاصرہ شروع ہوا۔

۲۲ مئی کو صلاح الدین اپنے ایک فوجی سردار کے خیمے میں بیٹھا تھا کہ ایک فدائی اس کی طرف لپک کر آیا اور صلاح الدین کے سر پر خنجر چلایا۔ طربوش کے نیچے فولاد کی کڑیوں کی ٹوپی صلاح الدین پہنے تھا۔ اس ٹوپی نے اس کی جان بچادی۔ صلاح الدین نے اس فدائی قاتل کے ہاتھ پکڑ لئے مگر صلاح الدین چونکہ بیٹھا تھا، اس لئے وہ فدائی کو اپنے گلے پر خنجر کا وار کرنے سے نہ روک سکا، فدائی کے خنجر نے خفتان کا گریبان کاٹ دیا۔ لیکن زرہ کی فولادی کڑیوں نے گلے پر زخم نہ آنے دیا۔ یہ کل کام آناً فاناً میں ہوگیا۔ بازکش نے فوراً ہی فدائی کا خنجر پکڑ لیا اور اسے برابر پکڑے رہا۔ گر انگلیاں کٹنے لگی تھیں، الغرض اس فدائی کا اس نے کام تمام کیا، مگر مرنے پر بھی

تیار کھڑا ہے تل سلطان حلب سے پندرہ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اب بڑی خونریزی کے ساتھ لڑائی شروع ہوئی۔ صاحبِ اربیل نے لشکرِ صلاح الدین کے بائیں بازو کو توڑ دیا اور چاہتا تھا کہ اپنے آگے آگے مخالف کی فوج کو بھاگتا دیکھے، اب خود صلاح الدین نے اپنی فوج مخالف کے آگے آ دشمن پر بڑے زور کا یلغار کیا، اس سخت دھاوے نے لڑائی کا رنگ بدل دیا۔ سیف الدین کے لشکر میں کھل بلی پڑی اور اس کا ہر شخص خونزدہ ہو کر بھاگا۔

اتابک موصل سیف الدین غازی کے بہت سے فوجی سردار یا تو مارے گئے یا گرفتار ہو گئے۔ خود سیف الدین بہزار دشواری میدانِ جنگ سے بھاگ سکا، لشکرگاہ کا کل ساز و سامان، گھوڑے، خیمے خورد و نوش کی چیزیں سب فاتحوں کے ہاتھ لگیں،

اب صلاح الدین نے ثابت کر دیا کہ فتح و ظفر کا اہل در حقیقت وہی تھا، لڑائی میں جو لوگ قید ہو گئے تھے ان کے ساتھ اس نے نرمی اور فیاضی کا برتاؤ کیا۔ اور نہ صرف یہ کہ ان سب کو رہا کر دیا، بلکہ ان میں بہت سوں کو انعام و اکرام دے کر رخصت کیا۔ جو لوگ زخمی ہوئے تھے، وہ محض صلاح الدین کی توجہ اور تیمارداری سے صحتیاب ہوئے چنانچہ ان میں سے بہت سے اسیروں کو شوق ہوا کہ وہ صلاح الدین کی ملازمت قبول کریں

اب رہا مالِ غنیمت جو دشمن کے لشکرگاہ سے ملا تھا: وہ سب اس نے اپنے لشکر والوں میں بانٹ دیا۔ کوئی چیز اپنے لئے نہ رکھی، یہ کام اس کا ایسا تھا جس میں اس نے اپنی فطرت کی فیاضی اور ایک مدبر کی سی لیاقت اور پیش بینی دکھائی۔ اس نے خود اپنے لشکر والوں کو اور دشمن کے اہل لشکر کو احسان اور شکر کی بندشوں میں باندھ کر اپنی ذات سے ان سب کو وابستہ کر لیا، جن قیدیوں کو اس نے رہا کیا تھا

قلعہ الشہبہ کے لوگوں نے مصالحت کرنی چاہی - اب ۲۹ر جولائی کو ایک عام عہد و پیمان فریقین میں ہوا یعنی ایک فریق تو نوجوان بادشاہ حلب الصالح اسمٰعیل اور کیفا اور ماردین کے ارتقی فرمانروا تھے (جنہوں نے ہمیشہ الصالح کی مدد کی تھی) اور دوسرا فریق صلاح الدین کا تھا - عہد نامہ اس مضمون کا ہوا کہ جتنے ملک صلاح الدین نے فتح کئے ہیں، ان کا اُسے بادشاہ تسلیم کیا جائے - دونوں فریقوں نے بحلف اس بات کا عہد کیا کہ آئندہ اتفاق اور آشتی رکھیں گے -

اس عہد نامہ کے ختم ہونے پر صلاح الدین کے پاس ایک چھوٹی سی لڑکی آئی - یہ الصالح اسمٰعیل کی چھوٹی بہن تھی - صلاح الدین نے بڑی عزت اور تکریم سے اُسے بٹھایا اور پوچھا کہ آپ کیا چاہتی ہیں، لڑکی نے جواب دیا "قصر عزیز" صلاح الدین نے فوراً عزیز کے پرانے مالکوں کو قلعہ واپس کردیا - اور اس بچی کو بہت سے تحائف دے کر جلوس کے ساتھ جس میں خود اپنی فوج محافظ کے آگے سوار تھا، حلب کے دروازے تک پہنچا دیا *

اس کے ہاتھ سے خنجر نہ چھوٹا۔ اس کے بعد ہی ایک دوسرا فدائی خیمہ میں آیا مگر وہ زرا
ہی مار کر گرا دیا گیا۔ پھر ایک تیسرا فدائی آیا مگر اب پہرے کے سپاہی ہوشیار ہو
چکے تھے۔ صلاح الدین گھوڑے پر سوار ہو کر اپنے خیمے کی طرف چلا نہایت خوفزدہ تھا
بلکہ یہ بھی سمجھ میں نہ آتا تھا کہ وہ زندہ ہے یا مر چکا، قاتلوں کا خفیہ طریقہ سے اس طرح
یک لخت حملہ کرنا ایسی بات تھی جس سے وہ اتنا ڈرا کہ کبھی پہلے ایسا نہ ڈرا تھا، اور
یہ ڈر ایسا تھا کہ کبھی میدان جنگ میں اسے محسوس نہیں ہوا تھا، غرض شیخ الجبل کے
کارگزاروں کا یہ دوسرا حملہ ایسا تھا کہ صلاح الدین کی ہمت پست ہونے لگی۔ بعد
کو تحقیق ہوا کہ ان تینوں فدائیوں نے کسی ترکیب سے اپنے کو فوج محافظ میں بھرتی
کرا لیا تھا۔ صلاح الدین نے اس فوج محافظ کو تبدیل کرنا چاہا اور فوج میں مشتبہ
صورتوں کی تلاش ہونے لگی، مگر شیخ الجبل (دستان) کے فدائیوں میں یہ کمال تھا کہ جیسا
چاہے بھیس بھر لیں، اور ان سے محفوظ رہنے کے لئے کیسی کیسی پیش بندیاں کی جاتیں
مگر وہ سب بے اثر رہتی تھیں۔ غرض ان فدائیوں سے اس وقت تک کسی کو پناہ نہ
تھی، جب تک کہ ان کے سردار کو یا تو راضی نہ کر لیا جائے، یا اسے قطعی غارت نہ کر دیا جائے
صلاح الدین کو بالکل یقین تھا کہ اس بزدلانہ حملے کا باعث گمشتگین ہے۔
صلاح الدین نے اب عزیز کے محاصرہ میں کوشش دوچند کر دی۔ اور آخر کار ۱۹۔ جون کو
قلعہ عزیز پر صلاح الدین کا قبضہ ہو گیا۔ اس کے بعد وہ حلب کی طرف بڑھا کہ اس
دغاباز گمشتگین کو سزا دے اور اس طرح حلب کے قلعہ شہبہ پر ۲۵۔ جون کو تیسری
مرتبہ حملہ کیا۔ صلاح الدین کے حملوں کی مدافعت جیسے پہلے کی گئی تھی، اس مرتبہ بھی
کی گئی مگر اس خیال سے کہ کہیں شہر کے محصور فاتحوں سے دست و گریبان نہ ہو جائیں

گئے۔ اس کی ترقی عمر و اقبال کے لئے خدا کے حضور میں گڑگڑا گڑگڑا کر التجائیں کرتے !

اس نے جو معاہدے کئے تھے۔ وہ قائم رکھنے کے لئے تھے، اس کی نیت میں کسی طرح کا فتور نہ تھا، وہ اب تخریب کے بجائے تعمیر پر اپنی صلاحیتیں صرف کرنا چاہتا تھا وہ چاہتا تھا فرصت کے یہ لمحے جو صلح نے مہیا کر دیئے ہیں رائگاں نہ جائیں، کچھ ایسے کام کئے جائیں جو انہیں زیادہ گراں مایہ بنا دیں، اس زمانہ میں کچھ ایسے کام سرانجام پاجائیں، جن سے لوگوں کا بھلا ہو۔ جن سے عوام کو فائدہ پہنچے، جو ایک نیک یادگار کی طرح ہمیشہ نہیں تو عرصہ دراز تک باقی رہیں۔

چنانچہ فرنگی مورخ لین پول بتاتا ہے۔

صلاح الدین دمشق آیا (۵۔ اگست)، یہاں آتے ہی فوجوں کو برخاست کیا کہ سپاہی اپنے اپنے گھر جائیں۔ اور اپنے بھائی توران شاہ فاتح یمن کو شاہی فوجوں کا افسر بنایا اور خود اپنی مخصوص سپاہ کو ساتھ لئے قاہرہ روانہ ہوا (۲۲ ستمبر) قاہرہ سے ڈیڑھ برس غیر حاضر رہنے کے بعد اب وہاں آیا تھا، اور یہاں آکر اس نے بہت سے جدید انتظام کئے۔ شہر کے استحکامات اور اس کی عمارتوں کی طرف متوجہ ہوا۔ شہر کا نقشہ پہلے ہی سے سوچ رکھا تھا۔ شہر پناہ کی مرمت کرائی۔ اور جہاں نئی دیوار بنانی منظور تھی اس کی داغ بیل ڈالی۔ اور قلعہ شہر کی تعمیر شروع کی۔ ۱۱۸۳ء میں عرب سیاح ابن جبیر قاہرہ میں وارد ہوا تو اس نے دیکھا کہ عیسائی قیدی عمارت کے لئے پتھروں کو گھڑتے ہیں۔ یا قصر کی بڑی آثار والی دیواروں سے ملی ہوئی خندق کو کھود رہے ہیں۔ مگر یہ صلاح الدین کے بھتیجے کی قسمت میں آتا تھا کہ چچا کی شروع کی ہوئی تعمیر کو اس کے مرنے کے بیس برس

شکست و فتح

صلاح الدین ایک دیانتدار آدمی تھا، وہ قول کا پکا، بات کا دھنی اور عہد کا پورا تھا کبھی اور کسی قیمت پر وہ پیمان شکنی کا مرتکب نہیں ہوسکتا تھا وہ جو عہد کرلیتا تھا اس پر سختی سے قائم رہتا تھا، خواہ یہ عہد مسلمانوں سے کیا گیا ہو یا غیر مسلموں سے، دوستوں سے یا دشمنوں سے، وہ ہرگز اپنی طرف سے پیش قدمی نہیں کرتا تھا لیکن جب اُسے مجبور جاتا تو وہ خاموش بھی نہیں بیٹھتا تھا، پھر اس کی تلوار میان سے باہر نکل آتی تھی، پھر وہ مسند فرماں روائی سے اُٹھتا تھا، اور گھوڑے کی زین اس کی مسند بن جاتی تھی،

اس نے جو صلح مسلمانوں اور عیسائیوں سے کی تھی، وہ سچے جذبے سے کی تھی، وہ امن پسند تھا، جنگ اور خوں ریزی سے طبعاً اسے کوئی لگاؤ نہیں تھا، وہ جب میدان جنگ کے زخمیوں کو دیکھتا تو اس کی آنکھیں آب گوں ہوجاتیں، اس کے دل میں رحم کا سمندر لہریں مارنے لگتا جنگ کی مصیبت زدہ عورتوں اور بچوں کے بین و بکا سن کر وہ رونے لگتا، پھر اس کی تھیلیوں کا منہ کھل جاتا، اور وہ اتنی داد و دہش سے کام لیتا اور اس طرح ان تباہ حالوں کی دستگیری کرتا کہ وہ اپنا غم بھول جاتے، اسے دعائیں دیتے

پر یہ بند یا پُل قائم ہے۔ قاہرہ سے اس کا فاصلہ سات میل ہے۔ سمجھا جاتا ہے کہ مغرب کے حملہ آوروں سے پناہ میں رہنے کے لئے یہ بند تعمیر ہوا تھا۔ مگر جنوب والوں نے قاہرہ پر کبھی فوج کشی نہیں کی۔

صلاح الدین جس زمانے میں یہ عمارتیں بنوا رہا تھا تو قاہرہ ہی میں وہ پورے ایک سال تک یعنی نومبر ۱۱۷۷ء تک رہا۔ اس زمانے میں بہت سے مدرسے شہر میں بنوائے بجملہ ان کے مشہور مدرسہ سیوف گراں تھا۔ علاوہ ازیں وہ اپنے اس خاص صوبے کے دیوانی انتظاموں میں بھی مصروف رہا۔ اسی زمانے میں افرنجیوں نے دمشق میں لوٹ مار کی اور جو جھوٹی صلح انہوں نے کی تھی اس پر قائم رہنے کی ضرورت نہ سمجھی اب انہوں نے اپنی فوج کا ایک حصّہ شمال کی طرف اس غرض سے روانہ کیا کہ وہ قلعہ حارم کا محاصرہ کر لے ، یہ قلعہ اس وقت شاہ حلب کے متعلقات میں سے تھا فلسطین کے جنوبی حصّہ کی حفاظت کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ پس موقع اچھا تھا صلاح الدین خوش ہو کر عسقلان پر چڑھا جسے "عروس الشام" کہا جاتا تھا۔ ولیم صوری کا بیان ہے کہ اس نے مسلمان سپاہ کی تعداد چھبیس ۲۶ ہزار سنی تھی اور تحقیق کے بعد یہ تعداد دریافت ہوئی تھی ، ان میں آٹھ ہزار وہ منتخب اور چیدہ نبرد آزما تھے جنہیں طاؤسین کہتے تھے۔ اور انہی میں زرد کرتیوں والے فوج محافظ کے مملوک بھی تھے (زرد رنگ صلاح الدین کا مخصوص رنگ تھا) اور اٹھارہ ہزار غلام (سیاہ رنگ والے غلام) تھے۔ یہ درجے میں کم تھے۔ بلاشبہ یہ سوڈانی پیدل فوجیں تھیں، جب ان فوجوں نے کسی طرف سے کوئی مخالفت نہ دیکھی تو خوب جی کھول کر ملک کو لوٹنا اور غارت کرنا شروع کیا۔ رملہ اور لدّ کے شہروں کو لوٹا۔ اور ان میں آگ لگا دی اور تمام ملک میں اس طرح پھیل گئے کہ لوٹتے اور غارت کرتے یروشلم کے

بعد ختم کرے سلاطین مملوک نے اپنے زمانہ میں شہر کے قلعہ میں اتنی تبدیلیاں کیں بالخصوص محمد علی نے اس قدر رد و بدل کیا کہ اصلی دیواروں اور دمدموں میں اور نئی دیواروں اور تعمیروں میں آج کل تمیز کرنا مشکل ہے بانی تعمیر کا لگایا ہوا کتبہ اب تک باب المدرج کی پیشانی پر نصب ہے، اس کی عبارت یہ ہے کہ "شہر کے اس عظیم الشان قلعہ کی عمارت قاہرہ سے قریب ایک پہاڑی پر واقع ہے جو حسن و کشادگی کو اس وقت اور استحکام میں ملاتی ہے۔ ان لوگوں کے لئے جو بانی قلعہ کی پناہ میں آنا چاہتے ہیں۔ اس کی تعمیر کا حکم ہمارے آقا اور بادشاہ الملک الناصر صلاح الدنیا والدین ابوالفتح یوسف ابن ایوب محی خلافت نے اپنے بھائی اور وارث العادل سیف الدین ابوبکر محمد محب امیر المومنین کے مشورہ سے دیا تھا اور یہ عمارت اس کی سلطنت کے ایک مشیر و معاون دولت قراقوش بن عبداللہ غلام الملک الناصر کے زیر اہتمام ۵۷۹ھ (۱۱۸۳ء) میں تعمیر ہوئی۔" وہ مشہور و معروف کنواں جس میں پانی تک چکر دار سیڑھیاں گئی ہیں، جسے اب تک بیر یوسف کہتے ہیں۔ قراقوش نے صلاح الدین کے حکم سے سالم چٹان میں ترشوایا تھا لیکن بعض دوسری عمارتیں جو اب تک قلعہ میں موجود ہیں اور جنہیں صلاح الدین سے منسوب کیا جاتا ہے۔ درحقیقت وہ صلاح الدین کے بعد کے زمانے کی ہیں۔ اہل مصر کی عادت تھی کہ رفاہِ عام کی اکثر عمارتوں کو مشہور سلطان صلاح الدین کی بنائی ہوئی بتا دیتے تھے۔ بالائی مصر کی بڑی نہر کو جسے اب تک "بحر یوسف" کہتے ہیں، گو اس کی تعمیر فراعنۂ مصر کے زمانے کی ہے، مگر اسے بھی مصر کے لوگ صلاح الدین سے منسوب کرتے ہیں۔ رفاہِ عام کا جو کام قاہرہ کے شہر سے باہر صلاح الدین نے کیا وہ جیزہ والا بند یا پل ہے۔ یہ بند بھی شہر کے قلعہ کی طرح اہرام مصر سے پتھر لے کر بنایا گیا ہے۔ زمانہ اس بند کی تعمیر کا ۱۱۸۴-۸۳ء ہے۔ صحرا کے کنارے چالیس

بھاگ گئے تھے۔ غرض لشکر میں سے جو بہت خوش ہو کر ارضِ مقدس کو لوٹنے گیا تھا، بہت کم لوگ زندہ بچے۔ جو کام تلوار نے شروع کیا تھا اُسے کثرتِ بارش اور سردی نے ختم کیا۔ صلاح الدین کو کبھی پہلے ایسی ہزیمت نہ ہوئی تھی۔

مگر صلاح الدین ہمت ہارنے والا آدمی نہ تھا۔ جب ایک لشکر تلف ہو گیا تو اُس نے دوسرا لشکر تیار کر لیا۔ اپنے بھائی توران شاہ کو دمشق لکھ کر بھیجا کہ لڑائی سخت تھی۔ اپنے خط میں چند اشعار بھی لکھے (ابن الاثیر کہتا ہے کہ میں نے یہ خط پڑھا تھا) اشعار کا مطلب یہ تھا۔

"جب وہ ہمارے برچھیاں مارتے تھے اور جب وہ اپنی سیدھی چمکتی ہوئی خون آلود تلواروں سے اپنی پیاس ہمارے خون سے بجھاتے تھے تو میں اس وقت تمہیں یاد کرتا تھا" اس کے بعد لکھتا ہے کہ ہماری قوت بالکل ہی غارت ہونے کے قریب پہنچ گئی تھی۔ اگر خدا کو ہم سے کوئی کام آئندہ نہ لینا ہوتا تو ہم اس ہلاکت سے جانبر نہ ہوتے۔"

تین مہینے کے اندر صلاح الدین فرنگیوں سے پھر لڑنے کو تیار ہو گیا۔ اور ۱۱۷۸ء کے موسم بہار میں دیکھتے ہیں کہ حمص کی شہر پناہ کے سامنے مع لشکر کے موجود ہے۔ چند چھوٹی چھوٹی لڑائیاں اس کے فوجی سرداروں (جن میں سے بعض اس کے عزیز تھے) اور سافر نگیوں میں پیش آئیں۔ حماۃ کی فوجوں کو ایک فتح عیسائیوں پر حاصل ہوئی اور انہوں نے دشمن کے کٹے ہوئے سر مالِ غنیمت کے ساتھ سلطان کو پیش کئے۔ کچھ قیدی بھی ساتھ لائے تھے، سلطان نے ان کے قتل کا حکم صادر کیا۔ اور کہا کہ "یہ کافر ہیں انہوں نے مومنوں کی زمینوں اور جائیدادوں کو غارت اور تباہ کیا ہے۔"

سال کا باقی حصہ دمشق میں بسر ہوا۔ اور جب پھر موسم بہار آیا تو سلطان تیار تھا

دروازوں تک پہنچ گئے۔

یہ اپنی قوت کے بل پر ایسے پھولے کہ انہوں نے دشمن کو حقیر سمجھا - اور یروشلم کا
بادشاہ بالدون جب عسقلان میں آیا تو اسے روکا تک نہیں - یہاں تک کہ طبقۃ الداویہ
کے سواروں کو بھی بالدون کی مدد پر عسقلان میں آنے دیا اور اس بات کی مطلق پرواہ
کی کہ دشمن ان پر اچانک حملہ کرے گا - یہ سچ ہے کہ بادشاہ بالدون کے پاس صرف
تین سو پچھتر نائٹ (سوار) اس کی مدد کو تھے لیکن صلاح الدین کو معلوم ہو جانا چاہیے
تھا کہ دشمن ایسی چیز نہیں تھا جسے حقارت کی نظروں سے دیکھا جاتا - بالخصوص ایسی حالت
میں جبکہ ان مسیحی سواروں کے سردار مشہور لڑنے والوں میں سے بالیان ہمیدا کا رکی ناب
اوڈو طبقۃ الداویہ کا مقدم جوسلن جو صلیبیوں کا خادم خاص تھا اور جبکہ بیت اللحم کا اسقف
عیسائیوں کی ہمت بڑھانے کے لیے اصل صلیب مقدس کندھے پر رکھے آگے آگے تھا - واقعہ
کی تفصیل نہیں معلوم مگر اتنا تحقیق ہے کہ صلاح الدین کے لشکر کے زیادہ حصے کی عدم
موجودگی میں تل جزر پر شہر رملہ کے قریب صلاح الدین کی سپاہ پر صلیبیوں نے
اچانک حملہ کیا (۲۵ نومبر ۱۱۷۷ء) اسلامی سپاہ اپنی صفیں بھی درست نہ کرنے پائی تھی کہ
صلیبی سواروں نے ان میں قتل کا بازار گرم کر دیا - شروع میں صلاح الدین لڑتا رہا پیچھے
ہٹا اور کوشش کی کہ اپنی سپاہ کو لڑائی کی صفوں میں ترتیب دے لے لیکن صلیبیوں
نے اس کی فوج محافظ کے ٹکڑے اڑا دیئے اور خود صلاح الدین بھی اس معرکہ میں قریب
تھا کہ عیسائیوں کا قیدی ہو جائے - یہ دیکھ کر کہ لڑائی بھر چکی ہے آخرکار سلطان ایک
رفتار اونٹ پر بیٹھ کر میدان سے بھاگا - اس کی سپاہ کا ایک قلیل حصہ بھی اس کے ہم
یہ سب ہتھیار اور زرہیں پھینک کر رات کے اندھیرے میں بے تحاشا مصر کی طرف

افرنجیوں میں ہمفری کی موت سخت صدمہ کا وقوعہ تھا۔ ایک عرب مورخ لکھتا ہے کہ ہمفری کی خوبیاں بیان کرنے میں الفاظ کام نہیں دیتے۔ شجاعت اور جنگ کے وقت بہادری دکھانے میں اس کا نام ضرب المثل ہو گیا تھا حقیقت میں وہ ایک بلا تھا جو مسلمانوں کو سزا دینے کے لئے خدا نے نازل کی تھی۔"

۱۱۷۹ء میں فرخ شاہ کو جو فتح عیسائیوں پر ہوئی تھی اس سے نفع اٹھانے کو صلاح الدین آگے بڑھا۔ اب اس نے بانیاس میں اپنا صدر مقام تبدیل کر دیا تھا۔ جون کے مہینہ میں صلاح الدین نے بالدون کا مقابلہ دوسری مرتبہ کیا۔ کیونکہ بالدون نے جب سنا کہ مسلمان صیدا کی طرف تاخت و تاراج کرتے ہیں تو بالدون اپنی رعایا کو دشمن سے محفوظ رکھنے کو اسی طرف چلا اور دراصل خیال یہ تھا کہ حال میں جو ذلت اٹھانی پڑی تھی کسی طرح اس کی تلافی ہو جائے غرض شمال میں صفد اور تبنین کے راستے سے وہ پہاڑوں پر موضع رسافہ میں پہنچا، یہ مقام اتنا بلند تھا کہ وہاں سے دور دور تک کا منظر دکھائی دیتا تھا، اس نے صلاح الدین کے لشکر کو دیکھا کہ گویا قدموں کے نیچے مرج العیون کی سطح زمین پر پھیلا پڑا ہے۔ بالدون نے نیچے اتر کر حملہ کرنے میں اتنی جلدی کی کہ اپنی فوجوں کی صفوں کو بے ترتیب کر دیا۔ پیدل فوج پیچھے رہ گئی اور اس کا لشکر جستہ جستہ میدان میں اترا، پہلے تو اس لشکر نے جو پیادہ کیا۔ اور حریف مخالف کے ایک حصۂ فوج کو میدان سے بھگا بھی دیا لیکن اودو جو طبقہ داویہ کے سواروں کا مقدم اور افسر تھا فراریوں کے تعاقب میں دور نکل گیا عیسائیوں کی فوجیں جو پہلے ہی سے پراگندہ ہو رہی تھیں اب اور منتشر ہو گئیں۔ صلاح الدین نے اس بات سے نفع اٹھایا۔ اس نے اپنی بھاگتی ہوئی فوجوں کو یک جا کر لیا اور ان سے ہمت سے لڑنے کو کہا۔ غرض سلطانی فوجوں نے دشمن پر سختی کے ساتھ یلغار کی عیسائی جو سمجھ

کہ بالدون نے آخری مرتبہ جو معرکہ آرائیاں کی تھیں، اُن کی حقیقت کھول دے۔

بادشاہ یروشلم نے رملہ پر فتح پاکر جسارت کی کہ وہ مسلمانوں کے علاقوں پر چڑھائی کر اور دمشق کو جو سڑک جاتی تھی وہاں اس نے ایک چوکی بٹھا دی، دریائے اُردن اُترنے کا ایک پل تھا جسے جسر یعقوب کہتے تھے (کیونکہ عیسائیوں میں مشہور تھا کہ یہاں جناب یعقوبؑ ایک فرشتہ سے لڑے تھے) اس پل کا دوسرا نام جسر مصائب بھی تھا، یہاں ایک پرانا قلعہ بھی تھا اس کی مرمت بادشاہ بالدون نے کرائی اور اسے درست کیا۔ یہ قلعہ نہ صرف اس پل کی حفاظت کرتا تھا بلکہ بانیاس کے سامنے کا مسطح میدان بھی اس کی زد میں واقع تھا۔ یہی ہماری زمین تھی جہاں کا غلہ دمشق کو مہیا کیا جاتا تھا، اس پر چاول اور روئی کے بڑے بڑے کھیت تھے۔ اور جبل ثلج کے پائین لیموؤں کے گنجان باغات کھڑے تھے۔ یہ شاداب اور ثمر ریز خطہ مسلمانوں اور افرنجیوں میں دوستانہ طریقہ پر تقسیم تھا اور دونوں قوموں کی سرحد ایک شاہ بلوط کے درخت سے قائم ہوتی تھی، افرنجیوں اور مسلمانوں کے گلے پاس پاس پھرا کرتے تھے۔ بادشاہ بالڈون نے یہاں کوئی بات ایسی کرنی چاہی تھی جو مسلمانوں کو سخت ناگوار تھی۔ صلاح الدین نے پہلے ساٹھ ہزار اور پھر ایک لاکھ اشرفیاں اس لئے دینے کو کہا کہ وہ اپنی اس حرکت سے باز رہے۔ جب بالڈون نے نہ مانا تو پھر صلاح الدین نے اس قلعہ کو جس کی عیسائی بادشاہ نے مرمت کرائی تھی مسمار کر کے اُسے زمین کے برابر کرنا چاہا۔ اپریل ۱۱۷۹ء میں سلطان کے بھتیجے فرخ شاہ نے کمین گاہ میں فوج بٹھا عیسائیوں پر بڑی فتح پائی تھی، اور اس نے یروشلم کے بادشاہ بالدون کو مع اس کے چند ہمراہیوں کے شقیف ارنون کے قریب ایک پہاڑ کے غار میں گرفتار کر لیا، اب یہ محض تلبیس کا کام تھا کہ بادشاہ کو اس قید سے رہا کرا دیا۔ گو ہمفری کی جان اس میں جاتی رہی

جو جسر یعقوب کے قریب واقعہ تھا۔ ۲۵-اگست کو صلاح الدین نے اس طرف کوچ کیا۔ جونہی اس کے قراولوں نے ناکہ تاڑوں سے بانس نکال نکال کر اتنے جمع کر لئے کہ اس کے نقب چیوں کے لئے آڑ کھڑی ہو سکے اور وہ اس پردے میں نقب لگائیں کہ صلاح الدین نے حملہ شروع کر دیا، پہلے ہی حملہ پر قلعہ کی دیواروں سے باہر جو مٹی کے دمس بندھے تھے، وہاں سے ایک آدمی پھٹے کپڑے پہنے آیا اور دشمن سے اس طرف لڑنے لگا، جہاں نقب چی آڑ میں بیٹھے نقب لگا رہے تھے۔ پھر اور لوگ لڑنے آئے۔ مگر باہر کے دمسوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ لیکن افرنجیوں نے بہر کیف قلعہ کی دیواروں سے دشمن قلعہ کو بچانے میں بڑی ہمت اور دلیری سے کوشش کی اور انہیں بھروسا تھا کہ کمک کے جلد پہنچنے پر وہ اس کام سے فارغ ہو جائیں گے۔ دوسرے دن صبح کو مسلمانوں نے قلعہ کی فصیل کے نیچے سرنگ لگائی اور زمین کو بہت نیچے تک کھود کر اس میں جلتی لکڑیاں بھر دیں۔ اور اب وہ دو دن تک فصیل کے گرنے کا انتظار کرتے رہے لیکن فصیل پر کچھ اثر نہ ہوا۔ اور وہ بدستور کھڑی رہی۔ دیوار کا آثار نو ہاتھ کا تھا اور یہ ہاتھ بھی معمولی پیمانہ کا نہ تھا، بلکہ ایک بخار کا ہاتھ تھا جو معمولی ہاتھ سے ڈیوڑھا ہوتا ہے۔ سرنگ جو کھودی تھی، وہ اس آثار کے صرف تہائی حصہ تک گئی تھی۔ صلاح الدین نے سوچا کہ دیوار کے گرنے کا انتظار فضول ہے۔ اس نے پانی منگوایا اور حکم دیا کہ جو پانی لائے گا اُسے فی مشک ایک اشرفی دی جائے گی۔ پھر کیا تھا۔ لوگوں نے پانی لانا شروع کیا اور دیوار کی جڑ میں اس کثرت سے پانی ڈالا کہ ایک سیلاب سا معلوم ہونے لگا۔ اس اثنا میں نقب چی سرنگ کو گہرا کھودتے رہے، حتیٰ کہ دیوار کے آر پار سوراخ ہو گیا۔ اب پھر وہاں آگ جلائی گئی، آخر کار ۳۰-اگست ۱۱۷۹ء یوم پنجشنبہ کو دیوار گری۔ اب جہاں سے دیوار گری تھی وہاں

رہے تھے کہ ہم لڑائی جیت رہے ہیں۔ اچانک سلطان کی فوجوں میں گھر گئے۔ چونکہ عیسائی سپاہیوں نے مقتول مسلمانوں کا سامان لوٹ کر اپنے اوپر خوب لاد رکھا تھا۔ لہٰذا انہیں اتنا وقت نہ مل سکا کہ صفوف جنگ کو وہ پھر آراستہ کر سکیں، پس بہت سے عیسائی یا تو قتل ہو گئے یا مسلمانوں نے انہیں گرفتار کر لیا، جو باقی بچے تھے، انہوں نے دریائے لیطہ کی طرف بھاگ کر چاہا کہ قریب کے قلعہ شقیف ارنوں میں پناہ لیں۔ بعض عیسائی فراری ایسے بھی تھے جنہوں نے صیدا میں پہنچنے سے پہلے کہیں دم نہ لیا۔ یہ اسلامی فتح اس وجہ سے بہت مشہور ہوئی کہ اس میں جو عیسائی قید ہوئے وہ بڑے درجے کے آدمی تھے۔ مثلاً مقدمان طبقہ اسبتار اور داویہ، ریمند امیر طرابلس، عبلین کا بالیان، رملہ کا بالدون طبریہ کا ہیوگ۔ یہاں ستر مسیحی نائٹوں میں سے تھے جنہیں معتمد عماد الدین نے سلطان صلاح الدین کے خیمہ میں گنا تھا۔ بالڈون نے ڈیڑھ لاکھ صوری اشرفیاں ادا کر کے اور ایک ہزار مسلمان قیدی چھوڑ کر کے اپنی رہائی حاصل کی، لیکن صلاح الدین نے اوڈو کی رہائی کے بدلے میں اپنے ایک امیر کو جو عیسائیوں کی قید میں تھا مانگا۔ تو اوڈو مقدم داویہ نے جو بڑا مغلوب الغضب آدمی تھا، جسے خدا کا خوف تھا نہ بندے کا ڈر۔ قہر و غضب سے جس کے نتھنے ہمیشہ پھولے رہتے تھے اور جس کے لڑنے کا مجنونانہ طریقہ آج لوگوں میں موجب حیرت اور لڑائی میں عیسائیوں کی شکست کا باعث ہوا تھا۔ بڑے غرور اور نخوت سے کہنے لگا۔ کہ طبقہ داویہ کا ایک نائٹ بھی اپنے زرفدیہ میں سوائے اپنی کمر کی پیٹی اور خنجر کے اور کچھ نہیں دے سکتا۔ غرض اوڈو حالت اسیری ہی میں مرا۔ ابو شامہ لکھتا ہے :-

"قید خانے سے وہ سیدھا جہنم کو روانہ ہوا"

اب وہ راستہ صاف تھا جو بادشاہ بالدون کی حماقت یعنی تصر مصائب کو جاتا تھا